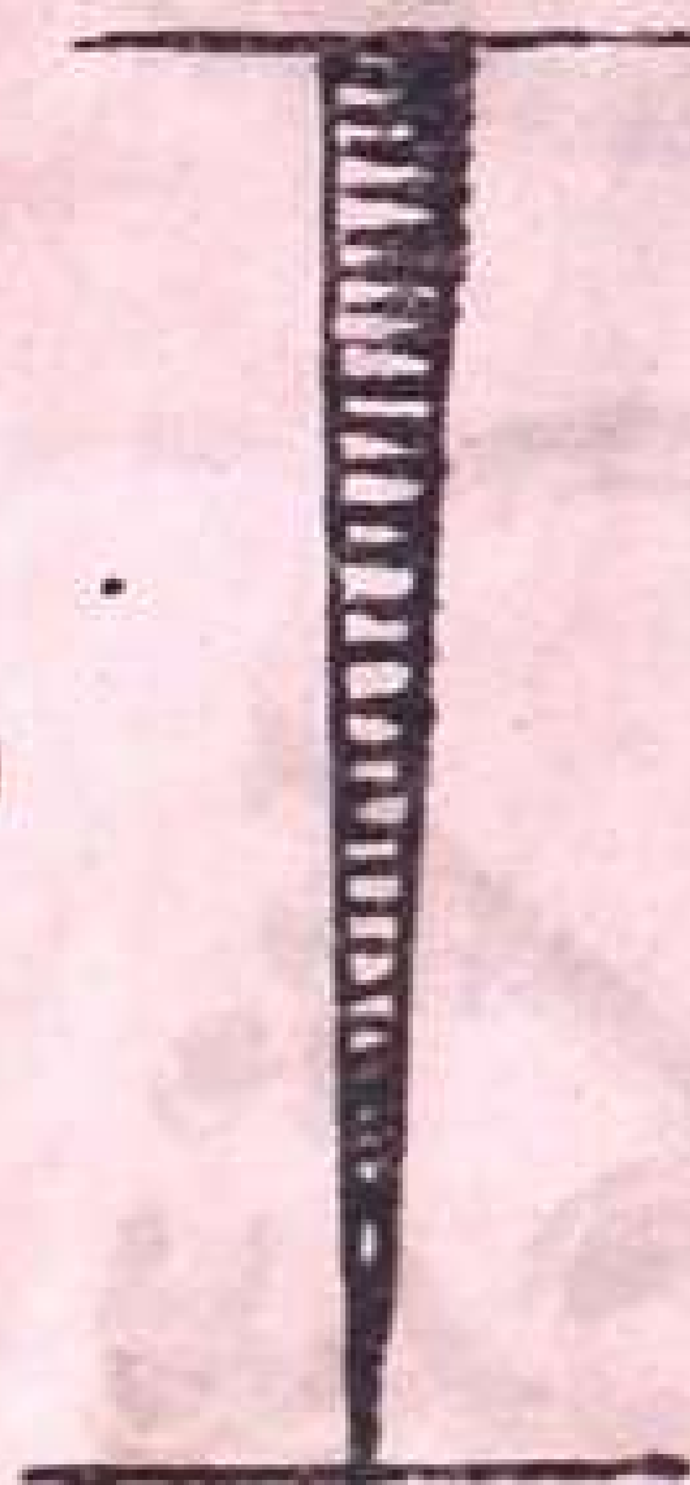
خوابوں کے شکاری

مصنف
رائیڈر ہیگرڈ

مترجم
مظہر الحق علوی



قیمت

دس روپیہ

ناشر

نسیم بک ڈپو۔ لاٹوش روڈ۔ لکھنؤ

ٹیلیفون۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۴۵۵۹

ناشر: عزیز الرحمٰن (جولائی سنہ ۶۸ء) پرنٹر: شاہی پریس

بزرگوں سے سنتے آئے تھے کہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور یہ کہ اگر وقت سے پہلے وہ کام کر لیا جائے تو کوئی ڈھنگ کا نہیں ہوتا۔ لیکن اس مقولے پر یقین اب کیا ہے۔ اپنے ناول "خونریز" میں میں نے ایک ناول کا ترجمہ جلد از جلد پیش کر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن ہر کوشش یا یوں کہیے کہ ارادے کے باوجود میں اس ناول کا ترجمہ نہ کر سکا۔ کچھ تو حالات اور اتفاقات نے اجازت نہ دی اور کچھ یہ ہوا کہ دوسرے ناول درمیان میں آ گئے۔ اسی عرصے میں اکثر قارئین کے خطوط موصول ہوئے جن میں اور باتوں کے علاوہ یہ تقاضا ضرور ہوتا کہ میں وہ ناول فوراً پیش کر دوں جس کا میں نے "خونریز" میں وعدہ کیا تھا۔ میں اپنے ان قارئین کا مشکور ہوں کہ انہی کے تقاضوں نے آخرکار مجھے اس ناول کے ترجمے پر اکسایا اور معذرت خواہ بھی ہوں کہ انہیں خاصا طویل انتظار کرنا پڑا۔

بہرحال چار سال کے بعد اپنا وعدہ وفا کرتے ہوئے میں روحانی مسرت محسوس کر رہا ہوں۔ یہ ناول، جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے، وہی ہے جس کا آپ کو شدت سے انتظار تھا۔ یعنی "دی پیوسٹ کنگز" ناول کے متعلق مجھے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہنا ہے کہ یہ ہیگرڈ کا ناول اور میرا ترجمہ ہے۔

اکثر قارئین کی یہ بھی فرمائش ہے کہ اب میں مختلف قسم اور انوکھے طرز کے ناول پیش کروں۔ چنانچہ اب میں جس ناول کا ترجمہ کر

رہا ہوں وہ بالکل انوکھا اور بے حد عجیب و غریب ہے۔ "خوابوں کے شکاری" کے بعد اور انشاء اللہ بہت جلد یہ ناول آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔

امید ہے کہ میرے پیش کردہ ہر ناول کی طرح "خوابوں کے شکاری" کو بھی آپ پسند فرمائیں گے۔ خصوصاً اس لئے کہ یہ فیگرڈ کے پچھلے تمام ناولوں سے مختلف ہے۔

حسب معمول یہ ناول بھی بھارت میں نسیم بک ڈپو لکھنؤ اور پاکستان میں مکتبۂ کائنات لاہور شائع کر رہا ہے۔

خانپور سید واڑہ
احمد آباد ۱
مظہر الحق علوی
۲۹ / ۲ اکتوبر سنہ ۱۹۶۷ء

تمہید

ایک خط کا اقتباس، جو زولولینڈ اور خاص بادشاہ کے کرال سے لکھا گیا:-

۱۲ مئی سنہ ۱۸۸۵ء

اس علاقے کے زولو لوگ ایک سفید فام لڑکی کی عجیب و غریب کہانی سناتے ہیں۔ یہ سفید فام لڑکی زولوؤں کے بادشاہ ڈنگان کے زمانے میں تھی اور کہتے ہیں کہ اس کے جسم میں زولوؤں کی اس زبردست دیوی کی روح حلول کر گئی تھی جو خود بھی، زولوؤں کی روایت کے مطابق، سفید فام تھی۔ کہتے ہیں کہ یہ سفید فام لڑکی حیرت انگیز حد تک خوبصورت اور ناقابل یقین حد تک بہادر تھی۔ اور خونی دریا کی جنگ سے پہلے ــــ جو بوئروں اور زولوؤں کے درمیان ہوئی تھی ــــ اس لڑکی نے خوب عروج حاصل کیا تھا۔ اس لڑکی کا لقب "خاتون زولا" یا مختصراً "زولا" تھا اور "زولا" کا مطلب ہے آسمان۔ یہ اس مناسبت سے کہ اس دیوی کا نام، جس کی روح بقول زولوؤں کے اس لڑکی میں حلول کر گئی تھی، انکوسازانہ زولا یعنی "خاتون افلاک" تھا۔

یہ لڑکی، معلوم ہوتا ہے، ایک آوارہ گرد مگر مبہم جو عیسائی مبلغ کی بیٹی تھی۔ لیکن ڈنگان نے، جو اس وقت زولوؤں کا بادشاہ تھا، حسد کی آگ میں اس لڑکی کے والدین کو قتل کروا دیا۔ چنانچہ اس کے بعد اس لڑکی

یا ژولانٹے خاص زولوؤں کے دارالسلطنت میں جاکر ڈنگان اور پورے زولو قبیلے کے لیئے بد دعا دی۔ زولوؤں کا کہنا ہے کہ اسی بد دعا کی وجہ سے ڈنگان مارا گیا اور اسی بد دعا کا اثر تھا کہ زولوؤں کو پھر شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور ان کا پورا قبیلہ تتر بتر ہوگیا۔

ڈنگان اور اس کے قبیلہ والے اس لڑکی اور اس کی بد دعاؤں سے خوف زدہ تھے چنانچہ آخر کار انھوں نے اس لڑکی کو ایک دوسرے قبیلے کے وچ ڈاکٹروں کے ہاتھ فروخت کردیا۔ یہ عجیب قبیلہ تھا جس کے لوگ "بونے" تھے، جو درختوں کو پوجتے تھے اور جو دور، بہت دور گھنے اور پرخطر جنگلوں اور بے آب و گیاہ صحرا کے اس پار ایک عجیب خطے میں آباد تھے۔ بونوں کی اس سلطنت میں اس سفید فام لڑکی سے پہلے کبھی کوئی شخص، سفید فام یا سیاہ فام، نہ گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس لڑکی کے چلے جانے کے بعد بھی اس کا "سراپ" زولوؤں کے سر پر منڈلاتا رہا اور ان کے زوال کا باعث بنا۔

اگر اس عجیب و غریب لڑکی کی عجیب و غریب کہانی کے متعلق میں اور زیادہ باتیں معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا تو تمہیں مطلع کروں گا۔ لیکن اس کی امید کم ہی ہے۔ ڈنگان کی موت کو، جو سنہ ۱۸۴۰ء میں واقع ہوئی تھی، حالانکہ پندرہ سال کا عرصہ گزر چکا ہے لیکن آج بھی زولو لوگ اس عجیب و غریب قوتوں کی مالک لڑکی کے متعلق کچھ کہتے ڈرتے اور گھبراتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ روایت ان لوگوں نے شاید اس لیئے بتائی ہے کہ میں نہ تو فوجی افسر ہوں اور نہ مبلغ بلکہ ایک ڈاکٹر ہوں اور چونکہ میں نے ان کے مریضوں کا بڑی کامیابی سے علاج کیا ہے اس لیئے وہ مجھے اپنا دوست

سمجھتے ھیں۔ جب میں نے ان کے " انڈوناز " سے پوچھا اس لڑکی کے متعلق تو پہلے تو ان لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ لیکن جب میں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ پوری کہانی بڑی ھی منحوس ہے اور یہ کہ یہ داستان موپو کے ساتھ ھی چلی گئی۔

اب یہ شخص موپو وھی ھے جس نے ڈنگان کے بھائی اور کامے چنگیز شاکا کو قتل کیا تھا۔ اور کہتے ھیں کہ ڈنگان کی موت بھی اسی شخص موپو کی سازش تھی[2]۔ بہرحال پانڈا کے تخت نشیں ہونے کے بعد یہ شخص موپو زولو لینڈ سے غائب ہوگیا۔ اور پھر معلوم نہ ہوسکا کہ کہاں گیا یا اس کا کیا بنا۔"

آپ کا اپنا

؟

---

[1] زولو لفظ ھے۔ یعنی وہ افسر اعلیٰ جو براہ راست بادشاہ کے ماتحت ہوتے تھے۔ ہم انھیں مشیر یا قبیلے کے بزرگ بھی کہہ سکتے ھیں۔ [2] موپو، شاکا اور ڈنگان کی لرزہ خیز کہانی کے لئے ملاحظہ ہو ناول " خونریز " مطبوعہ نسیم بک ڈپو۔ لکھنؤ۔ مظہر الحق علوی۔

پہلا باب

ایک لڑکی

عجیب اداس اور خاموش سہ پہر تھی وہ ۔ دن ناقابل برداشت حد تک گرم تھا ان کا قیام ایک دریا کے قریب اور بلند مقام پر تھا اور سطح مرتفع کے دائیں طرف کوئی دو میل دور، سمندر یوں نظر آرہا تھا جیسے وہ پانی کے بجائے گاڑھے اور جامد تیل کا سمندر ہو۔ دو میل دور وسیع کنٹی سمندر تھا اور یہ علاقہ وہ تھا جو ساحل پونڈو لینڈ کہلاتا ہے ۔ اور یہاں، اس سطح مرتفع پر سے ایک لڑکی جس کا نام ہم آپ کو بتا دیں کہ ریچل تھا۔ اداس اور مغموم نظروں سے اس سمندر کی طرف دیکھ رہی تھی ۔ لڑکی کا پورا نام ریچل ڈیو تھا۔

جیسا کہ ہم نے کہا یہ سہ پہر کا وقت تھا لیکن دھوپ نہ تھی کیونکہ بھورے رنگ کا کہرا اتر آیا تھا جو اس قدر گاڑھا تھا کہ اس نے سورج کی شعاعوں کو اوپر ہی اوپر روک دیا تھا۔ چاروں طرف خاموشی تھی۔ ہوا بند تھی چنانچہ فضا میں گھٹن تھی ۔ چھکڑا چلانے والے کافر تام نے ریچل کو بتایا تھا کہ ایک زبردست طوفان باد و باراں — بلکہ طوفان کا باپ آنے والا ہے جو قحط سالی کو ختم کر دے گا اور یہ کہہ کر تام اس طرف چلا گیا تھا، جہاں پہاڑوں کے ایک گہرے شگاف میں مویشی تھے جن کی رکھوالی وہ دوسرے کافر کر رہے تھے، تاکہ وہ ان مویشیوں کو اس طرف ہنکا لائے ۔ چونکہ اس سطح مرتفع پر گھاس کے میدان نہ تھے جو

چراگاہوں کا کام دے سکتے، اس لئے مویشیوں کو ان پہاڑوں کی طرف بھیج دیا گیا تھا۔ ٹام نے ریچل سے کہا تھا کہ وہ مویشیوں کو پڑاؤ میں ہنکالائے گا کیونکہ ___ اس نے کہا تھا ___ ایسے طوفان میں مویشیوں کا خوفزدہ ہونا لازمی ہے اور خوفزدہ ہو کر وہ بھاگ جائیں گے اور میلوں دور نکل جائیں گے اور مویشیوں کے بغیر ان کی حالت اور بھی خراب ہو جائے گی حالانکہ اس وقت بھی صورت حال امید افزا نہ تھی۔ بہر حال ٹام نے پہاڑوں کی طرف جاتے وقت یہی کہا تھا۔ لیکن ریچل افریقہ اور کافروں میں رہی تھی اور ان کے مزاج اور فطرتوں سے واقف تھی چنانچہ جانتی تھی کہ مویشیوں کو ہنکالانے کا محض ایک بہانہ تھا۔ ورنہ ٹام صرف اس لئے پڑاؤ میں سے ٹل گیا تھا کہ بچے کو دفن ہوتے نہ دیکھ سکے۔ کافروں کو موت پسند نہیں آتی۔ کم سے کم ایسی موت پسند نہیں آتی جو بستر پر آئے البتہ وہ میدان جنگ میں اس موت کو بڑی خندہ پیشانی سے لبیک کہتے ہیں جو دشمن کے بھالے کے روپ میں آئے۔ اس کے علاوہ ٹام کو اس بچے سے خاصی انسیت ہو گئی تھی جو اس دنیا میں اپنی مختصر سی زندگی گزار کر خدا کے پاس چلا گیا تھا۔

بہرحال اب اسے دفن کر دیا گیا تھا اور پہاڑوں کی طرف جانے سے پہلے خود ٹام نے سخت و سنگلاخ زمین میں اپنے ہاتھوں سے اس کی ننھی سی قبر کھودی تھی۔ ریچل، جس کی عمر صرف پندرہ سال تھی، مرحوم بچے کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر اس کی آخری آرام گاہ تک لے گئی تھی۔ ریچل کے باپ نے صندوق میں سے اپنا جبہ نکال کر پہنا تھا اور ننھے معصوم کی قبر پر کھڑے ہو کر آخری دعا پڑھی تھی۔ اس کے بعد دونوں، باپ بیٹی نے مل کر قبر میں مٹی ڈالی تھی اور اوپر چند پتھر جما دیئے تھے اور چونکہ اس موسم میں وہاں پھول نہ اگ رہے تھے اس لئے انھوں نے چھوٹی موٹی اور اسی قسم کے دوسرے پودوں کی ٹہنیاں توڑ کر قبر پر چڑھا دی تھیں۔

اس جلوس جنازہ میں صرف دو ماتم کرنے والے تھے۔ ایک ریچل اور دوسرا اس کا باپ۔ البتہ دو پہاڑی خرگوش ایک چٹان کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور ایک لنگور چٹان کی چوٹی پر سے جھانک جھانک کر تجہیز و تکفین کی اس کارروائی کو حیرت سے دیکھ رہا تھا اور پھر جب وہ اکتا گیا تو اوپر سے ایک پتھر لڑھکا کر چیختا ہوا بھاگ گیا۔ چنانچہ آپ چاہیں تو ان دو پہاڑی خرگوشوں اور اس لنگور کو تجہیز و تکفین کی رسومات میں شریک سمجھ لیں۔ ریچل کی ماں بہرحال جلوس جنازہ میں شامل نہ تھی اوّل تو اپنے بچے کی موت کے صدمے نے اسے نڈھال کر دیا تھا اور پھر وہ بخار میں بھی مبتلا تھی۔ چنانچہ وہ اس خیمے میں بے سدھ سی پڑی تھی۔ جو چھکڑے کے قریب ایستادہ کر دیا گیا تھا۔ بچے کو دفن کر کے باپ اور بیٹی خیمے میں پہنچے تھے۔

ریچل کی والدہ مسز ڈیو اس سفری چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی جس میں ادوان کے بجائے کھال کی پٹیاں بھری ہوئی تھیں اور یہ پٹیاں وہ تھیں جو چھکڑے میں سے کھولی گئی تھیں۔ مسز ڈیو کا رنگ زرد ہو رہا تھا اور اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ ریچل کو یہ منظر ہمیشہ یاد رہا۔ خیمے میں بلا کی امس تھی اور اس کے پردے اٹھا دئے گئے تھے کہ اندر تھوڑی بہت ہوا تو آسکے۔ ریچل کی والدہ نے جو گون پہن رکھا تھا اس کا رنگ کبھی سبز رہا ہوگا لیکن مسلسل استعمال اور پھر سفر میں پہنے رہنے کی وجہ سے میلا چکٹ ہو گیا تھا۔ مسز ڈیو خیمے کی دیوار کی طرف کروٹ لئے چپکے چپکے رو رہی تھی اور ریچل کا باپ ایک طرف کھڑا اپنا جبہ اتار رہا تھا اور اسے تہہ کر کے اپنے صندوق میں رکھ رہا تھا۔ اس کے بشرے سے معصومیت کے ساتھ ساتھ ہی مذہبی جنون بھی عیاں تھا۔ وہ بیک وقت ولی اور ایک پاگل کا چہرہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کا ماتھا بلند تھا، رنگت دھوپ میں جھلسی ہوئی آنکھیں حلقوں میں دھنسی ہوئی، ہونٹ آپس میں سختی سے بھنچے ہوئے تھے، قد لانبا اور بدن دبلا پتلا۔ وہ بڑے انہماک

نے اپنا جبّہ تہہ کر رہا تھا اور وہ خود یعنی ریچل خاموش اور وحشت زدہ سی کھڑی ہوئی تھی اور چاہتی تھی کہ جلد از جلد اس خیمے سے نکل جائے اور کہیں اکیلی بیٹھ کر اپنا غم برداشت کرنے یا اسے بھولنے کی کوشش کرے۔ اس خاموش، غمناک منظر کو ریچل کبھی نہ بھلا سکی۔ آخرکار جبّہ تہہ کرنے کا مرحلہ تمام ہوگیا۔ مسٹر ڈیو نے اسے آہستہ سے کپڑے کی ایک تھیلی میں رکھا اور پھر تھیلی اس صندوق میں رکھ دی گئی جس کا ایک قلابہ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس صندوق میں کبھی جب ان لوگوں کا اپنا گھر تھا تو وہاں، وہ میلے کپڑے رکھے جاتے تھے جو دھوبی کو دیے جانے والے ہوتے تھے۔ اور اب ریچل کا باپ، صندوق بند کر کے سیدھا کھڑا ہوگیا، اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر اور ایک انگڑائی لے کر اپنی کمر سیدھی کی اور مصنوعی بشاشت سے اپنی بیوی سے کہا:-

"نہ رو جینی۔ نہ رو۔ خدا جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔ خدا نے دیا تھا اور خدا نے لے لیا۔ ہمیں شکایت نہ کرنی چاہئیے۔"

ریچل کی ماں ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنی نیلی نیلی آنکھوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں غم تھا، ملامت تھی اور بغاوت بھی۔

"یہ بات تم پہلے بھی کہہ چکے ہو جوہان۔ گرا ہم ٹاؤن میں جب ہمارا دوسرا بچہ مر گیا تھا تو اس وقت تم نے یہی الفاظ کہے تھے اور یہ الفاظ سنتے سنتے اب میں تھک گئی ہوں۔ یہ نہ کہو کہ میں شکایت نہ کروں۔ یہ نہ کہو کہ میں، خدا کا شکر ادا کروں۔ کوئی ماں اس خدا کی تعریف نہ کرے گی جو اس کی اولاد کو اس سے چھین لیتا ہے حالانکہ خدا چاہتا تو وہ میرے بچوں کو عمر خضر عطا کرسکتا تھا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ کیا تو یہ کیا کہ مجھے بخار میں مبتلا کردیا کہ میں اپنے بچے کو دودھ نہ پلا سکوں۔ میں نے پھر بھی کچھ نہ کہا کہ چلو اسے گائے کا دودھ ہی پلائیں گے لیکن اس گائے کو بھی سانپ نے ڈس لیا اور تم ابھی ابھی میرے جگر کے ٹکڑے کو مٹی میں دبا کر آئے ہو۔ اگر یہی ہے تمہارے

خدا کا انصاف تو مجھے ایسا انصاف نہیں چاہئے۔ اگر یہی ہے اس کے یہاں کا دستور تو مجھے کہنا پڑتا ہے کہ تمہارے خدا سے زیادہ تو کافر رحمدل ہوتے ہیں۔"

"جینی! جینی! یہ تم کیا بک رہی ہو" رچل کے باپ نے کانپ کر کہا۔ "توبہ کرو جینی ــــ توبہ کرو۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ تمہارا بچہ اس وقت جنت میں مزے کر رہا ہے۔"

"تو جاؤ تم مناؤ خوشیاں، اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ آج سے میں صرف یہی دعا کروں گی کہ میری کوکھ سوکھ جائے اور اب میرے کوئی اولاد نہ ہو"۔ اور پھر وہ جوش اور غصے کے عالم میں بڑی تیزی سے بولنے لگی "جوہان! قصور تمہارا، صرف تمہارا ہے جو کچھ ہوا ہے اس کے ذمہ دار تم ہو۔ تم بھولے نہ ہوگے کہ میں نے کیا کہا تھا تم سے۔ جب تمہارے سر میں اس سفر کا سودا سمایا تھا تو میں نے صاف صاف لفظوں میں تم سے کہدیا تھا کہ اگر ہم اس سفر پر روانہ ہوئے تو ہمارا بچہ زندہ نہ رہے گا۔ اور دیکھو میری پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور اب میں دوسری پیشین گوئی کر رہی ہوں" مسز ڈیوک کی آواز بھرا گئی۔ "جوہان! اسی سفر میں ہم بھی مر جائیں گے۔ میں بھی مر جاؤں گی اور تم بھی مر جاؤ گے لیکن رچل زندہ رہے گی۔ اور اس کے ساتھ وہ سب کچھ ہوگا جو اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ وہ اپنی عمر کو پہنچ کر طبعی موت مرے گی لیکن ہم ــــــــ خیر! میرے لئے تو یہ ہے کہ موت کو کل آنا ہو تو آج آ جائے کیونکہ میں جلد از جلد اپنے بچوں کے پاس پہنچ جانا چاہتی ہوں جنھیں تمھارے خدا نے اٹھا لیا ہے۔"

"پیشین گوئی کرنا گناہ ہے" رچل کے باپ نے جلدی سے کہا۔ "یہ خدا اور اس کے اصولوں سے بغاوت ہے کیونکہ غیب کا حال....."

"گناہ اور بغاوت یہی سہی لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سچ ہے۔ جوہان! میری والدہ غیب داں تھیں۔ ان میں وہ باطنی قوت تھی جس کے ذریعہ وہ ان چیزوں

کو دیکھ لیتی تھیں جو نظر سے اوجھل ہوتی تھیں اور وہ واقعات معلوم کر لیتی تھیں جو مستقبل قریب میں وقوع پذیر ہونے والے ہوتے تھے۔ ان کی یہ خصوصیت مجھے ورثے میں ملی ہے اور اگر ماں کا ورثہ پانا بغاوت اور گناہ ہے تو یونہی سہی۔ جوہان! جب میں تم سے شادی کرنے جا رہی تھی تو میری والدہ نے خبردار کر دیا تھا کہ تم سے شادی کرنے کے بعد میری زندگی سکون اور چین سے بسر نہ ہو گی لیکن ان کی میں نے ایک نہ سنی تھی۔ جوہان! اب میں تمہیں خبردار کر رہی ہوں، جو کچھ ہونے والا ہے اس سے خبردار کر رہی ہوں لیکن تم میری نہ سنتے ہو اور نہ سنو گے۔ خیر! ہمیں تقدیر کا لکھا برداشت کرنا ہے اور اب ہماری، تمہاری اور میری زندگی کے کچھ زیادہ دن باقی نہیں رہ گئے ہیں۔ البتہ صرف ریچل کی عمر طویل ہے۔ مردوے! مسز ڈیو نے بڑے تمسخر اور طنز سے کہا "میں جانتی ہوں کہ تم کیوں افریقہ کے جنگلوں اور کافروں میں گھستے جاتے ہو۔ میں جانتی ہوں کہ کونسا لالچ تمہیں کشاں کشاں بے دینوں کی بستیوں کی طرف لئے جا رہا ہے۔ صرف یہ لالچ کہ بے دین کافر تمہیں قتل کر دیں اور تم شہید کہلاؤ"۔

"تو قتل کر دینے دو انہیں"۔ ریچل کے باپ نے کہا۔ "شہادت خوش قسمتوں کو ملتی ہے۔ اگر میں راہ حق میں مارا گیا تو یہ میرے لئے اور میرے پسماندگان کے لئے قابل فخر بات ہو گی"۔

"ٹھیک ہے ہو جاؤ شہید"۔ مسز ڈیوک نے کراہ کر کہا اور چارپائی میں ڈھے سی گئی"۔ میرا بچہ ...... میرے جگر کا ٹکڑا، وہ کیوں مر گیا۔ تم نے اپنے سر پر شہادت کا تاج رکھنے کے لالچ میں میرے جگر کے ٹکڑے کو بھینٹ چڑھا دیا۔ بڑی بھاری قیمت ادا کی ہے تم نے اس نام نہاد شہادت کے تاج کی۔ وہ غریب مفت میں اپنی جان سے گیا۔ جوہان! جو شہادت کی تلاش میں گیا ہو، جس کی زندگی کا اول و آخر مقصد شہادت حاصل کرنا ہو، اسے نہ تو شادی کرنی چاہئے اور نہ بچے ہی پیدا کرنا چاہئیں"۔

اور ریچل اب زیادہ برداشت نہ کر سکی چنانچہ وہ وہاں سے بھاگ آئی تھی۔ اور اب دور بیٹھی اس سمندر کی طرف دیکھ رہی تھی جو دو میل دور نظر آرہا تھا۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ ریچل کی عمر پندرہ برس کی تھی لیکن جنوبی افریقہ میں لڑکیاں امر بیل کی طرح بڑھ جاتی اور جلدی جوان ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ شب و روز کے تجربات نے بھی ریچل کی سمجھ بوجھ کو پختہ کر کے اس پر صیقل کر دی تھی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے والدین کے متعلق ایک صحیح اور قطعی رائے قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ ان کی خوبیوں اور کمزوریوں سے بھی واقف ہو چکی تھی وہ انگریز تھی اور انگلستان میں پیدا ہوئی تھی لیکن انگلستان اور روس کے متعلق اسے کچھ یاد نہ تھا اور سبب اس کا یہ تھا کہ ابھی اس کی عمر چار سال کی ہی تھی کہ مسٹر اور مسز ڈیو اسے لے کر جنوبی افریقہ چلے آئے تھے۔

ریچل کی پیدائش کے کچھ عرصے بعد ہی اس کے باپ پر تبلیغ کا جنون سوار ہوا تھا۔ ریچل کا باپ اچھا خاصا اور عقلمند شخص تھا اور ایک دیہات کے گرجا میں پادری کی خدمات انجام دے رہا تھا کہ اتفاقاً اسے لندن میں پادریوں کے ایک اجلاس میں شرکت کا موقع ملا۔ بس وہاں سے آتے ہی اس پر یہ جنون سوار ہوا اور "خدا کی آواز" پر لبیک کر کے اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اور اپنی بیوی اور بیٹی کو لے کر جنوبی افریقہ آ گیا یہ باتیں ریچل کو اس کی ماں نے بتائی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ مسز ڈیو کے رشتہ دار اس کے شوہر یعنی مسٹر ڈیو کے اس ارادے کے سخت مخالف تھے اور اسے جنوبی افریقہ آنے سے روک رہے تھے لیکن مبلغ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسٹر ڈیو اور اس کے سسرال والوں میں جھگڑا شروع ہو گیا اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔

مسٹر ڈیو نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ وہ خدا کے حکم سے انحراف کر کے ایک زبردست گناہ کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اب دو ہی صورتیں تھیں

یا تو مسز ڈیو اپنے شوہر کے ساتھ چلی چلے یا پھر طلاق حاصل کرلے۔ مسز ڈیکو اپنے شوہر سے بہت زیادہ محبت تھی، خود مسٹر ڈیو بھی اپنی بیوی کو جان سے زیادہ چاہتا تھا اور بڑا عمدہ انسان تھا، الا یہ کہ اس پر مذہبی جنون سوار ہو گیا تھا اور بس، قصہ مختصر مسز ڈیو اپنے شوہر کے ساتھ جنوبی افریقہ آنے کے لئے تیار ہو گئی۔ جب وہ لوگ جنوبی افریقہ جانے والے جہاز میں سوار ہو رہے تھے تو اداس تھے۔ مسز ڈیو نے چند دنوں پہلے ہی اس سفر کے متعلق پیشین گوئی کی تھی۔

مسز ڈیو نے جہاز میں سوار ہوتے وقت بھی کہا تھا:۔

"ہم اپنے وطن سے جا رہے ہیں اور اب ہمیں کبھی یہاں آنا نصیب نہ ہوگا کیونکہ افریقہ کے وحشیوں اور کافروں کے ہاتھوں مارا جانا ہمارے لئے مقدر ہو چکا ہے۔"

مسز ڈیو کی اس پیشین گوئی اور غیب دانی کے متعلق کوئی سائنٹفک توجیہہ تلاش کرنا تو ممکن نہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ مسز ڈیو اسکاٹ لینڈ کے ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور اس خاندان میں کہتے ہیں کہ مسز ڈیو کی والدہ اور دادی کو بھی غیب دانی کا عطیہ عطا ہوا تھا اور پورے خاندان والے اس موروثی عطیے پر یقین رکھتے تھے۔ مسز ڈیو کی اس پیشین گوئی کو کسی نے سچ سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو البتہ اس کے عزیز و اقربا نے سو فیصدی سچ سمجھ لیا۔ چنانچہ انھوں نے مسز ڈیو کو روکنے کی اپنی کوششیں اور بھی تیز کر دیں۔ حتیٰ کہ مسٹر ڈیو نے بھی اپنی بیوی کو اپنے ساتھ جنوبی افریقہ چلنے سے روکا اور کہا کہ وہ تو بہرحال شہادت کا خواہاں تھا ہی لیکن اپنی بیوی کو کیوں خواہ مخواہ اپنے ساتھ گھسیٹے۔ اسے اپنی بیوی سے محبت تھی۔ اور وہ اس خیال سے کانپ کانپ اٹھتا تھا کہ اس کی نازک بدن اور خوبصورت بیوی وحشیوں کے بھالوں کا شکار ہو جائے گی چنانچہ اس نے مسز ڈیو سے کہا کہ وہ تو چونکہ خدا کی آواز پر لبیک کہہ ہی چکا ہے اس لئے اس کا جنوبی افریقہ کے کافروں میں جانا ضروری

ہے بلکہ یہ اس کا فرض ہے۔ چنانچہ وہ اکیلا ہی جائے گا اور جو کچھ بیتے گی برداشت کرے گا البتہ وہ، یعنی مسز ڈیو، اس کے ساتھ نہ چلے کیونکہ ان پُر خطر اور وحشتناک جنگلوں میں مسز ڈیو کو گھسیٹنے کا اسے کوئی حق نہیں ہے۔

اور اس وقت مسز ڈیو نے اپنی حیرت انگیز اخلاقی جرأت اور مستقل مزاجی کا ثبوت دیا۔ اس نے کہا کہ اپنے عزیزوں کی مخالفت کے باوجود اس نے مسٹر ڈیو سے شادی کی ہے اور اب وہ اس کی شریک حیات ہے۔ اس کے دکھ اور سکھ میں برابر کی شریک ہے۔ جہاں بھی مسٹر ڈیو جائے وہاں جانا اس کے لئے فرض ہے وہ جس حال میں اسے رکھے گا وہ رہے گی اور یہ کہ ان کی قسمت میں کافروں کے ہاتھوں قتل ہونا ہی لکھا ہے تو یونہی سہی۔ وہ دونوں ساتھ ہی مریں گے۔

چنانچہ مسز ڈیو کے عزیز و اقربا خاموش ہو رہے اور ایک دن مسٹر اور مسز ڈیو اپنی چار سالہ بچی ریچل کو لے کر جنوبی افریقہ جانے والے ایک جہاز میں سوار ہو گئے اور پھر ـــــ ان دونوں کے رشتہ داروں اور دوستوں کو ان میاں بیوی اور بچی کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا کیا بنا۔

مسٹر ڈیو، اس کی بیوی اور بچی کے افریقہ کے ساحل پر اترنے کے بعد سے لے کر ہماری کہانی کے آغاز تک کی سرگذشت چند سطور میں بیان کی جا سکتی ہے۔ جوہان ڈیو ایک مبلغ کے طور پر سراسر ناکام رہا۔ کیپ کالونی کے مشرقی حصے میں بوئیر آباد تھے اور جوہان نے اسی جگہ اپنی تبلیغ کا آغاز کیا تھا اور بوئیر نہ چاہتے تھے کہ ان کے کافر غلاموں کو عیسائی بنا لیا جائے۔ خود کافروں کو بھی عیسائی بننا پسند نہ تھا۔ وحشت، ظلم اور جنگلی پن کافروں کو صدیوں سے ورثے میں ملتا چلا آیا تھا۔ وہ ہزاروں سال سے ان دیوتاؤں کو پوجتے آئے تھے جن کی عجیب و غریب قوتوں اور ان کی روایتوں پر یقین رکھتے تھے۔ چنانچہ

بوئیروں کے کافر غلام بھی عیسائیت قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ جوہان ڈیو ایک صاف دل، مخلص اور ولی صفت انسان تھا لیکن افریقیوں کی فطرت سمجھنے سے قاصر تھا اور نہ جانتا تھا کہ یہ لوگ اپنی بربریت اور اپنے وحشیانہ قوانین کو ترک نہ کر سکتے تھے۔ ان کے گناہوں کی، جس میں جوہان نے ان کی مذہبی رسومات اور دوسرے رواج بھی شامل کر لئے تھے، وہ مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر سخت مذمت کرتا اور اگر وہ کسی کافر کو چوری یا زنا کرتے یا جھوٹ بولتے پکڑ لیتا تو پھر جوہان اسے سخت سزا کا مستحق ٹھہرا دیتا اور حکومت کو مجبور کرتا کہ اس کافر کو سزا دی جائے۔ اور یہ اور بات ہے کہ حکومت جوہان کی ان "اپیلوں" کی طرف کوئی دھیان نہ دیتی۔ چوری، جھوٹ اور زنا وغیرہ تو کافروں کی گھٹی میں پڑا تھا اور ان باتوں کو وہ گناہ نہ سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ جوہان نے بڑی خودسری کا ثبوت دیتے ہوئے ——

اپنی اس خودسری کو جوہان نے خلوص کہا تھا —— اپنے آپ کو مقامی گرجا سے وابستہ کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کے صبر کا پیمانہ چھلک ہی گیا۔ جوہان کی تنگ نظری اور کڑھن نے اس علاقے کی فضا کو گرم کر دیا۔ چنانچہ یوں ہوا کہ اس کے اور بوئیروں کے درمیان ایک جھگڑا شروع ہو گیا۔ بوئیر بڑے معقول لوگ تھے لیکن جوہان نے انھیں بُرے رنگ میں دیکھا اور ان کے متعلق نہ صرف بُری رائے قائم کر لی بلکہ اپنے یہ خیالات لکھ کر انگلستان کے مذہبی اخبارات و رسائل میں اشاعت کے لئے بھیج دیئے۔ جوہان کے اس مضمون نے ایک آگ سی لگا دی اور بوئیروں کے خلاف ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ بوئیروں کے ترکِ وطن کرنے کے جو وجوہات تھیں ان کی ایک وجہ یہی مخالفت تھی جو جوہان کے مضمون نے پیدا کر دی تھی۔

جوہان کی مجنونانہ سرگرمیوں نے بوئیروں میں غم و غصّے کی ایک عام لہر دوڑا دی اور انھوں نے اسے دھمکی دی کہ اگر اس نے اپنی "افترا پردازی" جاری رکھی تو وہ اسے گولی مار دیں گے۔ انگریزی حکام کو جوہان کی وجہ سے امن و امان خطرے میں نظر آیا اور انھوں نے بھی اس مبلّغ سے درخواست کی کہ وہ یا تو اپنے مباحثے بند کر دے یا اس علاقے سے چلا جائے۔ جوہان چاہے جتنا مستقل مزاج سہی لیکن اپنی مخالفت کے طوفان کو وہ بھی برداشت نہ کر سکا لیکن چونکہ وہ تبلیغ کرنے سے باز نہ رہ سکتا تھا اس لئے اس نے خاموش رہنے پر یہ علاقہ چھوڑ جانے کو ترجیح دی۔ لیکن سوال صرف یہ تھا کہ وہ جائے کہاں۔ جوہان ڈیوکووٹے میں خاصی دولت ملی تھی اور وہ واپس انگلستان جا سکتا تھا۔ یہ بات اس کی سمجھ میں تو نہ آئی البتہ اس کی بیوی نے یہ تجویز کی کہ وہ لوگ انگلستان لوٹ چلیں اور وہاں پہنچ کر جوہان اپنا معاملہ کلیسائے انگلستان اور عوام کے سامنے پیش کر دے۔ یہ مشورہ بے حد مناسب تھا اور جوہان نیم رضامند ہو بھی گیا تھا لیکن وہ رات بھر اپنی بیوی کی اس تجویز پر غور کرتا رہا اور دعائیں مانگتا رہا اور صبح اٹھتے ہی اس نے اپنی بیوی کی یہ تجویز رد کر دی اور کہا کہ یہ شیطان ہے جو بیوی کے ذریعہ اسے بہکا رہا ہے جس طرح اماں حوا کے ذریعہ اس نے حضرت آدم کو بہکا کر جنّت سے نکلوا دیا تھا۔

اس نے کہا کہ وہ کیا منہ لے کر انگلستان جائے۔ لوگ کیا کہیں گے کہ بڑے جوش و خروش سے اور شہادت کی آرزو لے کر گیا تھا لیکن ناکام و نامراد واپس آگیا۔ اس نے کہا کہ وہ یہ ذلّت برداشت نہ کر سکے گا۔ وہ نہ صرف انسانوں بلکہ خدا کے نزدیک بھی ذلیل و خوار ہوگا۔ اس نے کہا کہ اس کی بیوی اگر

چاہے تو بیوی اور نوزائیدہ بچے کو لے کر (اس بچے سے پہلے مسز ڈیو کی دو بچیاں پیدا ہو کر مر گئی تھیں) انگلستان چلی جائے البتہ وہ خود افریقہ میں ہی رہے گا اور اپنا فرض انجام دیتا رہے گا۔ جوہان کی ملاقات چند انگریزوں سے ہوئی تھی جن سے اس نے ایک مقام ناٹال کے متعلق سنا تھا جہاں انگریز آباد ہونے لگے تھے۔

اس جگہ۔۔ یعنی ناٹال میں۔۔ معلوم ہوا کہ بردہ فروش بھی نہ تھے اور کافروں کو غلام بنانے والے بوئیر بھی نہ تھے اور وہاں کے باشندوں کی "روشنی" اور "سیدھا راستہ" دکھانے والے کی سخت ضرورت تھی۔ خصوصاً اس قبیلے کو، جس کا نام زولو تھا، بادشاہ کی راہبری کرنا ضروری تھا۔ اسے بتایا گیا کہ اس بادشاہ کا نام شاکا یا ڈنگان (اسے یاد نہ رہا کہ یہ کون سا بادشاہ تھا) تھا اور یہ بادشاہ اپنے کفر میں حد سے بڑھ گیا تھا اور سخت ظالم تھا۔ اس غضبناک اور ظالم بادشاہ کو عیسائی بنانے کی جوہان کو بڑی آرزو تھی۔ چونکہ وہاں بوئیر نہ تھے اس لئے اسے یقین تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا۔

مسز ڈیو اپنے شوہر کے اس ارادے کے متعلق اس کی تقریر سنتی اور روتی رہی کیونکہ اب شہادت کا وہ تاج بہت قریب نظر آرہا تھا جس کی آرزو میں جوہان مرا جا رہا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ مسز ڈیو کو اس تاج سے خون ٹپکتا بھی نظر آرہا تھا۔ اس کے علاوہ مسز ڈیو کو یقین تھا کہ کافروں کو عیسائی بنانا ممکن نہیں۔ کم از کم فی الحال ممکن نہیں۔ کافر جنگجو لوگ تھے اور وہ جانتی تھی کہ جنگجو قبائل کی فطرت بدلنا قریب قریب ناممکن ہے جس طرح کہ ایک عادی شرابی کی سب سے بڑی کمزوری شراب ہوتی ہے اسی طرح ان قبائل کی سب سے بڑی کمزوری جنگ و جدل تھی۔ شرابی شراب نہیں چھوڑ سکتا اور جنگجو قبائل جنگ سے باز نہیں رہ سکتے۔ رہی ان کی یہ عادت کہ وہ بہت سی بیویاں کرتے تھے۔۔۔ اور

جو ہاں الفر کے اس رواج کا سخت مخالف تھا۔ تو ان کا یہ رواج ملک کے ماحول کے مطابق و مناسب تھا۔ یہ سب باتیں مسز ڈیو جانتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ اس سفر میں اس کا نوزائیدہ بچہ بھی اللہ کو پیارا ہو جائے گا۔ اس کے باوجود اس نے اپنے شوہر کو اکیلا چھوڑ کر انگلستان لوٹ جانے سے انکار کر دیا جس طرح کہ گیارہ برس پہلے اس نے انگلستان میں رہنے اور اپنے شوہر کو اکیلا ہی افریقہ کی طرف جانے دینے سے انکار کر دیا تھا۔

بے شک مسز ڈیو نے محبت کی بنا پر یہ آخری فیصلہ کیا تھا کیونکہ وہ بڑی وفا شعار اور محبت کرنے والی بیوی تھی۔ لیکن چند دوسری وجوہات بھی تھیں جن کی بنا پر اس نے انگلستان لوٹ جانے سے انکار کر دیا تھا۔ وہ قضا و قدر پر یقین رکھتی تھی اور سب سے بالا یہ کہ وہ تھک چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ لوگ اپنی موت کی طرف جا رہے ہیں۔ ٹھیک ہے۔ موت کو آنا ہے تو آجائے۔ مسز ڈیو نہ موت سے ڈرتی تھی اور نہ اپنی عاقبت سے۔ بہت ممکن تھا کہ اسے دوسری دنیا میں سکون اور چین مل جائے اور اگر یہ نہ ہوا تب بھی یہ تو ہوگا کہ اسے دنیا کے جھمیلوں سے نجات مل جائے گی اور وہ سکون کی نیند سو سکے گی۔ اور اسے سکون اور نیند کی سخت ضرورت تھی۔ پھر یہ سکون قبر کا سکون اور نیند موت کی ہی نیند کیوں نہ ہو۔ رہی ریچل تو اس کے متعلق مسز ڈیو کو یقین تھا کہ وہ زندہ رہے گی اور اپنی عمر پوری کرے گی۔ مسز ڈیو کو یہ بھی یقین تھا کہ ریچل کو ان وحشتناک جنگلوں میں بھی سکون مل جائے گا۔ چنانچہ وہ ریچل کی طرف سے مطمئن اور بے فکر تھی۔ چنانچہ یوں ہوا کہ اس نے انگلستان لوٹ جانے سے انکار کر دیا اور کوئی بیسویں دفعہ پھر سامان سفر درست کرنے لگی اور وہ نہ جانتی تھی کہ ان کی منزل کہاں ہے۔

گرم اور دھندآلود سہ پہر میں بیٹھی ہوئی ریچل انہی باتوں پر غور کر رہی

بے شک وہ ایسی پوری سرگذشت سے پوری طرح واقف نہ تھی لیکن یہ باتیں اسے کسی نہ کسی اور رفتہ رفتہ ادھر ادھر سے معلوم ہو گئی تھیں اور چونکہ وہ زیرک اور ہوشیار تھی اس لئے دوسری باتوں کے متعلق اندازہ لگا کر جہاں جہاں ضرورت تھی وہاں اس نے خانہ پری کر لی تھی۔ ریچل کا کوئی دوست اور کوئی ساتھی نہ تھا چنانچہ سوچنے اور غور کرنے کے لئے اسے کافی وقت مل جاتا تھا۔ اسے اپنے باپ سے ہمدردی بھی تھی اور اس کے خیالات اور کوششوں سے ہمدردی تھی کیونکہ اسے احساس تھا کہ اس کا باپ ایک مخلص شخص ہے اور اس کے خیالات نہ صرف بڑے شریفانہ ہیں بلکہ ان میں بڑی وسعت بھی ہے۔ لیکن دماغی اور جسمانی طور پر وہ سراسر اپنی ماں کی بیٹی تھی۔ اس کے چہرے کے نقوش ہو بہو اس کی ماں کے ہی تھے۔ حسین اور پرکشش۔ آنکھیں باپ کی تھیں جو بھوری تھیں اور قد بھی باپ کا کر لانبا تھا۔ البتہ باپ کی امتیازی خصوصیات میں سے اسے صرف مستقل مزاجی اور دلیری ورثے میں ملی تھی اور بس۔ رہی دوسری باتیں تو اسے غیب بینی کا خاندانی عطیہ ورثے میں ملا تھا۔ کسی اندرونی جذبے اور غالباً چھٹی حس کے ذریعہ وہ اپنی ماں کی طرح، ہونے والے واقعات کے متعلق بہت پہلے سے معلوم کر لیتی تھی۔ اپنی اس غیب بینی کا خود ریچل کو بھی احساس تھا اور وہ اپنی ماں کی طرح بڑی ہی وضعدار بھی تھی۔

ریچل خوش نہ تھی۔ کچھ یہ بات نہ تھی کہ سفر کی صعوبتیں، راستے کی مشکلات اور استوائی خطے کی جلا ڈالنے والی گرمی اس کے اعصاب و جذبات پر اثر انداز ہوئی ہو۔ جی نہیں۔ ان باتوں کی تو وہ عادی تھی۔ البتہ اسے اس بچے سے بڑی محبت تھی جو اس دنیا میں نہ رہا تھا۔ ریچل کو یقین تھا کہ دوسری دنیا میں وہ اپنے اس

بھائی کو ضرور دیکھ لے گی لیکن ـــــ وہ جانتی تھی ـــــ اس کے لئے اسے ابھی کافی سے زیادہ انتظار کرنا ہوگا۔ اسے اپنی ماں سے محبت تھی اور اس کی حالت پر ریچل کو رحم آتا تھا خصوصاً اب جبکہ مسز ویو بیمار تھی۔ اس کے علاوہ ریچل اپنی ماں جیسے متفق تھی اور اس کا اسے بھی احساس تھا کہ اس کا یہ سفر سراسر بیکار اور احمقانہ تھا۔ اس کا باپ بقول کافروں کے افق پر چمکتے ہوئے ایک ستارے کی طرف بڑھا جارہا تھا اور اگر وہ چلتے چلتے دنیا کے آخری سرے پر بھی پہنچ گیا تب بھی وہ ستارہ اتنے ہی فاصلے پر ہوگا جتنا کہ اب تھا۔

رہی ریچل تو وہ اپنے متعلق زیادہ نہ سوچتی تھی تاہم گراہم ٹاؤن میں اس نے تنہائی محسوس نہ کی تھی کیونکہ وہاں اس کے ساتھی دوسرے بچے تھے جو زیادہ تر ڈچ تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بڑے گنوار تھے تاہم وہ انسان اور سفید فام تھے۔ چنانچہ جب وہ ان بچوں کے ساتھ کھیل رہی ہوتی تو یہ بھول جاتی کہ وہ ان بچوں سے زیادہ عقلمند، ہوشیار اور مہذب تھی۔ مثلاً وہ عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید بڑی روانی سے فر فر پڑھ لیتی تھی ـــــ یہ اس کے باپ نے اس کو سکھایا تھا ـــــ اس کے برخلاف اسی کے ساتھی "ٹال" یا بوئیر زبان میں رک رک کر ہجے کر کر کے بڑی مشکل سے کوئی لفظ پڑھ پاتے تھے۔ اس کے علاوہ ان بچوں نے ولیم فاتح کا نام تک نہ سنا تھا۔ خیر ریچل کو بھی ولیم فاتح یا یونانی زبان سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی البتہ وہ دوستی اور دوستوں کی بھوکی تھی۔ لیکن اب اس کا کوئی دوست اور ساتھی نہ تھا۔ افریقہ کے ان جنگلوں میں وہ اکیلی تھی۔ اگر اس کا کوئی ساتھی تھا تو اس کا باپ تھا جو دن بھر عاقبت کی باتیں کیا کرتا اور جنت کے خواب دیکھا کرتا تھا یا اس کی وہ ماں تھی جو خیالات کی دنیا میں بستی تھی اور جسے اپنے اور اپنے شوہر کے سر پر موت سایہ فگن نظر آرہی تھی۔

چنانچہ ریچل اکیلی اور اداس تھی۔

ریچل کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور ان آنسوؤں میں وہ سمندر ڈوب گیا جو دور پر نظر آ رہا تھا۔ ریچل نے اپنے ایک ہاتھ کی پشت سے، جس کی جلد کو افریقہ کے سورج نے جھلس دیا تھا، اپنی آنکھیں پونچھیں اور پھر ان دو عجیب کیڑوں کی طرف دیکھنے لگی جو جنوبی افریقہ میں "ہاٹینٹوٹ دیوتا" کے نام سے مشہور تھے۔ یہ کیڑے آپس میں کسی بات پر بڑی خونخواری سے لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو رگید رہے تھے۔ دفعتہً ریچل کی آنکھ سے ایک موٹا سا آنسو ایک کیڑے کے سر پر ٹپک پڑا۔ اس ایک آنسو نے اس کیڑے کو خوفزدہ کر دیا یا شاید اس نے سمجھ لیا کہ بارش ہونے لگی ہے۔ بہرحال وہ بھاگ کر قریب پڑے ہوئے خشک گھاس کے ایک ڈھیر میں چھپ گیا۔ اس کا حریف کیڑا بڑے فخر سے اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا اور فتحمندی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا جیسے اس نے بزور بازو" اپنے حریف کو بھگا دیا ہو۔

عین اسی وقت ریچل کو اپنے پیچھے پیروں کی چاپ سنائی دی۔ ایک بار پھر اس نے اپنے ہاتھ کی پشت سے، کیونکہ اس جنگل میں یہی ایک رومال دستیاب تھا، آنسو پونچھے اور گردن گھما کر دیکھا کہ اس کا باپ لمبے لمبے ڈگ بھرتا چلا آ رہا تھا۔

"روتی کیوں ہو ریچل؟" اس نے پوچھا۔ "کیا اس لئے کہ تمہارا بھائی خدا کے پاس چلا گیا ہے؟ یہ گناہ ہے بیٹی۔"

"لعزر کی موت پر یسوع مسیح بھی تو روئے تھے حالانکہ لعزر ان کا بھائی نہ تھا" ریچل نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا اور پھر اس خیال سے کہ جوہان کو برا نہ معلوم ہو اس نے جلدی سے اضافہ کرتے ہوئے کہا "میں دو ہاٹینٹوٹ دیوتاؤں کو جنگ کرتے دیکھ رہی تھی۔"

جوہان ڈیو ریچل کی پہلی دلیل کا، جو کتاب مقدس سے تھی، کوئی جواب نہ دے

سکتا تھا چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کی دوسری بات پکڑلی۔

"تمہاری اس دلچسپی میں ظلم کا عنصر ہے" جوہان نے کہا "خصوصاً اس لئے بھی کہ میں نے سنا ہے کہ لڑکے اور بڑے بھی ان بے زبان کیڑوں کو لڑاتے اور ان کی ہار جیت پر شرط بدتے ہیں۔ یہ ظلم ہے۔"

"میں نہیں قدرت۔ ظالم ہے ابا۔ قدرت بڑی ظالم ہے" اور اس نے اپنے بھائی کی ننھی سی قبر کی طرف دیکھا۔

اس دفعہ بھی جوہان کوئی جواب نہ دے سکا چنانچہ ریچل نے پوچھا:

"اماں اب اچھی ہیں؟"

"نہیں۔" جوہان نے جواب دیا "بلکہ ان کی طبیعت اب کچھ زیادہ ہی بگڑ گئی ہے۔ وہ شدت جذبات سے بے قابو رہی ہیں اور ہر بات اور ہر چیز کو صحیح روشنی میں دیکھ نہیں سکتیں"۔

ریچل اٹھی اور اپنے والد کے سامنے تن کر کھڑی ہو گئی۔

"ابا! آپ انہیں واپس کیوں نہیں لے جاتے؟ وہ سفر کے قابل نہیں ہیں اور ان جنگلوں میں آپ انہیں گھسیٹ رہے تو یہ —— یہ —— آپ کی زیادتی ہے۔"

ریچل کے منہ سے یہ الفاظ سن کر جوہان کو غصہ آگیا اور وہ اپنی بیٹی کو سرزنش کرنے لگا اور پھر اس نے "خدا کی پکار" پر لبیک نہ کہنے کے گناہ پر ایک تقریر جھاڑ دی۔

اس دفعہ پھر اسے ریچل کی اس بات کا کوئی جواب نہ ملا چنانچہ وہ بڑے غضب کے عالم میں کہنے لگا کہ ماں بیٹی نے اس کے خلاف سازش کر رکھی ہے اور یہ کہ شیطان ان دونوں کو اپنا آلہ کار بنا رہا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ دونوں، یعنی اس کی بیوی

اور بیٹی، اسے اس بینک اور بربادی کام سے روک دیں۔

ریچل خاموش کھڑی اپنے باپ کو غصے میں چیختے چلاتے دیکھتی اور سنتی رہی یہانتک کہ جوہان کا غصہ کافی بک جھک کے بعد فرو ہوگیا

"اس وقت ہم سب کچھ زیادہ پریشان ہو گئے ہیں" جوہان نے اپنے تپلے ہاتھ سے اپنا بلند ماتھا رگڑتے ہوئے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ سخت گرمی اور خدا کی طرف سے ہماری ـــــ اس ـــــ اس ـــــ کیا کہتے ہیں ؟ ـــــ آزمائش نے ہمیں گھبرا دیا ہے۔ خدا ہمیں اور ہمارے ایمان کو آزما رہا ہے اور ـــــ میں یہاں کیوں آیا تھا۔ اس وقت ؟ ـــــ ہاں۔ یاد آیا ـــــ تمہاری ماں کچھ بھی کھا نہیں رہی ہے بلکہ پھل طلب کر رہی ہیں۔ اب یہاں پھل کہاں ملیں گے ؟ تم جانتی ہو کہ پھل کہاں سے حاصل کئے جا سکتے ہیں ؟"

"ان جنگلوں میں پھل نہیں اُگتے ابا" ریچل نے کہا لیکن پھر دفعتہً اس کا چہرہ دمک اٹھا "ٹھیک ہے۔ اب یاد آیا ہے مجھے۔ جس دن ہم نے یہاں پڑاؤ ڈالا تھا تو اسی دن میں اماں کے ساتھ دریا پر گئی تھی اور ہم دریا کا خشک پاٹ عبور کر کے اس جزیرے پر پہنچ گئے جو دریا کے عین بیچ میں ہے۔ وہاں چند پھول اُگ رہے تھے نم زمین میں اور ہم یہی پھول توڑنے گئے تھے۔"

"میں پھلوں کے متعلق پوچھتا ہوں اور تم پھولوں کے متعلق بتا رہی ہو"

"آپ سنئے تو۔ اس جزیرے پر بہت سی گوزبری[1] اگ رہی تھیں اور کچی نہیں بلکہ پوری طرح پکی ہوئی بھی تھیں۔"

"تو پھر جاؤ اور چند توڑ لاؤ۔ شام ہونے میں ابھی کافی دیر ہے چنانچہ اندھیرا اترنے

---

[1] انگور کی قسم کا ایک پھل۔ (منظر الحق علوی)

سے پہلے" یقیناً واپس آجاؤں گی"۔

ریچل پلٹ کر چل دی لیکن چند قدم چلنے کے بعد ٹھہر گئی۔

"ابا!"۔

"کیا ہے بیٹی؟۔"

"اماں نے مجھے دریا کی طرف جانے کی ۔۔۔ اکیلے جانے کی ممانعت کردی ہے۔"

"وہ کیوں؟۔"

"اس لئے کہ وہاں کیچڑ میں ہمیں شیروں اور گھڑیالوں کے پیروں کے نشانات نظر آئے تھے۔"

"اگر وہاں شیر اور گھڑیال ہوئے بھی تو خدا تمہیں ان سے محفوظ رکھے گا" جوہان نے بڑے استقلال سے جواب دیا۔ کیونکہ خدا کی ذات میں اپنا زبردست یقین ثابت کرنے کا اس سے بہتر موقع اسے اور کب مل سکتا تھا" تم ڈر تو نہیں رہی ہو۔"

"نہیں ابا۔ میں ڈرتی نہیں ہوں۔ شاید اس لئے کہ مجھے اپنی اور اپنی زندگی کی پروا نہیں ہے۔ میں ٹوکری لے کر ابھی جاتی ہوں۔"

ایک منٹ بعد ہی وہ ٹوکری ہاتھ میں لٹکائے دریا کی طرف جارہی تھی اور وہ اس وسیع و عریض ویرانے میں بہت چھوٹی سی اور اکیلی معلوم ہوتی تھی۔ جوہان خاموش کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا اور پھر یکایک ایک عجیب طرح کی بے چینی نے اس پر غلبہ حاصل کرلیا اور اس کے دل میں ایک آواز نے کہا کہ اس نے تن تنہا ریچل کو دریا کی طرف بھیج کر بڑی حماقت کا ثبوت دیا تھا۔

"اس کی حفاظت کے لئے خدا اپنے فرشتے بھیج دے گا۔" وہ آپ ہی آپ

بڑبڑایا۔ "کاش کہ میرا اعتقاد پختہ ہوتا۔ میرا اعتقاد ابھی کمزور ہے اور غالباً اسی وجہ سے میری راہ میں مشکلات حائل ہو رہی ہیں اور غالباً اعتقاد کی اسی ناپختگی کا سہارا لے کر شیطان مجھے بار بار ورغلانے کی کوشش کرتا ہے۔ میرے خیال میں مجھے بھی ریچل کے پیچھے پیچھے چل دینا چاہئے۔ اسے اکیلی بھیجنا تو خطرناک ہے۔ لیکن نہیں۔ جینی مجھے پکار رہی ہے۔ میں اسے اکیلی چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ خدا ریچل کی حفاظت کرے گا۔ لیکن مجھے جینی کو نہیں بتانا ہے کہ ریچل دریا کی طرف گئی ہے۔ ریچل بخیر و خوبی لوٹ آئے گی کیونکہ یہ طوفان آج رات تو پھٹ پڑنے والا نہیں ہے۔ طوفانِ بادوباراں شاید کل آئے گا۔"

دوسرا باب

ایک لڑکا

وہ دریا ۔ یہ دراصل دریم توانہ کی ایک کافی بڑی شاخ تھی ۔ جس کی طرف ریچل جا رہی تھی بظاہر بہت قریب نظر آتا تھا لیکن حقیقت میں وہ کافی دور تھا ۔ ان کے پڑاؤ سے کم سے کم ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ۔

ریچل نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتی اور یہ اس نے غلط نہ کہا تھا کیونکہ دلیری اور بے خوفی اس لڑکی کی امتیازی خصوصیت تھی ۔ ریچل کو یاد تھا کہ وہ کبھی کسی چیز سے خائف نہ ہوئی تھی البتہ کبھی کبھی وہ اپنے باپ سے خوفزدہ ہو جاتی تھی خصوصاً اس وقت جب وہ ریچل کے کسی "معصوم گناہ" سے غضبناک ہو کر اسے عاقبت کے عذاب سے ڈرانے لگتا لیکن اس وقت بھی ریچل کا خوف دیرپا ثابت نہ ہوتا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اس کا باپ عاقبت کے سلسلے میں یقیناً مبالغے سے کام لے رہا تھا ۔ چنانچہ یوں ہوا کہ اس وقت بھی ریچل بڑی بے خوفی سے دریا کی طرف جا رہی تھی حالانکہ اس وقت اور اس جگہ اسے جبلی اور فطری طور پر خوفزدہ ہونا چاہیئے تھا ۔

یہ جگہ اور یہ جنگل بالکل ہی غیر آباد تھا ۔ دور دور تک کسی انسان کا پتہ نہ تھا اس کے علاوہ چاروں طرف گہری خاموشی طاری تھی اور دور سلسلہ کوہ پر بار بار بجلی یوں چمک رہی تھی جیسے غیر ارضی عفریت اپنی آتشی زبانیں لپکا رہے ہوں ہوا بند تھی ۔ کسی درخت کا ایک پتا تک نہ ہل رہا تھا ۔ کسی جھاڑی میں کوئی

کیڑا تک نہ سرسرا رہا تھا کسی پتھر کے نیچے دبکا ہوا کوئی جھینگر تک نہ بول رہا تھا اور فضا اس گہری خاموشی سے جیسے بوجھل ہو رہی تھی۔ ہر جاندار ——— ننھے سے کیڑے سے لے کر بڑے سے بڑے ہاتھی تک ——— کہیں چھپ گئے تھے اور اور اس وقت تک اپنی پناہ گاہ سے باہر نہ آنے والے تھے جب تک کہ طوفان بادو باراں اپنا زور آزما کر گزر نہیں جاتا۔

دریا کی طرف جاتی ہوئی رنچل نے ماحول اور اپنے آپ میں ایک عجیب اور ناقابل فہم تبدیلی محسوس کی۔ یہ تبدیلی اپنے رگ و ریشے میں، اپنے خون میں اور اپنے خیالات میں محسوس کر رہی تھی۔ اس کے دماغ کے دریچے یکایک کھل گئے تھے اور اس کی روح جیسے ان دریچوں سے جھانکنے لگی تھی۔ وہ ایک نئے وجود اور اثر کو اپنی زندگی کے قریب آتے محسوس کر رہی تھی اس کی نسائیت دفعتہً انگڑائی لے کر بیدار ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر بلوغت کی دمک اور تازگی پھول کی طرح کھل اٹھی اور اس پر ناگہاں یہ انکشاف ہوا کہ اب وہ بچی نہ رہی تھی بلکہ جوان ہو چکی تھی۔ اور ایک عجیب جذبہ اس کے دل میں موجزن تھا۔

اور اب جیسے وہ ایک خواب کے عالم میں دریا کے ڈھلوان کنارے پر سے اتر رہی تھی۔ یہ کنارہ سنگلاخ اور یہ ڈھلان تقریباً عمودی تھا۔ وہ دریا کے پیٹے میں اتر گئی۔ بارشوں میں یہاں بڑے زور و شور سے پانی بہا کرتا ہو گا لیکن اس وقت یہ دریا تقریباً خشک تھا اور اس کے ریتیلے پیٹے میں یہاں وہاں بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے اور خاردار جھاڑیاں اگ رہی تھیں اور جگہ جگہ گڑھے بھی تھے جن میں پانی بھرا ہوا تھا اور یہ پانی آسمان پر کوندتی ہوئی بجلی کے لئے آئینے کا کام دے رہا تھا۔ سامنے وہ جزیرہ تھا جس پر گوز برنی کی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ یہ جزیرہ دراصل دریا کے بیچ

میں زمین کا ایک اُبھار تھا جو سطح دریا سے کچھ زیادہ بلند نہ تھا اور صرف پاؤ میل لمبا تھا۔ اس جزیرے کے عین بیچ میں چٹانیں تھیں، چٹانوں میں درخت اُگے ہوئے تھے اور ایک درخت دوسرے تمام درختوں سے بلند تھا۔ اس جزیرہ کے پیچھے اصل دریا تھا اور یہ دریا اس خشک موسم کے اواخر میں بھی خاصا چوڑا تھا۔ تقریباً ایک سو گز چوڑا۔ اور خشک بھی نہ تھا۔ اس میں پانی بہہ رہا تھا لیکن زیادہ گہرا نہ تھا۔ یعنی اسے چھکڑے میں بیٹھ کر عبور کیا جا سکتا تھا۔

دور نظر آتے ہوئے سلسلۂ کوہ پر موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ یہ بارش پچھلے چوبیس گھنٹوں سے مسلسل ہو رہی تھی اور ایسی تندی سے۔ اور اس علاقے پر بھی، جہاں ریچل تھی، بادل منڈلا رہے تھے جو دمبدم زیادہ سے زیادہ گاڑھے اور غلیظ ہوتے جا رہے تھے اور ان میں بھرے ہوئے پانی سے بوجھل ہو کر جیسے زمین کی طرف جھکتے آ رہے تھے۔ فضا کی گھٹن زیادہ ہی بڑھ گئی تھی۔

ریچل خشک پاٹ عبور کر کے جزیرے پر آ گئی۔ یہاں کئی چھوٹے چھوٹے جزائر تھے جنھیں کیچڑ آلود پانی کی نالیاں سی ایک دوسرے سے جدا کر رہی تھیں۔ ریچل جس جزیرے پر پہنچی تھی وہ ان تمام جزیروں سے زیادہ بڑا اور زیادہ بلند تھا اور اسی پر وہ پھل لگے ہوئے تھے جنھیں توڑنے وہ آئی تھی۔ ریچل بڑی احتیاط سے پکی پکی گوز بری توڑ کر ٹوکری میں ڈالنے لگی۔

ریچل ابھی پھل توڑنے میں مصروف ہی تھی کہ فضا ہولے ہولے کراہنے لگی۔ بند ہوا ایک دم سے کھل گئی اور پھر یخ بستہ ہوا کے جھونکے آئے اور اس کا زور بڑھنے لگا۔ آثار اچھے نہ تھے اس کے باوجود ریچل پھل توڑنے میں مصروف رہی۔ آسمان جیسے بڑبڑانے اور غرّانے لگا۔ یہ بادل تھے جو آہستہ آہستہ گرج رہے تھے اور پھر — ٹپا ٹپ —— پانی کی موٹی موٹی بوندیں ٹپکنے لگیں۔ اب وہاں ٹھہرنا خطرے

سے خالی نہ تھا۔ ریچل پھل توڑتے توڑتے جزیرے کے دوسری طرف نکل گئی تھی اور دریا کے خشک پٹ تک پہنچنے کے لئے اسے پورا جزیرہ عبور کرنا تھا۔

ابھی وہ دوسری طرف پہنچی بھی نہ تھی کہ طوفان دفعتہً پھٹ پڑا۔ ہوا کا تیز جھکڑ میدان کی طرف سے آیا اور جزیرے پر کی جھاڑیوں اور درختوں کو جھنجھوڑتا ہوا سمندر کی طرف نکلا چلا گیا۔ چند منٹ تک ایسی گہری خاموشی طاری رہی کہ ریچل بمشکل آگے بڑھ سکی اور پھر دفعتہً روشنی ہو گئی۔ خوفناک روشنی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے آسمان میں آگ لگ گئی ہو اور اس آگ کی چمک زمین پر بھی اتر آئی اور حد نظر تک کا منظر سرخ و سفید روشنی میں نہا گیا۔ ریچل ٹھوکریں کھاتی گرتی پڑتی اور اپنے پھولے ہوئے سانس کو قابو میں کرنے کی کوشش کرتی آخر کار جزیرے کے اس کنارے پر پہنچ گئی جہاں سے اسے دریا کے خشک پٹ میں، جو بیس گز چوڑا ہوگا، اترنا تھا۔ وہ دریا میں اترنے ہی والی تھی کہ اس نے ایک آواز سنی۔ گھنگھناتی ہوئی گرج کی آواز جو اتنی زوردار اور ایسی بلند تھی کہ طوفان کے شور سے بالا سنائی دیتی تھی۔ اس آواز کے سننے کے ساتھ ہی ساتھ اس نے کچھ دیکھا بھی۔ بار بار بجلی چمک رہی تھی اور اس کی روشنی میں وہ دیکھ رہی تھی، صاف طور سے دیکھ رہی تھی کہ دریا کے دوسرے کنارے پر ایک سفید فام لڑکا کھڑا ہوا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر ریچل سے کچھ کہہ رہا تھا۔ طوفان کے شور اور گھنی گرج کی وجہ سے اس کی آواز ریچل تک ظاہر ہے کہ نہ پہنچ رہی تھی لیکن جب بھی بجلی چمکتی ریچل کو اس سفید فام لڑکے کے ہونٹ ہلتے ہوئے نظر آجاتے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ کچھ اشارے بھی کر رہا تھا صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی طرف سے سفر کرتا ہوا وہاں آگیا تھا کیونکہ اس کا گھوڑا قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ ریچل یہ سوچتی ہوئی کہ یہ سفید فام لڑکا اس طرف کہاں سے آگیا، دریا کے پٹ میں اتر پڑی۔ لیکن اندھیرا اتنا گاڑھا تھا کہ چلنا مشکل ہو رہا تھا۔

چنانچہ بجلی چمکتی تو ریچل تیزی سے آگے بڑھ جاتی اور بجلی غائب ہو جاتی تو وہ بھی رک جاتی۔ اس طرح بجلی کی روشنی میں وہ دو دفعہ تیزی سے آگے اور اس اجنبی لڑکے کی طرف بڑھی تھی کہ اس نے دیکھا کہ وہ اجنبی لڑکا اب دیوانوں کی طرح ہاتھ ہلا رہا تھا اور پھیپھڑوں کا پورا زور لگا کر چیخ رہا تھا۔ ریچل نے اس کے اشارے اب سمجھ لئے۔ لڑکا اسے آگے بڑھنے سے روک رہا تھا چنانچہ ریچل کے قدم خود بخود رک گئے اور وہ سوچنے لگی کہ لڑکا اسے آگے بڑھنے سے کیوں منع کر رہا تھا؟۔

اور دوسرے ہی لمحے اسے اس سوال کا جواب مل گیا۔

دریا کے بہاؤ کی طرف کوئی سو گز دور دریا ایک موڑ مڑ گیا تھا۔ اور دفعتہً اس موڑ پر ایک چادرِ آب نمودار ہوئی جس کی چوٹی کف آلود تھی۔ یہ چادرِ آب، تناور درختوں اور بہت سے جنگلی جانوروں کی لاشوں کو اپنے ساتھ گھسیٹتی، خوفناک تیزی سے ریچل کی طرف لڑھکتی چلی آ رہی تھی۔ سیلاب۔ زبردست سیلاب ریچل کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ سلسلہ کوہ پر بارش ہو رہی تھی اور اسی طرف سے یہ سیلاب آیا تھا۔ ریچل گھبرا کر آگے کی طرف بھاگی لیکن چند قدم کے بعد ہی اسے معلوم ہو گیا کہ وہ دوسرے کنارے تک کسی صورت نہ پہنچ پائے گی۔ چنانچہ وہ جہاں تھی وہیں وحشت زدہ سی کھڑی رہ گئی کیونکہ عناصر کے تصادم کی خوفناک گرج اور بڑھتے ہوئے سیلاب کے مہیب شور نے اس کے حواس گم کر دئے تھے۔ ریچل کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے اور وہ سیلاب اسے اپنی آغوش میں لینے کے اور اسے اپنے ساتھ گھسیٹ لے جانے کے لئے بڑی برق رفتاری سے بڑھا چلا آ رہا تھا۔

یکایک بجلی بڑے زور سے چمکی۔ اور اس کی روشنی میں ریچل نے دیکھا کہ وہ اجنبی لڑکا تیزی سے ریچل کی طرف بھاگا آ رہا تھا۔ دفعتہً بجلی ایک

کوڑا کے ساتھ تڑپ کر گری۔ لڑکے سے صرف تیس قدم دور ایک بڑا سا پتھر بجلی کے آتشی کوڑے کی تاب نہ لا کر ریزہ ریزہ ہو گیا اور خود لڑکا بھی لڑکھڑا گیا۔ لیکن وہ جلد ہی سنبھل کر پھر بھاگا آرہا تھا اور اب وہ بہت قریب پہنچ چکا تھا لیکن چادرِ آب ریچل کے اور بھی قریب دھنس آئی تھی۔ سیلاب ایک لڑھکتے ہوئے پہاڑ کی طرح گھڑگھڑاتا ہوا لڑھکا چلا آرہا تھا۔ اس آبی پہاڑ کی کئی اونچی اونچی چوٹیاں تھیں اور ہر چوٹی کف آلود تھی۔ اور سب سے اگلی چوٹی پر ایک مردہ بھینسا نظر آرہا تھا۔ لڑھکتی ہوئی موج اسے گھسیٹتی لا رہی تھی اور اسے یوں اوپر نیچے جھلا رہی تھی کہ معلوم ہوتا تھا جیسے یہ مردہ بھینسا حملہ کرنے کے لئے بھاگا آرہا ہو۔ یہ بھینسا ریچل کے پہلو کے عین سامنے تھا اور ریچل کو بشدت سے احساس ہوا کہ چند منٹ بعد ہی وہ بڑے بڑے سینگوں کی ٹکر کھا کر گر چکی ہو گی۔

لیکن دوسرے ہی لمحے ایک مردانہ سفید بازو اس کی کمر کو گرفت میں لئے اس جزیرے کی طرف گھسیٹ رہا تھا۔ چادرِ آب کی بیرونی تہہ ریچل سے ٹکرا گئی اور اس کے قدم تقریباً اکھڑ گئے۔ لیکن ریچل بہادر اور پھرتیلی تھی اس کے علاوہ اس مردانہ بازو کے لمس نے اس کی رگ و ریشے میں برقی لہریں سی دوڑا دی تھیں اور اس کے گمشدہ حواس معجزنما طور پر مجتمع ہو گئے تھے چنانچہ وہ سنبھل گئی اور پانی میں چلتی ہوئی تیزی سے جزیرے کی طرف بڑھی۔ دوسری موج آئی اور ان کے گھٹنوں سے لپٹ گئی۔ جزیرہ کا کنارہ اب صرف پانچ گز دور رہ گیا تھا اور وہ جان لیوا سیلاب شاید دس گز دور تھا۔

"ہم ساتھ جئیں گے اور ساتھ ہی مریں گے"۔ ایک آواز نے ریچل کے کان میں اور انگریزی زبان میں کہا۔

ریچل نے اور اس اجنبی لڑکے نے ایک چھلانگ لگائی اور وہ جزیرے کے کنارے پر تھے۔ وہ ڈھلان چڑھ رہے تھے کہ غصیلے سیلاب نے ان کی ٹانگیں پکڑ لیں۔ وہ انھیں پیچھے کی طرف گھسیٹنے لگا۔ ایک موٹی ٹہنی تڑاخ سے لڑکے کے کندھے پر لگی۔ وہاں سے اس کی قمیص پھٹ گئی، جلد بھی پھٹ گئی اور خون نکل آیا۔ اس ٹہنی سے لڑکے پر وار کر کے موج کا غصہ جیسے ذرا کم ہوا اور وہ آگے بہہ گئی۔ ٹہنی کی ضرب اتنی شدید تھی کہ لڑکا اسے برداشت نہ کر سکا اور لڑکھڑا کر اوندھے منہ گرنے ہی والا تھا کہ ریچل کے ہاتھوں نے اسے سنبھال لیا اور وہ دونوں ڈھلوان کنارے پر اوپر تک چڑھ گئے اور اب اس تباہ کن بلکہ یوں کہیئے کہ جان لیوا سیلاب کی دسترس سے باہر تھے۔

اور یوں اس طوفانِ بادوباراں نے اور اس سیلاب نے، جو ریچل کو نگل جانے والا تھا، ریچل اور اس لڑکے کی ملاقات کرادی جس کا نام رچرڈ واریں تھا۔ اور یوں رچرڈ واریں ہماری ہیروئن ریچل ڈیو کی زندگی میں آ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ دونوں قریب بیٹھے چمکتی ہوئی بجلی کی روشنی میں ایک دوسرے کا جائزہ لے رہے تھے۔ رچرڈ قبول صورت لڑکا تھا، عمر سترہ سال سے زیادہ نہ تھی البتہ عمر کی مناسبت سے اس کا قد ناٹا تھا، بدن گٹھا ہوا اور مضبوط، بال ریچل کے بالوں کی ہی طرح سنہرے، آنکھیں ریچل کی آنکھوں کی طرح بھوری اور چہرے کے نقوش ریچل کی ہی طرح پُرکشش اگر کوئی انجان شخص ان دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھتا تو انھیں بہن اور بھائی یقین کر لیتا۔

"کون ہو تم؟" اس نے اپنا منہ رچرڈ کے کان کے قریب لے جا کر اور چیخ کر پوچھا "۔ اور یہاں کیوں آئے ہو؟"۔

"میرا نام رچرڈ ڈوارین ہے" اس نے بھی چیخ کر جواب دیا" اور یہ میں نہیں جانتا کہ یہاں کیوں آگیا۔ غالباً کوئی قوت محض تمہیں بچانے کے لئے مجھے اس طرف گھسیٹ لائی تھی۔ شاید کسی غیبی قوت نے مجھے اس طرف بھیج دیا ہے۔"

"بے شک کسی غیبی قوت نے ہی تمہیں یہاں بھیج دیا ہے"۔ ریچل نے کہا۔ "اگر تم نہ آجاتے تو میں اب تک مر چکی ہوتی۔ قابلِ فخر موت مر چکی ہوتی جیسا کہ میرے ابا کہتے ہیں۔"

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ قابلِ فخر موت کیسے ہوتی ہے" رچرڈ نے چند ثانیوں کے توقف کے بعد کہا "۔ البتہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ اگر میں نہ آگیا ہوتا تو سیلاب اسوقت تمہیں سمندر کی طرف بہائے لئے جا رہا ہوتا اور تمہارے جسم میں ایک بھی ہڈی سلامت نہ ہوتی۔ کیا اسی کو کہتے ہیں قابلِ فخر موت؟۔"

"یہ تم اس لئے کہہ رہے ہو کہ شاید تمہارے والد مبلغ نہیں ہیں۔"

"ہاں واقعی میرے والد مبلّغ نہیں ہیں بلکہ وہ فوجی افسر ہیں، بحری فوج کے افسر بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ تھے کیونکہ اب وہ ایک شکاری اور تاجر ہیں اور ہم لوگ ناٹال سے آئے ہیں۔ لیکن تمہارا نام کیا ہے؟"۔

"ریچل ڈیو"۔

"ریچل ڈیو ـــــ ہُم ـــــ بے حد پیارا نام ہے ـــــ ہاں تو ریچل ڈیو تم جلد ہی دھل دھلا کر پاک و صاف ہو جاؤ گی کیونکہ کوئی دم میں بڑے زوروں کی بارش ہونے والی ہے۔ یہاں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں ہم پناہ لے سکیں؟۔"

"میں اتنی ہی پاک و صاف ہوں جتنے کہ غالباً تم"۔ ریچل نے بڑی متانت سے جواب دیا۔ "البتہ صرف یہ ہے کہ سیلاب نے میرے لباس اور بدن پر ذرا

کیچڑ لگا دیا ہے اور بس۔ تم جاکر پناہ لے سکتے ہو۔ میں یہیں ٹھہرتی ہوں کہ بارش مجھے پاک و صاف کر دے"۔

"یا پھر سردی تمہارے اعضا اکڑا دے یا بجلی گر کر تمہیں راکھ کر دے۔ واہ! بڑا عمدہ فیصلہ کیا ہے تم نے۔ بات یہ ہے ریچل کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ خدا کی قسم تمہیں ذرا بھی غلیظ نہیں سمجھتا۔ ہاں تو کوئی پناہ گاہ ہے یہاں؟"

ریچل نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کا غصہ غائب ہو چکا تھا۔

"ہاں۔ ایک جگہ ہے۔ آؤ میرے ساتھ"۔ ریچل نے کہا اور اپنا ایک ہاتھ رچرڈ کی طرف بڑھا دیا۔

رچرڈ نے ریچل کا نرم و نازک ہاتھ پکڑ لیا اور وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے جزیرے کی بلند ترین چوٹی کی طرف چل دئے۔ یعنی اس طرف جہاں درخت تھے۔ وہاں بہت سے پتھروں نے مل ملا کر ایک غار بنا دیا تھا اور یہ وہی غار تھا جس میں، جب وہ یہاں آئے تھے، ریچل اور اس کی ماں سستانے کے لئے بیٹھ گئے تھے۔ جب وہ غار کی طرف بڑھ رہے تھے تو بجلی کڑک کر ایک درخت پہ گری۔ یہ درخت کافی مضبوط اور بلند تھا اور غار کی چھت پر کھڑا ہوا تھا۔ درخت کے پرخچے اڑ گئے۔ درخت کے قریب چھپا ہوا کوئی درندہ گھبرا کر بھاگا اور ان دونوں کے قریب سے پھنکارتے ہوئے نکلا چلا گیا۔

"یہ تو کوئی محفوظ جگہ معلوم نہیں ہوتی"۔ رچرڈ نے چلتے چلتے رک کر کہا۔

"لیکن ٹھیک ہے۔ چلو۔ بجلی دوبارہ اسی جگہ نہ گرے گی"۔

"مناسب ہوگا کہ تم اپنی بندوق یہیں رکھ دو کسی جگہ" ریچل نے مشورہ دیا کیونکہ اتنا تو وہ بھی جانتی تھی کہ دھات بجلی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور رچرڈ کی بندوق اس کے کندھے سے لٹک رہی تھی۔

"نہیں" رچرڈ نے جواب دیا "یہ بندوق بالکل نئی ہے اور میرے ابا نے مجھے دی ہے اور میں اسے اپنے پاس ہی رکھوں گا۔"

اور جب وہ اوپر پہنچ کر غار میں داخل ہو ہی چکے تھے کہ بارش ہونے لگی بڑے زوروں کی۔ غار کچھ ایسے رخ تھا کہ پانی ادھر ادھر بہہ جاتا تھا اور اندر نہ پہنچ پاتا تھا۔ چنانچہ غار اندر سے خشک تھا۔ کبھی یہ جزیرہ پورا کا پورا زیر آب رہا ہوگا چنانچہ غار میں بہت سا کوڑا کرکٹ پڑا ہوا تھا۔ رچرڈ اور ریچل خشک پتوں اور ٹہنیوں کے اس انبار پر بیٹھ گئے۔ وہ دونوں ہی سردی سے کانپ رہے تھے اور ان کے اوڑھنے کو ظاہر ہے کہ کچھ نہ تھا۔

"اگر یہاں الاؤ جل رہا ہوتا تو یہ غار ہمارے لئے بڑا آرام دہ بن جاتا" ریچل نے کہا۔ اس کے دانت بج رہے تھے۔

رچرڈ چند ثانیوں تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے وہ چھوٹا سا چرمی بیگ کھولا جو بندوق کی پٹی سے لٹک رہا تھا اور اس میں سے تھوڑا سا سفوف، چقماق اور آتش گیر فتیلہ نکالا۔ اس نے چقماق اور لوہے کی رگڑ سے چنگاریاں جھاڑیں اور آخر کار فتیلے کو سلگانے میں کامیاب ہوگیا اور جب وہ خشک پتے اور ٹہنیاں جمع کر رہا تھا تو ریچل فتیلے پر پھونکیں مار رہی تھی۔

اس کے بعد کام آسان تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی غار کے دہانے میں ایک ننھا سا الاؤ جل رہا تھا اور اس کا دھواں غار میں بھرنے کے بجائے باہر نکل رہا تھا۔ اور اب وہ دونوں اپنے گیلے کپڑے سکھا سکتے اور اپنے سرد جسموں میں گرمی پہنچا سکتے اور جب ان کے جسم میں گرمی پہنچی تو ان کی بشاشت عود کرآئی اور ساتھ ہی ساتھ دوسرے احساسات بھی ابھر آئے۔

"سخت بھوک لگ رہی ہے مجھے" ریچل نے کہا۔

ایک بار پھر رچرڈ کسی سوچ میں پڑ گیا اور پھر وہ اپنے کوٹ کی جیبیں ٹٹولنے لگا اور آخرکار ایک جیب میں سے ایک لمبی اور موٹی لبیر نکالنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ دھوپ میں سکھایا ہوا گوشت تھا۔

"بلٹانگ کھا سکتی ہوں؟" اس نے پوچھا۔

"کیوں نہیں کھا سکتی؟" ریچل نے جواب دیا۔

"تو پھر یہ لبیر تمھیں کاٹنی ہو گی"۔ رچرڈ نے اسے بلٹانگ اور چاقو دیتے ہوئے کہا۔ "میرا ہاتھ ذرا درد کرنے لگا ہے۔"

"میرے خدا!"۔ ریچل نے جلدی سے کہا "کس قدر خود غرض ہوں میں بھی۔ میں تو بھول ہی گئی تھی کہ تمہارے کندھے پر چوٹ آ گئی ہے۔ لاؤ۔ میں دیکھوں ذرا۔"

رچرڈ اپنا کوٹ اتار کر گھٹنوں کے بل جھک گیا اور ریچل نے کھڑے ہو کر دیکھا کہ اس کے کندھے سے ذرا نیچے بازو پر کی جلد پھٹ گئی تھی اور گوشت ذرا ادھڑ گیا تھا۔ غار کے دہانے میں جلتے ہوئے الاؤ کی روشنی میں رچرڈ کے زخم کا معائنہ کیا تو وہ ریچل کو کچھ زیادہ ہی گہرا معلوم ہوا۔ قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ ریچل کے پاس رومال نہ تھا۔ چنانچہ اس نے رچرڈ سے خود اس کا رومال طلب کیا، رومال لے کر غار کے دہانے پر گئی، اسے بارش کے پانی سے بھگویا، واپس آ کر رچرڈ کا زخم دھولے اور زخم پر اسی رومال کی پٹی کس دی۔

"فکر کی کوئی بات نہیں"۔ ریچل نے کہا "چند دنوں میں زخم مندمل ہو جائے گا۔ اب تم کوٹ پہن لو۔"

"واہ! بڑی ہوشیار ہو تم تو" رچرڈ نے تعریفی نظروں سے ریچل کی طرف دیکھا "زخم دھوتے اور مرہم پٹی کرتے تمہیں کس نے سکھایا؟"

"ابّا کافروں کے زخموں کی مرہم پٹی کیا کرتے ہیں اور میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہوں"۔ ریچل نے جواب دیا۔

وہ پھر غار کے دہانے میں پہنچی، برستے ہوئے پانی میں اپنے ہاتھ دھوئے اور پھر چاقو اٹھا کر بلٹا تاگ یا سکھائے ہوئے گوشت کے قتلے کاٹنے لگی۔

اس نے اصرار کر کے پہلے چند قتلے رچرڈ کو کھلائے کیونکہ وہ دیکھ رہی تھی کہ خون بہہ جانے کی وجہ سے وہ نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ خود اس نے ایک دو ہی قتلے کھائے اور جب رچرڈ نے اصرار کیا تو وہ بولی تھوڑا سا گوشت بچا رکھنا مناسب ہوگا کیونکہ کہا نہیں جا سکتا کہ انھیں کب تک اس جزیرے پر ٹھہرنا پڑے گا۔ اور اب رچرڈ کو معلوم ہوا کہ اس کے حسین ساتھی نے پہلے اسے کیوں کھلایا تھا۔ اسے بڑا غصّہ آیا۔ اپنے آپ پر بھی اور ریچل پر بھی لیکن ریچل نے ہنس کر کہا :۔

"میں نے کافروں کو کہتے سنا ہے کہ عورتوں سے پہلے مردوں کو کھانا دینا چاہئے کیونکہ دنیا میں ان کی اہمیت زیادہ ہے۔ مرد عورتوں سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔"

"تمھارا مطلب ہے عورتوں سے زیادہ خود غرض ہوتے ہیں"۔ رچرڈ نے تصحیح کی۔

اور حیرت سے اس عقلمند لڑکی کی طرف دیکھنے لگا جو اس کی ساتھی تھی اور جو اپنے حصے کا گوشت آہستہ آہستہ چبا رہی تھی غالباً یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اس کی بھوک کی تسکین ہو چکی ہے اور پھر وہ اصرار کرنے لگا کہ ریچل بقیہ گوشت بھی کھا لے کیونکہ —— اس نے کہا —— وہ صبح کسی جانور کا شکار کرے گی۔

"تم شکاری ہو؟" ریچل نے موضوع بدلنے کی غرض سے پوچھا۔

"اور نہیں تو کیا"۔ رچرڈ نے سینہ پھلا کر جواب دیا" میرا مطلب ہے ایک حد تک شکاری ہوں"۔

"کس حد تک؟"۔

"اب تک میں نے ایک ہرن اور ایک ہاتھی کا شکار کیا ہے۔ شیر کا شکار اب تک نہیں کر سکا۔ دراصل میں ابھی ایک شیر کے پنجوں کے نشانات کے سہارے اس کا تعاقب ہی کر رہا تھا لیکن وہ پتھروں میں سے نکل کر یوں تیزی سے بھاگا کہ میں اس پر گولی نہ چلا سکا۔ میرا خیال ہے ریچل، وہ شیر تمہارا تعاقب کر رہا تھا"۔

"شاید" ریچل نے کہا" اس علاقے میں شیر ہیں ضرور کیونکہ ہر رات میں انھیں دہاڑتے اور غراتے سنا کرتی ہوں"۔

"خیر تو میں اسی شیر کا تعاقب کرتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچ گیا تھا اور وہاں حیرت سے کھڑا تمھیں اس جزیرے پر بھاگتے دیکھ رہا تھا کہ میں نے سیلاب کا شور سنا اور دیکھا کہ سیلاب آرہا تھا اور یہ بھی دیکھا کہ یہ سیلاب تمھیں بہا لے جائے گا اور پھر ——— پھر تم جانتی ہو کہ کیا ہوا۔"

"ہاں جانتی ہوں"۔ ریچل نے کہا اور اس کی آنکھوں میں تارے روشن ہوگئے" رچرڈ! میری جان بچانے کے لئے تم نے اپنی جان خطرے میں ڈال دی تھی" اور پھر اس نے تقریباً سرگوشی میں اضافہ کیا" چنانچہ میری جان اور میری زندگی اب تمھاری ہے"۔

رچرڈ نے ریچل کی طرف دیکھا۔

"آج صبح میں یہ آرزو لے کر چلا تھا کہ اپنی اس نئی بندوق سے ایک شیر مار لوں اور یہی میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو تھی اور آج رات ایک نئی آرزو نے میرے دل میں جنم لیا ہے۔ یعنی یہ آرزو کہ تمھیں اپنا بنا سکوں اور اب میری زندگی کی سب سے

بڑی آرزو یہی ہے"۔

پھر ان دونوں کی نظریں چار ہوئیں حالانکہ اسوقت ریچل کی عمر کچھ زیادہ نہ تھی تاہم اسے رچرڈ کی آنکھوں میں ایسی چمک اور ایسا جذبہ نظر آیا کہ وہ اپنی نگاہیں جھکانے پر مجبور ہوگئی

"کہاں جا رہے ہو تم؟" ریچل نے پوچھا۔

"واپس اپنے ابا کے فارم میں جو جراف رائنیٹ میں واقع ہے میرے ابا کے علاوہ وہاں تین دوسرے آدمی بھی وہاں رہتے ہیں۔ دو بوئیر اور ایک انگریز"۔

"اور میں ناٹال جا رہی ہوں جہاں سے تم آرہے ہو" ریچل نے جواب دیا "چنانچہ آج رات کے بعد ہم پھر کبھی نہ مل سکیں گے حالانکہ میری زندگی اب تمہاری ہے ـــــ بشرطیکہ ہم یہاں سے زندہ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔"

عین اسی وقت طوفان، جس کا زور عارضی طور پر کم ہو گیا تھا، بڑے لرزہ خیز زور و شور سے پھر پھٹ پڑا ساتھ ہی ہوا کے جھکڑ چلنے لگے اور بارش کا زور بھی بڑھ گیا۔ بجلی مسلسل چمک رہی تھی اور کڑک اور گرج کی آوازیں ایسی مسلسل تھیں اور اتنی زوردار تھیں کہ پورا جزیرہ بلکہ دھرتی لرزتی محسوس ہوتی تھی چنانچہ ظاہر ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی آواز بھی نہ سن سکتے تھے اس لئے آپس میں باتیں کرنا ممکن نہ رہا تھا۔ چنانچہ وہ مجبوراً خاموش ہو رہے۔

رچرڈ اٹھ کر غار کے دہانے پر پہنچا اور جھانک کر باہر دیکھنے لگا۔ فوراً ہی اس نے پلٹ کر ریچل کو اشارے سے اپنے قریب بلایا۔ وہ اٹھ کر رچرڈ کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں وہ کچھ نہ دیکھ سکی۔ چند ثانیوں بعد ہی بجلی چمکی اور اس کی روشنی میں ریچل کو بھی وہ نظر آگیا جو رچرڈ کو نظر آیا تھا۔

تقریباً پورا جزیرہ ـــــ سوائے اس بلند مقام کے جس کے ایک غار کے دہانے میں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے ـــــ زیر آب تھا۔ دریا خوفناک

حد تک بڑھا ہوا تھا اور کف آلود پانی شور مچاتا ہوا سمندر کی طرف بہا چلا جا رہا تھا۔

"اگر پانی اور بڑھا تو ہم غرق ہو جائیں گے"۔ رچرڈ نے ریچل کے کان میں چیخ کر کہا۔

ریچل نے اثبات میں سر ہلایا اور بولی :۔

"چلو ہم آخری دعا مانگ لیں"۔

کیونکہ وہ "قابل فخر موت" جس کا ذکر جوہان کیا کرتا تھا اس وقت ریچل کو قریب —— بہت قریب نظر آ رہی تھی۔

وہ رچرڈ کو غار میں گھسیٹ لائی اور دونوں بچے —— کیونکہ وہ اب تک پوری طرح بالغ نہ ہوئے تھے —— گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے۔ ان کے ہونٹ ہل رہے تھے اور ہاتھ آسمان کی طرف، بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ غار کی چھت کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد کڑک اور گرج کی آوازیں مدھم پڑ گئیں۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کی آوازیں سن سکتے تھے۔

"کیا دعا مانگی تم نے؟" رچرڈ نے پوچھا۔

"یہی کہ تم بچ جاؤ اور اماں میرے مرنے کا زیادہ غم نہ کریں"۔ ریچل نے بڑی سادگی سے جواب دیا "اور تم نے؟"۔

"میں نے؟ —— یہی —— کہ تم بچ جاؤ —— میں نے اپنی ماں کے لئے کچھ نہیں کہا کیونکہ ان کا انتقال ہو چکا ہے اور ابا کو تو سرے سے بھول ہی گیا"۔

"وہ دیکھو" ریچل نے غار کے دہانے کی طرف انگلی اٹھا کر جلدی سے کہا۔

رچرڈ نے غار کے دہانے کی طرف دیکھا اور وہاں جلتے ہوئے الاؤ کی زرد زرد روشنی میں اسے دو جگادری سائے سے نظر آئے۔ یہ سائے بھورے رنگ کے تھے جو غار کے دہانے کے سامنے ٹہل رہے تھے اور بار بار رک کر غار میں جھانکنے لگتے تھے۔

"شیر" رچرڈ نے کہا اور اپنی بندوق اٹھالی۔

"گولی نہ چلانا مبادا تم انھیں غصّہ دلا دو" ریچل نے جلدی سے کہا "غالباً یہ شیر ہماری طرح غار میں پناہ لینا چاہتے ہیں لیکن یہ جلتا ہوا الاؤ انھیں غار میں داخل ہونے نہ دے گا۔"

رچرڈ نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر اسے یاد آیا کہ بندوق میں بھری ہوئی بارود گیلی ہوکر بیکار ہو چکی ہوگی۔ چنانچہ اس نے ریچل کی مدد سے گیلی بارود بندوق میں سے نکالی اور وہ بارود، جو اس نے خشک ہونے کے لئے فرش پر پھیلا دی تھی، بندوق میں بھرلی۔ اس کام میں ان کے پانچ منٹ صرف ہو گئے۔

وہ دونوں اٹھے اور ایک بار پھر غار کے دہانے میں جا کھڑے ہوئے۔ رچرڈ کے ہاتھ میں بندوق تھی۔

وہ زبردست طوفان اب گزرنے یا ختم ہونے لگا تھا، بارش کا زور بھی کم ہو چلا تھا اور اب بجلی اب بھی چمک رہی تھی لیکن کمزور تھی، اور انہی بجلیوں کی کمزور اور تقریباً مہیب روشنی میں انھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا وہاں جزیرے کی چوٹی یا بلند ترین مقام پر دو شیر یوں ٹہل رہے تھے جیسے پنجرے میں بند ہوں۔ وہ بے حد اونچی آواز میں غرّا غرّا کر بڑے بے چینی کے عالم میں چاروں طرف دیکھ رہے تھے اور یہ شیر تنہا بھی نہ تھے بلکہ جزیرے پر رہنے والے دوسرے جانور بھی ـــ ہرن، بارہ سنگھے اور بک ـــ سیلاب سے بچنے کے لئے جزیرے کے

نشیبی حصے میں سے گویا ہجرت کر کے وہاں بلندی پر آ گئے تھے اور شیر ان چوپایوں پر حملہ کرنے کی کوشش کئے بغیر ان کے درمیان ٹہل رہے تھے اور یہ چوپائے بھی شیروں سے ذرا بھی خوفزدہ ہوئے بغیر خاموش کھڑے تھے اور اپنی تھوتھنیاں اٹھائے ہوا سونگھ رہے تھے۔ یہ واقعی عجیب منظر تھا کہ شکار اور شکاری یکجا تھے۔ نہ تو شکاری شکار کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور نہ ہی شکار شکاری سے ڈر کر بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم نے ٹھیک ہی کہا تھا رچل" رچرڈ نے کہا "یہ جانور خوفزدہ ہیں چنانچہ ہمیں نقصان نہ پہنچائیں گے البتہ پانی اگر اور بڑھا اور یہ جانور پناہ لینے کے لئے غار میں گھس آئے ایک دم سے تو ہمیں اپنا بچاؤ کرنا ہوگا۔ آؤ۔ ہم الاؤ اور بھڑکا دیں۔"

چنانچہ انھوں نے الاؤ میں ڈھیروں خشک پتے اور ٹہنیاں جھونک دیں اور غار کے انتہائی سرے پر جا کر بیٹھ گئے اور منتظر رہے۔ لیکن جب بہت دیر تک شیروں اور دوسرے جانوروں نے غار میں گھسنے کی کوشش نہ کی تو ان دونوں کا خوف جاتا رہا اور اب وہ ایک دوسرے کو اپنی زندگی کے حالات سنانے لگے

معلوم ہوا کہ رچرڈ وارین پچھلے پانچ برس سے افریقہ میں ہی تھا۔ اس کی والدہ کے انتقال کے بعد اس کا باپ ترک وطن کر کے افریقہ آ گیا تھا خصوصاً اس لئے کہ اس کی آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ حکومت سے پنشن بے شک ملتی تھی لیکن اس کی تنخواہ سے نصف اور اس رقم میں بمشکل ان کی گذر میسر ہو سکتی تھی۔ چنانچہ رچرڈ کے والد کا خیال تھا بلکہ اسے امید تھی کہ نئے ملک میں وہ اپنی قسمت بنالے گا۔ جرات لائبنیٹ میں ایک فارم اس کے نام الاٹ کر دیا گیا لیکن ہر نوآباد کار کی طرح ابتدا میں اسے بھی نقصان برداشت کرنا اور ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑا۔ چنانچہ وہ ہاتھیوں کا شکاری اور ہاتھی دانت کا تاجر بن گیا۔ یہ کام

اس نے ساجھے میں شروع کیا تھا اور اس وقت وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اور بڑے کامیاب شکار کے بعد ناٹال کے ساحلی علاقے کی طرف لوٹ رہا تھا یہ علاقہ ان دنوں بالکل ہی گمنام تھا اور کبھی کوئی سفید فام اس طرف نہ گیا تھا سوائے رچرڈ کے باپ اور اس کے ساتھیوں کے۔ اس دفعہ اس نے رچرڈ کو بھی اپنے ساتھ چلنے کی اجازت دے دی تھی اور اس سفر سے لوٹنے کے بعد —— رچرڈ نے بڑی اداس آواز میں کہا —— اسے کیپ ٹاؤن کے ایک کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا جانے والا تھا کیونکہ رچرڈ کے والد کے پاس اب تک اتنی دولت نہ تھی کہ وہ رچرڈ کو اعلیٰ تعلیم دلوا سکتا۔ لیکن —— رچرڈ نے کہا —— وہ شکاری بننے کا ارادہ کر چکا تھا حالانکہ اس کا اظہار اس نے اپنے والد کے سامنے نہ کیا تھا۔ بہر حال وہ شکاری بننا چاہتا تھا اور اپنے فارم کی طرف —— اس نے کہا —— وہ اسی وقت متوجہ ہوگا جب وہ شکار کرنے کے قابل نہ رہے گا

جب وہ اپنی سرگذشت سنا چکا تو ریچل اپنی کہانی سنانے لگی اور رچرڈ بڑے غور اور توجہ سے سنتا رہا۔

"تو تمہارے ابا پاگل ہیں؟" جب وہ خاموش ہوئی تو رچرڈ نے پوچھا۔

"نہیں۔ یہ تم نے کیسے کہہ دیا؟" ریچل نے جواب دیا "وہ بہت عمدہ اور بھولے آدمی ہیں"۔

"بات ایک ہی ہے۔ بھولے پاگل اور احمق میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہوتا تو وہ تمہیں گوزبری لانے کے لئے یہاں تنہا نہ بھیجتے اور وہ بھی یہ دیکھتے ہوئے کہ طوفان کوئی دم میں آیا ہی چاہتا ہے"۔

"واہ! خود تمہارے ابا نے ایسے موسم میں خود تمہیں شیر کے شکار کو نہیں

بھیجدیا؟" ریچل نے کہا۔

"انھوں نے کہاں بھیجا ہے۔ میں خود ہی چلا آیا۔ میں ایک ہرن مارنے چلا تھا لیکن شیر کے پنجوں کے نشانات دیکھے تو اس کے پیچھے ہولیا۔ اب تک ہمارے چھکڑے کافی دور نکل گئے ہوں گے۔ خدا جانے میں کس طرح ان تک پہنچ سکوں گا اور یہ تو بہر حال حقیقت ہے کہ اگر میرے والد اور ان کے ساتھیوں نے مجھے تلاش کیا بھی تو ظاہر ہے کہ وہ مجھے یہاں تلاش کرنے نہ آئیں گے خصوصاً اس لئے کہ بارش نے میرے گھوڑوں کے سموں کے نشانات مٹا دئے ہوں گے۔"

"لیکن فرض کرو کہ کل تمھیں وہ نہ ملا ــــ میرا مطلب ہے تمہارا گھوڑا ـــ تو پھر تم کیا کروگے؟" ریچل نے پوچھا۔

"ہمارے پاس تو کوئی گھوڑا ہے نہیں کہ تمھیں مستعار دے سکیں۔"

"تو پھر میں پیدل ہی اپنے ابا اور ان کے ساتھیوں تک پہنچنے کی کوشش کروں گا" رچرڈ نے جواب دیا۔

"لیکن اگر ان تک نہ پہنچ پائے تو؟"

"تو پھر میں تمہارے پاس آجاؤں گا کیونکہ اگر میں آگے بڑھا تو اس علاقے کے کافر مجھے قتل کر دیں گے۔"

"لیکن تمہارے ابا کیا خیال کریں گے؟ کیا حالت ہو جائے گی ان کی؟"

"وہ صرف یہ سوچیں گے کہ چلو ایک بیٹا گم ہو گیا ـــ چند دنوں تک میرا سوگ منائیں گے اور بس۔ افریقہ میں بڑے خطرناک اور گھنے جنگل ہیں جن میں شیروں کے علاوہ وحشی لوگ بھی بستے ہیں چنانچہ اکثر دفعہ ایسا ہوا کہ شکاری جنگلوں میں گئے ہیں اور پھر غائب ہو گئے ہیں۔"

ریچل خاموش رہی - وہ اس موضوع پر اب زیادہ گفتگو کرنا نہ چاہتی تھی چنانچہ اس نے رچرڈ سے کہا کہ وہ جاکر دیکھ آئے کہ ان کے شیر کیا کر رہے تھے اس وقت رچرڈ اٹھ کر غار کے دہانے تک گیا، جھانک کر باہر دیکھا اور پھر یہ مژدہ سنایا کہ طوفان گزر چکا تھا، آسمان میں چاند روشن تھا اور یہ کہ اس کی روشنی میں شیر کہیں نظر نہ آرہے تھے اور نہ ہی دوسرے جانور وہاں تھے - وہ شاید کہیں چلے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے کہا ۔ دریا کا چڑھا ہوا پانی بھی اترنے لگا تھا۔ رچرڈ کی ان اطلاعات نے ریچل کو مطمئن کر دیا اور اس نے وہ سارے کے سارے پتے اور ٹہنیاں جو وہاں پڑی رہ گئی تھیں الاؤ میں جھونک دیں - ایک بار پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب بیٹھے باتیں کر رہے تھے لیکن ان کے پپوٹے نیند سے بوجھل ہو چلے تھے۔ اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے گہری نیند سو رہے تھے۔

تیسرا باب

خدا حافظ

ان دونوں میں سے پہلے ریچل بیدار ہوئی۔ آنکھ کھلتے ہی اسے پہلا احساس سخت سردی کا ہوا کیونکہ الاؤ میں اب صرف چنگاریاں اور راکھ ہی رہ گئی تھی۔ وہ اٹھ کر غار سے باہر آگئی۔ پو پھٹ رہی تھی۔ بارش پوری طرح تھم گئی تھی اور ہوا بھی بند تھی۔ گیلی زمین اور دریا سے اٹھتی ہوئی دھند اتنی گاڑھی تھی کہ ریچل دو گز دور کی چیز بھی نہ دیکھ سکتی تھی۔ اس خوف سے کہ مبادا سوئے ہوئے شیروں پر جا پڑے یا ان کے سامنے پہنچ جائے وہ غار کے دہانے سے زیادہ دور جانے کی جرأت نہ کر سکی۔ غار کے دہانے کے قریب ہی ایک بڑی سی چپٹی چٹان میں ایک کھڈ تھا جو گذشتہ رات کی بارش کے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ ریچل نے یہ پانی پیا اور اسی سے منہ ہاتھ دھوئے۔ وہاں نہ تو صابن تھا، نہ پوڈر اور نہ تولیہ اور نہ کنگھی۔ چنانچہ وہ منہ ہاتھ دھو کر اور گیلا ہاتھ اپنے بالوں پر پھیر کر غار میں واپس آگئی۔

رچرڈ ابھی تک بیدار نہ ہوا تھا۔ ریچل نے بجھتے ہوئے الاؤ کو کئی جنی ٹہنیوں سے کمک پہنچائی کہ رچرڈ کو گرمی ملتی رہے اور پھر خود رچرڈ کے قریب بیٹھ کر اس کی طرف دیکھتی رہی۔ صبح کی ملگجی روشنی اب ان کی پناہ گاہ میں رینگ آئی تھی۔ ریچل کو یہ بے خبر سویا ہوا لڑکا بہت زیادہ حسین اور بے حد پیارا معلوم ہوا اور اس کا دل ایک عجیب، انجانے اور میٹھے میٹھے جذبے سے پُر ہو گیا۔

ایسا جذبہ اس نے پہلے کبھی محسوس نہ کیا تھا۔ یہ ایک نیا، ایک انوکھا اور بڑا ہی پیارا جذبہ تھا۔ کسی وجہ سے، کسی طرح سے رچرڈ اب اس کے لئے دفعتہً بہت پیارا بن گیا تھا۔ وہ اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز سمجھنے لگی تھی اور یکایک اسے احساس ہوا کہ کچھ بھی ہو جائے —— چاہے زمانے کی گردشیں ہی کیوں تھم جائیں —— وہ رچرڈ کو عمر بھر نہ بھلا سکے گی۔ اُنسیت اور محبت کی اس رَو کے بعد اس کے دل میں ایک دوسری لہر اٹھی۔ اداسی کی دردناک لہر۔ کیونکہ اسے یاد آیا کہ جلد ہی ان دونوں کو جدا ہونا تھا۔ رچرڈ بھی اپنے راستے چلا جائے گا۔ وہ اپنے راستے چلی جائے گی اور پھر ان دونوں کی ملاقات شاید کبھی نہ ہوگی۔ کم سے کم فی الحال تو ریچل کو اس کا یقین تھا اور اس میں تعجب کی کوئی بات بھی نہ تھی کیونکہ وہ دونوں مخالف سمتوں میں جا رہے تھے۔ رچرڈ کیپ کالونی اور ریچل ناٹال کی طرف۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ ان دونوں کی دوسری ملاقات کا امکان بظاہر نظر نہ آتا تھا۔

لیکن پھر بھی —— پھر بھی —— ایک عجیب سا یقین اس سے کچھ اور ہی کہہ رہا تھا۔ ایک احساس اسے کچھ اور ہی یقین دلا رہا تھا۔ پیش بینی کی وہ قوت جو اس کے اجداد اور والدہ کی طرف سے ورثہ میں ملی تھی بیدار ہو چکی تھی اور ریچل جانتی تھی، اسے احساس تھا کہ اس کی اور رچرڈ کی زندگیاں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ قدرت نے ان دونوں کو محض اس لئے ملایا ہے کہ ان کی قسمتوں پر مہر لگا دی جائے —— ایک ایسی مہر جو رچرڈ اور ریچل کو آپس میں باہم وابستہ کر دے۔ اور ریچل جانتی تھی کہ یہ مہر لگ چکی تھی ان کی قسمتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہو چکی تھیں۔

ریچل وہاں بیٹھے بیٹھے شاید پھر اونگھ گئی۔ بہرحال اس نے ایک خواب دیکھا اور

اس خواب کے ذریعہ بہت سے انکشافات کئے گئے۔ وحشت انگیز اور ہنگامہ خیز مناظر، خواب ہیں، اس کی نظر کے سامنے تہہ در تہہ کھلتے چلے گئے۔ جنگ، وحشت، خون اور قتل و غارت کے مناظر اور اس نے نعروں کی آوازیں اور درد و تکلیف کی چیخیں بھی سنیں۔ یہ نعرے جنگی نعرے تھے اور یہ چیخیں مظلوموں کی چیخیں تھیں۔ اور پھر اسے یوں نظر آیا جیسے وہ پاگل ہو چکی ہے اس کے باوجود ایک ملکہ کی حیثیت سے حکومت کر رہی ہے۔ موت بار بار اس کے قریب آتی ہے اور پھر پسپا ہو جاتی ہے۔ رچرڈ دارین اس کے ساتھ ہے ـــــ اب وہ اسے گنوا چکی ہے ـــــ اور وہ اسے تلاش کر رہی ہے ـــــ رچرڈ دارین کو تلاش کر رہی ہے۔ مہیب، انجانے اور اندھیرے مقامات میں اور غیر قدرتی اندھیری رات میں اسے تلاش کر رہی ہے ـــــ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے رچرڈ مر چکا ہے اور وہ خود زندہ ہے اور اسے تلاش کر رہی ہے۔ ہر جگہ تلاش کر رہی ہے۔ وہ دنیا سے گزر کر موت کی وادی میں اسے تلاش کر رہی ہے۔ ان لوگوں میں تلاش کر رہی ہے جو مر چکے ہیں ـــــ اور پھر رچرڈ اسے مل جاتا ہے اور رچیل اسے اپنی طرف بلا لیتی ہے۔ کس طرح؟ یہ وہ نہ معلوم کر سکی۔

اور پھر اسے ایک اور منظر نظر آیا ـــــ آخری منظر۔ اور یہ منظر اسے اس وقت بھی یاد رہا جب وہ اس خواب کے دوسرے مناظر کو تقریباً بھلا چکی تھی یہ آخری منظر اس کے دماغ پر چپکا رہا۔ آخر تک چپکا رہا۔

اس نے دیکھا کہ ایک جنگل ہے جس میں بڑے اور عظیم الشان درخت کھڑے ہوئے ہیں۔ ان درختوں کے تنے ناقابل یقین حد تک موٹے ہیں اور خود درخت حیرت انگیز حد تک بلند ہیں۔ ان درختوں تلے اور اس جنگل میں اندھیرا اتنا گہرا ہے کہ غیر محسوس نہیں بلکہ ٹھوس معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اسے ہاتھ سے چھوا

جا سکتا ہو۔ ان درختوں کے درمیان راستے اور پگڈنڈیاں ہیں اور صبح کی روشنی کی لکیریں ان راستوں پر اتر آئی ہیں اور ایک عورت پر پڑ رہی ہیں۔ یہ عورت کوئی اور نہیں بلکہ خود ریچل ہے جس نے کسی دیومی کا لباس پہن رکھا ہے۔ یعنی کھال کا سفید جبّہ اس کے لانبے بال کھلے ہیں اور صبح کی روشنی اس کے بالوں کو سنہرا رنگ دے رہی ہے اور یہی سنہری کرنیں ایک عجیب مخلوق پر پڑ رہی ہیں یہ ہیں تو انسان ہی لیکن بونے ہیں اور ان کے چہروں کی رنگت ایسی ہے جیسے ڈھول میں آٹے ہوئے ہوں۔ ایک بونا، جو سوکھے مارے بندر سے مشابہ ہے، ایک زبردست درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا ہے اور اس منظر کی وسعت میں بڑا ہی حقیر اور بے حقیقت معلوم ہوتا ہے اور اب یہ روشنی سرکتی ہوئی ایک اور شخص پر جا ٹھہری۔ یہ شخص سفید فام ہے نیم عریاں ہے؛ اس کی داڑھی بھورے رنگ کی ہے اور وہ چمڑی رسیوں کے ذریعہ ایک درخت سے بندھا ہوا ہے۔ یہ رچرڈ وارین ہے جو اب ایک جوان مرد بن چکا ہے اور اس کے قدموں میں چوڑے پھل والا بھالا پڑا ہوا ہے۔

اور یہاں یہ خواب دفعتہً ختم ہو گیا کیونکہ ایک آواز اسے پکار رہی تھی۔ رچرڈ کی آواز۔ ریچل نے آنکھیں کھول دیں۔ رچرڈ اس کے سامنے کھڑا جمائیاں لے رہا تھا۔

"اٹھو بھئی۔ کافی دن چڑھ گیا ہے ـــــ یہ ـــــ یہ ـــــ تم عجیب معلوم ہو رہی ہو۔ بیمار ہو گیا؟"۔ رچرڈ نے کہا۔

"میں تو کبھی کی جاگ گئی تھی"۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی"۔ کیا مطلب ہے تمہارا؟"۔

"کچھ نہیں۔ صرف یہ کہ ایک منٹ پہلے تم ـــــ بھوت معلوم ہو رہی تھیں اب تم پھر لڑکی بن چکی ہو۔ یہ غالباً روشنی اور سایوں کا کرشمہ ہوگا۔"

"بھوت معلوم ہو رہی تھی؟ ——— ہُم —— بہر حال میں نے بھی تو ایسا ہی کسی قسم کا کوئی خواب دیکھا تھا۔ سنو گے؟۔"

اور اس نے اپنے خواب کا آخری حصّہ، زبردست درختوں کے جنگل والا حصّہ رچرڈ کو سنا دیا۔ بقیہ خواب اسے یاد نہ تھا۔

"یہ عجیب خواب تھا تمھارا" وہ خاموش ہوئی تو رچرڈ نے کہا "کاش کہ تم پورا خواب دیکھ لیتیں کیونکہ میں یہ معلوم کرنے کے لئے بیتاب ہوں کہ پھر کیا ہوا؟"

"یہ ہمیں ایک دن معلوم ہو جائے گا" ریچل نے بڑی سنجیدگی اور بڑے یقین سے جواب دیا۔

"تو تمھارا مطلب ہے کہ ——— کہ ——— تمھارا یہ خواب سچّا ہے ریچل؟"

"ہاں رچرڈ۔ ایک دن میں تمھیں اس درخت سے بندھا دیکھ لوں گی"۔

"تو پھر بھی تم میرے بندھن کاٹ کر یا کھول کر مجھے آزاد کر دینا"، رچرڈ نے مسکرا کر کہا "بڑی دلچسپ لڑکی ہو تم بھی۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ خواب خالی پیٹ کا نتیجہ ہے۔ تم بھوکی جو ہو۔ ٹھیک ہے۔ یہ بچا ہوا گوشت تم کھا لو"

"نہیں۔ میں اسے ہاتھ تک نہ لگاؤں گی۔ باہر ایک پتھر کے کھڈ میں پانی بھرا ہوا ہے۔ جا کر اپنا بازو دھو آؤں۔ میں دوبارہ پٹی کس دوں اس پر۔"

رچرڈ ریچل کے خواب اور اس کے یقین پر دل ہی دل میں حیرت کرتا غار سے باہر چلا گیا۔ چند منٹوں بعد واپس آیا تو اس کے چہرے اور بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔

اس نے سرگوشی میں کہا:۔

"ریچل! میری بندوق دینا تو ذرا۔ غار کے قریب ہی ایک ہرن کھڑا ہوا ہے"

دھند میں بھی میں نے اسے دیکھ لیا۔ آج ہم اسی کے گوشت کا ناشتہ کریں گے۔"

ریچل نے اس کے ہاتھ میں بندوق پکڑا دی اور خود بھی اس کے پیچھے ہی غار سے باہر آگئی۔ دہانے کے دائیں طرف اور صرف تیس گز دور ایک تگڑا بک کھڑا ہوا تھا۔ ریچل ایک پتھر کے پیچھے دبک گئی اور رچرڈ پیٹ کے بل بک کی طرف رینگنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا نشانہ خطا نہ جائے۔ بک نے چونک کر اپنی گردن گھمائی اور تھوتھنی اٹھا کر ہوا سونگھنے لگا۔ رچرڈ نے جلدی سے بندوق اٹھا کر شست باندھی اور اس سے پہلے کہ بک قلانچ بھر کر بھاگا جاتا، اس نے لبلبی دبا دی۔ بک ہوا میں اچھلا اور مردہ ہو کر گرا خوشی سے ایک نعرے کے ساتھ رچرڈ اٹھ کر بک کی طرف بھاگا اور ریچل اس موت کے منظر کو برداشت نہ کر سکتی تھی، اٹھ کر غار میں چلی گئی۔

آدھے گھنٹے بعد رچرڈ اور ریچل الاؤ پر بھونے ہوئے گوشت کو بڑی رغبت سے کھا رہے تھے۔

ناشتے سے فارغ ہو کر انھوں نے پھر بندوق بھری اور غار سے باہر آگئے۔ دھند اب تک ہٹی نہ تھی لیکن سورج طلوع ہو چکا تھا اور اب بڑی آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ جزیرے کی چٹانوں سے بچتے اور پتھروں سے ٹھوکریں کھاتے وہ دونوں آگے بڑھے۔ دریا جس تیزی سے چڑھ آیا تھا تقریباً اسی تیزی سے اتر بھی گیا تھا۔ اور جزیرے پر درختوں کے تنے، بڑے بڑے پتھر، جانوروں کی لاشیں اور بہت سے مردہ سانپ پڑے ہوئے تھے۔ جنھیں سیلاب اپنے ساتھ بہا لایا تھا اور پھر جزیرے پر چھوڑ گیا تھا۔ ان دونوں شیر دلی کا، جو گذشتہ رات نظر آئے تھے، کہیں پتہ نہ تھا شاید وہ پانی اترنے کے بعد تیر کر دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تھے اور وہاں سے

اپنے بھوٹ کی طرف چلے گئے تھے۔ رچرڈ اور ریچل سنبھل سنبھل کر چلتے ہوئے دریا کے کنارے پہنچ گئے اور ایک پتھر پر بیٹھ گئے کیونکہ انھیں معلوم نہ تھا کہ۔ پانی کتنا گہرا تھا اور پاٹ کتنا چوڑا تھا۔

جب وہ یوں دونوں بیٹھے ہوئے تھے تو گاڑھی دھند کو چیرتی ہوئی ایک آواز ان تک پہنچی یہ آواز دریا کے دوسرے کنارے پر سے آرہی تھی۔

"مسی!" اس آواز نے ڈچ زبان میں پکار کر کہا "۔ تم وہاں ہو جزیرے پر مسی۔؟"

"یہ ٹام ہے۔ ہمارا چھکڑا چلانے والا" ریچل نے رچرڈ سے کہا "مجھے تلاش کرنے آیا ہے۔ رچرڈ! ذرا میری طرف سے جواب تو دیدو"۔

چنانچہ رچرڈ نے، جس کے پھیپھڑے مضبوط تھے، چیخ کر جواب دیا:۔

"ہاں۔ میں یہیں ہوں، محفوظ ہوں اور دھند کے ہٹنے اور دریا کے اترنے کا انتظار کر رہی ہوں"۔

"شکر ہے خدا کا" ٹام کی آواز سنائی دی "ہم تو ڈر رہے تھے کہ تم ڈوب گئی ہوگی۔ لیکن یہ تمہاری آواز کو کیا ہوا؟ وہ ایک دم سے بدل کیوں گئی؟"

"اس لئے کہ ایک انگریز صاحب میرے ساتھ ہیں۔" ریچل نے جواب دیا۔ "ٹام! تم جا کر صاحب کا گھوڑا تلاش کرو اور ایک رسہ لے آؤ پھر دھند کے ہٹنے کا انتظار کرو۔ اس کے علاوہ کسی کو پڑاؤ کی طرف دوڑا دو کہ پادری صاحب اور میری والدہ سے کہہ آئے کہ میں محفوظ ہوں چنانچہ وہ فکر نہ کریں"۔

"میں یہیں ہوں ریچل"۔ جو ہان کی آواز نے کہا۔ "میں رات بھر

تمہیں تلاش کرتا رہا تھا اور انگریز کا گھوڑا ہم نے پکڑ لیا ہے۔ ابھی تم دریا میں نہ اترنا۔ دھند امٹ جائے گی تو پھر ہم دیکھ سکیں گے کچھ۔"

"بڑی خوشخبری سنائی ہے یہ تمہارے ابا نے"۔ رچرڈ نے کہا"۔ البتہ اپنے ساتھیوں تک پہنچنے کے لئے مجھے اپنا گھوڑا خوب بھگانا پڑے گا۔"

ریچل کا منہ لٹک گیا۔

"ہاں" وہ بولی" بڑی خوشخبری ہے یہ۔"

" تو پھر تم خوش ہو کہ میں جا رہا ہوں؟۔" رچرڈ نے قدرے خفگی سے پوچھا۔

" اسے خوشخبری تو تم نے کہا ہے"۔ ریچل نے بڑی نرمی سے جواب دیا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ میں خوش ہوں کہ انہیں گھوڑا مل گیا ہے اور بس۔ یہ نہیں کہ میں اس پر سوار ہو کر چلا جاؤں گا۔ ریچل! میرے چلے جانے سے دکھ ہو گا تمہیں؟" رچرڈ نے پُرامید نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

" ہاں دکھ ہوگا کیونکہ ہم دونوں دوست بن گئے ہیں۔ تمہیں تو کوئی دکھ نہ ہوگا اور افسوس بھی نہ ہوگا کیونکہ وہاں ——— کیمپ کالونی میں تمہیں بہت سے ساتھی اور دوست مل جائیں گے لیکن تمہارے چلے جانے کے بعد ان جنگلوں میں، میں اکیلی رہ جاؤں گی۔ میرا کوئی دوست، کوئی ساتھی نہیں ہے۔"

اور رچرڈ نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور اس کے دل میں یکایک وہی جذبہ موجزن ہو گیا جو کوئی ایک گھنٹے پہلے ریچل کے دل میں موجزن ہو گیا تھا۔ یعنی اس وقت، جب رچرڈ سو رہا تھا اور ریچل بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ پُرنم آنکھیں اس کے

دل کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے۔ محبت کے متعلق رچرڈ کچھ نہ جانتا تھا۔ یہ اس کے لئے ایک بے معنی نام تھا لیکن یہ جذبہ اس کے لئے بالکل نیا اور انوکھا تھا۔

"یہ تم نے کیا کر دیا ہے ریچل؟" اس نے بڑے اکھڑپن سے پوچھا۔ "میں ــــ میں ــــ تمہیں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا اور یہ واقعی عجیب بات ہے کیونکہ لڑکیوں کو میں نے کبھی پسند کیا ہی نہیں لیکن ــــ"

اس نے ایک جوش کے عالم میں اضافہ کیا "تم نے تو جیسے مجھ پر جادو کر دیا ہے اور اگر اپنے ابا کا خیال نہ ہوتا اور میرا ضمیر مجھے ملامت نہ کر رہا ہوتا تو خدا کی قسم میں تمہیں چھوڑ کر نہ جاتا۔ کبھی نہ جاتا۔ میں تمہارے ساتھ چلتا یا تم جس طرف جاتیں تمہارا تعاقب کرتا۔ بتاؤ ریچل بتاؤ۔ یہ تم نے کیا کر دیا ہے؟"

"کچھ نہیں کیا۔ کچھ نہیں کیا"۔ ریچل نے ہچکی لے کر کہا "۔ سوائے اس کے کہ تمہارے زخمی بازو پر پٹی کس دی تھی"

"یہ کوئی بات نہ ہوئی" رچرڈ بولا "زخم پر پٹی تو کوئی بھی باندھ سکتا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ غلط ہے لیکن خدا کرے کہ میں اپنے ساتھیوں تک نہ پہنچ پاؤں کیونکہ اگر ایسا ہوا تو پھر میں واپس تمہارے پاس آجاؤنگا"

"نہیں۔ نہیں، یہ غلط ہے۔ تمہیں واپس نہیں آنا ہے۔ تمہیں جلد از جلد یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیئے۔ تمہارے ابا فکر کر رہے ہوں گے" ریچل نے کہا۔

اور وہ رو پڑی۔

"بس۔ بس۔ بند کرو اپنا یہ رونا دھونا" رچرڈ نے بے چینی سے

پہلو بدل کر کہا "نہیں ــــــ میں آنسو بہانا نہیں چاہتا ــــــ ہاں ــــــ میں رونے نہیں چاہتا ــــــ اور میں کیوں رونے لگا؟ محض اس لڑکی سے جدائی کے خیال سے جسے میں نے گذشتہ کل سے پہلے دیکھا تک نہ تھا؟"۔

یہ آخری الفاظ کہتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو نکل کر اس کے رخساروں پر لڑھکنے لگے۔

چند لمحوں تک وہ دونوں اسی طرح بیٹھے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ دونوں کو ہی ایک دوسرے کی حالت پر رحم آرہا تھا ــــــ اور وہ دونوں رو رہے تھے۔ اور پھر رچرڈ نے اپنے دل میں کسی چیز کو جوش مارتے محسوس کیا ــــــ ہم اسے محبت تو نہیں البتہ جبلت کہہ سکتے ہیں ــــــ اور اس نے ریچل کو اپنی آغوش میں گھسیٹ کر اس کے ہونٹ چوم لئے۔ اس کے بعد وہ ایک دوسرے کے کندھے پر سر ٹکائے روتے رہے۔ آخر کار رچرڈ ریچل کو اپنی آغوش سے الگ کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور کہا:۔

"دیکھا! اب ہم دوست ہیں"۔

"ہاں ــ" ریچل نے اپنے ایک ہاتھ کی پشت سے آنکھیں مل کر کہا "لیکن میں یہ نہیں جانتی کہ تم نے مجھے اس طرح کیوں چوما؟ اس لئے کہ تم میرے دوست ہو یا تم چاہتے ہو کہ میں بھی تمہیں چوم لوں؟"۔

رچرڈ خاموش کھڑا رہا۔ اس کے ابرو پر بل پڑ گئے تھے اور اسی سوال پر غور کر رہا تھا کہ اس نے ریچل کے ہونٹ کیوں چومے تھے۔ لیکن وہ یہ مسئلہ حل نہ کر سکا چنانچہ اس نے کہا:۔

"ریچل! تمہیں اپنا اوٹ پٹانگ خواب یاد ہے کہ میں ایک درخت سے

بندھا ہوا ہوں اور خدا جانے کیا ہو رہا ہے ؟ بہرحال یہ خواب عمدہ نہ تھا۔ اور میں اس کے متعلق سوچتا بھی ہوں تو خوفزدہ ہو جاتا ہوں اس کے باوجود چاہتا ہوں کہ یہ تمہارا خواب سچّا ہو کیونکہ اگر ایسا ہوا تو ہم پھر ملیں گے۔ شب بخیر کہنے کے لئے ہی سہی لیکن مل تو جائیں گے۔"

"ہاں رچرڈ" اس نے اپنا ہاتھ آہستہ سے رچرڈ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہم ملیں گے۔ ضرور ملیں گے اور میں سمجھتی ہوں کہ شب بخیر نہیں بلکہ صبح بخیر کہیں گے۔ ہماری ملاقات ہوگی رچرڈ۔ ضرور ہوگی۔

اور وہ رچرڈ کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

عین اسی وقت جنگل کی طرف سے ہوا کا ایک جھونکا آیا اور دھند کو اپنے ساتھ گھسیٹ لے گیا اور یکایک شفاف آسمان میں چمکتے ہوئے بلکہ یوں کہیئے کہ جلتے ہوئے سورج کی شعاعیں بڑی فراغت سے نیچے اتر کر بکھر گئیں۔ جیسے کسی نے جادو کی چھڑی گھما کر منظر بدل دیا ہو۔ کیونکہ نظر یہ آیا کہ بارش میں دھلے ہوئے کنول کے پھولوں پر تتلیاں بیٹھی دھوپ کھا رہی تھیں اور چہچہاتے ہوئے رنگ برنگے پرندے درختوں کی ٹہنیوں پر پھدک رہے تھے اور دھوپ میں پرواز کر رہے تھے اور فاختاؤں نے شور مچا رکھا تھا اور جنگلی کبوتر اپنا نغمہ الاپ رہے تھے۔ طوفان کی دہشت اور رات کا اندھیرا ماضی کی چیز بن چکا تھا۔ دنیا ایک انگڑائی لے کر بیدار ہو گئی تھی اور ہر طرف خوشیاں تھیں، محبت تھی، اور رنگینیاں تھیں۔

اور قدرت کی یہ تبدیلی رچرڈ اور ریچیل کے دل پر بھی اثر انداز ہوئی۔ طوفان کے خوف اور موت کے سائے تلے ان کی فطرت تبدیل ہو گئی تھی۔ گذشتہ رات وہ دونوں تقریباً پوری عمر کے بن گئے تھے لیکن اب پھر وہ کم عمر بن چکے

تھے اور اس وقت وہ جدائی اور مستقبل کے متعلق نہ سوچ رہے تھے بلکہ یہ سوچ رہے تھے کہ دریا کس طرح عبور کیا جائے۔ گذشتہ رات ریچل نے اور ابھی تھوڑی دیر پہلے رچرڈ نے جو انوکھا جذبہ محسوس کیا تھا وہ ان کے لاشعور میں جا سویا تھا۔

دوسرے کنارے پر ریچل اپنے باپ ٹام اور چند دوسرے کافروں کو کھڑا دیکھ رہی تھی اور رچرڈ بھی دیکھ رہا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ اس کا گھوڑا کھڑا ہوا تھا۔

وہ دونوں دوڑ کر لب دریا پہنچے۔ یہاں پانی اتنا گہرا تھا کہ وہ دریا عبور نہ کر سکتے تھے اور پھر ٹام اور جوہان ویو کے اشاروں اور چیخوں کی راہبری میں وہ بہاؤ کے مخالف سمت میں چند سو گز آگے بڑھ کر آخرکار ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں اترتا ہوا پانی چٹانوں پر سے بہہ رہا تھا چنانچہ گہرا نہ تھا چند ثانیوں کے توقف کے بعد رچرڈ اور ریچل ہاتھ میں ہاتھ دیئے دریا میں اتر پڑے۔ یہاں اتار خطرناک تو نہ تھا البتہ دشوار گزار ضرور تھا۔ جب وہ سامنے والے کنارے کے قریب پہنچے تو ٹام نے ایک موٹا سا رسہ ان کی طرف پھینک دیا کیونکہ پانی گہرا اور دھارا تیز تھا۔ دونوں نے یہ رسہ پکڑ لیا اور ٹام اور دوسرے کافر انھیں کنارے کی طرف گھسیٹنے لگے۔ اور آخرکار رچرڈ اور ریچل صحیح سلامت دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ دونوں ہی سر سے پیر تک بھیگے ہوئے تھے لیکن ہنس رہے تھے۔

"اوہ! اوہ!" کافروں نے تالیاں بجا کر کہا "رسی زندہ ہے۔ بجلیاں اس پر گری نہیں ہیں بلکہ اس نے بجلیوں کو لوٹا دیا ہے اور پانی اسے غرق نہ کر سکا۔ رسی بجلیوں اور پانی پر حکمرانی کرتی ہے۔"

اور اسی وقت اور اسی جگہ کافروں نے، جیسی کہ ان کی عادت تھی، ریچل کو وہ لقب دیا جو اس کی زندگی کو یکسر بدل دینے والا تھا۔ یہی وہ لقب تھا جو

ریچل کو مستقبل قریب میں ایک دیوی بنا دینے والا تھا اور اسی کی وجہ سے اسے وہ کردار ادا کرنا تھا جو پہلے کسی سفید فام لڑکی نے ادا نہ کیا تھا اور اسی لقب کی وجہ سے اسے افریقہ کے اس پُراسرار خطے میں جانا تھا جہاں کسی سفید فام اور سیاہ فام شخص کے بھی قدم نہ پہنچے تھے۔

اور یہ لقب تھا "خاتون برق" یا بالکل صحیح ترجمہ کیا جائے تو۔ "خاتون افلاک"۔

"بیٹی! میرا تو خیال تھا کہ اب میں تمہیں کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔" جوہان نے کہا جس کا رنگ سفید ہو رہا تھا اور بشرے سے اب بھی پریشانی اور خوف عیاں تھا۔ "یہ جانتے ہوئے بھی کہ طوفان آنے والا ہے میں نے تمہیں اتنی دور بھیج دیا۔ یہ میری غلطی بلکہ حماقت تھی۔ خدا جانتا ہے کہ کس قدر پریشان رات گزری ہے ہماری۔ میری اور تمہاری ماں کی۔ بہرحال تمہاری ماں کو اب تک معلوم ہو چکا ہو گا کہ تم محفوظ ہو۔ شکر ہے۔ خدا کا شکر ہے۔"

اور جوہان نے اپنی بیٹی کو آغوش میں سمیٹ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

"ابا! آپ نے کہا نہیں تھا کہ خدا میری حفاظت کرے گا؟ اور اس نے میری حفاظت کی کیونکہ اس نے رچرڈ کو بھیج دیا۔ کیونکہ اگر رچرڈ نہ آ جاتا تو میں غرق ہو چکی ہوتی"۔ ریچل نے کہا:

"بے شک۔ خدا وسیلوں سے مدد کرتا ہے" جوہان نے کہا "لیکن ریچل تمہارا یہ نوجوان دوست کون ہے۔ جسے تم رچرڈ کہہ کر مخاطب کر رہی ہو؟ میرے خیال میں تو ان صاحب کا دوسرا خاندانی نام بھی ہو گا!"

"جی ہاں" رچرڈ نے جواب دیا۔ "سوائے کافروں کے ہر شخص کا خاندانی نام ہوتا ہے چنانچہ میرا نام وارین ہے۔"

"دارین؟" جوہان نے کہا "طالب علمی کے زمانے میں میرا ایک دوست دارین تھا۔ اسکول چھوڑنے کے بعد میں نے اسے پھر کبھی نہ دیکھا البتہ معلوم ہوا کہ وہ بحری فوج میں بھرتی ہوگیا ہے۔"

"تو پھر یہ میرے والد ہی ہوں گے کیونکہ میں نے انھیں اکثر کہتے سنا تھا کہ پچھلے سو برسوں میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا دارین فوج میں بھرتی نہ ہوا تھا۔"

"تمہارے والد یقیناً وہی دارین ہیں جو میرے دوست تھے"۔ جوہان نے کہا "کیونکہ تمہاری شکل و صورت میرے دوست کی سی ہے۔ میں تمہارے ابا کی شکل و صورت بھولا نہیں ہوں کیونکہ کوئی پینتیس ۳۵ برس پہلے ہم دونوں ایک ہی کمرے میں سویا کرتے تھے اور اب تم نے میری بیٹی کی جان بچائی ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے۔ لیکن اپنی سرگذشت تو مجھے سناؤ۔"

چنانچہ رچرڈ اور ریچل نے مل کر پوری سرگزشت جوہان کو سنا دی۔ جہاں رچرڈ بھول جاتا تو ریچل اور جہاں وہ بھول جاتی تو رچرڈ اس کی تصحیح کر دیتا۔ لیکن اس سرگذشت کا آخری حصہ، یعنی جب رچرڈ نے ریچل کے ہونٹ چومے تھے، ان دونوں میں سے کسی ایک نے بھی سنانا مناسب نہ سمجھا یا شاید وہ اس واقعہ کو بھول گئے تھے۔

"حقیقت میں خداوند خدا نے ہی تم دونوں کی حفاظت کی ہے"۔ جب وہ خاموش ہوئے تو جوہان نے کہا "اور اب رچرڈ، میرے بیٹے، تمہارا کیا ارادہ ہے؟ یہ گھوڑا یہاں سے کوئی ایک میل دور اطمینان سے چر رہا تھا اس طرح کہ زین اس کی پیٹھ پر سے پھسل کر پیٹ پر آگئی تھی۔ چنانچہ ہم نے اسے پکڑ لیا۔ میں حیران تھا کہ یہاں کون سفید فام آگیا اور کہاں سے آگیا کیونکہ تم جانو یہ علاقہ قطعی غیر آباد ہے۔ بہر حال میرے ایک ملازم نے بعد میں بتایا کہ گذشتہ کل سہ پہر

کے وقت اس نے دو چھکڑے دیکھے تھے۔ یہاں سے جنوب کی طرف کوئی پانچ میل دور۔ میرے اس ملازم کے بقول یہ چھکڑے ساحل کی طرف جا رہے تھے ان چھکڑوں کے ساتھ جو سفید فام تھے انھوں نے میرے ملازم کو بتایا کہ وہ لوگ کیپ کالونی کی طرف جا رہے ہیں اور یہ کہ طوفان آنے سے پہلے پہاڑی علاقہ سے نکل جانا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے میرے ملازم سے کہا تھا کہ اگر اس کی ملاقات تم سے ہو جائے تو وہ ان کا یہ پیغام پہنچا دے کہ تم جلد از جلد ان کے پیچھے روانہ ہو جاؤ اور یہ اگر تم نے انھیں نہ جا لیا تو وہ لوگ پونڈولینڈ کے اس طرف اس جگہ تمہارا انتظار کریں گے جس کا نام کفری سلوٹ ہے اور جہاں کئی مہینوں پہلے تم نے قیام کیا تھا۔"

"ہاں۔ اس جگہ سے میں واقف ہوں"۔ رچرڈ نے کہا "لیکن اس منزل تک تیس میل کا سفر ہے۔ چنانچہ مجھے فوراً روانہ ہو جانا چاہئے ورنہ وہ لوگ میری تلاش میں نکل پڑیں گے۔"

"ٹھیک ہے"۔ جوہان نے کہا "لیکن پہلے تم ہمارے پڑاؤ میں چل کر کچھ کھا پی لو۔"

"جی نہیں۔ میں کھا چکا ہوں اور میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے تھوڑا سا گوشت اپنے تھیلے میں رکھ لیا ہے۔ مجھے چلنا چاہئے ورنہ ابا مجھ پر خفا ہوں گے۔ بات یہ ہے"۔ رچرڈ نے اضافہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں ابا سے اجازت حاصل کئے بغیر ہی شکار کو نکل پڑا تھا"۔

"بیٹے!" جوہان کو پند و نصائح کے دریا بہانے کا موقع خدا دے۔ "یہ نافرمانی ہے اور اب تمہیں تجربہ ہو ہی گیا ہے کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے بزرگوں کی نافرمانی کرنے کا!"

"جی ہاں۔ تجربہ ہو گیا ہے"۔ رچرڈ نے کنکھیوں سے ریچل کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا "اگر میں نے یہ نافرمانی نہ کی ہوتی تو اس وقت آپ کی صاحبزادی زندہ نہ ہوتیں۔ بہر حال جیسا کہ آپ نے ابھی ابھی فرمایا تھا کہ خدا نے ہی مجھے اس طرف بھیج دیا تھا۔ اچھا خدا حافظ۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ابا کی نافرمانی کر کے خوش ہوا ہوں اور آپ بھی خوش ہوں گے کہ اس کی نافرمانی کی وجہ سے میں عین وقت پر آپ کی بیٹی کی جان بچانے یہاں پہنچ گیا۔"

"ہاں میں خوش ہوں۔ اکثر دفعہ برائی سے اچھا نتیجہ نکل آتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہمیں برائی پر ہی کمر باندھ لینی چاہیئے۔ برائی برائی ہی ہے اور اچھائی ہی اچھائی ہے"۔ جوہان نے کہا کیونکہ وہ نہ جانتا تھا کہ اور کیا کہے۔

رچرڈ اس موضوع پر بحث نہ کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس وقت وہ ریچل سے رخصت ہو رہا تھا۔ اور بڑی ہی خاموش رخصتی تھی یہ۔ یہ دونوں میں سے کسی ایک نے بھی منہ سے کچھ نہ کہا۔ انھوں نے مصافحہ کیا اور ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے رہے اور پھر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا کر ——— اور یہ اچھا ہی ہوا کہ جوہان یہ الفاظ نہ سن سکا ——— رچرڈ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک بار بھی پلٹ کے دیکھے بغیر دور پر نظر آتے ہوئے پہاڑوں کی طرف چل دیا۔

"ارے ابا! بلا لیجئے اسے" ریچل نے بے چینی سے کہا۔

"کیوں؟" جوہان نے پوچھا۔

"میں اسے اپنا پتہ دینا اور خود اس کا پتہ لینا چاہتی ہوں۔"

"ہمارا کوئی پتہ نہیں ہے بیٹی۔ اس کے علاوہ رچرڈ بہت دور نکل گیا۔

ہے اور پھر تمہیں ایک اجنبی کا پتہ کیوں چاہیئے جس سے اتفاقیہ ملاقات ہو گئی تھی؟ ۔"

"اس لیے ابا کہ اس نے میری جان بچائی ہے۔" ریچل نے قدرے تلخی سے جواب دیا۔

اور پھر وہ کچھ کہے بغیر پلٹی اور پڑاؤ کی طرف چل دی۔ اور یہ راستہ اسے بے حد طویل معلوم ہوا۔

پڑاؤ میں پہنچی تو دیکھا کہ اس کی ماں کی طبیعت اب نسبتاً بہتر تھی۔ کم سے کم بخار اتر گیا تھا اور۔ اور مسز ویو اپنے بستر سے اٹھنے کے قابل ہو گئی تھی چنانچہ اس وقت وہ اپنے مرحوم بچے کے کپڑے اور پوتڑے صندوق میں بھر رہی تھی اور رو رہی تھی۔ بڑا ہی غمناک منظر تھا اور بڑی ہی قابل رحم حالت ہو رہی تھی مسز ڈیو کی۔ اوّل تو اس لیے کہ وہ رو رہی تھی اور دوم اس لیے کہ نقاہت سے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ جب اس کی نظر ریچل پر پڑی تو اس نے اپنی باہیں کھول دیں اور کچھ کہے بغیر اپنی بیٹی کو سینے سے لگا لیا۔

"اماں! آپ میری وجہ سے پریشان تو نہ تھیں؟" ریچل نے پوچھا۔

"نہیں ۔ بیٹی"۔ مسز ڈیو نے جواب دیا "۔ میں جانتی تھی کہ تم محفوظ ہو گی۔ یہ میں شروع سے ہی جانتی تھی یہ تمہارے ابا کی حماقت تھی کہ انہوں نے ایسے وقت میں اور ایسی جگہ تمہیں بھیج دیا۔ لیکن ریچل کبھی کسی کی بھی حماقت تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی کیونکہ طویل عمر تمہارے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ ریچل! حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں، کیسے ہی

خطرات سے تمہارا سابقہ کیوں نہ پڑے، تم خوفزدہ نہ ہونا کیونکہ تم اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر مرو گی۔ ہاں۔ اس وقت جب بوڑھی ہو چکی ہو گی"۔

"آپ کی اس پیشین گوئی سے مجھے خوشی حاصل نہیں ہوئی" ریچل نے کہا "دنیا کوئی اچھی جگہ نہیں ہے اور زندگی کوئی مزیدار چیز نہیں۔ خصوصاً ہم جیسے لوگوں کے لئے جن کا نہ کوئی وطن ہے اور نہ گھر بار"۔

"بیٹی! زندگی میں دکھ بھی ہوتے ہیں اور سکھ بھی۔ دکھ کے بغیر سکھ نہیں ملتا اور سکھ کے بعد دکھ لازمی ہے۔ بہر حال ہماری زندگی جیسی بھی ہے ہمیں برداشت کرنی ہے اور اس راستے پر، جو ہمارے لئے مقدر ہو چکا ہے، ہمیں اس وقت تک چلتے رہنا ہے جب تک کہ ہماری آخری منزل نہیں آجاتی اس منزل سے ہمیں نہ تو ایک قدم آگے بڑھنا ہے اور نہ ایک قدم پیچھے ہٹنا ہے۔ لیکن ریچل! آج تم یکسر بدل گئی ہو۔ یہ تبدیلی میں تمہارے چہرے پر کے جذبات میں دیکھ رہی ہوں۔ کیا بات ہے بیٹی؟"۔

"بات ایک نہیں ہے۔ بلکہ بہت سی ہیں۔ میں آپ کو پوری داستان سنا دوں گی۔ ایک بات بھی چھپائے بغیر شروع سے آخر تک سنا دوں گی سننا پسند کریں گی آپ؟"۔

مسز دیو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس اثناء میں وہ اپنے مرحوم بچے کے کپڑے تہہ کر کے رکھ چکی تھی۔ اس لئے اس نے ایک آہ بھر کر صندوق کا ڈھکن بند کیا اور اسی پر بیٹھ کر ریچل کی کہانی سننے لگی۔

ریچل نے بتایا کہ رچرڈ ڈارین سے اس کی ملاقات کس طرح ہوئی، کس طرح اس نے ریچل کی جان بچائی، اس نے اس عجیب رات کا ذکر تفصیل سے کیا جو انہوں نے جزیرے پر کے غار میں بسر کی تھی اور باہم

ٹہل رہے تھے، اس نے کہا کہ رچرڈ بے خبر سو رہا تھا اور وہ خود کس طرح اسی قریب بیٹھی جاگ رہی تھی اور اسوقت پو پھٹ رہی تھی اور پھر اس نے اپنا خواب ان کیا جس میں اس نے رچرڈ کو اور "آپ کو بھی جوان دیکھا تھا اور یہ کہ اس نے سفید چغہ پہن رکھا تھا اور رچرڈ ایک درخت سے ٹیک لگائے کھڑا ہوا تھا اور یہ کہ یہ منظر کسی پُر اسرار اور اندھیرے جنگل کا تھا جس میں عظیم الشان درخت رہے تھے اور پھر اس نے کہا کہ اس وقت اس کے دل میں ایک انوکھا جذبہ وجزن ہو گیا تھا اور پھر لب دریا بھی اس نے یہی جذبہ دوبارہ محسوس کیا تھا اور پھر ان دونوں نے ـــــ اس نے اور رچرڈ نے ـــــ ایک دوسرے کے ہونٹ چومے تھے اور جدائی کا خیال کر کے کس طرح دونوں روئے تھے۔

اور وہ خاموش ہو گئی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ مسز دیو خفا ہو جائے گی اور اس کے ایسے خیالات اور اس حرکت پر کہ رچرڈ نے اس کے ہونٹ چومے تھے، اسے سرزنش کرے گی جیسا کہ اس کا باپ، اگر یہ داستان سنتا تو، ضرور سرزنش کرتا۔ مگر مسز دیو نہ خفا ہوئی نہ ہی اس نے سرزنش کی۔ اسکے برخلاف اس نے اپنے پتلے ہاتھ آگے بڑھا دئے اور ریچل کے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی سی کرتے ہوئے کہا:۔

" پریشان اور اداس نہ ہو ریچل۔ تم سمجھتی ہو کہ اب تمہاری اور رچرڈ کی ملاقات کبھی نہ ہو گی۔ لیکن نہیں۔ تم اسے پا لو گی۔ اسی عالم میں جس عالم میں تم نے اسے خواب میں دیکھا ہے۔ یا کسی اور طرح۔ بہر حال تم اسے پا لو گی۔"

" اماں! اگر مجھے اس کا یقین ہوتا تو میں کبھی بھی غم نہ کرتی اور اگر مجھے یقین ہو گیا کہ ہماری ملاقات ہو گی، ضرور ہو گی تو پھر میں کسی بات کی پروانہ کروں گی لیکن" ریچل نے قدرے حیرت سے اضافہ کیا" میں نہیں جانتی کہ مجھے رچرڈ

سکا اتنا خیال کیوں ہے؟"

"ہاں۔ یہ تم ابھی نہیں جانتیں لیکن ایک دن تمہیں خود بخود اس سوال کا جواب مل جائے گا اور جب تمہیں اس سوال کا جواب مل جائے تو اس کے بعد بھی رچرڈ کا انتظار کرنا، یہ انتظار کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو گھبرا نہ جانا اور یہ یاد رکھنا کہ یہ بات تمہاری ماں نے کہی ہے اور تم جانتی ہو کہ میں اپنے اجداد کی طرح پیش بین ہوں۔ اچھا اب ذرا رچرڈ دارین کا حلیہ تو بیان کر دو کہ میں اسے یاد رکھوں کیونکہ میرا خیال ہے کہ میں اسے دیکھ نہ سکوں گی"۔

چنانچہ ریچل نے بڑی تفصیل سے رچرڈ کا مکمل ترین حلیہ بیان کر دیا۔ اور جب وہ بیان کر چکی تو دفعتہً پوچھا:۔

"اماں! ہمیں انہی ویرانوں میں سفر کرنا ہے؟ اگر آپ کہیں تو ابا یہاں سے واپس نہ لوٹ چلیں گے؟"

"شاید لوٹ چلیں" مسز دیو نے جواب دیا "لیکن یہ میں نہ کہوں گی ان سے کیونکہ وہ خیال کریں گے کہ میں نے انہیں ان کے فرض کی ادائیگی سے باز رکھا اور پھر وہ مجھے کبھی معاف نہ کریں گے۔ یہ سفر پاگل پن ہے، ہم کیپ کالونی یا انگلستان میں خوش رہ سکتے تھے لیکن تمہارے ابا کو ایک دھن لگ گئی ہے اور اب یہی دھن ان کی اور ہماری بھی قسمت بن چکی ہے۔ ریچل! اپنے ابا کے متعلق کوئی بری رائے قائم نہ کرنا۔ وہ تو زندہ ولی ہیں اور یہ دنیا ولیوں اور ان کے اہل و عیال کے لئے، خصوصاً ان کے اہل و عیال کے لئے بہت بری جگہ ہے۔ تم سمجھتی ہو کہ وہ سنگ دل اور بے درد ہیں، انہیں نہ تو میرا خیال ہے اور نہ ہی اس بچے کا غم ہے جو اس دنیا میں نہیں رہا۔ لیکن نہیں بیٹی! تمہارے ابا سنگ دل نہیں ہیں۔ اس بچے کی موت کا غم انہیں ہم سے زیادہ ہے۔ رات

کے وقت، جب میں آنکھیں بند کئے پڑی تھی اور تمہارے ابا سمجھ رہے تھے کہ میں سو گئی ہوں تو اس وقت میں نے انھیں کراہتے اور یہ دعا مانگتے سنا تھا کہ خدا مجھے صبر جمیل عطا فرمائے اور خود انھیں اپنا فرض انجام دینے کی توفیق بخشے اور گذشتہ رات وہ تمہاری فکر میں پاگل ہو گئے تھے اور جب کافروں نے چھکڑے میں سے نکلنے سے انکار کر دیا تو وہ اس زبردست طوفان اور اندھیری رات میں اور چمکتی ہوئی بجلی کی روشنی میں راستہ دیکھتے تن تنہا تمہاری تلاش میں دریا کی طرف چل دیے اور تمہیں نہ پا کر جب واپس آئے تو فکر اور تھکن سے نیم جان تھے۔ پو پھٹتے ہی وہ پھر دریا کے کنارے پر تھے کیونکہ تمہاری محبت اور پریشانی انہیں کسی پل چین نہ لینے دیتی تھی۔ لیکن یہ باتیں وہ تمہیں کبھی نہ بتائیں گے محض اس خیال سے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھنے لگو کہ خدا کی قوتوں پر سے ان کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔ چھپانے سے کوئی فائدہ نہیں چنانچہ میں اعتراف کئے لیتی ہوں اور جانتی ہوں کہ تمہارے ابا عجیب آدمی ہیں۔ اگر میں نے ان کے ارادوں میں مزاحم ہونے یا ان کو بدلنے کی کوشش کی تو وہ پاگل ہو جائیں گے اور پھر میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کروں گی۔ وہ جیسے بھی ہیں —— برے یا بھلے —— میرے سرتاج ہیں۔ میں انھیں اپنے خیالات اور اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھالنا نہیں چاہتی۔ وہ جیسے بھی ہیں مجھے پسند ہیں اور میرے ہیں کیونکہ میں نے انھیں اسی طرح پسند کیا تھا۔ چنانچہ ریچل جتنی بھی خوش رہ سکتی ہو رہ ہو۔ زندگی کو، جیسی بھی وہ ہے، قبول کرو جس طرح میں نے قبول کر لیا ہے۔ لیکن میری زندگی تو اب ختم ہونے والی ہے اور تمہاری زندگی کا آغاز اب ہو رہا ہے اس لئے اسے خوشگوار بنانے کی کوشش کرو، جس حال میں رہو خوش رہو، کبھی حرف شکایت لب پر نہ لاؤ اور آخر میں زندگی کے سکھ اور مسرتیں تمہارے قدم چومیں گی۔ میری نئی زندگی تو اب وہاں شروع ہو گی"۔ اور اس نے اس میدان کی طرف اشارہ کیا جہاں اس

کا بچہ" دفن تھا۔ "شش! تمہارے ابا آ رہے ہیں۔ آؤ۔ اب سامان باندھنے میں میرا ہاتھ بٹاؤ کیونکہ آج سہ پہر کے وقت ہی ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا ہے"۔

چوتھا باب

اشمیل

جس عجیب ماحول میں اور جس ڈھنگ سے ریچل کی پرورش ہوئی تھی ایسی پرورش کبھی کسی شریف، خاندانی اور انگریز لڑکی کی نہ ہوئی ہوگی۔ اس کا کوئی ساتھی کوئی دوست اور کوئی سہیلی نہ تھی کیونکہ جس زمانے کا حال ہم قلمبند کر رہے ہیں اس زمانے میں افریقہ میں شریف اور اعلیٰ خاندان کے لوگ آباد نہ ہوئے تھے چنانچہ وہاں نہ تو کوئی ایسا لڑکا تھا اور نہ لڑکی جو ریچل کی طرح شریف ہوتی اور اس کا دوست یا اس کی سہیلی بن سکتی چنانچہ تقریباً شروع سے ہی اس کے صرف دو ساتھی رہے تھے۔ ایک تو اس کا باپ جو مذہبی جنون میں مبتلا تھا اور دوسری اس کی ماں جو ایک دل شکستہ عورت تھی، جو اپنے مرے ہوئے بچوں کو ہر دم یاد کیا کرتی تھی اور جو خاموش اور اداس رہا کرتی تھی۔

ان دو کے علاوہ کافر تھے جو تقریباً شروع سے ہی ریچل کو ملکہ سمجھتے تھے یا یوں کہئے کہ ان کے درمیان ریچل ایک ملکہ کی طرح رہتی تھی اور سبب اس کا یہ تھا کہ اس زمانے میں، جیسا کہ ہم نے کہا، افریقہ میں کچھ زیادہ انگریز آباد نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ افریقیوں نے پہلے کبھی ریچل جیسی حسین ——— کیونکہ وہ واقعی حسین تھی ——— دلیر، بے خوف اور ساتھ ہی ساتھ رحمدل لڑکی نہ دیکھی تھی۔

اس طوفانی رات کی کہانی، جو ریچل نے جزیرے پر گزاری تھی اور جب دریا چڑھا ہوا تھا، جنگل کی آگ کی طرح افریقہ کے طول و عرض میں پھیل گئی تھی۔

صرف یہی نہیں بلکہ افریقیوں کے ہر کرال میں اس کہانی کو عجیب و غریب رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا گیا تھا۔ چنانچہ کافروں نے کہا کہ ریچل "آسمانی ہستی" ہے۔ یعنی ساحرہ یا دیوی ہے جو بجلیوں پر حکمرانی کرتی ہے اور انھیں جس طرف چاہے لوٹا سکتی ہے۔ بجلیاں اس کے تابع فرمان ہیں۔ اسی لئے اس پر نہیں گرتیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس جزیرے پر یقیناً بجلیاں گرتیں اور ریچل کو جلاکر خاک کر دیتیں۔ اس کے علاوہ کافروں نے یقین کرلیا، وہ پانی پر چل سکتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اس زبردست سیلاب سے، جو تناور درختوں اور بڑے بڑے جانوروں کو بہالے گیا تھا، کیسے بچ سکتی تھی؟ اور آخر میں یہ کہ درندے اس کے خدمتگار تھے کیونکہ ٹام اور دوسرے کافروں نے شیروں کے پنجوں کے نشانات اس غار کے دہانے پر دیکھے تھے جس میں ریچل اور اس کا ساتھی پناہ گزین تھے۔ چنانچہ مشہور ہو گیا کہ ریچل نے ان شیر دل کو بلایا تھا کہ وہ دوسرے جانور اس کی اور اس کے ساتھی کی حفاظت کرتے رہیں۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ وہ، ریچل، شیروں پر بھی حکمرانی کرتی تھی۔ چنانچہ یوں ہوا کہ ریچل کو وہ لقب دیا گیا جو اس کی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کرنے اور اسے زولولینڈ اور وہاں سے افریقہ کے ایک دور دراز اور گمنام خطے میں لے جانے والا تھا اور یہ لقب تھا "سردارن" یا "خاتونِ افلاک"۔ یہ تو اس لقب کا ترجمہ ہے۔ اصل افریقی لقب تھا ——— "ان کو سازانہ زولا" یا مختصراً صرف "زولا" اور زولا یا زولو (بمعنی افلاک) وہ زبردست قبیلہ بھی تھا جس کی دھوم اس وقت پورے افریقہ میں تھی۔ اور ریچل کا دوسرا لقب تھا "اوداد سے ۔ رہی ۔ سلوانا" ۔ جس کا مطلب ہے "جنگلی جانوروں کی بہن" ۔ لیکن یہ دونوں لقب چونکہ خاصے طویل تھے اس لئے "ان کو سازانہ زولا" گھس پٹ کر صرف "زولا" رہ گیا اور پورے جنوبی افریقہ

میں ریچل "زولا" (افلاک) کے نام سے مشہور ہو گئی اور اس وقت تک کی افریقیوں کی پوری تاریخ میں ریچل وہ پہلی لڑکی تھی جو اس مقدس و محترم لقب سے مشہور ہوئی ——— زولا ——— وہ دیوی جس کے سامنے قبیلہ زولو کا تندخو، ظالم اور زبردست بادشاہ ڈنگان بھی سر جھکانے والا تھا۔

تقریباً بچپن سے ہمارا ریچل کے تعلقات افریقیوں سے بڑے خوشگوار رہے تھے۔ بے شک وہ ان سے بے تکلف نہ تھی اور نہ ہو سکتی تھی البتہ وہ ان کی فطرتوں کا اندازہ لگا لیتی اور ان کے خیالات پڑھ لیتی تھی اور اس کی یہی خصوصیت تھی جس نے کافروں کی نظر میں اسے ممتاز کر دیا تھا۔ چنانچہ کافر اس کی عزت کیا کرتے تھے اور وہ خود بھی انھیں ذلیل و ہیچ نہ سمجھتی تھی۔ چنانچہ وہ ایک جنگجو سپاہی سے، ایک کافر عورت سے اور ایک بچے سے بھی بڑی نرمی اور صاف دلی سے گفتگو کیا کرتی تھی اس کے باوجود وہ جس طرف نکل جاتی کافروں کے ہاتھ سلام کرنے کے لئے اٹھ جاتے۔ اور ان کے سر احترام سے جھک جاتے کیونکہ وہ "ان کو سازانہ زولا" تھی، عظیم تھی اور خاتونِ افلاک تھی۔ کافر جوہان پر ہنسا کرتے تھے، پیٹھ پیچھے اس کا مذاق اُڑایا کرتے تھے لیکن وہ ریچل پر نہ ہنستے تھے۔ ریچل کی والدہ کی بھی کافر اتنی عزت نہ کرتے تھے۔ مسز ڈیو کو کافروں نے ایک عجیب لقب دے رکھا تھا جس کی وجہ تسمیہ خود کافر بھی نہ بتا سکتے تھے یا شاید بتانا نہ چاہتے تھے۔ اور مسز ڈیو کا لقب تھا" وہ پھول جو قبر پر اُگتا ہے۔" یعنی "انگل گور"۔ جوہان کو انھوں نے جو لقب عنایت کیا تھا اس میں شعریت نام کو نہ تھی یعنی یہ ——— "وہ ان باتوں کے متعلق چیخنے والا جنھیں وہ خود نہیں سمجھ سکتا" یا مختصراً صرف "چیخنے والا"۔ جوہان جب کافروں کو مخاطب کر کے واعظ کہہ رہا ہوتا تو جوش میں آ کر اتنی اونچی آواز میں بولنے لگتا کہ اس کی آواز

پھٹ پھٹ جاتی۔ بس اسی وجہ سے اسے یہ خطاب دیا گیا تھا۔ رہی وہ باتیں "جنھیں وہ خود نہیں سمجھ سکتا" تو یہ کافروں نے اس کی تبلیغ اور مذہبی خیالات کے متعلق نہ کہا تھا بلکہ خود اپنی رسومات کے متعلق کہا تھا جنھیں جوہان نے کبھی سمجھنے کی کوشش نہ کی اور کافروں کے بقول ان رسومات کو وہ کبھی سمجھ بھی نہ سکتا تھا۔ خصوصاً ان کی شادی اور گھریلو قسم کی رسومات جن کے خلاف جوہان بڑی زوردار تقریریں کر کے اور چیخ چیخ کر ان سادہ لوح کافروں کو بالکل وحشت زدہ کر دیتا تھا۔ چنانچہ کافروں نے یقین کر لیا کہ "چیخنے والا" ان کی ان رسومات کی مذمت محض اس لئے کرتا ہے کہ وہ ان رسومات کو سمجھ نہیں سکتا۔

ان کافروں کے علاوہ ریچل کے چند دوسرے دوست بھی تھے۔ وہ قدرت کی باہوں میں پلی تھی چنانچہ سمندر، گھاس کے میدان، شفاف آسمان، ہرے بھرے جنگل اور گنگناتی ہوئی ندیاں ——— یہ سب اس کے ساتھی تھے کیونکہ وہ انھیں کے درمیان اکیلی رہی تھی۔ ان چیزوں کا سکون اور بے ضررپن ریچل کو پسند تھا۔ خود ریچل بھی کبھی جاندار پر ہاتھ نہ اٹھاتی تھی الّا یہ کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔ اگر وہ کبھی انٹلوپ کے ریوڑ کے قریب سے گزرتی تو وہ اس پر حملہ نہ کرتے اور نہ ہی اس سے خوف زدہ ہو کر بھاگتے اگر کسی جھاڑی میں پرندے بیٹھے ہوئے ہوتے اور ریچل ان کے قریب سے گزرتی تو پرندے بھی نہ اڑتے بلکہ جہاں ہوتے وہیں بےفکری سے بیٹھے رہتے۔ اکثر دفعہ وہ ہاتھیوں کے گروہ کے بہت قریب پہنچ جاتی اور انھیں چارہ کھاتے یا آرام کرتے دیکھا کرتی حتیٰ کہ وہ جنگلی بھینسوں کے درمیان سے بے دھڑک نکلی چلی جاتی۔ صرف دو جانوروں سے ڈرتی تھی۔ ایک سانپ اور دوسرے گھڑیال۔ یہ دونوں لعنتی جانور تھے۔ ان دو کے علاوہ ریچل کسی جانور، کسی درندے سے نہ ڈرتی تھی اور جانور اور پرندے بھی اس سے نہ ڈرتے تھے۔

ریچل اور رچرڈ کی ملاقات کے بعد، جس کا ذکر پچھلے کسی باب میں کیا جا چکا ہے، ریچل اور اس کے والدین ڈیرے خیمے اٹھا کر آگے روانہ ہو گئے۔ سفر مشکل اور خطرناک تھا چنانچہ ان کی رفتار بہت سست رہی اور آخر کار وہ لوگ بخیر و خوبی ناٹال پہنچ گئے۔ ابتدا میں ان لوگوں نے ٹھیک اسی جگہ قیام کر دیا جہاں آج شہر ڈربن آباد ہے۔ جس زمانے کا حال ہم قلمبند کر رہے ہیں اس زمانے میں وہاں چند جاہل اور اکھڑ قسم کے لوگ آباد تھے جو کافروں میں گھر رہتے تھے اور شکار اور تجارت کر کے کما کھا لیتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں میں قیام کر کے جوہان نے اپنی تبلیغ شروع کر دی۔ یہ کافر، جوان تاجروں اور شکاریوں کے ساتھ رہتے تھے، وہ پناہ گزین تھے جو زولولینڈ سے بھاگ کر آئے تھے۔ جوہان کی کوششیں یہاں بھی بار آور ثابت نہ ہوئیں اور یہاں بھی اس کے اور ڈربن میں بسنے والوں کے درمیان جھگڑے ہونے لگے۔

کافروں کے درمیان بسنے والے یہ لوگ عجیب زندگی گزار رہے تھے۔ جوہان ظاہر ہے کہ اس بات کو برداشت نہ کر سکتا تھا۔ گناہوں کی بیخ کنی کرنا اور لوگوں کو راہ راست پر لانا وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔ چنانچہ وہ ان لوگوں کے طرز زندگی کی سخت الفاظ میں مذمت کرنے لگا۔ اور موقع بے موقع ان لوگوں کی بے راہ روی پر حملے کرنے لگتا ــــ ہر جگہ ــــ چاہے خوشی ہو یا غمی ــــ وہ پہنچ جاتا اور بڑے زور دار دلائل سے ان لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کرتا۔ جوہان نے کئی برسوں تک اپنی تبلیغ جاری رکھی، کئی برسوں تک اس کے اور ڈربن والوں کے درمیان جھگڑا جاری رہا یہاں تک کہ ایک بار پھر جوہان جلا وطن تھا۔

چنانچہ ڈربن میں بھی اس کا کام اسی طرح ناکامی میں ختم ہو گیا جس طرح دوسرے مقامات میں ختم ہو گیا تھا۔ ایک بار پھر جوہان کی بیوی اور بیٹی نے سوچا

کہ اب جوہان کا دل ٹوٹ گیا ہوگا اور وہ جنوبی افریقہ کو آخری سلام کرکے اپنے آبائی وطن کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ جوہان خدا جانے کس مٹی سے بنا تھا کہ اس نے فوراً ہی اعلان کر دیا کہ اس کا فرض اسے پکار رہا ہے۔ یہاں نہیں تو جنگلوں اور وحشیوں میں اسے کامیابی نصیب ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی، بیٹی اور گنتی کے چند ملازموں کے ساتھ ڈربن سے چل پڑا۔

اور اس دفعہ جوہان نے جو ارادہ کیا وہ بے حد خطرناک تھا۔ وہ اس ارادے سے ڈربن سے چلا تھا کہ اب وہ زولولینڈ میں قیام کرے گا اور اس قبیلے میں قیام کرے گا جس کی بہادری اور مظالم کی داستانیں افریقہ کے اس سرے سے اس سرے تک سنائی جاتی تھیں۔ جب جوہان ڈربن سے چلا ہے تو زولوؤں کا مشہور بادشاہ شاکا، جو تاریخ میں کالے چنگیز کے نام سے مشہور ہے، مر چکا تھا۔ اور اب اس کا بھائی ڈنگان، جو شاکا کا قاتل بھی تھا[1] حکومت کر رہا تھا۔ اور اگر ایک واقعہ نہ ہو گیا ہوتا تو جوہان شاید زولولینڈ میں پہنچ کر ڈیرے ڈال دیتا۔ وہ لوگ ڈربن سے چالیس میل دور آ چکے تھے کہ رات انھوں نے ایک چشمے کے کنارے قیام کر دیا۔ یہ چشمہ دراصل اس عظیم دریا کا معاون تھا جو دریائے توگیلا کے نام سے مشہور ہے۔ دریائے توگیلا زیادہ دور نہ تھا اور اسی دریا کے دوسری طرف سے ڈنگان کی مملکت شروع ہو جاتی تھی۔ چنانچہ یہ دریا زولولینڈ کی گویا سرحد تھا۔

جہاں ان لوگوں نے قیام کیا تھا۔ وہ بے حد خوبصورت مقام تھا۔ مشرق

---

[1] شاکا اور ڈنگان کے لرزہ خیز مظالم کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا ناول "خونریز" مطبوعہ نسیم بکڈپو
(منظر الحق علوی)

کی طرف اور صرف ایک میل دور بحر ہند افق تک لہریں لے رہا تھا اور مغرب کی طرف ایک بلند و بالا چٹان سر اٹھائے کھڑی تھی اور اس پر سے گرتا ہوا چشمہ سیاہ چٹان کے پس منظر میں سفید دھوئیں کی ایک لکیر کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ ان لوگوں نے جس چشمے پر قیام کیا تھا اس کے قدموں میں یہی چشمہ بہہ رہا تھا۔ سیمابی سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا یہ چشمہ دریائے توگیلا میں جا گرا تھا۔ یہ پورا خطہ ایک کافی بڑے پارک کی طرح معلوم ہوتا تھا جس میں یہاں وہاں درخت اُگ رہے تھے اور ہرنوں، اینٹلوپ اور بک کے ریوڑ کے ریوڑ گھاس چرتے نظر آ رہے تھے اور ان ریوڑوں کے درمیان ایک زبردست گینڈا گویا چہل قدمی کر رہا تھا۔

کھڑکھڑاتا ہوا چھکڑا ٹیلے کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ کافر ملازم بھو کے بیلوں کو چھکڑے سے کھولنے میں مصروف تھے کہ ریچل اپنے گھوڑے پر سے اتر کر چھکڑے کی طرف دوڑی کہ سہارا دے کر اپنی ماں کو چھکڑے سے اتار لے۔ ریچل اب ایک جوان، طویل القامت، پھرتیلی اور مضبوط و تندرست لڑکی بن چکی تھی مسز دیو کے بال سفید ہو چلے تھے، جسم اور بھی دبلا ہو گیا تھا اور وہ کچھ زیادہ ہی بوڑھی معلوم ہو رہی تھی۔ بڑی بی نے اپنا ایک پیر چھکڑے کی دیوار سے باہر لٹکا دیا اور پھر شش و پنج کے عالم میں کھڑی رہی۔ کیونکہ اسے زمین بہت دور نیچے اور بیلوں کے کھر بہت قریب معلوم ہو رہے تھے۔

"چھلانگ لگا دو اماں"۔ ریچل نے ہنستے ہوئے کہا۔ اب اس کی آواز میں جوانی کا رس تھا اور ہنسی میں چاندی کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ "میں پکڑ لوں گا آپ کو"۔

مسز دیو اب بھی شش و پنج کے عالم میں کھڑی رہی۔ چنانچہ ریچل آگے بڑھی اور اس نے اپنی ماں کی طرف دونوں ہاتھ بڑھا دئے اور بڑے آرام سے

چھکڑے پر سے اٹھا کر زمین پر کھڑا کر دیا بالکل اسی طرح جس طرح ہم کسی بچے کو جو زینے پر چڑھ گیا ہو، ادھر ادھر اٹھا لیتے ہیں۔

"بڑی طاقتور ہو گئی ہو تم تو ریچل" مسز دیو نے تعریفی نظروں سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے حیرت سے کہا "یقین نہیں آتا کہ تم وہی ریچل ہو جسے میں گود میں اٹھائے اٹھائے پھرا کرتی تھی۔"

"ان جنگلوں میں جس کی زندگی گذری ہو وہ خود بخود طاقتور بن جاتا ہے اماں" ریچل نے بڑی بشاشت سے جواب دیا "آئیے۔ ذرا چہل قدمی کیجیے۔ چھکڑے میں بیٹھے بیٹھے آپ کی ٹانگیں اکڑ گئی ہوں گی۔"

اور وہ اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کر اسے ٹیلے کی عین چوٹی کے کنارے پر لے آئی۔

"کس قدر خوبصورت منظر ہے" ریچل نے کہا "ایسا حسین منظر میں نے پورے افریقہ میں آجتک تو کہیں دیکھا نہیں اور وہ دیکھیے ـــــ ہرنوں کا ریوڑ ـــــ اور وہ کیا ہے؟ ـــــ گینڈا ہے ـــــ خدا کرے کہ ہم پر حملہ نہ کر دے۔"

مسز دیو نے پہلے سمندر کی طرف دیکھا اور پھر جنگل کے درختوں اور میدان کی طرف اور آخر میں گردن گھما کر اپنے پیچھے اس عظیم الشان چٹان پر نظر کی جس کے ایک پہلو پر اندھیرے کے سائے اتر آئے تھے کیونکہ سورج مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔

اس چٹان پر نظر پڑتے ہی مسز دیو کا چہرہ دفعتہً متغیر ہو گیا۔

"میں اس مقام سے واقف ہوں" مسز دیو نے جلدی سے کہا "میں نے اسے پہلے بھی دیکھا ہے"۔

"وہ پہلے بھی دیکھا ہے!" ریچل نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے! ہم آج پہلی دفعہ تو یہاں آئے ہیں۔"

"یہ میں نہیں کہہ سکتی بیٹی لیکن میں اس خطے سے واقف ہوں۔ یہ عظیم الشان چٹان جس پر سے چشمے کا وہ آبشار گر رہا ہے، اور وہ تین درخت جن کے سائے میں کھڑے ہوئے وہ بک ــــ ریچل ــــ یہ وہی مقام ہے۔"

"اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی جگہ ہمیں جانی پہچانی معلوم ہوتی ہے حالانکہ ہم پہلی دفعہ وہاں گئے ہوتے ہیں۔ یہاں بھی شاید یہی معاملہ ہے۔ یہاں ہم پہلے نہیں آئے البتہ یہ جگہ آپ نے خواب میں دیکھی ہو تو دوسری ہی بات ہے۔"

"خواب میں!ــــ خواب میں ــــ شاید خواب میں ہی دیکھا تھا ــــ لیکن وہ خواب کیا تھا؟ ــــ ریچل رو رہی ہے ــــ ریچل رو رہی ہے ــــ بیٹی میں سمجھتی ہوں کہ ہم اسی جگہ مقیم ہو جائیں گے اور شاید ــــ شاید ــــ ہم..."

"ٹھیک ہے اماں۔ ٹھیک ہے۔" ریچل نے مسز دیو کی بات کاٹ کر جلدی سے کہا۔ وہ اپنی ماں کی پیشین گوئی سننا نہ چاہتی تھی یا شاید اس نے اندازہ لگا لیا کہ اس کی ماں کیا کہنے والی تھی۔ "اگر ہم نے یہیں قیام کر دیا تو پھر ٹھیک ہے سچ تو یہ ہے کہ میں خود بھی زولو لینڈ میں جانا نہیں چاہتی۔ میں نے سنا ہے کہ زولوؤں کا بادشاہ ڈنگاں بڑا ہی ظالم ہے، جو آئے دن لوگوں کو قتل کیا کرتا ہے۔ ابا! کبھی اسے عیسائی نہ بنا سکیں گے اور یہ جگہ تو جنت ہے بالکل اور ــــ وہ دیکھئے۔ اس جنت میں حضرت آدم بھی ہیں۔"

مسز دیو نے ریچل کی انگلی کی سیدھ میں دیکھا۔ فضا شفاف تھی چنانچہ دور تک کی چیزیں آسانی سے دیکھی جا سکتی تھیں۔ اور مسز دیو نے تین چار سو گز کے فاصلے پر ایک شخص کو دیکھا جس نے کھال کا لباس پہن رکھا تھا۔ یہ شخص سفید فام تھا۔

وہ پیٹ اور گھٹنوں کے بل رینگتا ہوا ایک چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھ رہا تھا۔ یقیناً وہ اس بک کا شکار کرنا چاہتا تھا جو اس ٹیلے کے دوسری طرف مزے سے گھاس چر رہا تھا اس اجنبی کے پیچھے ہی پیچھے اس کا ایک ''کافر'' ملازم گھوڑے پر سوار چلا آرہا تھا جس نے اپنے ہاتھ میں اپنے آقا کے گھوڑے کی لگام پکڑ رکھی تھی۔

''ہُم'' مسز دیو نے بڑی دلچسپی سے اس اجنبی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ شخص حضرت آدم کے بجائے رابن سن کروزو زیادہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ تم جانو، حضرت آدم جنت میں ظاہر ہے کہ جانوروں کا شکار نہ کرتے ہوں گے''۔

''اب ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت آدم سبزی خور تھے —— خود اَبّا سبزی خور بننا چاہتے ہیں اور —— وہ دیکھیے —— اس نے بندوق چلا دی''۔

فوراً ہی اجنبی کی بندوق نے نیلا نیلا دھواں اُگل دیا اور اس کے فوراً بعد ہی ہاتھی مار بندوق کا دھماکا سنائی دیا۔ بک اُچھلا اور مردہ ہو کر زمین پر گرا۔ دوسرے بک، جو قریب ہی چر رہے تھے، بندوق کے دھماکے کی آواز سے خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگ پڑے۔ درخت کی چھاؤں میں اونگھتا ہوا گینڈا ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا، ہوا سونگھی اور پھر اپنا سر جھکا کر اور دُم اٹھا کر اجنبی سفید فام کی طرف بھاگا۔

''افوہ! یہ تو ہماری جنت میں خون خرابہ ہو رہا ہے'' کاش گینڈا اس سفید فام کو رگید کر رکھ دے جس نے اس جنت کے سکون میں خلل ڈال دیا ہے''۔ ریچل نے کہا۔ ''لیکن اس اجنبی نے گینڈے کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا ہے اور اب وہ خود اپنے گھوڑے کی طرف بھاگا جا رہا ہے''۔

ریچل نے یہ غلط نہ کہا تھا۔ آدم —— یا جو کچھ بھی اس کا نام تھا —— حیرت انگیز تیزی سے اپنے گھوڑے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ گینڈا ابھی اس سے چالیس گز دور تھا کہ اجنبی اپنے گھوڑے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ وہ چھلانگ لگا کر گھوڑے

پر سوار ہوا اور اسے دائیں طرف موڑ کر بھگا دیا۔ اس کا کافر ملازم، اپنے گھوڑے پر سوار، اس کے پیچھے تھا۔

گینڈا چند ثانیوں تک شش و پنج کے عالم میں کھڑا رہا۔ غالباً وہ یہ فیصلہ کر رہا تھا کہ اس عجیب قسم کی مخلوق پر حملہ کیا جائے یا نہیں ـــــ اور اس نے ایک آخری فیصلہ کر لیا۔ وہ پلٹا اور مخالف سمت میں بھاگتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ہی اجنبی سفید فام اپنے کافر ملازم کے ساتھ پھر نمودار ہوا وہ دونوں اس جگہ پہنچے جہاں بک پڑا ہوا تھا۔ سفید فام نے گھوڑے پر سے اتر کر بک کو ذبح کیا، اسے اٹھا کر اپنے ملازم کے گھوڑے پر ڈال دیا، خود اچک کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اب وہ دونوں سیدھے اس طرف آ رہے تھے جہاں ریچل اپنی ماں کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

"لو ــ وہ تو اسی طرف آ رہے ہیں" ریچل نے کہا "اب یہ میں نہیں جانتی کہ اس شخص کے استقبال کا طریقہ کیا ہے جس نے کھال کا لباس پہن رکھا ہو۔"

غالباً اجنبی کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس کا عجیب و غریب لباس ان دو عورتوں پر، جو ٹیلے کی چوٹی پر کھڑی ہوئی تھیں، کچھ اچھا اثر نہ ڈال رہا تھا۔ بہر حال اس نے اپنے گھوڑے کی لگام کھینچ لی۔ پہلے دونوں عورتوں اور پھر اپنے لباس کی طرف دیکھا جو شیر کی کھال اور ایک پتلون پر مشتمل تھا۔ اور اس کی یہ پتلون بھی عجیب تھی کہ زیبرا کی کھال کی بنی ہوئی تھی۔ اجنبی سفید فام ریچل اور اس کی ماں سے کوئی ساٹھ گز دور کھڑا ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ریچل کی نظر تیز تھی چنانچہ وہ غروب ہوتے ہوئے سورج کی روشنی میں اجنبی کے خدوخال دیکھ سکتی تھی۔ وہ سر سے ننگا تھا اور خاصا قبول صورت تھا، رنگت جھلسی ہوئی تھی اور اس کی عمر پینتیس ۳۵ سال کی رہی ہوگی۔ اس کی آنکھیں کالی تھیں اور اس

کے کالے اور لانبے بال کندھوں پر پڑے ہوئے تھے ۔ ایک لمحہ تک ریچل اجنبی کی طرف اور اجنبی ریچل کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اس نے گھور کر اپنے کافر ملازم کو صاف اور گونجدار آواز میں کوئی حکم دیا اور اپنے گھوڑے کی باگ موڑ کر چل دیا لیکن اس کا کافر ملازم اپنا گھوڑا بڑھا کر دونوں ماں بیٹی کی طرف آیا یہاں تک وہ ان دونوں کے قریب پہنچ گیا اور اب اس نے گھوڑے پر سے اُتر کر انھیں بڑے ادب سے سلام کیا۔

"کیا ہے؟" ریچل نے زولو زبان میں پوچھا۔ یہ زبان اب وہ بڑی روانی سے اور صحیح بول لیتی تھی۔

"ان کوسی کاس (یعنی خاتون)" اس کافر نے جواب دیا"۔ میرے آقا کے خیال میں تم بھوکی ہو گی چنانچہ انھوں نے یہ بک تمہاری خدمت میں تحفۃً بھیجا ہے"۔

اور کافر نے وہ رسّی کھول دی جس کے سہارے بک گھوڑے کی زین پر بندھا ہوا تھا۔ بک زمین پر آ رہا۔

ریچل نے اپنی نگاہیں دوسری طرف پھیر لیں کیونکہ بک خون میں لت پت تھا اور ریچل خون دیکھ نہ سکتی تھی۔

پھر اس نے کہا:۔

"میرے والد اور میری والدہ تمہارے آقا کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ تمہارے آقا کا نام کیا ہے اور وہ کہاں رہتے ہیں؟"۔"

"خاتون! ہم کافروں میں وہ ابو بُوسی (شیر) کے نام سے مشہور ہے لیکن اس کا نام ہاشمیل ہے"۔

"ہاشمیل! یہ کیا نام ہوا!۔۔ آ ۔۔ ہاں ۔۔ تمہارا مطلب ہے اشمیل۔ یہ انکوسی لی شمیل رہتے کہاں ہیں؟"۔"

"جنگل میں" کافر نے جواب دیا "۔ ان کے کرال تک، اگر آدمی گھوڑے پر سوار ہو تو دو گھنٹے کا سفر ہے اور ان کے کرال کا نام ماقوتی ہے اور وہ وہاں واقع ہے" اور کافر نے عظیم چٹان کی طرف اشارہ کیا اور بولا" ہاشمیل شکاری ہیں اور زولوؤں سے تجارت کرتے ہیں۔"

"تمہارے یہ اشمیل صاحب ڈچ ہوں گے" ریچل نے کہا جس کا شوق تجسس بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

کافر نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔" وہ بولا" سردار ڈچ لوگوں سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ جارج کے لوگوں میں سے ہیں۔"

"جارج کے لوگوں میں سے! اس کی مراد یقیناً شاہ جارج سے ہے چنانچہ یہ اشمیل صاحب انگریز ہیں۔"

"ہاں ہاں۔ خاتون — تمہاری طرح انگریز ہیں۔ کافر نے خوش ہو کر کہا" انکو ہاشمیل کو تم کوئی پیغام دینا چاہتی ہو؟۔"

" ہاں۔ انکوس ہاشمیل سے یا جنگل میں رہنے والے شیر سے جو ڈچ لوگوں سے نفرت کرتا ہے اور زبرا کی کھال کی پتلون پہنتا ہے، کہنا کہ میرے والد اور میری والدہ ان کے اس تحفے کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور امید ہے کہ انکوس ہاشمیل مع الخیر ہوں گے۔ بس جاؤ"۔

کافر مسکرایا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ریچل کا یہ پیغام دراصل مذاق یا لطیفہ ہے۔ آپ جانئے زولو بڑے مسخرے اور لطیفہ باز ہوتے ہیں۔ پھر اس نے ریچل کا پیغام لفظ بہ لفظ دہرایا، سلام کر کے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اس طرف چل دیا جس طرف اس کا آقا گیا تھا۔

"ریچل! تم اپنے والد کے آنے تک اس کافر کو روک رکھتیں تو مناسب ہوتا۔" مسز دیو نے کہا۔

"کیا فائدہ ہوتا اماں"۔ ریچل نے کہا۔ "ابّا صرف یہ کرتے کہ اشمیل صاحب کو بلاکر اس سے مذہبی بحث کرنے لگ جاتے کہ اس کے مذہبی خیالات معلوم کرسکیں اور اگر ضرورت ہو تو راہ راست پر لے آئیں ۔۔ اور اماں! میں اس اشمیل سے ملنا تو خیر دور کی بات ہے اس کی صورت تک دیکھنا نہیں چاہتی۔"

"کیوں؟۔"

"اس لئے کہ وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ میرے خیال میں وہ بہت برا آدمی ہے۔ اس کے باوجود" ریچل نے بڑے یقین سے اضافہ کیا "ہم اس شخص سے بچ نہ سکیں گے۔ یہ ہمارے پاس آتا رہے گا۔ کاش کہ راستے میں گینڈا اس کا خاتمہ کر دے۔"

مسز دیو حالانکہ جانتی تھی کہ ریچل نے بڑی عجلت میں اشمیں کی متعلق یہ رائے قائم کرلی ہے۔ تاہم وہ اپنی بیٹی سے متفق تھی۔ بات دراصل یہ تھی کہ ریچل جسمانی طاقت اور دماغی زور میں اپنی ماں سے بڑھ چڑھ کر تھی۔ بالکل اسی طرح کہ مسز دیو اپنے شوہر سے زیادہ ذہین اور ہوشیار تھی۔ یہ واقعی عجیب بات تھی کہ ریچل جیسی بہادر، نڈر، ذہین اور عقلمند لڑکی اس شخص کے نطفے سے، جو تنگ نظر اور مجنوں قسم کا شخص تھا، اور جیسے کسی خانقاہ کا حجرہ بسانا چاہئے تھا، اور اس عورت کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جو نرم دل تھی، جو ہونے والے واقعات کا اندازہ لگا لیتی تھی اور جو بڑی صابر اور صوفی قسم کی تھی۔

باپ کی طرف سے ریچل کی کوئی خصوصیت ورثے میں نہ ملی تھی سوائے جسمانی ساخت کے یا پھر وہ عالمانہ اور ادیبانہ فطرت تھی جس کی وجہ سے وہ ہر زبان آسانی سے سیکھ لیتی تھی۔ مثلاً وہ جنگلوں اور ویرانوں میں پلی اور بڑھی تھی اس کے باوجود

وہ یونانی زبان میں کتاب مقدس اپنے باپ سے بھی زیادہ روانی اور صحت کے ساتھ پڑھ لیا کرتی تھی اور ہومر بھی پڑھا کرتی تھی۔ ہومر اسے بہت پسند تھا کیونکہ اس کے بہادر ہیرو اور خون کے پیاسے اور جنگجو زولو سپاہیوں کی یاد دلاتے تھے۔ جوہان نے اپنی بیٹی کو اس کے علاوہ چند دوسرے علوم بھی سکھائے تھے۔ اور ریچل بڑی ذہین اور تیز طالب علم ثابت ہوئی تھی اور یہاں آکر جوہان کا ورثہ ختم ہو جاتا تھا۔ جوہان کی ذکاوت اور ذہانت مذہبی جنون کے دائرے میں محدود ہو کر رہ گئی تھی اس کے برخلاف ریچل بڑی تیز فہم تھی اور اس کی ذہانت کا میدان بھی بڑا وسیع تھا۔ وہ ہر بات کی منطقی دلیل تلاش کر لیا کرتی، ہر پہلو پر غور کرتی اور ہر چیز پر تنقیدی نظر ڈالتی۔ ریچل اپنے باپ کی طرح خدا کی ذات پر یقین ضرور رکھتی تھی لیکن وہ اندھی مقلد نہ تھی۔ اس کے باپ کے نزدیک بربریت اور وحشت گناہ تھی لیکن ریچل ان دونوں چیزوں کو کافروں کے لئے نہ صرف ضروری سمجھتی تھی بلکہ اس کے نزدیک یہی افریقیوں کا تمدن تھا۔

اپنی ماں کی طرف سے ریچل کو کچھ زیادہ ہی ورثے ملے تھے۔ مثلاً شیریں کلامی، صبر و تحمل اور غیب دانی۔ البتہ غیب بینی کی یہ عجیب قوت اس پر پوری طرح حاوی نہ تھی بلکہ دوسری قوتوں اور خصوصیات نے اس خصوصیت کو اس پر غلبہ حاصل کرنے نہ دیا تھا۔ وہ مستقبل کا اندازہ لگا لیتی تھی اور ہونے والے واقعات اسے معلوم ہو جاتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ خوفزدہ نہ ہوتی تھی۔ وہ طویل القامت اور جسمانی طور پر مضبوط تھی لیکن یہ دونوں باتیں اس کی نسائیت پر اثر انداز نہ ہوئی تھیں۔ اس کے نزدیک یہ امتیازی خصوصیت —— یعنی غیب بینی —— اس کے دماغ کا ایک خاص عنصر تھا۔ اسے احساس تھا کہ اس کے لئے وہ دروازہ کھول دیا گیا تھا جو دوسروں کے لئے بند تھا چنانچہ وہ اس دروازے میں جھانک کر دیکھتے ڈرتی نہ تھی جس

طرح کہ اس کی ماں ڈرا کرتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ جب اس نے اشمیل کو دیکھا تو اسے فوراً پتہ چل گیا یا یوں کہیے کہ یقین ہو گیا کہ یہ شخص اس پر اور اس کے والدین پر کوئی مصیبت لے آئے گا اور یہ کہ اسی شخص کی وجہ سے واقعات کا دھارا کسی اور طرف مڑ جائے گا۔ قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ جب ریچل کی ملاقات رچرڈ سے ہوئی تھی تو اس نے اپنے اور رچرڈ کے مستقبل کے متعلق بہت سی باتیں خود بخود معلوم کر لی تھیں۔ بالکل اسی طرح اس نے اشمیل کے متعلق بھی اندازہ لگا لیا کہ یہ شخص اس کے اور اس کے والدین کے مصائب کا بانی بننے والا تھا اس کے باوجود وہ اس شخص سے اور اس کی برائیوں سے خائف نہ ہوئی البتہ وہ اشمیل سے بچنا اور کسی بھی ناگہانی مصیبت کے لیے تیار رہنا چاہتی تھی اور بس۔ لیکن فی الحال اس نے ان باتوں پر زیادہ غور نہ کیا کیونکہ وہ جوان اور خوش طبع تھی اور اشمیل کی پتلون اسے بڑی مضحکہ خیز معلوم ہوئی تھی چنانچہ اسے یاد کر کے وہ ہنسنے لگی۔

ریچل اور مسز ویو اشمیل کے متعلق باتیں کر رہی تھی کہ جوہان آ گیا۔ وہ اب تک ایک چٹانی شگاف میں گھسا جھاڑیاں کاٹتا رہا تھا کہ پڑاؤ کے گرد ان کی روک یا باڑ بنا دیا جائے۔ ان برسوں میں جوہان میں بھی خاصی تبدیلی ہو گئی تھی پچھلے کسی باب میں ہم نے جوہان کا تعارف اپنے قارئین سے کرایا تھا تو وہ اتنا بوڑھا نہ تھا۔ اس کے سر کے بال غائب ہو چکے تھے یعنی اس کی چندیا نکل آئی تھی چہرہ بھی ست گیا تھا، سر پر جو گنے چنے بال باقی رہ گئے تھے وہ سفید تھے اور پھر اس نے داڑھی بھی چھوڑ رکھی تھی جو سفید اور گھنی تھی۔ اس کی آنکھیں کہیں دور دیکھا کرتی تھیں اور ان کی چمک بجھ سی گئی تھی۔

"یہ بک کہاں سے آ گیا؟" جوہان نے مردہ جانور کی طرف اشارہ کر کے

پوچھا۔

ریچل نے اسے اشمیل کی آمد کی پوری داستان سنادی اور مسٹر ویو کو جس بات کا خدشہ تھا وہی ہوئی یعنی جوہان ریچل پر خوب خفا ہوا۔

"یہ بڑی بداخلاقی کا ثبوت دیا ہے تم نے" وہ بولا "بلکہ یہ سراسر ہمارے مذہب کے منافی ہے"۔

"کیا منافی ہے" ریچل نے پوچھا۔

"تمہیں چاہئے تھا۔ اور یہی تمہارا اخلاقی اور مذہبی فرض بھی تھا۔ کہ تم اسے پڑاؤ میں چلنے کی دعوت دیتیں۔ تم کسی کا ظاہر دیکھ کر اس کے متعلق ایک رائے قائم کر لیتی ہو اور یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ اس نے شیر کی کھال اوڑھ اور زیبرا کی کھال کی پتلون پہن رکھی تھی اور اسی سے تم نے اس کے متعلق ایک رائے قائم کر کے اسے ذلیل اور پنچ سمجھ لیا حالانکہ یہ لباس جنگل میں رہنے والے کے لئے بے حد مناسب ہے۔ تمہیں یہ نہ بھولنا چاہئے ریچل کہ ہمارے اجداد جنگلوں میں ہی رہتے اور کھال کا ہی لباس پہنا کرتے تھے۔"

"یہ میں جانتی ہوں ابا"۔ ریچل نے جواب دیا "اب آپ مجھے زیادہ سرزنش نہ کریں کیونکہ مجھے ہانڈی چولہے کی فکر کرنی ہے مجھے وہ شخص، جس کا نام اشمیل ہے، ذرا پسند نہیں آیا۔ مجھے اس کی صورت سے چڑ ہو گئی اور وہ بھی بھٹی ہی نظریں، اس کے علاوہ وہ یہاں ٹھہرا بھی نہیں بلکہ گھوڑے پر سوار ہو کر فوراً چل دیا۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ اسے پڑاؤ میں چلنے کی دعوت دینا میرا نہیں بلکہ اماں کا فرض تھا لیکن وہ خاموش کھڑی اس کی طرف دیکھتی رہیں۔ ایک لفظ نہ کہا منہ سے۔ اگر آپ اس سے ملنے کے لئے ایسے ہی بے تاب ہیں تو کل چلے جائیے اس کے کرال میں البتہ مجھے اپنے

ساتھ نہ گھسیٹئے۔ اچھا۔ اب ٹام کو یہاں بھیج بھیجے کہ اس بک کو چھیل کر گوشت لے آئے پڑاؤ میں۔"

"ٹام تو بونا بنانے میں مصروف ہے"۔ جوہان نے جواب دیا" چنانچہ اس بک کو میں ہی صاف کئے لیتا ہوں"۔

"نہیں۔ نہیں"۔ ریچل نے جلدی سے کہا" اس کام سے آپ کو بھی اتنی ہی نفرت ہے جتنی مجھے۔ چنانچہ اسے رہنے دیجئے یونہی۔ ہمارے ملازم فرصت پائیں تو پھر انھیں ہی بک کو چھیلنے کے کام پر لگا دیا جائے گا۔ ہمارے پاس تھوڑا سا گوشت ہے بچا ہوا میں اسے پکا ہی لوں گی اور تھوڑے مٹی دانے اُبال لوں گی۔ ابا! آپ جا کر باڑھ بنانے میں ملازموں کی مدد کیجئے اور میں چولھا جلاتی ہوں چل کر"۔

ریچل عموماً جلد اور فوراً ہی سو جایا کرتی تھی۔ اس چیز پر جو تکئے کا کام دے رہی ہوتی۔ اکثر یہ گدہ ہوا کرتا تھا۔ سر رکھتے ہی وہ آنکھیں بند کر لیتی اور چند سکنڈ بعد ہی گہری نیند سو رہی ہوتی۔ لیکن اس رات ایسا نہ ہوا۔ اس کا چھوٹا سا خیمہ چھکڑے کے رخ لگا ہوا تھا۔ چھکڑے میں جوہان اور مسٹر ویو سو رہے تھے اور ریچل اس خیمے اور اپنے بستر میں پڑی جاگ رہی تھی۔ کافروں کو اس رات بک کا گوشت شکم سیر ہو کر کھانے کو ملا تھا چنانچہ اب وہ الاؤ کے گرد بیٹھے بھنگ پی رہے تھے، باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ الاؤ کی آگ، جو باڑھ کے قریب جل رہا تھا، رفتہ رفتہ مدھم پڑ گئی اور کافروں کی ہنسی کی آوازیں خراٹوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ریچل کی آنکھیں بھی بند ہونے لگیں اور وہ اونگھ گئی۔ لیکن کہیں قریب سے ہی لکڑ بگھے کی قہقہہ نما بیچ کی آواز اُبھری اور ریچل کی آنکھ کھل گئی۔ لکڑ بگھوں نے شکار کئے ہوئے بک

کی بو پالی تھی اور اب وہ بوما یا باڑھ کے باہر چکر لگا رہے تھے کہ شاید گوشت کا ایک آدھ لوتھڑا گھسیٹنے میں کامیاب ہو جائیں۔ ریچل اٹھی، قریب رکھی ہوئی بندوق اٹھائی، کندھے پر کمبل ڈالا اور خیمے سے باہر آ گئی۔

شفاف آسمان میں چاند چمک رہا تھا اور اس کی روشنی میں ریچل کو لکڑ بگھے نظر آ گئے۔ وہ دو تھے اور باڑھ کے چاروں طرف بڑے بے تابانہ چکر لگا رہے تھے۔ چھکڑوں کے پہیئوں سے بندھے ہوئے بیل اور بم سے بندھے ہوئے گھوڑے ان مردار خور چوپایوں کی بو پا کر بے چین ہونے لگے تھے۔ بیل ہولے ہولے ڈکرا رہے تھے اور گھوڑے پھنکار رہے تھے۔ باڑھ زیادہ بلند نہ تھی چنانچہ ریچل کا سر باڑھ کے اوپر نمایاں تھا۔ لکڑ بگھوں نے اسے دیکھا اور بھاگ گئے۔ اگر ریچل چاہتی تو وہ ان دونوں یا ایک کو مار گرا سکتی تھی۔ لیکن اس نے ایسا نہ کیا اول تو اس لئے کہ اسے کسی کی بھی جان لینا پسند نہ تھا حتیٰ کہ لکڑ بگھوں کی بھی نہیں دوم اس لئے کہ وہ اپنے والدین اور کافروں کو بیدار کرنا نہ چاہتی تھی۔ چنانچہ اس نے چند خشک لکڑیاں الاؤ میں جھونک دیں اور بندوق کی ہتھی پر ٹھوڑی ٹکا کر اسی جگہ کھڑی دور پر نظر آتے ہوئے سمندر کی طرف دیکھتی رہی۔ چند گز کے فاصلے پر ہرنوں اور بارہ سنگھوں کا ایک ریوڑ اپنی پیاس بجھانے کے لئے دریا کی طرف جا رہا تھا۔ پندرہ بیس منٹ گزر گئے لیکن لکڑ بگھے واپس نہ آئے چنانچہ ریچل واپس اپنے خیمے میں پہنچی اور اپنے بستر پر دراز ہو گئی۔

اس وقت وہ اشمیل اور اس کے مضحکہ خیز پتلون کے متعلق سوچ رہی تھی جو زبرے کی کھال کی بنی ہوئی تھی وہ حیران تھی کہ اس شخص سے اسے پہلی ہی نظر میں نفرت سی کیوں ہو گئی تھی اور اس وقت اشمیل اس سے پچاس گز کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ چنانچہ۔ اس نے سوچا۔ جب وہ ریچل کے قریب

ہو گا تو اس کی، ریچل کی، نفرت کس انتہا کو پہنچ جائے گی۔ اس کے باوجود انہیں وہ بدقسمت شخص ہو سکتا تھا جو مہذب دنیا میں اپنا سب کچھ لٹا کر اور بالکل ہی مفلس قلاش ہو کر جنگلوں میں چلا آیا تھا۔ ریچل نے اکثر لوگوں کے متعلق سنا تھا کہ پہلے وہ امیر تھے لیکن اپنی دولت دونوں ہاتھوں سے لٹاتے رہے اور جب ان کے پاس کچھ نہ رہا اور عزیز اقربا نے آنکھیں پھیر لیں تو وہ ترک وطن کر کے افریقہ کے جنگلوں میں جا بسے۔ اور رفتہ رفتہ خود بھی وحشی یا نیم وحشی بن گئے۔ اور انہیں ان لوگوں میں سے ہو سکتا تھا اس لئے اس قابل بھی نہ تھا کہ اس کے متعلق سوچا جائے۔ چنانچہ ریچل نے اسے اپنے ذہن سے جھٹک دینے کی کوشش کی اور چونکہ اب بھی نیند کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ اس لئے وہ رچرڈ وارین کے متعلق سوچنے لگی۔

ریچل اور رچرڈ کی پہلی ملاقات کو' جو ایک طوفانی رات میں جزیرے پر ہوئی تھی، کئی برس گزر چکے تھے اور تب سے لے کر اب تک ریچل کو اپنے ساتھی کی خیر خبر معلوم نہ ہوئی تھی۔ اس کے متعلق کچھ نہ سنا تھا۔ وہ یہ تک نہ جانتی تھی کہ رچرڈ زندہ بھی تھا یا نہیں۔ البتہ اس کا اسے یقین تھا کہ اگر وہ مر گیا ہوتا تو ریچل کو اس کا احساس ہو جاتا۔ قصہ مختصر اس نے اب تک رچرڈ کے متعلق کچھ نہ سنا تھا اور شاید اسے کبھی رچرڈ کی کوئی خبر معلوم نہ ہو گی لیکن اس پر بھی اسے یقین نہ تھا کیونکہ اگر اسے اس بات کا یقین ہوتا تو اس کا تمام سکھ اور خوشیاں (ریچل بہر حال ایک سکھی اور خوش باش لڑکی تھی) معدوم ہو جاتیں اور وہ اداس اور غمگین رہنے لگتی۔ یہ لڑکا، جس سے ریچل اپنی زندگی میں صرف ایک دفعہ ملی تھی، اس کے دل میں بس گیا تھا اور نہ ہی وہ اس کے پہلے مگر رخصتی بوسے کو بھولی تھی۔

رچرڈ کے متعلق ہی سوچتے سوچتے اس کی آنکھ لگ گئی اور اس نے ایک خواب دیکھا جو رچرڈ کے متعلق تھا۔ بے حد طویل خواب تھا چنانچہ ریچل کو یہ خواب پورا کا پورا

تو یاد نہ تھا البتہ یہ اسے ضرور یاد تھا کہ اس خواب میں اس نے شوروغل کی آوازیں سنی تھیں، کافروں کے بیشمار کالے چہرے دیکھے تھے، بھالوں کے پھلوں کو بجلیوں کی طرح چمکتے دیکھا تھا اور ہاں --- وہ سفید فام اجنبی بھی موجود تھا جس کا نام اشمیں تھا اور جس کی صورت سے ریچل کو چڑ تھی۔ البتہ اس خواب کا ایک حصّہ اسے اچھی طرح یاد تھا۔ اور یہ کہ رچرڈ واربن، جواب پوری طرح جوان ہو چکا تھا، پورا مرد بن چکا تھا، ریچل پر جھکا اسے خبردار کر رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا کہ اسے ریچل کو، ایک خطرہ لاحق ہے اور یہ کہ وہ اس شخص اشمیں سے ہوشیار رہے۔

دفعتہً ریچل کی آنکھ کھل گئی۔ خیمے کے دروازے سے صبح صادق کی روشنی نظر آرہی تھی اور ریچل ایک عجیب طرح کی بے چینی محسوس کر رہی تھی۔ وہ کچھ کرنا چاہتی تھی۔ کوئی کام تاکہ اس کی یہ بے چینی دور ہو جائے اس کا دھیان بٹ جائے۔ پڑاؤ میں سونا پڑا ہوا تھا۔ ابتک کوئی بیدار نہ ہوا تھا۔ لیکن کیا کرے وہ؟ اور اسے اس سوال کا جواب فوراً ہی مل گیا۔ سمندر زیادہ دور نہ تھا چنانچہ وہ سمندر تک جاکر اس میں نہانے کے بعد دوسرے لوگوں کو بیدار ہونے سے پہلے پڑاؤ میں واپس آسکتی تھی۔

پانچواں باب

نوئی

سمندر پڑاؤ سے زیادہ دور نہ تھا البتہ بیچ میں ایک جنگل حائل تھا جس میں خونخوار درندے اور وحشی کافر بھٹک رہے تھے چنانچہ اس جنگل کو عبور کر کے محض نہانے کے لئے سمندر تک جانا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا لیکن زیچل اس قسم کے خطرات کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ کئی برسوں پہلے اس نے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ اگر جنگلی جانوروں کو چھیڑا نہ جائے تو وہ حملہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ البتہ گینڈے سے بچ کر رہنا ضروری تھا کیونکہ کسی پر بھی نظر پڑتے ہی حملہ کرنے کے لئے دوڑ پڑنا گینڈے کی فطرت ہے۔ لیکن گینڈا بڑے ڈیل ڈول کا جانور ہوتا ہے اور کافی فاصلے سے نظر آجاتا ہے۔ چنانچہ اس سے کترا کر نکلا جا سکتا ہے۔ رہے ہاتھی شیر اور جنگلی بھینسے تو زیچل جانتی تھی کہ وہ انسان کی صورت دیکھتے ہی بھاگ جاتے ہیں۔ کئی دفعہ زیچل کو اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔ البتہ کبھی کبھی وہ حملے کی کوشش بھی کرتے ہیں یعنی اس وقت جب وہ بھاگنے کے بجائے جم کر کھڑے رہیں اور آپ کی طرف گھورتے رہیں۔ وہ وحشی کافروں سے بھی نہ ڈرتی تھی۔ کافر ہمیشہ اس کے سامنے احترام سے جھک جاتے تھے حتیٰ کہ وہ کافر بھی جنھوں نے اسے پہلے کبھی دیکھا نہ ہوتا۔ تاہم اس نے احتیاطاً اپنی دونالی بندوق اٹھا کر اس کی ایک نالی میں کارتوس اور دوسری میں چھرے بھر لئے اور پھر ٹام کو بیدار کر کے اس سے کہا کہ وہ سمندر پر نہانے جا رہی ہے۔ ٹام نیم باز آنکھوں سے زیچل کی طرف دیکھتا اور خوابناک

آواز میں اسے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ریچل نے ٹام کی اس بڑبڑاہٹ کو سنی ان سنی کر کے باڑھ میں سے چند جھاڑیاں ہٹا کر راستہ بنایا، پڑاؤ سے باہر آئی اور دوسرے ہی لمحے وہ صبح کی دھند میں گھس کر غائب ہو چکی تھی۔

جنگلی جانوروں کی آمدورفت سے پیدا شدہ پگڈنڈی پر چلتی اور شبنم میں بھیگی ہوئی گھاس کو روندتی اور میدانوں اور گھاٹیوں میں سے گزرتی اور ٹیلوں پر چڑھتی اور اترتی ہوئی ریچل کوئی بیس منٹ بعد سمندر کے کنارے پر تھی اور اس وقت صبح کی روشنی بڑھنے لگی تھی۔ سمندر پرسکون تھا۔ جلد ہی ریچل نے ایک بے حد عمدہ اور مناسب جگہ تلاش کرلی۔ چاروں طرف کھڑی ہوئی چٹانوں کے درمیان ایک تالاب سا تھا۔ ریچل اپنے کپڑے اتار کر اس تالاب کے ٹھنڈے اور شفاف پانی میں اتر پڑی اور اب وہ نہا رہی تھی اور ایک ماہر پیراک کی طرح تالاب کے اس کنارے سے اس کنارے تک تیر رہی تھی اور اس وقت وہ ایک عورت سے زیادہ ایک جل پری معلوم ہوتی تھی۔

جی بھر کر نہا چکنے کے بعد وہ تالاب میں سے نکل آئی۔ تولیے سے، جو وہ اپنے ساتھ لائی تھی، اپنا جسم خشک کیا لیکن بال کھلے چھوڑ دیے کہ ہوا انھیں سکھا دے گی اب اس نے کپڑے پہنے اور اسی جگہ کھڑے ہو کر سورج کو طلوع ہوتے دیکھنے لگی جو سمندر میں سے جیسے سر ابھار رہا تھا۔

وہاں کھڑے ہوئے اسے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ یکایک اس نے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی۔ آواز سے معلوم ہو رہا تھا کہ دو گھوڑے تھے اور وہ ریچل کی طرف ہی چلے آ رہے تھے لیکن دھند اس قدر گاڑھی تھی کہ گھوڑے دکھائی نہ دیتے تھے۔ چند سکنڈ کے بعد وہ دھند میں سے نکل آئے اور پہلی چیز جو اسے

نظر آئی وہ سیاہ و سفید دھاریاں تھیں اور ریچل یہ سوچ کر ہنس پڑی کہ اس نے زبرا کو گھوڑے سمجھ لیا لیکن فوراً ہی اس کی ہنسی نے دم توڑ دیا کیونکہ یہ دھاریاں اشمیس کی پتلون کی تھیں۔ یہ اشمیل ہی تھا جس نے پتلون زبرا کی کھال کی ہی پہن رکھی تھی لیکن شیر کی کھال کی جگہ اب اس نے ایک ڈھیلا ڈھالا کوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور دوسرے بے سوار گھوڑے کو لگام سے پکڑے اپنے پیچھے بھگاتا لا رہا تھا۔ ریچل نے تولیہ اٹھا کر اپنے کھلے اور بھیگے ہوئے بالوں پر ڈال لیا اور جلدی سے بندوق اٹھا کر اس کا گھوڑا چڑھا لیا۔ اسے اس شخص پر اعتبار نہ تھا۔ ریچل نے کچھ زیادہ کتابیں نہ پڑھی تھیں البتہ اس نے اکثر کہانیوں میں پڑھا تھا کہ کس طرح کنواری لڑکیوں کو اکیلی پا کر مرد اٹھا لے جاتے ہیں

اشمیس کو دیکھ کر ریچل ذرا خوفزدہ ہو گئی تھی لیکن جب اس نے دوسری نال کا گھوڑا چڑھایا تو اس کا خوف زائل ہو گیا اور جرأت عود کر آئی۔

"اگر اس نے دست درازی کی کوشش کی تو میں اسے اس گستاخی کا مزہ چکھا دوں گی" وہ دل ہی دل میں بولی "ہاں اگر وہ دس منٹ پہلے آیا ہوتا تو میں اپنا بچاؤ نہ کر سکتی۔ لیکن اب سمجھ لوں گی اس سے"۔

اس اثنا میں اشمیل قریب پہنچ چکا تھا اور اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ رہا تھا اور ریچل نے دیکھا کہ وہ بے حد خوفزدہ اور گھبرایا ہوا تھا۔ اشمیل کا رنگ زرد ہو رہا تھا اور ہونٹ کانپ رہے تھے۔

"وہ گینڈا اس کے تعاقب میں ہے شاید"۔ ریچل نے سوچا اور پھر بلند آواز میں پوچھا "کیا بات ہے جناب؟"

"معافی چاہتا ہوں محترمہ" اشمیل نے اپنی گونجدار آواز میں بڑی شائستگی سے کہا "معافی چاہتا ہوں کہ میں آپ کی تفریح میں مخل ہو رہا ہوں لیکن وہ۔ نظرو"

وہ دفعتہً خاموش ہوگیا۔

"کیا ہوا زولوؤں کو؟" ریچل نے اشمیل کی شائستگی سے دل ہی دل میں حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"ہونا کیا تھا محترمہ۔ ان کا ایک دستہ، جو پوری طرح مسلح ہے، اسی طرف آرہا ہے۔"

"اس طرف آرہا ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ مفروروں کو تلاش کر رہے ہیں۔ یہ بھگوڑے، جو تعداد میں چالیس ہیں، ایک گھنٹہ پہلے میرے کرال کے قریب سے گزرے تھے اور زولوؤں کا دستہ ان کے تعاقب میں ہے۔ چنانچہ میں تم لوگوں کو خبردار کرنے بھاگا آیا۔ پڑاؤ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ تم یہاں آگئی ہو چنانچہ میں تمہیں پڑاؤ میں لے جانے آیا ہوں مبادا تم زولوؤں کے ہتھے چڑھ جاؤ یا اپنے ماں باپ تک نہ پہنچ پاؤ۔"

"بہت بہت شکریہ جناب" ریچل نے بڑے سکون سے کہا "لیکن میں زولوؤں سے نہیں ڈرتی کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ وہ مجھے انگلی تک نہ لگائیں گے۔"

"تم حسین ہو، نوجوان ہو اور سفید فام ہو پھر اس یقین کی وجہ؟"

"وجہ تو میں نہیں جانتی" ریچل نے ہنس کر کہا "لیکن میں انکوسازانہ زولا کے نام سے مشہور ہوں اور زولو اس نام کا بڑا احترام کرتے ہیں چنانچہ وہ مجھے چھونے تک کی جرأت نہ کریں گے۔"

"انکوسازانہ زولا!" اشمیل نے حیرت سے کہا "یہ تو۔ یہ تو۔ زولوؤں کی ایک زبردست دیوی ہے اور کہتے ہیں کہ سفید فام ہے۔ یہ لقب تمہیں کیسے مل گیا؟۔ لیکن خیر۔ سوار ہو جاؤ جلدی سے۔ زولو پہلے تو تمہیں قتل کردیں گے اور نام و لقب بعد میں پوچھیں گے۔ تمہارے ابا بہت زیادہ پریشان ہیں۔"

"لیکن اماں پریشان نہ ہوں گی۔ وہ جانتی ہیں" ریچل آپ ہی آپ بڑبڑائی اور گھوڑے پر سوار ہو گئی جسے اشمبل ساتھ لایا تھا۔

اور ان دونوں نے مزید کچھ کہے بغیر اپنے گھوڑے پڑاؤ کی طرف بھگا دیئے ابھی وہ ڈھلان چڑھ کر اس کی چوٹی پر پہنچے ہی تھے کہ سورج طلوع ہو گیا۔ اس کی کرنوں نے سمندر پر اور ساحل پر چھائی ہوئی دھند کو جیسے نگل لیا لیکن ان کے سامنے ۔ ان کے اور پڑاؤ کے درمیان ۔ دھند بدستور چھائی ہوئی تھی۔

ناگہاں ریچل کو اس دھند کے کنارے پر دو انسانی سائے بھاگتے نظر آئے آگے آگے ایک بے حد حسین اور سڈول جسم کی کافر لڑکی تھی جو ریچل اور اشمبل کی طرف بے تحاشہ بھاگی آ رہی تھی۔ اس لڑکی کی رنگت عام حبشیوں کے مقابلے میں کھلتی ہوئی تھی اور وہ بدن سے ننگی تھی البتہ اس نے اپنی کمر سے کپڑے کا ایک ٹکڑا باندھ رکھا تھا جو "موچا" کہلاتا ہے۔ لڑکی لڑکھڑا رہی تھی۔ وہ بے حد تھکی ہوئی تھی اور نڈھال ہو کر گرنے کے قریب تھی۔ اس کے پیچھے ایک تگڑا زولو سپاہی اپنا بھالا ہلاتا ہوا آ رہا تھا۔ لڑکی لڑکھڑا کر زمین پر گری۔ وہ ہانپ رہی تھی، اس کی زبان باہر لٹک آئی تھی اور آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ وہ جہاں گری تھی وہیں پڑی رہی۔

"چلو۔ جلدی چلو" اشمبل نے کہا "یہ لڑکی ان بھگوڑوں میں سے ایک ہے جن کا تعاقب کر کے زولو سپاہی قتل کر رہے ہیں۔"

لیکن ریچل نے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں۔ لڑکی نے اسے دیکھا تو وہ کوشش کر کے اٹھی اور ریچل کی طرف اتنی تیزی سے بھاگی کہ اپنے تعاقب میں آتے ہوئے زولو سپاہی سے بہت آگے نکل آئی۔ قریب آ کر کافر لڑکی ریچل کی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔

"مجھے بچالو ـ سفید فام خاتون ـ مجھے بچالو" لڑکی نے اکھڑی اکھڑی سانسوں کے درمیان کہا۔

" اگر یہ تمہاری ٹانگیں نہیں چھوڑتی تو اسے گولی مار دو اور بھاگو یہاں سے " اشمیل نے کہا۔

" لیکن بجائے اس کے کہ ریچل اشمیل کے اس مشورے پر عمل کرتی وہ گھوڑے پر سے اتر آئی اور آگے بڑھتے ہوئے زولو سپاہی کے سامنے تن کر کھڑی ہو گئی۔

" بس رک جاؤ " ۔ ریچل نے کڑک کر کہا۔

اور زولو سپاہی یوں رک گیا جیسے اس کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئی ہوں۔

" اب بتاؤ کیا چاہتے ہو تم ؟" ریچل نے پوچھا۔

" اس لڑکی کو " زولو نے جواب دیا " مجھے بانوا سے گرفتار کرنا ہے یا پھر قتل کرنا ہے ۔"

" کس کے حکم سے ؟ ۔"

" ہمارے بادشاہ ڈنگان کے حکم سے "۔

" اور اس لڑکی کا گناہ کیا ہے ؟ ۔"

" یہ ساحرہ ہے ـ لیکن اے سفید فام عورت ! تم کون ہوتی ہو یہ سوالات پوچھنے والی ؟ ۔"

" میں وہ ہوں جس کے حکم کی تعمیل تمہیں کرنی ہے " ریچل نے سینہ تان کر جواب دیا " ـ واپس جاؤ اور اس لڑکی کو چھوڑ دو ۔ یہ میری ہے ۔

سپاہی نے حیرت سے ریچل کی طرف دیکھا ، چند ثانیوں تک خاموش کھڑا

رہا لیکن پھر اس نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔ ایک بار پھر وہ ریچل اور لڑکی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"میں کہتی ہوں واپس جاؤ"۔ ریچل نے چیخ کر کہا۔

سپاہی بدستور آگے بڑھتا رہا۔

"واپس جاؤ ورنہ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ"۔ ریچل نے تیسری دفعہ کہا

"اگر میں اس لڑکی کو اپنے ساتھ لئے بغیر ڈنگان کے پاس گیا تو بھی مارا جاؤں گا" زولو سپاہی نے کہا جو بڑا ہی بہادر معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ کافر لڑکی سے مخاطب ہوا"۔ نوئی! تم کیا کہتی ہو؟ چل رہی ہو میرے ساتھ یا میں تمہیں اسی جگہ قتل کر دوں۔"

اور اس نے اپنا بھالا بلند کیا۔

لڑکی زمین پر ڈھے گئی۔

"قتل کر دو مجھے" لڑکی نے مردہ آواز میں کہا "میں واپس نہ جاؤں گی۔ میں نے ڈنگان پر سحر نہیں کیا ہے کہ وہ ہر رات مجھے خواب میں دیکھتا ہے۔ مجھے موت کی دلہن بننا تو منظور ہے لیکن ڈنگان کی بیوی بننا منظور نہیں۔ اگر میں اس کے کرال میں رہی تو اس کی بیوی بن کر نہیں بلکہ روح بن کر رہوں گی"۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے یہ الفاظ ڈنگان تک پہنچا دوں گا۔ الوداع نوئی" اور اس نے اپنا بھالا اور بھی زیادہ بلند کر کے ریچل سے کہا۔

"سفید فام عورت! ہٹ جاؤ ایک طرف۔ تمہیں قتل کرنے کا حکم مجھے نہیں ملا ہے۔"

جواب دینے کے بجائے ریچل نے اپنی بندوق اٹھا کر ہتھی کندھے سے لگائی اور نالیوں کا رخ زولو سپاہی کی طرف کر دیا۔

"یہ کیا کر رہی ہو!" اشمیل چیخا "اگر اس زولو سپاہی کو ایک خراش تک بھی آگئی تو اس کے ساتھی ہم میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ پاگل ہوگئی ہو تم تو"۔

"اور تم یقیناً بزدل ہو۔" ریچل نے زولو سپاہی پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا اور پھر زولو زبان میں بولی "سنو! دریائے توگیلا کے اس طرف کا علاقہ ڈنگان انگریزوں کو دے چکا ہے اور یہاں اسے کسی کو بھی قتل کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ یہ لڑکی میری ہے ڈنگان کی نہیں۔ اگر تم نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو مارے جاؤ گے"۔

"ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ کون مرتا ہے" زولو نے ہنس کر کہا اور نوئی کی طرف چھلانگ لگادی۔

اور یہ آخری الفاظ تھے جو زولو کی زبان نے ادا کیے۔

ریچل نے شست باندھی اور ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر لبلبی دبا دی۔ ایک دھماکے کی آواز سے وادی اور ٹیلے گونج اٹھے، زولو ہوا میں اچھل کر چت گرا اور تڑپے بغیر ٹھنڈا ہوگیا۔ اشمیل اپنا گھوڑا بڑھا کر قریب آیا اور حیرت سے اس عجیب منظر کو دیکھنے لگا کہ وہ زولو سپاہی، جو ایک ہی لمحے پہلے ہنس رہا تھا اور بول رہا تھا، اب وہ مردہ پڑا ہوا تھا، ڈھال اس کے چہرے پر آپڑی تھی۔ چنانچہ اس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا، ریچل تن کر کھڑی ہوگئی تھی، اس کے ہاتھ میں بندوق تھی جس کی نالی سے اب بھی دھواں نکل رہا تھا، سڈول بدن والی نوئی ریچل کے قدموں میں بیٹھی اپنی نجات دہندہ کی طرف یوں دیکھ رہی تھی جیسے وہ عورت نہیں اس کی محافظ روح ہو اور پھر وہ دو گھوڑے تھے جن میں سے ایک نے اپنے کان کھڑے کر رکھے تھے اور دوسرا قریب اگی ہوئی گھاس پر منھ مار رہا تھا۔

"میرے خدا! یہ کیا کر دیا تم نے؟" اشمیل نے کہا۔

"انصاف" ریچل نے مختصر سا جواب دیا۔

"تو پھر اس انصاف کا خمیازہ تم ہی بھگتو۔ میں اپنا گلا کٹوانے کے لیے یہاں ٹھہرنے سے رہا۔"

"کون کہتا ہے تمہیں یہاں ٹھہرنے کے لیے؟"۔ ریچل نے بڑے سکون سے کہا "مجھے تمہاری مدد اور حفاظت کی ضرورت نہیں۔ میرا ایک زبردست محافظ ہے اور وہی میری حفاظت کرے گا۔"

اشمیل کو کوئی جواب نہ سوجھا چنانچہ کچھ کہے بغیر اپنے گھوڑے کی باگ موڑ دی اور اسے جوہان پڑاؤ کی مخالف سمت بھگا دیا۔ دوسرا زائد گھوڑا اپنے آپ ہی اس کے پیچھے بھاگ پڑا۔ تھوڑی دیر بعد ہی دھند انہیں نگل چکی تھی۔

ریچل اور نوئی وہاں اکیلی رہ گئیں۔

عین اسی وقت پڑاؤ کی طرف سے نعروں اور چیخوں کی آوازیں سنائی دیں یہ آوازیں اس وادی میں سے آ رہی تھیں جو اس ٹیلے، جہاں ریچل اور نوئی تھیں، اور پڑاؤ کے درمیان تھی۔

"ڈنگان کے سپاہی میرے لوگوں کو قتل کر رہے ہیں" نوئی نے کہا۔ "تم چلی جاؤ یہاں سے ورنہ وہ لوگ تمہیں بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔"

ریچل ایک لمحے تک سوچتی رہی۔ یہ تو بہر حال ظاہر تھا کہ اب پڑاؤ تک پہنچنا ممکن نہ رہا تھا۔ اگر وہ دونوں لڑکیاں گھوڑے پر سوار ہوتیں تب بھی پڑاؤ تک نہ پہنچ سکتیں کیونکہ درمیان میں ڈنگان حائل تھے۔ دفعتہً ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے ریچل کے دماغ میں کوند گیا۔ جس ٹیلے پر وہ کھڑی ہوئی تھیں وہ جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا اور جس پر سے موسم باراں میں ایک کافی چوڑا اور گہرا چشمہ بہا

کرتا تھا۔ یہ چشمہ تو اس وقت خشک تھا البتہ اس کے پیٹ میں جگہ جگہ پانی کے گہرے دلدلی کھڈ تھے ۔ ایک بڑا سا کھڈ عین اس کے قدموں میں تھا۔

" ذرا میرا ہاتھ بٹاؤ تو ہم یہ لاش نیچے پانی میں پھینک دیں"۔ ریچل نے کہا۔

نوئی فوراً تیار ہوگئی ۔ دونوں بدقت تمام زولو کی لاش ٹیلے کے کنارے تک گھسیٹ لائیں اور پھر اسے اوپر سے لڑھکا دیا۔ لاش ایک جھپاکے کے ساتھ کھڈ میں گری اور غرق ہوگئی۔

" اس پانی میں مگرمچھ موجود ہیں" ریچل نے کہا " جب میں اس طرف سے گزر رہی تھی تو میں نے ایک مگرمچھ دیکھا تھا اچھا! ---- اب یہ ڈھال اور بھالا اٹھاؤ اور میرے ساتھ آؤ۔"

نوئی نے اس حکم کی تعمیل کی ــ زندگی کی امید کے ساتھ اب اس میں بڑی پھرتی آگئی تھی ـــ وہ دونوں ٹیلے کی ڈھلان اتر کر وادی میں اور چشمے یا ندی کے کھڈ کے کنارے پہنچیں۔ کھڈ کے پانی میں ایک ہلچل مچی ہوئی تھی اور بڑی بڑی تھوتھنیاں بار بار سطح آب پر نمودار ہو جاتی تھیں۔ ریچل نے غلط نہ کہا تھا۔ چشمے میں بہت سے مگرمچھ موجود تھے۔

" اب تم یوں کرو"۔ ریچل نے کہا " کہ اپنا موچا کھول کر اس پتھر پر ڈال دو ۔ زولو اگر نہیں تلاش کرتے اس طرف آ گئے تو یقین کر لیں گے کہ ....."

نوئی نے اثبات میں اپنا سر ہلایا، اپنی کمر کے گرد بندھا ہوا کپڑے کا ٹکڑا کھولا، اسے پانی میں بھگویا اور قریب کے ایک پتھر پر ڈال دیا۔ اب وہ بالکل ننگی تھی اس نے ریچل کا ایک ہاتھ پکڑ لیا اور اب وہ دونوں ایک سے دوسرے پتھر پر پھلانگتی لنگاتی آگے بڑھ گئیں۔ ظاہر ہے کہ پتھروں پر قدموں کے نشانات نہیں بنتے۔ ریچل جب

سے سمندر کے کنارے اور چٹانوں میں گھرے ہوئے تالاب یا کھڈ میں نہار ہی تھی تو اس نے اپنے اسی غسل خانے کی چٹانی دیوار میں ایک چھوٹا سا غار دیکھا تھا۔ اس غار میں جو پانی تھا وہ تین فٹ سے زیادہ گہرا نہ تھا اور پھر وہ آبی پودوں اور بیلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ کھڈ، جس میں ریچل نے غسل کیا تھا، کوئی دو سو قدم لمبا تھا چنانچہ اگر وہ اس کا چکر کاٹ کر جاتے تو اس کے ریتیلے ساحل پر ان کے قدموں کے نشانات بن جاتے اور زولو سپاہی انھیں آسانی سے تلاش کر لیتے۔ اس کے علاوہ ساحل کے سامنے کھلا میدان تھا اس لیے زولو انھیں کافی فاصلے سے دیکھ بھی سکتے تھے

"تیرنا جانتی ہو؟"۔ ریچل نے پوچھا۔

نوئی نے پھر اثبات میں سر ہلایا چنانچہ وہ دونوں پانی میں اتر پڑیں اور تیرتی ہوئی دوسرے کنارے پر پہنچ گئیں جہاں وہ چھوٹا سا غار تھا اور اب وہ دونوں اس غار میں اس طرح بیٹھی ہوئی تھیں کہ آبی بیلوں نے انھیں پوری طرح ڈھک رکھا تھا۔

وہاں بیٹھے ہوئے انھیں پانچ منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ انھوں نے آوازیں سنیں جو قریب آ رہی تھیں۔ ریچل اور نوئی فوراً پانی میں اتر کر اس طرح بیٹھ گئیں کہ اب ان کے سر سطح آب پر ابھرے ہوئے تھے اور ان کے بالوں کا رنگ آبی بیلوں کے کالے اور پیلے رنگ میں اس طرح مل جل گیا تھا کہ کوئی بھی ان کے بالوں اور بیلوں میں تمیز نہ کر سکتا تھا۔

"زولو"، نوئی نے کہا اور یوں کانپی کہ پانی میں لہریں پیدا ہو گئیں"۔ وہ مجھے تلاش کر رہے ہیں۔"

"خاموش اور بے حرکت رہو"۔ ریچل نے جواب دیا "اب میں گولی نہیں چلا سکتی۔ بندوق گیلی ہو گئی ہے۔"

آوازیں خاموش ہوگئیں اور دونوں لڑکیوں نے سمجھ لیا کہ باتیں کرنے والے جا چکے تاہم احتیاط کے تقاضے سے مجبور ہو کر وہ بدستور پانی میں بیٹھی رہیں اور یہ اچھا ہی ہوا کہ وہ باہر نہ نکل آئیں کیونکہ فوراً ہی انھوں نے پھر آوازیں سنیں اور اس دفعہ بہت قریب سے۔ زولو تالاب کے چاروں طرف گھوم رہے تھے۔ وہ زولو اس غار کے بہت قریب آگئے تھے جس میں ریچل اور لوئی چھپی ہوئی تھیں۔ اور وہاں آکر وہ دونوں ستانے کے لئے ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ کائی کی لٹکتی ہوئی جھالر دں میں سے جھانک کر ریچل ان دو زولو سپاہیوں کو بخوبی دیکھ سکتی تھی۔ دونوں ہی دیو ہیکل تھے اور ان کے بھالوں کے پھل سرخ تھے۔

"تم نرے بیوقوف ہو" ایک زولو نے دوسرے سے کہا" خواہ مخواہ ہمیں تھکا مارا۔ مگرمچھوں نے نوئی کو کھا لیا۔ اس کا جادو اسے مگرمچھوں سے نہ بچا سکے گا کیچڑ میں تم نے قدموں کے جو نشانات دیکھے تھے وہ کسی عورت کے نہیں بلکہ لنگور کے تھے"۔

"تمہارا خیال شاید غلط نہیں ہے"۔ دوسرا بولا "خصوصاً اس لئے کہ نوئی کا موچا ہمیں ایک پتھر پر پڑا مل گیا تھا۔ لیکن پھر بومبا کہاں گیا جو نوئی کا تعاقب کر رہا تھا؟ اور گھاس پر خون کے داغ کہاں سے آگئے؟"۔

"ایک معمولی سی عقل والا بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے"۔ پہلے نے جواب دیا۔ "یقیناً بومبا نے اس جگہ نوئی کو جا لیا اور زخمی کر دیا ہوگا اب نوئی ٹھہری عورت اور عورت ہوتی ہے ڈرپوک اور بزدل۔ چنانچہ زخمی ہونے کے بعد وہ بھاگ کر اپنے خوف کے اندھے پن میں چشمے میں کود پڑی ہوگی جہاں مگرمچھوں نے اسے کھا لیا۔ رہا بومبا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ یا تو زولو لینڈ واپس چلا گیا ہے یا پھر کسی جھاڑی میں پڑا خراٹے لے رہا ہوگا۔ قدموں کے وہ دوسرے نشانات سفید فام عورت

کے تھے، جو اپنے پنجوں پر کھال لپیٹ لیتی ہے (مطلب جوتے پہنتی ہے) اس طرف سفید فاموں کا پڑاؤ ہے لیکن بادشاہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم جارج کے آدمیوں سے کوئی تعرض نہ کریں۔ چنانچہ ہمیں سفید فاموں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہمیں واپس چلنا چاہیے کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سفید فاموں کے ساتھ ہماری کچھ گڑبڑ ہو جائے۔ ڈنگان کو ہم نوئی کا موجا دکھا دیں گے تو اسے اطمینان ہو جائے گا اور پھر وہ سکون کی نیند سو سکے گا۔ یہ نوئی بڑی ہی پُراسرار ہوگی کہ اس نے ڈنگان پر جادو کر دیا اور ہمارا بادشاہ زولولینڈ کی تمام لڑکیوں کو چھوڑ کر اس کنیا کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ نوئی نے ڈنگان کی حرم میں داخل ہونے سے کیوں انکار کر دیا؟ اگر اس نے ایسا نہ کیا ہوتا تو اس کے کرال والوں کو گھربار چھوڑ کر فرار نہ ہونا پڑتا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ مری نہیں بلکہ کچھ اور بن گئی ہے۔ تم جانو وہ چڑیل تھی اور چڑیلیں جو چاہیں اور جیسی چاہیں صورت اختیار کر سکتی ہیں۔ چنانچہ نوئی یا تو پرندہ بن گئی ہے یا شاید سانپ۔ خیر، دوسرے کوئی اور صورت اختیار نہ کر سکیں گے سوائے خاک اور راکھ کے ڈھیر کے۔ ہم نے سب کو قتل کر دیا ہے۔ نوئی کی ماں کو اور اس کے جادوگر باپ کو اور اس کی دوسری چار ماؤں کو اور اس کے بارہ بھائیوں اور بہنوں کو۔"

یہ تفصیل سن کر نوئی پھر کانپ گئی اور اس کے کانپنے سے پانی پھر لرز اٹھا اور اس کے لرزنے سے ہلکی سی آواز پیدا ہو گئی۔

"مچھلیاں ہیں یہاں تو" پہلا زولو بولا "ایک مچھلی تو خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ یہاں پانی کچھ زیادہ گہرا معلوم نہیں ہوتا کہو تو دو چار مچھلیاں

پکڑ لیں۔"

"نہیں بھئی" ۔ دوسرے زولو نے جواب دیا " مچھلیاں تو سمندر کے ساحل پر بسنے والے کھاتے ہیں ۔ بڑی ذلیل غذا ہے یہ ۔ ہر چند کہ میں بھوکا ہوں لیکن مچھلی نہ کھاؤں گا ۔"

اور ساتھ ہی اس نے ایک پتھر اٹھا کر پھینکا جو ریچل کے پہلو میں لگا ۔ ریچل نے تکلیف کی چیخ روکنے کے لئے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا۔

دونوں زولو سپاہی اٹھے، چند ثانیوں تک وہیں کھڑے بڑی زوردار انگڑائیاں لیتے رہے اور پھر ہاتھ میں ہاتھ دئے وہاں سے چلے گئے۔

ریچل اور نوئی، زولوؤں کے چلے جانے کے بعد بھی ، بہت دیر تک آبی بیلوں میں چھپی رہیں کہ کیا پتہ دوسرے زولو اس طرف نکل آئیں ۔ لیکن سردپانی آخرکار ناقابل برداشت ہو گیا اور وہ دونوں رینگ کر کنارے پر آ گئیں اور وہاں بیٹھ گئیں۔ دونوں کے بدن پر آبی بیلیں اب بھی لپٹی ہوئی تھیں ۔ دونوں دھوپ میں بیٹھ رہیں کہ ان کے سرد جسم ذرا گرم ہو جائیں ۔ نوئی اس قدر نڈھال بلکہ نیم جاں ادھ رہی تھی کہ ریچل کو خوف ہوا کہ کہیں وہ مر ہی نہ جائے ۔

"اٹھو بہن !" ریچل نے کہا " تمہاری زندگی تمہارے سامنے ہے" ۔

"کاش کہ میری زندگی میرے پیچھے ہوتی" نوئی نے کراہ کر کہا " تم ہماری زبان تو سمجھتی ہو ؟ چنانچہ تم نے سن ہی لیا کہ اس زولو نے کیا کہا ۔ میری ماں ، میری سوتیلی مائیں ، میرے بھائی اور میری بہنیں قتل کر دی گئیں —— اور میری وجہ سے —— اور دیکھو ! میں بے حیا زندہ ہوں ۔ خاتون ! تم نے مجھ پر رحم کیا اور میری جان بچائی ۔ لیکن بہتر ہوتا کہ تم بوما کو مجھ پر اپنا بھالا چلا لینے دیتیں ۔ کاش کہ میں بھی اپنے لوگوں کے ساتھ موت کی نیند سو جاتی ۔"

ریچل خاموش رہی کیونکہ فی الحال کچھ کہنا اور نوٹی کی ڈھارس بندھانا فضول تھا۔ اس نے نوٹی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پیار و محبت سے دبایا۔ نوٹی بہت دور سے بھاگتی آئی تھی چنانچہ بے حد تھکی ہوئی تھی اور پھر اپنے عزیز و اقربا کی موت کے غم نے بھی اسے نڈھال کر دیا تھا چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہی وہ اسی جگہ دھوپ میں گہری نیند سو رہی تھی۔

ریچل اس کے قریب بیٹھی رہی۔ وقت گزرتا رہا اور افریقہ کا جلتا ہوا سورج اس کے پانی ٹپکتے کپڑوں کو خشک کرتا رہا۔ آخر کار سائے لمبے ہو گئے۔ دوپہر ڈھل چکی تھی اور چٹانوں سے ٹکراتی اور پتھروں پر دوڑ دوڑ کر چڑھتی ہوئی لہریں اس بات کا اعلان کر رہی تھیں کہ سمندر میں مدوجزر شروع ہونے والا تھا۔ اب وہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔

"اٹھو نوٹی"۔ ریچل نے نوٹی کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا "زولو چلے گئے ہیں اور سمندر میں مدوجزر شروع ہونے والا ہے۔ ہمیں فوراً تیر کر دوسری طرف پہنچ جانا چاہئے۔ وہاں سے ہم اپنے پڑاؤ کی طرف چل دیں گے۔"

"خاتون! تمہارے کرال میں مجھے کون سا مقام دیا جائے گا"۔ نوٹی نے پوچھا کیونکہ اب اس کے حواس بجا ہو چکے تھے۔

"ایک مناسب مقام" ریچل نے جواب دیا "اب تم میری ہو"۔

"وبے شک خاتون" نوٹی نے غمناک آواز میں کہا "میں تمہاری ہوں۔ صرف تمہاری۔"

اور اس نے ریچل کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا اور اپنے ماتھے سے لگایا۔

اور ایک بار پھر وہ دونوں تیر کر کھڈ کے دوسرے کنارے پر پہنچیں۔ ریچل کے لئے تیرنا آسان نہ تھا کیونکہ اس کے ایک ہاتھ میں بندوق تھی۔ بہر حال وہ دوسرے

کنارے پر پہنچ گئیں۔ وہاں پہنچ کر لوئی نے ریچل کا تولیہ موچا کی جگہ اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا اور دونوں لڑکیاں اپنے آپ کو جھاڑیوں اور درختوں میں چھپائی بڑی احتیاط سے آگے بڑھتی رہیں۔

آخر کار وہ اس کھڈ کے کنارے پر تھیں جس میں انھوں نے بوما کی لاش پھینک دی تھی۔ وہاں ایک پتھر پر دو مگرمچھ پڑے دھوپ کھا رہے تھے غالباً یہی وہ مگرمچھ تھے جنھوں نے بوما کو کھا لیا تھا۔ اب یہاں سے دونوں لڑکیوں کو راستہ بدلنا تھا۔ اوّل تو اس لئے کہ وہ مگرمچھوں سے کترا کر نکلنا چاہتی تھیں اور دوم اس لئے کہ انھیں خوف تھا کہ مبادا زولو کہیں آس پاس ہی نہ ہوں۔ چنانچہ وہ رینگ کر ٹیلے کی چوٹی پر پہنچیں اور وہاں چاروں طرف دیکھا۔ دور دور تک کسی انسان کا پتہ نہ تھا البتہ ایک درخت کی چھاؤں میں دو بک بیٹھے ہوئے تھے اور بس۔

"زولو چلے گئے ہیں"۔ ریچل نے کہا "اگر وہ یہیں کہیں ہوتے تو یہ بک یوں اطمینان اور بے خوفی سے بیٹھے ہوئے نہ ہوتے۔ اچھا اب تم ڈھال اپنے چہرے کے سامنے کر لو اور بھالا اپنے دوسرے ہاتھ میں اٹھا لو تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ تم لڑکی ہو۔"

اور یوں ریچل اور لوئی ٹیلے پر سے اتر کر میدان میں پہنچیں اور میدان عبور کر کے دوسرے ٹیلے کی ڈھلان چڑھنے لگیں۔ ٹیلے کی چوٹی پر پہنچ کر وہ ٹھٹھک گئیں اور جلدی سے پیچھے ہٹ گئیں۔ دوسری طرف بہت سے لوگ لیٹے اور بیٹھے ہوئے تھے جو گہری نیند میں معلوم ہوتے تھے۔

"زولو سپاہی سستا رہے ہیں"۔ ریچل نے کہا۔

"نہیں خاتون"، لوئی نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر جواب دیا "یہ میرے

عزیز و اقربا ہیں اور مر چکے ہیں۔ وہ دیکھو گدھ ان کے گرد جمع ہونے لگے ہیں۔

ریچل نے دیکھا تو معلوم ہوا نوئی نے واقعی غلط نہ کہا تھا۔ چنانچہ دونوں لڑکیاں خاموشی سے آگے بڑھیں اور اب وہ لاشوں کے درمیان سے گزر رہی تھیں اور نوئی ہر لاش کی طرف انگلی اٹھا کر اس کا نام اور اس سے اپنا رشتہ بتاتی جاتی تھی۔ یہ اس کی بہن تھی، وہ اس کا بھائی تھا اور وہ چاروں لاشیں اس کے گاؤں والوں کی تھیں۔ اور وہ ایک طویل القامت، قبول صورت اور ادھیڑ عمر کی عورت کی لاش کے قریب سے گزر رہی تھیں۔ اس عورت کی لاش پر نظر پڑتے ہی نوئی کانپ گئی جس طرح وہ وہاں اس وقت کانپی تھی جب وہ آبی بیابان میں چھپی ہوئی تھی اور زولو سپاہی مقتولوں کی تفصیل بیان کر رہا تھا۔

"خاتون! یہ ہے وہ عورت جس کی کوکھ سے میں نے جنم لیا تھا"۔ نوئی نے کہا۔

وہ آگے بڑھ گئیں — چند قدم آگے بڑھ کر ایک دمکوڑا تھا جس کے قدموں میں گھاس اُگی ہوئی تھی۔ یہاں دو زولو سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور دونوں کے سینے میں بھالے کے پھل کا بڑا سوراخ تھا۔

دمکوڑے سے ٹیک لگائے ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بھی مردہ تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تھک کر سستانے کے لئے بیٹھ گیا ہو۔ عام افریقیوں کے برخلاف اس کا رنگ کھلتا ہوا تھا۔ یہ ایک بونا تھا اور بدن سے دبلا تھا۔ بونے کی یہ لاش ننگی تھی۔ شاید اس کے کپڑے اتار لئے گئے تھے۔ بہرحال، ریچل نے دیکھا کہ بونے کے بدن پر کسی جگہ زخم کا نشان نہ تھا۔

"دیکھو یہ ہے میرا باپ"، نوئی نے بے حد سرد آواز میں کہا۔

"لیکن یہ تو سو رہے ہیں نوئی!" ریچل نے سرگوشی میں کہا۔ "اس کے جسم کو

کسی بھالے نے نہیں چھوا"۔

"نہیں خاتون۔ میرا باپ مر چکا ہے۔ اپنے لوگوں کی رسم کے مطابق سفید موت مرا ہے۔"

اور ریچل سوچنے لگی کہ یہ "سفید موت" کیا ہے اور یہ کہ بونا کون سے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ نوئی کا باپ زولو نہ تھا اور نہ ہی افریقہ کے ان قبائل سے تعلق رکھتا تھا جن سے ریچل واقف تھی۔ یہ شخص جس کی لاش درکوڑے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، کسی بھی افریقی سے مختلف تھا۔ کون سا تھا اس کا قبیلہ؟ کہاں بستے تھے یہ لوگ؟ ان سوالات کا جواب بذات خود معلوم کرنا ریچل کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ لیکن فی الحال اس نے اس کے متعلق کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ نوئی اس بونے کی لاش کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی تھی اور اس کی گردن میں اپنی بانہیں ڈالے اس کے کان میں لاش کے کان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ ایک منٹ تک وہ لاش کے کان میں کچھ کہتی رہی اور پھر اپنا ایک کان لاش کے سرد اور بے حرکت ہونٹوں سے لگا دیا۔ اور ایک منٹ تک وہ جیسے غور سے سنتی رہی صرف یہی نہیں بلکہ بار بار اپنا سر بھی ہلاتی رہی۔

ریچل نے پہلے کبھی ایسا پُراسرار منظر نہ دیکھا تھا اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ یہ پُراسرار تماشہ رات کے اندھیرے میں نہیں بلکہ دن کی روشنی میں ہو رہا تھا اور یہی ایک بات اسے اور زیادہ پُراسرار اور لرزہ خیز بنانے کے لئے کافی تھی۔ ریچل دم بخود کھڑی تھی۔ وہ زولوؤں کو بلکہ ہر بات کو بھول گئی تھی اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی کہ ایک زندہ لڑکی ایک مردے سے سرگوشی میں باتیں کر رہی تھی زندہ اور مردے کو آپس میں باتیں کرتے اس نے آج پہلی دفعہ دیکھا تھا۔

آخر کار نوئی اٹھی اور ریچل کی طرف گھوم کر بولی:۔

"میری روح مجھ پر بڑی مہربان ہے کہ وہ مجھے ٹھیک وقت پر یہاں لے آئی اگر ہم ذرا دیر سے یہاں پہنچتے" تو میں اپنے باپ سے گفتگو نہ کرسکتی۔ بہرحال شکر ہے اب مجھے پیغام مل گیا ہے۔"

"پیغام!" ریچل نے حیرت سے پوچھا "کیسا پیغام؟۔"

نوئی کے بشرے سے عجیب اور ناقابلِ فہم جذبات ہویدا ہوگئے۔

"یہ پیغام صرف میرے لئے ہے" وہ بولی "لیکن اس کا زیادہ تر حصہ تمہارے متعلق تھا اے انکوسازانہ زولا!"

"کس نے بتایا تمہیں کہ ـــ یہ ـــ یہ ـــ میرا افریقی نام ہے؟" ریچل کی حیرت اب انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

"اے وہ جس کے سامنے بادشاہوں کے سر جھک جائیں گے ـــ یہ نام اسی پیغام میں تھا۔"

"بکواس ہے یہ بالکل" ریچل نے کہا "میرے لوگوں سے تم نے سنا ہوگا کہ میں کافروں میں انکوسازانہ زولا کے نام سے مشہور ہوں"۔

"یونہی سہی زولا۔ یہ نام، اگر تم کہتی ہو تو میں نے تمہارے لوگوں سے ہی سنا ہے حالانکہ میں اب تک ان سے ملی نہیں ہوں۔ بہرحال اب ہمیں چلنا چاہئے کیونکہ تمہارے ابا تمہاری وجہ سے متفکر و پریشان ہیں۔"

ریچل نے ایک بار پھر اس پُراسرار کافر لڑکی کی طرف دیکھا

"زولا!" نوئی نے کہا "آج سے میں تمہاری ہوں" کنیز ہوں حالانکہ جانتی ہوں کہ جو خدمت میرے سپرد کی جائے گی وہ آسان اور سہل نہ ہوگی۔"

"کیا یہ لڑکی سمجھتی ہے کہ میں اس سے بوجھ اٹھواؤں گی"۔ ریچل نے

دل ہی دل میں کہا۔

نوئی نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

"خاتون! ایک وعدہ چاہتی ہوں۔ میری سرگذشت سننے کے بعد اسے اپنے سینے میں ہی دفن رکھنا۔ اگر کوئی پوچھے تو صرف یہ کہہ دینا کہ میں ایک معمولی لڑکی ہوں جسے تم نے سپاہیوں کے پنجے سے چھڑایا ہے"۔

"بس!" ریچل نے کہا "یہی تو کہنا ہے مجھے کیونکہ یہی حقیقت بھی ہے"

نوئی مسکرائی۔ اور بڑی پُر اسرار تھی اس کی مسکراہٹ۔

اور چند ثانیوں بعد ہی وہ پڑاؤ کی طرف جا رہی تھیں اور ریچل سوچ رہی تھی کہ نوئی واقعی اس کے ساتھ چل رہی ہے یا وہ ۔۔ ریچل ۔ ایسا کوئی خواب دیکھ رہی ہے!۔

نوئی، جس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا جیسے کسی پتھر کے مجسّمے کا چہرہ ہو، بڑی ہی پُر اسرار لڑکی تھی اور اس کا ریچل کو احساس تھا۔

ایک ایسی لڑکی جو مُردوں سے باتیں کر سکتی ہے۔

ایک ایسی لڑکی جو ایک لاش کے لبوں سے پیغام حاصل کر سکتی ہے۔

اور ایک ایسی لڑکی جو خدا جانے کہاں سے آئی تھی۔

نوئی ایک معمّہ تھی، فی الحال ایک معمّہ تھی اور ریچل اس معمّہ کو حل نہ کر سکتی تھی۔

چھٹا باب

عہدِ رفاقت

دونوں لڑکیاں آخری ٹیلے پر پہنچ گئیں ۔ سامنے وہ دوسرا ابھار تھا جس پر ریچل کے والد کا چھکڑا کھڑا ہوا تھا، جس کے چاروں طرف کانٹے دار جھاڑیوں کی باڑھ تھی اور مویشی اس وقت باڑھ کے اندر ہی تھے ۔ زولوؤں کے خوف سے مویشیوں کو باڑھ میں لے لیا گیا تھا ۔ اس پڑاؤ میں سکون تھا اور اس کی طرف دیکھنے والا کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس پڑاؤ سے صرف سو گز کے فاصلے پر ابھی ابھی بے گناہوں کا قتلِ عام کیا گیا تھا ۔ دفعتہً پڑاؤ میں سے شوروغل کی آوازیں بلند ہوئیں اور باڑھ کی چوٹی پر بہت سے سر ابھر آئے ۔ ریچل کو یہ سمجھنے دیر نہ لگی کہ اس کا باپ اور پڑاؤ کے دوسرے لوگ ریچل کو زولوؤں کی حراست میں سمجھ رہے ہیں ۔

" نوئی! یہ ڈھال اپنے چہرے کے سامنے سے ہٹا دو " ۔ ریچل نے کہا ۔

نوئی نے اس کے حکم کی تعمیل کی تو فوراً ہی باڑھ کی چند جھاڑیاں ہٹا کر کوئی اور نہیں بلکہ خود جوہان باہر نکل آیا اور بھاگتا ہوا اپنی بیٹی کی طرف آنے لگا ۔ جوہان کے ایک ہاتھ میں بندوق تھی ۔

" خدا کا شکر ہے کہ تم محفوظ ہو " جوہان نے قریب آتے ہی کہا " دو میں بہت پریشان تھا حالانکہ امید تھی کہ وہ اسرائیل ۔۔ کیا نام ہے اس کا؟ ۔۔ ہاں ، اشمیل تمہاری حفاظت کرے گا اور اس نے تمہیں بچا لیا ہوگا ۔ آج علی الصبح وہ یہاں آیا تھا ہمیں خبردار کرنے اور پھر سوار ہو کر گھوڑے پر تمہاری تلاش میں چل دیا تھا ۔ اس کا ملازم جس کا

گھوڑا وہ تمہارے لئے اپنے ساتھ لے گیا تھا، اب تک ہمارے پڑاؤ میں ہی ہے کہاں گئی تھیں تم۔"

اور اب اس کی نظر نوٹی پر پڑی۔ جس نے اپنے ننگے بدن پر صرف تولیا لپیٹ رکھا تھا اور جس کے ایک ہاتھ میں بڑی کالی ڈھال اور دوسرے میں بھالا تھا۔ اور اس عالم میں وہ عجیب مرعوب کن معلوم ہو رہی تھی

"یہ۔ یہ۔ کون ہے؟" جوہان نے حیرت سے پوچھا۔

"ایک افریقی لڑکی ہے جسے میں نے قتل ہونے سے بچا لیا ہے" ریچل نے جواب دیا "یہ بڑی طویل داستان ہے۔ مختصر یہ کہ میں نے اس زولو کو گولی مار دی۔ جو اسے قتل کرنے آیا تھا اور پھر ہم سمندر کے کنارے ایک کھڈ میں چھپی رہے لیکن یہ بتاؤ کہ پڑاؤ میں تو کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی؟ اماں کہاں ہیں؟۔"

"گولی ماردی؟ ایک انسان کا خون بہایا! ایک کھڈ میں چھپی رہیں!" جوہان نے حیرت سے دہرایا "ریچل عجیب لڑکی ہو تم۔ کیا ضرورت تھی تمہیں اس طرف جانے کی؟ اور وہ بھی صبح ہونے سے پہلے؟۔"

"یہ تو میں نہیں جانتی ابا۔ حقیقت میں نہیں جانتی۔ غالباً... یہ میری قسمت میں لکھا جا چکا تھا۔ میرے خیال میں خدا نے مجھے محض اس لڑکی کی جان بچانے کے لئے اس طرف بھیجدیا تھا"۔

جوہان نے کوئی جواب دئے بغیر نوٹی کی طرف دیکھا اور اس کی عریانی پر توبہ تلّا کرتا اور منھ ہی منھ میں "لحاف" کے متعلق کچھ بڑبڑاتا پڑاؤ کی طرف بھاگا اس اثناء میں مسز ویو چھکڑے میں سے نکل کر کافر ملازموں کے قافلے کے ساتھ اپنی بیٹی کے پاس آگئی تھی۔

"میں جانتی تھی کہ تم محفوظ رہو گی"۔ مسز ویو نے کہا "کیونکہ کوئی تمہارا

بال بیکا نہ کر سکے گا۔ تاہم تمہارے ابا بہت پریشان تھے اور ۔۔۔ اس ننگی لونڈیا کے ساتھ کیا کرنے والی ہو تم؟"۔

"اماں پہلے تو اس غریب کو کچھ کھانے کو دے دو"۔ ریچل نے جواب دیا"۔ اور اس وقت سوالات نہ پوچھو۔ ہم دونوں کئی گھنٹوں تک گردن گردن پانی میں بیٹھی رہی ہیں۔ چنانچہ ہم نہ صرف بھوکے ہیں بلکہ اعضاء بھی سردی سے اکڑ گئے ہیں"۔

عین اسی وقت جوہان ایک لحاف لے کر آ گیا۔ نظریں نیچی کر کے اس نے یہ لحاف نوئی کی طرف بڑھا دیا اور موخر الذکر نے لحاف لے کر اپنے جسم پر ڈال لیا۔

اور اب یہ پورا قافلہ پڑاؤ میں پہنچا۔ ریچل اپنے خیمے میں جا کر گیلے کپڑے تبدیل کرنے لگی اور نوئی ایک طرف خاموش بیٹھی اس کی طرف دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد کھانا لایا گیا اور ریچل مربھکوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑی اور اس نے نوئی کو بھی جبراً اپنے ساتھ شریک کر لیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ریچل، نوئی کو خیمے میں آرام کرتی چھوڑ کر، باہر آئی اور اپنے سامنے بیٹھ کر بڑی تفصیل سے پوری داستان سنا دی البتہ اس نے نوئی اور لاش کی آپس میں کانا پھوسیوں کا ذکر قصداً نہ کیا۔

جب وہ خاموش ہوئی تو جوہان نے اٹھ کر سجدۂ شکر ادا کیا کہ خدا نے اس کی بیٹی کو وحشی زد لو سپاہیوں کی دست رس سے محفوظ رکھا اور ساتھ ہی ساتھ اپنی بیٹی کی طرف سے خدا سے بھی معافی مانگ لی کہ ریچل نے ایک انسان کو گولی ماردی تھی اور اس کی جان لی تھی۔ رہی ریچل تو اسے اس بات کا ذرا بھی افسوس نہ تھا کہ اس نے ایک وحشی کی جان لی تھی اور نہ ہی اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا۔

"ابا! اگر آپ میری جگہ ہوتے تو آپ بھی وہی کرتے جو میں نے کیا"۔ ریچل نے

اپنے باپ کو سمجھاتے ہوئے کہا "اور اگر اماں بندوق اٹھا سکتی ہوتیں تو بلا تکلف اس وحشی کو گولی مار دیتیں۔ چنانچہ میری اس حرکت کو جرم یا گناہ سمجھنے سے کیا فائدہ؟ اس کے علاوہ زدلو پر گولی چلاتے مجھے کسی نے نہیں دیکھا سوائے اس سفید فام اشمیل اور مگرمچھوں نے آخر میں اس کی لاش کھا لی۔ چنانچہ مناسب ہوگا کہ اس معاملے کے متعلق خاموش ہی رہیں مبادا ہم کسی مصیبت میں پھنس جائیں کیونکہ آپ جانئے بات منھ سے نکلی اور کوٹھے چڑھی۔"

"مجھے اعتراف ہے" جوہان نے کہا "کہ صورت حال کے پیش نظر تمہارا یہ عمل سراسر فطری بلکہ ضروری تھا تاہم مجھے خوف ہے کہ ایک نہ ایک دن حقیقت کھل جائے گی کیونکہ تم جانو خون خون کو پکارتا ہے۔ لیکن اس کا فرلڑکی کا کیا ہوگا، ریچل؟ تم جانو زدلو اسے تلاش کرتے ہوئے آجائیں گے اور پھر ہم سب کو اپنے بھالوں سے چھید کر رکھ دیں گے"۔

"آپ مطمئن رہئے ابا! زدلو اب اسے تلاش نہ کریں گے"۔

"کیوں؟"

"اس لئے کہ وہ اسے مردہ یقین کر چکے ہیں۔ ان کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ ہوگا کہ وہ زندہ ہے۔ ہاں اگر اشمیل جا کر انھیں خبر کر دے تو بات دوسری ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اشمیل اس کی جرأت نہ کرے گا کیونکہ پھر زدلو یقین کرلیں گے کہ اس سپاہی کو میں نے نہیں بلکہ اشمیل نے گولی ماردی۔ رہا یہ سوال کہ اس لڑکی کا کیا ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسے خدا نے ہمارے پاس بھیجا ہے چنانچہ اب اسے اپنے ساتھ ہی رکھنا ہمارا فرض ہو جاتا ہے۔"

"یہ شاید تم نے غلط نہیں کہا" جوہان نے کہا "بچاری لڑکی! اسے تو سجدے میں سے سر نہ اٹھانا چاہئے کہ اس کے تمام عزیز و اقربا ان وحشی سپاہیوں کے

ہاتھوں مارے گئے اور خدا نے اس اکیلی کو بچا لیا۔"

"ابا خدانخواستہ اگر آپ اور اماں ماری جائیں اور تنہا میں زندہ رہ جاؤں تو کیا اس عالم میں سجدۂ شکر ادا کروں گی؟" ریچل نے تڑ سے جواب دیا"۔ لیکن مناسب ہوگا کہ اس موضوع پر مزید بحث نہ کریں۔ بہرحال ہمیں خدا کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ ہم زندہ اور محفوظ ہوں۔ میں تھک گئی ہوں اس لئے اب سوتی ہوں جاکر۔ ظاہر ہے کہ ہم فی الحال اپنے ڈیرے خیمے اٹھا کر یہاں سے روانہ نہیں ہو سکتے ہاں اگر واپس ٹورین جانے کا ارادہ ہو تو بات دوسری ہے۔"

اور یوں لوئی ریچل کو مل گئی — لوئی، جو ریچل کی طویل، پرخطر اور بے چین زندگی میں ایک اہم اور یادگار کردار ادا کرنے والی تھی۔

ریچل ایک طویل اور پرسکون نیند کے بعد جب بیدار ہوئی تو سورج غروب ہونے لگا تھا۔ لوئی خیمے کے ایک کونے میں اب تک بے خبر پڑی سو رہی تھی۔ چنانچہ وہ اسے سوتی چھوڑ کر خیمے سے باہر آئی تو دیکھا کہ صرف مسٹر ڈیو اور اشمیل کا ملازم پڑاؤ میں تھے۔ جو ہاں ملازموں کو لے کر اس طرف چلا گیا تھا جہاں لوئی کے کرال والوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں کہ رات کا اندھیرا اترنے اور لکڑ بگھوں اور لومڑیوں کے آنے سے پہلے جتنی لاشوں کو دفن کرسکتا ہو کرلے۔ ریچل نے آگ جلائی اور اپنی ماں کی مدد سے رات کا کھانا تیار کرنے لگی۔ وہ کھانا پکا رہی تھی کہ اس نے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنی —— ریچل کی قوت سامعہ بڑی تیز تھی۔ ریچل نے سر اٹھا کر دیکھا سفید فام اشمیل اپنے گھوڑے پر سوار اور اپنے پیچھے ایک زائد گھوڑا کھینچتا، چلا آرہا تھا۔ یہ زائد گھوڑا وہی تھا جس پر اس صبح ریچل نے سواری کی تھی۔ اشمیل اپنے گھوڑے کی لگامیں اس ابھار پر پہنچ کر کھینچ چکا تھا۔

جہاں گذشتہ کل ریچل نے اسے پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ وہ وہاں کھڑا پڑاؤ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ غالباً معلوم کرنے کے لئے پڑاؤ والے اب بھی زندہ تھے یا مارے جا چکے تھے۔

"میں جا کر اسے بلا لاتی ہوں" ریچل نے اٹھتے ہوئے کہا جو کسی خاص مقصد کے تحت اشمیل سے باتیں کرنے کے لئے بیتاب تھی۔

ریچل پڑاؤ سے نکل کر اشمیل کی طرف چلی اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس کے قریب پہنچ چکی تھی اور اس نے دیکھا کہ وہ بے حد خجل اور شرمندہ نظر آ رہا تھا

"دیکھا!" ریچل نے بغیر کسی تمہید کے کہا "میں زندہ ہوں اور محفوظ ہوں اور تمہیں زندہ دیکھ کر مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی"۔

"بڑی عجیب لڑکی ہو تم" اشمیل نے نظریں جھکا کر کہا "جتنی زیادہ حسین ہو اتنی ہی زیادہ عجیب ہو۔"

"بس بس" بہت زیادہ تعریف نہ کرو کہیں میں فخر و غرور سے پھول نہ جاؤں ریچل نے کہا "اس کے علاوہ اس جنگل میں یہ تعریف بڑی بے موقع معلوم ہوتی ہے۔"

"معافی چاہتا ہوں۔ لیکن کیا کروں حقیقت بیان کئے بغیر رہ بھی نہیں سکتا اچھا اب یہ بتاؤ کہ کیا ہوا؟ میں سمجھتا ہوں زولوؤں نے اس لڑکی کو قتل کر کے تمہیں آزاد کر دیا ہوگا۔"

"جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس کے برخلاف میں اس لڑکی کو لے کر ایک جگہ چھپ گئی تھی۔ زولو ہمیں پا نہ سکے۔ چنانچہ اب وہ لڑکی ہمارے پڑاؤ میں ہے۔"

"میرے خدا! یہ بڑی حماقت کی ہے تم نے مس دیو۔ بڑا خطرناک کام کیا ہے

تم نے۔ غالباً تم نہیں جانتیں کہ ڈینگان کو اسی لڑکی کی تلاش ہے۔ وہ اسے ہی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ جب اسے معلوم ہو گا ـــــ اور یہ بات اسے معلوم ہو کر رہے گی ـــــ کہ تم نے اس لڑکی کو پناہ دی ہے تو وہ زولو سپاہیوں کو یہاں بھیج دیگا جو تم سب کو قتل کر دیں گے۔ میری مانو اور اس لڑکی کو فوراً پڑاؤ سے نکال دو میں کہتا ہوں اس کی موجودگی تم لوگوں کو تباہی میں لے آئے گی۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو جیسا تم کہتے ہو" ریچیل نے بڑے سکون اور بے پروائی سے کہا" اس کے باوجود میں اسے پڑاؤ سے نہ نکالوں گی ہاں اگر وہ خود جانا چاہے تو میں اسے روکوں گی بھی نہیں۔ صرف میں ہی نہیں بلکہ اباّ بھی اسے پڑاؤ سے نہ نکالیں گے۔ اچھا اب ایک بات سنو۔ اگر یہ بات زولوؤں کے کانوں تک پہنچ گئی ـــــ میں تو نہیں سمجھتی کہ یہ بات زولوؤں کو معلوم ہو جائے۔ کیونکہ اس سپاہی کی لاش کو مگرمچھ نے کھا لیا ہے ـــــ لیکن بفرض محال اگر انہیں یہ واقعہ معلوم ہو گیا تو وہ کیا سمجھیں گے کہ کس نے اس سپاہی کو گولی ماردی ہے؟ میں نے ـــــ ایک لڑکی نے یا اس سفید فام نے جو میرے ساتھ تھا؟ غالباً تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے"۔

"ہاں سمجھ گیا۔ میں اپنی زبان بند رکھوں گا ـــــ تمہاری خاطر۔"

"میری خاطر نہیں بلکہ خود اپنی خاطر۔ لیکن سودا برابر کا ہونا چاہئے۔ یعنی میں بھی کسی سے یہ نہ کہوں گی کہ آج صبح تم کس طرح ہم دو لڑکیوں کو وحشیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر فرار ہو گئے تھے۔ خیر۔ میں تو تمہیں الزام نہیں دیتی لیکن اگر دوسروں کو پتہ چل گیا تو وہ شاید تمہیں بزدل کہیں گے۔"

"بے شک لوگ مجھے بزدل ہی کہیں گے" اشمیل نے کہا" بہرحال میں اپنے کئے پر شرمندہ ہوں۔ لیکن تم زولوؤں سے اتنا واقف نہیں ہو جتنا میں واقف ہوں۔ اور میرا خیال تھا کہ دوسرے دلو سپاہی کوئی دم میں ہم پر آپڑیں گے۔ اس

کے علاوہ مجھے تم پر بھی غصہ آگیا تھا اور میں اپنے حواس میں بھی نہ تھا۔ بہرحال میں شرمندہ ہوں۔ اور جو کچھ ہوا ہے اس کا مجھے افسوس ہے۔"

"خیر۔ شرمندہ ہونے اور معافی مانگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ویسے بھی جو کچھ ہوا اچھا ہوا کیونکہ اگر تم بھاگ نہ گئے ہوتے تو یہ ہوتا کہ میں گھوڑے پر سوار ہو لیتی اور ہم اپنی گھبراہٹ اور بدحواسی میں گھوڑے بھگاتے سیدھے زلولوؤں میں جا گھستے اور پھر شاید ہمیں دوبارہ ان کے درمیان سے نکلنا نصیب نہ ہوتا۔ یہ لو۔ ابا آرہے ہیں۔ تو یہ طے رہا کہ تم اس کا فرلڑکی کے متعلق کسی سے کچھ زیادہ نہ کہو گے۔"

اشمیل نے اثبات میں سر ہلایا اور ریچل کے ساتھ آگے بڑھا۔ وہ گھوڑے پر سے اتر آیا تھا اور گھوڑے کی لگام پکڑے اسے اپنے پیچھے لا رہا تھا۔ بوما کے دروازے میں ان کی ملاقات ہوئی۔

"شام بخیر" جوہان نے کہا جو تجہیز و تکفین نے غمناک کام کے بعد بے حد تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ایک کافر ملازم کو اشارہ کیا جس نے آگے بڑھ کر اشمیل کے ہاتھ سے دونوں گھوڑوں کی لگامیں لے لیں۔

"میں نہیں جانتا کہ آج صبح کیا واقعہ ہوا تھا۔ تاہم میں تمہارا مشکور رہوں کہ تم نے آکر خبردار کر دیا اور میری بیٹی کو ظالم وحشیوں سے بچانے کی کوشش کی۔ میں مقتولوں کی لاشیں دفن کر کے آرہا ہوں۔ صرف چند لاشیں کیونکہ بقیہ لاشوں کو تو گدھ ......"

وہ خاموش ہو گیا۔

"جناب! میں نے آپ کی بیٹی کی جان نہیں بچائی" اشمیل نے بڑی انکساری سے جواب دیا "یہ ممکن نہ تھا۔ خصوصاً اس لئے کہ آپ کی صاحبزادی اس کافر لڑکی کو اس کے حال پر چھوڑنے کے لئے تیار ہی نہ تھیں"۔

جوہان نے حیرت اور قدرے نفرت سے اشمیل کی طرف دیکھا۔

" تو کیا تم چاہتے تھے کہ ریچل اس بیکس و مجبور لڑکی کو وحشیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر اپنی جان بچا لے جائے؟ اگر اس نے ایسا کیا ہوتا تو خدا اور میں اسے کبھی معاف نہ کرتا۔" جوہان نے کہا " بہرحال خدا نے اسے بچا لیا اور محفوظ رکھا اور جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ اگر کوئی اعتراض نہ ہو تو پڑاؤ میں چلو اور رات کا کھانا ہمارے ساتھ ہی کھاؤ مسٹر اشمیل ــــ معاف کرنا میں نہیں جانتا کہ تمہارا پورا نام کیا ہے۔"

" میرا پورا نام جاننے کی ضرورت نہیں۔ صرف اشمیل کافی ہے۔" اشمیل نے کہا اور پھر چند ثانیوں کے توقف کے بعد بولا " مسٹر ڈیو! اب تک آپ کو تجربہ ہو گیا ہو گا کہ افریقہ بڑا ہی ان گھڑ قسم کا ملک ہے اور یہاں وہی لوگ آتے ہیں جن کی قسمت دوسرے ملک میں بگڑ چکی ہوتی ہے۔ اب شاید میں بھی اتنا ہی شریف ہوں جتنے کہ آپ ہیں شاید میں بھی اعلیٰ خاندان کا چشم و چراغ ہوں لیکن شاید دوسرے ممالک میں قسمت نے میری یاوری نہ کی چنانچہ میں نے اس ملک میں آ کر رہنا اور بس پسند کیا کیونکہ یہاں نہ کوئی قانون ہے اور نہ ہی تہذیب و تمدن کے قدم یہاں تک پہنچے ہیں۔ یہ بھی ہے کہ اشمیل میرا اصل نام نہ ہو بلکہ میں نے حضرت اسمٰعیل کی مناسبت سے اپنا نام اشمیل (جیسا کہ عبرانی حضرت اسمٰعیل کو کہتے ہیں) رکھ لیا ہو کیونکہ آپ جانئے حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل کو ایک ... ویرانے ہی میں تو چھوڑ گئے تھے۔ بہرحال، اگر ہماری دوستی ہو جائے تو مجھے ایسا ہی قبول کر لیجئے جیسا کہ میں ہوں۔ یعنی ایک شکاری، اور ... تاجر۔ اور یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کیجئے کہ میں کیا تھا میرے مقدس باپ کا نام کچھ بھی کیوں نہ ہو اب میں اشمیل ہوں اور کافروں میں ابو بوسی کے دشیرا کے نام سے مشہور ہوں لیکن اگر آپ مصر ہی ہیں میرے دوسرے نام کے لئے تو مجھے سمجھ

کہہ لیجئے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر اشمیل۔ تمہارے ذاتی معاملات سے مجھے کوئی سروکار ہونا بھی نہ چاہئے" جوہان نے مسکرا کر کہا کیونکہ وہ اس قسم کے آدمیوں سے پہلے بھی مل چکا تھا۔

تاہم اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ یہ سفید فام شخص آپ کو اشمیل کہتا ہے، دراصل ایک ایسا شخص ہے جو حالات اور اتفاقات کی وجہ سے مایوس ہو کر صحیح راستے سے بھٹک گیا ہے چنانچہ اب اسے راہ راست پر لانا اس کا فرض ہے۔

وہ لوگ پڑاؤ میں پہنچے۔ چونکہ رات کا اندھیرا اتر چکا تھا اس لئے بوما کے دروازے پر ایک سنتری مقرر کر دیا گیا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر اب اشمیل کا مسز ڈیو سے تعارف کرایا گیا۔ مسز ڈیو نے اس سفید فام کو سر سے پیر تک دیکھا اور اس سے بہت کم بات چیت کی۔ اس کے بعد وہ لوگ کھانے بیٹھ گئے۔ کھانے سے فارغ ہو کر اشمیل چھکڑے کے پائیدان پر بیٹھ گیا اور اپنا پائپ جلا لیا۔ قریب جلتے ہوئے الاؤ کی روشنی میں وہ بے حد قبول صورت معلوم ہو رہا تھا۔ لانبے لانبے بال اور دھوپ میں جھلسی ہوئی رنگت اور تیکھے تیکھے نقوش اور اپنے عجیب لباس کے باوجود اس کی شخصیت میں عجیب کشش تھی۔ ہم بتا چکے ہیں کہ اس کے شیر کی کھال کی جگہ ایک پرانا کوٹ پہن لیا تھا لیکن اس کی جاکٹ اود بلاؤ کی کھال کی اور روئیں دار تھی اور پتلون وہی زبرا کی دھاری دار کھال کی۔ ریچل اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اس کا ماضی اور حال کیسا ہی کیوں نہ رہا ہو بہر حال اس نے یہ غلط نہ کہا تھا کہ وہ ایک شریف اور اعلیٰ خاندان کا فرد تھا۔ ثبوت کے طور پر اس کی زبان پیش کی جا سکتی تھی

کیونکہ وہ بڑی شائستہ انگریزی بولتا تھا۔ یہ اور بات تھی کہ کبھی کبھی کسی انگریزی لفظ کی جگہ زولو لفظ بول جاتا تھا لیکن اس کے محاورے اور ضرب الامثال منجھی ہوتی تھیں اور اس کا سبب یقیناً یہی تھا کہ وہ برسوں تک یہی زبان بولتا اور اسی میں سوچتا رہا تھا۔

اس وقت وہ جوہان کے سامنے افریقی قبائل کے سیاسی اور سماجی حالات تفصیل سے بیان کر رہا تھا اور بتا رہا تھا کہ یہ ان کے ظالمانہ قوانین اور رسومات ہی تھیں جن کی وجہ سے قبائل میں مسلسل جنگیں ہوا کرتی تھیں۔ کوئی قبیلہ اور قبیلے کا کوئی فرد اپنے آپ کو محفوظ نہ سمجھتا تھا اور یقیناً محفوظ نہ تھا۔ مثال میں اس نے نوئی کے قبیلے کو پیش کر دیا جسے ڈنگان نے چشم زدن میں نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ جوہان، جو کئی برسوں تک ڈربن میں رہا تھا، قبائل کی ان خانہ جنگیوں سے اور اس بات سے واقف تھا کہ بڑا قبیلہ چھوٹے قبیلے کو کچل کر رکھ دیتا ہے لیکن اس دن سے پہلے اس نے ایسا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا نہ تھا۔

"چنانچہ معلوم ہوا کہ میرا کام بہت مشکل ہے"۔ جوہان بولا۔

"کون سا کام؟" اشمیل نے پوچھا۔

"زولوؤں کو عیسائی بنانے کا" جوہان نے جواب دیا "میں خاص ڈنگان کے کرال میں جانے اور وہیں قیام کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔"

جواب دینے سے پہلے اشمیل نے اپنے بجھے ہوئے پائپ میں سے تمباکو جھاڑی جواب دینے کے لئے وہ شاید مناسب الفاظ تلاش کر رہا تھا اور جب اسے یہ الفاظ مل گئے تو وہ کافی گستاخانہ تھے۔

"اس سے تو یہی بہتر ہے کہ آپ فوراً جہنم میں جا کر مقیم ہو جائیں" وہ بولا۔ اور پھر جلدی سے سنبھل کر اس نے کہا "معاف کیجئے — میرا مطلب ہے جنت

ہیں کیونکہ آپ جیسے لوگوں کے لئے ہی تو جنت بنائی گئی ہے۔ صاحب! اس نے قدرے جوش میں آکر اضافہ کیا "آپ کے سینے میں دل ہے یا پتھر؟ آپ کو اپنی بیوی اور بیٹی کا بھی کچھ خیال ہے یا نہیں؟۔"

"مسٹر اشمیل! کون ایسا شوہر ہوگا جسے اپنی بیوی اور کون ایسا باپ ہوگا جسے اپنی بیٹی کا خیال نہ ہو؟" جوہان نے بڑی سرد اور غیر جذباتی آواز میں جواب دیا۔

"تو پھر کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی بیوی اور بیٹی کو خود آپ کی نظروں کے سامنے ذبح کر دیا جائے؟" اشمیل نے پوچھا "یا اس سے بھی بُرا اور لرزہ خیز سلوک کیا جائے ان کے ساتھ؟۔"

"یہ کیسے سوالات پوچھ رہے ہو تم؟" جوہان نے ذرا بُرا مان کر کہا "بیشک میں جانتا ہوں کہ وحشیوں میں جانا خطرے سے خالی نہیں اور یہ کہ میں بڑا خطرہ مول لے رہا ہوں۔ تاہم مجھے خدا اور اس کی ذات پہ بھروسہ ہے۔ وہ حفاظت کریگا ہماری۔"

اشمیل چند ثانیوں تک اپنا پائپ پھونکتا اور زیرِ لب زبان میں کچھ بڑبڑاتا رہا جوہان کے اس عجیب اعلان نے اسے گڑبڑا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے،" آخر کار اس نے کہا "سیاہ پی اور اس کے لوگ بھی خدا کی حفاظت پر بھروسہ رکھتے تھے لیکن انہی لوگوں کی لاشیں آج آپ نے دفن کی ہیں۔ تمام لوگوں کی لاشیں سوائے لوئی کے جسے آپ نے اپنے پڑاؤ میں پناہ دے رکھی ہے۔ آپ کے خیال میں آپ نے یہ بڑا نیک کام کیا ہے۔ اور اب اگر آپ زولولینڈ میں گئے تو آپ کو اسی نیک کام کا صلہ ڈنگان کی طرف سے یہ ملے گا کہ وہ آپ سب کو دفن کر دے گا یا آپ کی لاشیں گدھوں کے سامنے پھینک دے گا۔ آپ اس بھرم میں نہ رہئے

کہ چونکہ آپ الفادوسی ـــ میرا مطلب ہے مبلغ ہیں اس لئے آپ کو بخش دے گا۔ یقین کیجئے زدلینڈ میں آپ کو کوئی بچا نہ سکے گا۔ حتیٰ کہ خدا بھی نہیں۔ ایک مہینہ کے اندر اندر آپ مر چکے اور دنیا آپ کو بھلا چکی ہو گی اس کے علاوہ خود آپ کو اپنا جھگڑا ہانکنا پڑے گا کیونکہ آپ کے کافر ملازم زدلوؤں سے واقف ہیں اور وہ آپ کے ساتھ وہاں نہ جائیں گے۔ میرے بزرگ! کتاب مقدس بھالے کے پھل کو روک سکے گی۔"

"مسٹر اشمیل! براہ کرم ایسی ـــ کافرانہ قسم کی باتیں نہ کیجئے" جوہان نے بے چینی سے پہلو بدل کر کہا "غالباً تم نہیں جانتے کہ میں اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ اور اگر اس فرض کی ادائیگی میں شہادت ....."

"ارے یار و گولی شہادت کو" اشمیل جلدی میں کہہ گیا "میرا مطلب ہے آپ شہادت کی تلاش میں ہی چلے ہیں۔ خیر یہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا واقعی آپ اپنی بیوی اور بیٹی کو قتل کر دینا چاہتے ہیں"

"یہ کیسے احمقانہ سوال کر رہے ہو؟ میں کیوں اپنی بیوی اور بیٹی کو قتل کرنے لگا"

"تو پھر مناسب ہو گا کہ آپ دریائے توگیلا کے اس پار نہ جائیں بلکہ ڈربن واپس چلے جائیں یا کم سے کم یہیں رک جائیں۔ یہاں آپ بہت حد تک محفوظ ہیں۔ ڈنگان کو جب تک اس لڑکی نوئی کے متعلق معلوم نہ ہو گا تب تک وہ آپ سے کوئی تعرض نہ کرے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے اس فرض کو ترک کر دوں جو خود خدا کی طرف سے میرے سپرد کیا گیا ہے اور جس کی ادائیگی ...... لیکن وہ باتیں کہنے سے کیا فائدہ جنہیں شاید تم نہیں سمجھ سکتے"۔

"بے شک نہیں سمجھتا اور سمجھنا چاہتا بھی نہیں۔ لیکن یہ ضرور سمجھتا ہوں کہ

اگر کسی شخص کی گردن، زندہ شخص کی گردن، مروڑی جاتی ہے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے اسے۔ دیکھئے صاحب۔ اگر آپ کا زولولینڈ میں جانا ایسا ہی ضروری ہے تو آپ اکیلے چلے جائیے۔ اپنی بیوی اور بیٹی کو نہ لے جائیے اپنے ساتھ۔ وہ عورتوں کے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ خصوصاً سفید فام عورتوں کے۔"

"اس کا فیصلہ مجھے نہیں بلکہ میری بیوی اور بیٹی کو کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ میں انھیں جبراً اپنے ساتھ نہ لے جاؤں گا" جوہان نے کہا۔ "لیکن میں سمجھتا کہ میری بیوی اور بیٹی کا ایمان بھی اتنا پختہ ہے جتنا کہ میرا ایمان پختہ ہے۔ انہیں بھی خدا کی ذات پہ اتنا ہی بھروسہ ہے جتنا کہ مجھے۔ وہ بھی قضا و قدر کی اتنی ہی قائل ہیں جتنا کہ میں ہوں۔"

اور اس نے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ جوہان کی آنکھوں میں اس وقت التجا تھی۔

اور آج پہلی دفعہ مسز ڈیو ہمّت ہار گئی۔

"میرے سرتاج!" وہ بولی "اگر آپ میری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ صاحب غلط نہیں کہہ رہے ہیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو مجھے اپنی کوئی پروا نہیں۔ جہاں آپ جائیں گے میں بھی آپ کے ساتھ چلی چلوں گی لیکن خدا نے یہ تو نہیں کہا کہ کھلی آنکھوں کنوئیں میں گر پڑو۔ میں نے آپ کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دیا ہے۔ جو کچھ آپ نے کہا ہے۔ جہاں آپ گئے ہیں میں بھی چلی ہوں ہم اپنے وطن میں مزے میں تھے لیکن آپ افریقہ آگئے تو میں بھی چلی آئی۔ آپ مختلف مقامات میں بھٹکتے رہے تو میں بھی بھٹکتی رہی اور کبھی شکایت نہ کی لیکن اب میں کہتی ہوں کہ آپ کا زولولینڈ میں جانا مناسب نہیں۔ خصوصاً اس لئے کہ آپ کو نہیں اپنا ہی نہیں بلکہ ریچل کا بھی خیال کرنا ہے۔"

"آپ میری فکر نہ کریں" ریچل نے جلدی سے کہا "میرا تو یہ ہے کہ میں ہر جگہ قسمت آزمائی کر لوں گی جیسے آج ہی کر چکی ہوں۔"

"میں تمہاری فکر نہ کروں گی تو اور کون کرے گا بیٹی؟" مسز دیو نے کہا "حالانکہ جانتی ہوں کہ تم زولولینڈ میں ماری نہ جاؤ گی۔ اپنی طبعی عمر پوری کرنا تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے اور یہ —— تم جانتی ہو کہ میں شروع سے کہتی آئی ہوں۔ اس کے باوجود میں تمہاری طرف سے متفکر ہوں اور —— جوہان —— " اس نے روتی اور رحم طلب آواز میں اضافہ کیا۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ تم نے مجھے تھکا مارا ہے؟ تم اتنی بات نہیں سمجھ سکتے کہ میں بوڑھی اور کمزور ہو رہی ہوں۔؟ کیا یہی تمہارا فرض ہے کہ کافروں کو عیسائی بناتے پھرو؟ ہمارا خیال کرنا تمہارا فرض نہیں ہے؟ کیا ہمارے کوئی حقوق نہیں ہیں؟ کیا ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے تمہارے نزدیک؟ ہم پتھر ہیں؟ بے حس ہیں کہ تم ہمیں لڑھکاتے پھرتے ہو؟" مسز دیو کا جوش بڑھتا ہی جا رہا تھا" اگر تمہیں کافروں کا ہی خیال ہے، اگر تم کافروں میں رہنا چاہتے ہو تو زولولینڈ میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں بھی تو کافر ہیں اور بہت ہیں۔ چنانچہ اگر تم واپس جانا نہیں چاہتے تو مستقل طور پر یہیں مقیم ہو جاؤ یہاں ایک گھر بنا لو اپنا کہ مرنے سے پہلے ہمیں کچھ سکون میسر آئے کیونکہ تم جانو اب ہماری موت زیادہ دور نہیں رہ گئی ہے —— وہ بہت قریب آ گئی ہے —— بہت ہی قریب —— اور یہ میں یقین سے کہتی ہوں۔"

اور وہ ایک دم سے پھوٹ پڑی۔

"میری پیاری" جوہان نے کہا "تم اس وقت پریشان ہو گئی ہو۔ آج کے واقعات، زولوؤں کی آمد اور ریچل کی فکر نے تمہیں ذرا اعصابی ہیجان میں

مبتلا کر دیا ہے۔ چنانچہ مناسب ہوگا کہ تم جا کر اب آرام کرو۔ ریچل تم بھی جاؤ۔ میں اسی معاملے کے متعلق مسٹر اشمیل سے گفتگو کرتا ہوں۔ ان صاحب کو شاید خدا نے ہی یہاں بھیجا ہے کہ یہ مجھے مناسب راہ دکھائیں۔ میں بے درد اور خود غرض نہیں ہوں۔ جیسا کہ شاید تم مجھے سمجھ رہی ہو۔ اگر مسٹر اشمیل نے مجھے یقین دلا دیا کہ زولولینڈ میں تمہاری جانوں کو خطرہ لاحق ہے ۔۔۔ مجھے اپنی پروا نہیں ۔۔۔ تو پھر میں زولولینڈ کی سرحد پر اپنا مستقر بنانے کے مسئلے پر غور کروں گا۔ اگر مستقل طور پر نہیں تو چند سال کے لئے سہی۔ اور میں سمجھ لوں گا کہ فی الحال خود خدا نہیں چاہتا کہ ہم زولولینڈ میں داخل ہوں۔ اس کا وقت آئے گا تو پھر ہم زولولینڈ میں بھی داخل ہو جائیں گے۔ اب تم دونوں سو رہو جا کر"۔

چنانچہ مسز دیو اور ریچل وہاں سے اٹھ گئیں۔ لیکن پورے دو گھنٹے تک ریچل اپنے باپ اور اشمیل کو آپس میں باتیں کرتے سنتی رہی اور سوچنے لگی کہ جوہان نے آخرکار کیا فیصلہ کیا؟ وہ دریائے توگیلا کے اس طرف قیام کرنا ہے یا اُس طرف ۔۔۔ ریچل کے لئے کوئی فرق نہ پڑ جانے والا تھا البتہ اپنی ماں کی خاطر وہ چاہتی تھی کہ جوہان اسی جگہ مستقر بنانے کا فیصلہ کرلے جہاں اس وقت ان کا پڑاؤ تھا کیونکہ انگلستان لوٹ جانے کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ رہا ڈربن تو جوہان وہاں کے سفید فاموں سے جھگڑا کر آیا تھا اور اب وہ لوگ ظاہر ہے کہ اسے ڈربن میں قیام کرنے نہ دیں گے۔

دوسرے دن ریچل صبح بیدار ہوئی تو سب سے پہلے اس کی نظر لوئی پر پڑی جو خیمے کے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی اور اپنی ہتھیلیوں کے پیالے میں اپنی

ٹھوڑی ٹکائے خالی خالی نظروں سے ریچل کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ریچل بظاہر سوتی بنی رہی لیکن کنکھیوں سے نوئی کی طرف دیکھتی رہی اور اسے پہلی دفعہ احساس ہوا کہ یہ کافر لڑکی اپنے طور پر کس قدر حسین تھی۔ ہر چند وہ، دوسری کافر عورتوں کے مقابلے میں پست قامت تھی تاہم متناسب الاعضاء تھی۔ اس کی نرم اور چکنی جلد صبح کی روشنی میں تقریباً سفید معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے بال کافی لانبے اور گھنگھریالے تھے اور نوئی نے کافروں کے فیشن کے مطابق بہت سی چوٹیاں نہ گوندھ رکھی تھیں بلکہ اس نے اپنے بال کھلے اور لہراتے چھوڑ دیے تھے۔ اس کے چہرے کے نقوش دل آویز تھے اور بشرے سے زیرکی عیاں تھی۔ پلکیں لانبی تھیں اور آنکھیں تقریباً بیضوی اور بھوری اور ان میں ایسی ملاحت تھی جیسی کہ غزال کی آنکھوں میں ہوتی ہے۔ یقیناً نوئی اپنے طور پر بے حد حسین اور پرکشش تھی اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ وہ کسی بھی افریقی عورت سے مختلف تھی البتہ اس شخص سے ایک حد تک مشابہت رکھتی تھی جس کی لاش کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا تھا کہ یہ اس کا باپ تھا اور جو ہر چند کہ پست قامت اور بونا تھا لیکن مرنے سے پہلے دو زلو سپاہیوں کو قتل کر گیا تھا۔ اور پھر خود بڑے پُر اسرار طور سے مر گیا تھا۔

”نوئی!“ ریچل جب معائنہ کر چکی تو اس نے آہستہ سے آواز دی۔

نوئی بڑی پھرتی سے اٹھی، ریچل کے بستر کے قریب آکر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی بستر سے نیچے لٹکتا ہوا ریچل کا ہاتھ اٹھا کر چوما، اپنے ماتھے سے لگایا اور بڑی نرم آواز میں کہا۔

”انکوسازانہ! میں حاضر ہوں۔“

”نوئی! وہ سفید فام ابنگ ٹِراسور ہا ہے؟“

"نہیں۔ وہ جا چکا۔ پوچھنے سے پہلے ہی وہ اپنے ملازم کو لے کر یہاں سے چلا گیا کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں اب بھی زولو اس کے اور اس کے کرال کے درمیان حائل نہ ہوں۔"

"تم اس سفید فام کے متعلق کچھ جانتی ہو نوئی۔"

"جانتی ہوں انکوسازانہ۔ جانتی ہوں کیونکہ میں اسے زولو لینڈ میں دیکھ چکی ہوں۔ لوگ اسے ابوبوسی (شیر) کہتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ وہ بہادر ہے بلکہ اس لئے کہ وہ شکاری ہے اور رات کے اندھیرے میں حملہ کرتا ہے۔ انکوسازانہ! وہ سفید فام بہت برا ہے۔"

"تو میرا اندازہ غلط نہ تھا" ریچل نے کہا "اور یہ تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہیں کہ وہ بہادر نہیں ہے۔"

خیر!" وہ مسکرائی "شیر کے لباس میں اس لومڑ کے متعلق بہت باتیں ہو چکیں چنانچہ اب تم اپنے متعلق بتاؤ۔ لیکن نیچی آواز میں کیونکہ تم جانو اس خیمے کی دیواریں بہت پتلی ہیں۔"

"خاتون!" نوئی نے کہا "تم سفید فام اور تمہاری روح بھی سفید ہے اور ہمزاد بھی سفید ہے۔ خاتون سنو۔ میں نصف زولو ہوں کیونکہ میرا باپ زولو تھا جو گذشتہ کل جسمانی طور پر مر گیا اور روحوں اور بھولوں کی دنیا میں چلا گیا۔ میرا باپ اس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے جو شمال کی طرف دور، بہت دور آباد ہے۔ یہ قبیلہ چھوٹا ہے مگر طاقتور ہے۔ اس قبیلے کے لوگ بھی چھوٹے یا بونے ہیں لیکن پر قوت ہیں۔ وہ لوگ درختوں کے درمیان رہتے ہیں، درختوں کی پوجا کرتے ہیں اور جب ان کا درخت مرجاتا ہے تو وہ بھی مرجاتے ہیں۔ وہ لوگ خوابوں کے شکاری اور خوابوں کے سوداگر ہیں۔ بونے

ہیں لیکن قبائل ان سے ڈرتے ہیں اور ان کا نام سن کر لرز اٹھتے ہیں۔ ان لوگوں کو سورج کی روشنی سے نفرت ہے چنانچہ وہ ایک گھنے جنگل کے قلب میں رہتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر ان لوگوں سے واقف نہیں ہوں کیونکہ میں نے آج تک انھیں نہیں دیکھا۔ لیکن یہ باتیں اور دوسری بہت سی باتیں، جنھیں میں بیان کرنا نہیں چاہتی، میرے باپ نے مجھے بتائی تھیں۔ میرا باپ اپنی جوانی میں ان لوگوں میں سے نکل کر بھاگ آیا تھا۔"

"کیوں؟" ریچل نے پوچھا کیونکہ لوئی خاموش ہو گئی تھی۔

"یہ تو میں نہیں جانتی خاتون۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ میرا باپ اس قبیلے کا مہنت یا کاہن ہوگا یا ان میں سے ایک ہوگا اور اسے اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہوگا۔"

"کس سلسلے میں؟"

"میرے خیال میں میرا باپ ایک عورت کی محبت میں گرفتار ہو گیا تھا لیکن یہ عورت چونکہ ان لوگوں کی لونڈی تھی اس لئے وہ اس سے شادی نہ کرسکتا تھا۔ غالباً یہ عورت میری ماں تھی ــــ چنانچہ وہ اس عورت کے ساتھ فرار ہو گیا۔ اور زولو لینڈ میں بس گیا آکر۔ شاکا کے زمانے میں میرا باپ ایک زبردست وچ ڈاکٹر تھا لیکن وہ آبا نگو ماسی میں سے نہ تھا۔ یعنی ان وچ ڈاکٹروں میں سے نہ تھا جو جو ساحروں کو سونگھ لیتے ہیں اور نہ ہی ان وچ ڈاکٹروں میں سے تھا جو لوگوں پر موت نازل کرتے اور بادشاہ کے ذریعہ انھیں قتل کروا دیتے ہیں کیونکہ اپنے قبیلے کے ہر فرد کی طرح میرے باپ کو بھی خون خرابے سے نفرت تھی۔ جی نہیں ــــ وہ جڑی بوٹیوں اور ٹونے ٹوٹکوں کا وچ ڈاکٹر تھا۔ وہ بیماروں کا علاج کرتا تھا، جادوگر تھا کہ لوگوں کے بھوت اُتار دیا کرتا تھا، خوابوں کی تعبیر بتایا کرتا تھا، مستقبل کا حال

معلوم کرنے کے لئے خواب بلایا کرتا تھا کہ خوابوں کا شکاری تھا، وہ دانا تھا، وہ بینا تھا اور وہ زیرک تھا۔ اسی کی حکمت اور زیرکی سے شاکا عظیم بنا تھا اور شاکا کے مظالم سے تنگ آکر جب اس نے اپنی حکمت اور دانائی واپس کھینچ لی تو شاکا مر گیا۔"

"خاتون شاکا کی جگہ اب ڈنگان بادشاہ ہے۔ وہی ڈنگان جس نے شاکا کو قتل کیا تھا۔[1] ڈنگان نے شاکا کے تمام مشیروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن میرے باپ کی جان بخشی کر دی۔ حالانکہ وہ بھی شاکا کا ہی مشیر تھا۔ محض اس لئے کہ ڈنگان میرے باپ سے ڈرتا تھا۔ میں اپنی ماں کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ میرے باپ نے زولو رسم کے مطابق دوسری بیویاں کر لی تھیں۔ اس لئے نہیں کہ اسے اپنی ان بیویوں سے محبت تھی بلکہ اس لئے کہ وہ اپنی برتری ظاہر کرنا اور یہ دکھانا چاہتا تھا کہ وہ زولوؤں سے مختلف اور کم رتبہ نہیں ہے۔ چنانچہ میرا باپ عظیم بن گیا اور امیر بن گیا اور امن و سکون سے اپنی زندگی کے دن گزارنے لگا کیونکہ زولو اس سے ڈرتے تھے۔ خاتون! میرے باپ کو مجھ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ چنانچہ اس نے تنہا مجھے ہی اپنی زبان اور اپنا علم سکھایا۔ میں دوائیں بنانے میں اس کی مدد کرتی اور ان خوابوں کی تعبیر معلوم کر لیتی جو میرے باپ کے لئے اُلجھے ہوئے اور مبہم ہوتے اور جن کی تعبیر وہ معلوم نہ کر سکتا۔ میرے باپ کا ورثہ مجھے ملا۔ میرے باپ کا سایہ مجھ پر پڑا۔ کئی نوجوانوں نے مجھ سے شادی کی درخواست کی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ میں شادی کرنا نہیں چاہتی کیونکہ علم سے

---

[1] ملاحظہ ہو ہمارا ناول "خونریز" مطبوعہ نسیم بک ڈپو لکھنؤ۔

(مظہر الحق علوی)

میری شادی ہو چکی"۔

"اور پھر ایک منحوس دن آیا۔ ہم ---- یعنی میں اور میرا باپ جانتے تھے کہ یہ دن آ کر رہے گا۔ میں زولو لینڈ سے بھاگ جانا چاہتی تھی لیکن میرا باپ اپنی دوسری بیویوں کی وجہ سے ایسا نہ کرسکتا تھا۔ میرے علاقے کی کنواریوں کی ڈنگان کے ملاحظے کے لئے، صف آرائی کی گئی اور میں اسے پسند آ گئی کیونکہ میں زولو لڑکیوں سے مختلف ہوں اور پھر ---- تم سمجھ سکتی ہو کہ کیا ہوا ہوگا لیکن میں بچ گئی کیونکہ دوسرے ویچ ڈاکٹروں اور ڈنگان کی بیویوں نے کہا کہ مجھے حرم میں ڈالنا عقلمندی نہیں۔ خصوصاً اس لئے کہ میں بہت سی باتوں سے واقف ہوں اور اسے ایسا زہر پلا سکتی ہوں کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے گا کہ اس کی موت کیسے واقع ہوگئی اور یہ کہ میں اس پر سحر کرسکتی ہوں۔ چنانچہ میں عارضی طور پر بچ گئی۔ لیکن ڈنگان چونکہ مجھے اپنی نہ بنا سکا تھا اور نہ بنا سکتا تھا اس لئے وہ بے چین رہنے لگا اور ہر دم میرے متعلق سوچنے لگا نیتجہ یہ ہوا کہ وہ ہر رات مجھے خواب میں دیکھتا۔ آخرکار اس نے تنگ آ کر میرے باپ سے کہا کہ وہ مجھے ڈنگان کے حضور رسماً اور قانوناً نہیں بلکہ تحفتہً پیش کر دے کیونکہ اس طرح، اس کا خیال تھا، نحوست میرے ساتھ نہ جائے گی اور وہ میرے سحر وغیرہ سے محفوظ رہے گا۔ لیکن اپنے باپ کے سامنے گڑگڑائی کہ وہ مجھے ڈنگان سے محفوظ رکھے کیونکہ مجھے ڈنگان سے نفرت ہے اور میں نے کہا کہ اگر مجھے ڈنگان کے پاس بھیجا گیا تو میں اسے زہر دے دوں گی۔ میرا باپ غور اور توجہ سے میری باتیں سنتا رہا۔ وہ مجھے بہت چاہتا تھا اور میری جدائی اسے گوارہ نہ تھی۔ چنانچہ اس نے ڈنگان کے سامنے انکار کر دیا۔ اب تو ڈنگان کے غصے کا کوئی پادر نہ رہا اور اس نے دوسرے ویچ ڈاکٹروں سے مشورہ طلب کیا لیکن وہ اسے کوئی مناسب مشورہ دے سکے کیونکہ میرے باپ سے ڈرتے

تھے پھر ڈنگان نے اس سفید فام سے مشورہ کیا جس کا نام ہاشمیل اور لقب شیر ہے اور جو اکثر بادشاہ کے کرال میں آیا کرتا ہے۔

"آ۔ ہاں۔" ریچل نے کہا "اب سمجھ میں آیا کہ اشمیل مجھے کیوں یہ مشورہ دیرہا تھا کہ میں تمہیں قتل کر دوں۔"

"سفید فام ہاشمیل، جسے تم نے شیر کے لباس میں لومڑ کہا ہے، ڈنگان کے خوف پر ہنس پڑا اور بولا۔ ڈنگان! تمہیں لڑکی سے نہیں بلکہ اس کے باپ سیاپی سے ڈرنا چاہئے کیونکہ جادوگر لڑکی نہیں اس کا باپ ہے۔ لڑکی کے باپ اور اس کے تمام گھر والوں کو قتل کردو اور لڑکی کو پکڑ کر مزے اڑاؤ۔"

"چنانچہ یوں کہا ہاشمیل نے اور ڈنگان کو اس کا مشورہ بے حد مناسب معلوم ہوا اور اس نے انعام میں ہاشمیل کو ہاتھی دانت اور عورتیں دے دیں جو ہاشمیل نے پسند کی تھیں۔ میرے باپ کو اور مجھے بھی یقین تھا کہ مصیبت آنے والی ہے کیونکہ اس کے متعلق ہم دونوں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ اس کے باوجود ہم دولینڈ سے فرار نہ ہوئے۔ سبب وہی تھا جو بتا چکی ہوں۔ یعنی میرے باپ کی دوسری بیویاں اور اولاد بھی تھی ۔۔۔ یہاں تک کہ بادشاہ کے سپاہی، جو میرے باپ اور اس کے کنبے کو قتل کرنے آئے تھے، ہمارے دروازے پر پہنچ گئے۔ ہم تو اس وقت بھی فرار نہ ہوتے بلکہ میرا باپ اپنے قبیلے کی رسم کے مطابق مرجاتا جیسا کہ آخرکار مرگیا۔"

"یعنی سفید موت؟" ریچل نے پوچھا۔

"ہاں خاتون، سفید موت ۔۔۔ بہر حال ہم صرف اس امید میں فرار ہوئے کہ توگیلا کے دوسری طرف پہنچ کر سفید فاموں میں پہنچ جائیں گے اور وہاں ہمیں پناہ

مل جائے گی۔ ڈنگان کا حکم تھا کہ مجھے قتل نہ کیا جائے بلکہ گرفتار کر کے اسکے حضور پیش کیا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں فرار ہوئی چنانچہ یہی وجہ ہے خاتون آخر تک میں اپنے باپ اور دوسرے لوگوں سے آگے تھی بعد کے واقعات سے تو تم واقف ہی ہو۔ ہاشمیل نے یقیناً تمہیں دیکھ لیا تھا اور اس خیال سے کہ کہیں زولو تمہیں قتل نہ کر دیں۔ وہ تمہیں خبردار کرنے دوڑ آیا تھا اور جب میں مرنے والی تھی ـــــ لیکن سپاہی کے بھالے سے نہیں ـــــ تو تم آگئیں بس۔ میں کہہ چکی"۔

"تم اپنے مردہ باپ کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھی ہوئی تھیں تو اس وقت کیا پیغام ملا تھا تمہیں؟" ریچل نے دوسری دفعہ پوچھا کیونکہ یہ پیغام معلوم کرنے کے لئے وہ بیتاب تھی۔

ایک بار پھر نوئی کے بشرے سے ناقابل فہم جذبات عیاں ہو گئے۔

"انکوسازانہ زولا!" وہ بولی "میں نے کہا نہیں تھا کہ یہ پیغام صرف میرے لئے ہے چنانچہ یہی کچھ بتا نہیں سکتی؟ البتہ یہ سن لو کہ تمہاری، میری اور ایک تیسری ہستی کی قسمتیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں کیونکہ ہماری روحیں بہنیں ہیں جو ماضی میں ساتھ رہی ہیں۔"

"اچھا!" ریچل نے مسکرا کر کہا۔ وہ بچپن سے کافروں میں رہی تھی چنانچہ ان کے اعتقادات سے، جو اکثر اسے احمقانہ معلوم ہوتے تھے، واقف تھی "بہر حال نوئی! تم مجھے پسند ہو اور میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ شاید اس لئے کہ تم یتیم، بے خانماں اور دکھی ہو۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گی کہ اگر تم روحانی طور پر ہی میری بہن بن کر رہنا چاہتی ہو تو پھر مناسب ہوگا کہ جسمانی طور پر تم مجھ سے جدا ہو جاؤ۔ وہ سفید خانم لو مڑ تمہارے راز سے واقف ہے اور

جلد یا بدیر وہ ایک بھالا تمہاری طرف پھینک دے گا۔"

"بے شک" نوئی نے کہا "بے شک۔ بہت سے واقعات ہوں گے۔ ان واقعات کا ہونا یقینی ہے۔ میں رہوں یا چلی جاؤں۔ وہ واقعات ہو کر رہیں گے چنانچہ خاتون! اب تم حکم دو اور میں تعمیل کروں گی۔ کہو! اب میں یہاں رہوں یا چلی جاؤں یا تمہاری نظروں کے سامنے مر جاؤں۔"

"اس کا فیصلہ تم کر لو نوئی" ریچل نے کندھے جھٹک کر کہا۔

"نہیں۔ نہیں خاتون۔ فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔ تم شاید بھول رہی ہو کہ اگر میں یہاں رہی تو شاید تم پر اور تمہارے گھرانے پر تباہی لے آؤں گی۔ تو کیا تم مجھے کوئی حکم نہ دو گی؟۔"

"نوئی! میں کہہ چکی ہوں کہ تمہیں اختیار ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی چنانچہ اب آسمانوں کی روح فیصلہ کرے گی۔ خاتون! اپنے سر کا ایک بال تو مجھے دو۔"

ریچل نے اپنا ایک بال توڑ کر نوئی کو دے دیا۔ نوئی نے بھی اپنے سر سے ایک بال توڑا اور دونوں بال زمین پر رکھ دیئے۔

"دیکھو خاتون" وہ بولی "تمہارے اور میرے بال کی لمبائی برابر ہے باہر ہوا آہستہ آہستہ بہہ رہی ہے۔ چنانچہ اب ذرا خیمے کے دروازے تک چلو اور میں یہ دونوں بال ہوا میں اُچھال دوں گی۔ اگر وہ بال جو کالا ہے، پہلے زمین پر آ جائے گا تو میں یہیں رہوں گی اور اگر یہ دوسرا بال، جو سنہرا ہے، پہلے زمین پر آ گرے گا تو پھر میں اپنا بال "تلاش کرنے" چلی جاؤں گی۔ کہو۔ منظور ہے؟"

"منظور ہے"۔

چنانچہ دونوں لڑکیاں خیمے کے دروازے پر جا کھڑی ہوئیں اور نوئی نے دونوں

بال ہوا میں اُچھال دئے۔ اتفاقاً اس وقت ہوا کا ایک جھونکا آیا جو بالوں کو اوپر اٹھائے گیا۔ بال چالیس فٹ تک اوپر اُٹھتے چلے گئے اور پھر وہ ہوا جو بالوں کو سہارا دئے ہوئے تھی، دفعتہ کمزور پڑ گئی۔ کم سے کم نوئی کے بال کو وہ سہارا نہ دے سکی اور وہ فضا میں تیرتا ہوا نیچے آنے لگا اور پھر دونوں لڑکیوں کے قدموں میں آپڑا۔ لیکن ریچل کا بال، جو شاید ہوا کے گرداب میں پھنس گیا تھا، اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا یہاں تک خلا میں پہنچ کر غائب ہو گیا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ مجھے یہیں رہنا ہے"۔ نوئی نے کہا۔

"ہاں"۔ ریچل نے کہا"۔ اور اس فیصلے سے مجھے بے حد مسرت حاصل ہوئی ہے۔ اب اگر کوئی مصیبت آئی بھی تو اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں بلکہ ہوا پر عائد ہوگی۔ بہر حال اس بال نے فیصلہ کر لیا ہے اور تم نے مجھ سے پیمان وفا باندھ لیا ہے"۔

"ہاں خاتون۔ لیکن وہ ہوا کس نے چلائی تھی جو تمہارا بال اُڑا لے گئی ہے؟"

ریچل نے کندھے جھٹک کے نوئی کے سوال کے جواب میں ایک اور سوال پوچھا۔

"نوئی! ہوا میرے بال کو کہاں لے گئی ہے؟"

"یہ میں نہیں جانتی خاتون۔ شاید میرے باپ کی روح تمہارا بال لے گئی ہے۔ میرے خیال میں وہ شمال کی طرف گیا ہے۔ بہر حال جب میرا بال گر رہا تھا تو تمہارے بال کو جیسے کسی ان دیکھے ہاتھ نے پکڑ لیا اور اوپر گھسیٹ لیا حالانکہ دونوں ساتھ ہی ہوا میں اٹھے تھے۔ وہ شمال کی طرف گیا ہے اور

چاتوں میں سمجھتی ہوں کہ ایک دن تم بھی اسی طرف ، شمال کی طرف جاؤ گی اور اس خطے میں جاؤ گی، جہاں عظیم الشان درخت راتوں کے اندھیرے سے راز و نیاز کی باتیں کرتے ہیں۔"

ساتواں باب

ڈِنگان کے سفیر

چنانچہ یوں ہوا کہ نونی دیو گھرانے کی ایک فرد بن گئی اور اس نے چند در چند وجوہات کی بنا پر اپنا نام بھی تبدیل کر لیا چنانچہ اب وہ " نونہا " کہلاتی تھی۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہوا کہ جوہان نے زولولینڈ جانے کا ارادہ بھی ترک کر دیا اور اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ اسی جگہ مقیم ہو گیا جہاں ان کا پڑاؤ تھا۔ اس خوبصورت جگہ کا نام اس نے " رماہ " رکھا کیونکہ یہ آنسوؤں کی وادی تھی اور اسی جگہ یاپی اور اس کے لوگوں کا قتل عام کیا گیا تھا۔ مسز دیو کے نزدیک یہ نام بڑا ہی منحوس تھا اور یہ بدشگونی تھی لیکن اپنے شوہر کے سامنے اس نے آخرکار ہتھیار ڈال دئے جیسی کہ اس کی عادت تھی۔

ریچل نے کہا کہ " رماہ " نام اچھا تھا اور یہ کہ اس جگہ کا نام کچھ ہی کیوں نہ رکھا جائے اس سے کوئی فرق نہ پڑ جانے والا تھا۔ چنانچہ اس جگہ " رماہ " میں جوہان نے ایک ٹیلے پر، اسی ٹیلے پر جہاں ان کا پڑاؤ تھا، ایک مکان تعمیر کیا یہ مکان اپنے طور پر بہت عمدہ اور خاصا آرام دہ تھا اور اس کی تعمیر میں جوہان کو دقتوں کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ اوّل تو اس لئے کہ ضرورت کی ہر چیز وہاں آسانی سے مل گئی اور دوم اس لئے کہ جوہان تعمیر وغیرہ کے کام میں خاصا ہوشیار تھا ایک راج معمار ناٹال کی طرف سے بھٹکتا ہوا اس طرف آنکلا تھا چنانچہ جوہان نے اسے مناسب اجرت پر رکھ لیا جو قریب سے ہی پتھر کاٹ کر

کرلے آتا تھا۔ دو دوغلی نسل کے بڑھئی بھی مل گئے اور کافر ملازموں نے مکان کی چھت کا کام سنبھال لیا کیونکہ گھاس پھوس کی چھت کافروں سے بہتر اور کوئی نہیں بنا سکتا۔۔ اور پھر جوہان گرجا کی تعمیر میں مصروف ہو گیا یہ گرجا اسی ٹیلے پر بنایا گیا جہاں ریچل اور اسکی ماں نے پہلی دفعہ انشمیں کو دیکھا تھا۔ مکان کی طرح یہ گرجا بھی اپنے طور پر بے حد عمدہ تھا۔ چنانچہ ایک سال کی مشقت کے بعد جب اس کی تعمیر مکمل ہوئی تو جوہان اپنے دل میں فخر کی لہر محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

پرسچ تو یہ ہے کہ افریقہ کے ساحل پر قدم رکھنے کے بعد جوہان اب وہاں، "رماہ" میں، روحانی مسرت محسوس کر رہا تھا کیونکہ اب اسے اپنے خواب کی تعبیر قریب، بہت قریب معلوم ہوتی تھی۔ جو خواب وہ کئی برسوں سے دیکھتا آیا تھا وہ بہت جلد حقیقت بننے والا تھا اور اس کا ثبوت گرجا کے روپ میں سامنے کھڑا تھا۔

تھوڑے ہی عرصے میں رماہ ایک چھوٹا سا کرال بن چکا تھا کیونکہ وہ لوگ، جو ناٹال سے اس وقت نکل بھاگے تھے جب شاکا کی فوجوں نے وہاں کی دیہاتوں میں قتل عام کیا تھا، رماہ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ وہ ایک سفید فام کے سائے میں اپنے آپ کو محفوظ پاتے تھے خصوصاً اس لیے کہ جوہان مذہبی طور پر مجنوں سہی لیکن ویسے ہی بڑا اچھا انسان تھا۔ رہی اس کی تبلیغ تو رماہ میں بسنے والے کافر اس کا ایک لفظ نہ سمجھتے تھے۔ البتہ وہ خاموشی سے جوہان کی تقریریں سنا کرتے اور کہتے کہ یہ رماہ میں بسنے کی قیمت ہے جو بہر حال ادا کرنی ہے۔ یہاں تک تو خیر ٹھیک تھا لیکن جب جوہان نے ان سے کہا کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں نہ کریں اور جن کے پاس زیادہ بیویاں ہوں وہ ایک بیوی رکھ کر دوسری بیویوں کو الگ کر دیں تو کافروں نے اس کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ جوہان نے اصرار کیا اور

کافروں نے انکار۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں بھی جھگڑا شروع ہوگیا۔

چنانچہ کافروں کے اس گناہ کی پاداش میں جوہان نے انھیں رماہ سے نکال دینا چاہا لیکن کافر بغاوت پر آمادہ ہوگئے اور انھوں نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ زمین جوہان کے باپ کی نہ تھی اور یہ انھیں بھی وہاں بسنے کا اتنا ہی حق حاصل تھا جتنا کہ خود جوہان کو، جوہان ان کی اس دلیل کا کوئی جواب نہ دے سکا چنانچہ وہ اس معاملہ میں خاموش ہو رہا البتہ اس امید میں مسلسل وعظ کہتا رہا کہ کبھی نہ کبھی تو ان کے دل پگھل جائیں گے اور وہ ان کے گناہوں کی بیخ کنی کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

"اے سفید فام چیخنے والے! تم ہمارے سامنے تقریر کرتے رہو" کافروں نے کہا "شاید کسی دن تمہاری باتیں ہماری سمجھ میں آجائیں اور ہم بھی تمہاری طرح سوچنے لگ جائیں۔ اس عرصے میں ہمیں سکون سے رہنے کے لئے جگہ اور اطمینان سے سوچنے کے لئے وقت دو۔"

چنانچہ جوہان نے تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور نوزائیدہ بچوں اور بوڑھے کافروں کو، جو بیویاں کرنے کے قابل نہ رہے تھے، بپتسمہ دینے پر اکتفا کی۔ اس کے نزدیک یہ بھی غنیمت تھا اور کافروں کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہ تھا شاکا کی فوجوں کی طوفانی یلغار کے بعد ان بچاروں کو جا کر سکون میسر آیا تھا اور یہ لوگ اب خوش اور مطمئن تھے۔ جوہان نے چند جدید طرز کے ہل بھی افریقہ کے مہذب شہروں سے منگوائے اور رماہ کے کافروں کو ان کا استعمال سکھا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ زرخیز زمین جلد ہی صحیح معنوں میں سونا اگلنے لگی۔ ان کافروں کے گنے چنے مویشی بھی جلد ہی بڑھ کر عمدہ اور بڑے بڑے ریوڑوں میں تبدیل ہوگئے اور مویشیوں کی طرح خود کافروں کی بھی اولاد بڑھنے لگی۔ اس افزائش نسل کا نتیجہ یہ ہوا کہ رماہ کے

باشندے ایک بار پھر ایسے ہی پھل پھول چکے تھے جیسے کہ شاکا کے حملے سے پہلے تھے اور سب سے بڑی اور کافروں کے لئے حیرت کی بات تو یہ تھی کہ "چیخنے والا" ان سے بطور ٹیکس غلہ اور مویشی نہ لیتا تھا۔ البتہ زولوؤں کے بھالوں کا خوف اب تک ان کے دلوں میں جاگزیں تھا کیونکہ اگر شاکا مر چکا تھا تو اس کا بھائی ڈنگان ان کے کرال سے صرف چند میل دور حکمرانی کر رہا تھا۔ ان کے کرال اور ڈنگان کے ملک کے درمیان صرف دریائے توگیلا حائل تھا۔

ادھر ڈنگان نے اس نئے کرال اور چند دوسری باتوں کے متعلق سنا تو اس نے اپنے جاسوس رماہ میں بھیجدئے۔ جاسوسوں نے واپس آ کر ڈنگان سے کہا کہ رماہ میں ایک سفید فام حکیم، اس کی بیوی اور ناٹال کے چند مفرور آباد ہیں لیکن ان جاسوسوں نے اس حسینہ کے متعلق عجیب و غریب کہانیاں سنائیں۔ جس کا نام ایک دیوی کا نام تھا اور جو "چیخنے والے" کی بیٹی کہلاتی تھی۔ اس حسینہ کے متعلق کافروں میں عجیب عجیب افواہیں مشہور تھیں۔ جاسوسوں سے یہ باتیں سنیں تو اب ڈنگان نے ایک وفد رماہ کے "چیخنے والے" کی خدمت میں روانہ کیا۔

اور ان سفیروں نے ڈنگان کا یہ پیغام سنایا:۔

" میں زولوؤں کا بادشاہ ڈنگان ہوں اور یہ میرے الفاظ ہیں جو تم سفیروں کی زبانی سن رہے ہو۔ اے چیخنے والے! ہم نے سنا ہے تم نے ہمارے ملک کی سرحد پر ایک کرال بنایا ہے اور اس کرال میں ان لومڑیوں کے بچوں کو آباد کیا ہے جن کا شکار شاکا نے کر لیا تھا۔ اے چیخنے والے اگر تم نے ہمارے یہاں کے مفروروں کو اپنے یہاں پناہ نہ دی تو ہم تم سے اور تمہارے کرال میں بسنے والے پلوں سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ تم امن میں رہو گے اس کا ہم وعدہ کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے

یہاں کے ایک بھی مفرور کو تم نے پناہ دی تو ہم تمھارا اور تمھارے بچوں کا اور تمھارے کرال کا نام ونشان تک مٹا دیں گے۔

"ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ تمھارے کرال میں ایک بے حد حسین اور سفید فام لڑکی رہتی ہے جو تمھاری بیٹی کہلاتی ہے لیکن جو افریقہ میں انکوسازانہ زولا کے نام سے مشہور ہے ہماری سب سے بڑی دیوی کا یہی نام ہے اور وچ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کی رنگت بھی سفید ہی ہے اور یہ بات ہمیں بڑی عجیب معلوم ہو رہی ہے کہ اس سفید فام خاتون کا" جو تمھاری بیٹی کہلاتی ہے، یہی نام ہے اور یہ نام بڑا ہی محترم اور عظیم۔ ہماری چند "انفانو سیوں" (پیشین گوئی کرنے والیاں) نے اعلان کیا ہے کہ یہ سفید فام حسینہ ہماری وہی دیوی ہے جو مجسم بن کر دنیا میں آئی ہے لیکن یہ بات ہمارے گلے سے نہیں اترتی چنانچہ ہم اس حسینہ کو اپنے کرال میں آنے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ خود ہم اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کوئی فیصلہ کر سکیں اور ہم اپنے اجداد کی روحوں کی قسم کھاتے ہیں کہ اس حسینہ کا اس وقت، جب وہ ہمارے کرال میں آئے گی، اور بعد میں بھی، کوئی بال بیکانہ کر سکے گا ہاں زندہ محفوظ ہوگی۔ ہاں۔ اسے کوئی گزند نہ پہنچے گا۔ اگر کسی نے اسے انگلی بھی لگائی تو وہ گستاخ اور اس کا پورا کنبہ قتل کر دیا جائے گا۔ ہم نے سنا ہے کہ بچپن سے ہی اس حسینہ کا یہی مقدس نام ہے چنانچہ اسی نام کی وجہ سے زولوؤں کا پورا علاقہ اس کا کرال ہے۔ اور تمام زولو اس کے خدمتگار ہیں۔ ہاں۔ اس کے اسی مقدس نام کی وجہ سے ہم اسے زولوؤں کی زندگی اور موت پر اختیار دیتے ہیں۔ جہاں تک ہمارا حکم چلتا ہے وہاں تک اس کا حکم بھی چلے گا۔ اس کے ایک اشارے پر گنہگار کی جاں بخشی کر دی جائے گی اور ایک اشارے پر بے گناہ کی جان لے لی جائے گی پھر وہ شخص ہمارا درباری اور مشیر ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ہم تحفے اور چڑھاوے کے طور پر اس عظیم اور مقدس نام والی کی خدمت میں خاص شاہی اصطبل کی بارہ گائیں، ایک بیل اور ایک

سانڈ بھیج رہے ہیں۔ یہ سانڈ سواری کے لئے سدھایا گیا ہے۔ یہ گائیں، یہ بیل اور یہ سانڈ بھی دودھ کی طرح سفید ہے۔ جب یہ عظیم اور مقدس نام والی حسینہ ہمارے پاس آئے تو اسی سفید سانڈ پر سوار ہو کر آئے اور اکیلی آئے۔ یعنی کوئی مرد نہ ہو اس کے ساتھ کیونکہ اس نام والی کی خدمت میں صرف زولو ہی کر سکتے ہیں کہ یہ ان کا حق ہے۔ بس ہم کہہ چکے ہیں۔ ہماری اس حسینہ سے، جو زولوؤں کی شہزادی ہے درخواست ہے کہ وہ ہمارے سفیر کے سامنے آ کر یہ تحائف قبول کرے کہ ہمارے سفیر اس عظیم نام والی کو مجسم دیکھ سکیں اور اس کے متعلق ہمیں بتا سکیں۔"

ڈنگان کے سفیروں نے اپنے بادشاہ کا یہ پیغام جوہان کے سامنے لفظ بلفظ دہرایا ہے تو اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔ جوہان نے یہ پیغام سنا تو وہ سفیروں کو کوئی جواب دئے بغیر سیدھا ریچل کے پاس پہنچا اور اسے ڈنگان نے سنا دیا۔ کیونکہ جوہان بے حد پریشان تھا اور نہ جانتا تھا کہ سفیروں کو کیا جواب دے۔

ریچل بھی گھبرا گئی چنانچہ نوئی سے مشورہ طلب کیا۔ یہاں ہم یہ بتا دیں کہ سفیروں کے آتے ہی نوئی کو ایک جگہ چھپا دیا گیا تھا کہ مبادا سفیروں میں سے کوئی اسے دیکھ اور پہچان لے۔

"خاتون! ڈنگان کے سفیروں کے سامنے جاؤ، ضرور جاؤ اور ان سے گفتگو کرو" نوئی نے کہا "زولوؤں پر اختیار حاصل کرنا ان کے درمیان ایک خاص مقام حاصل کرنا بڑی مفید چیز ہے اور بڑی بات ہے۔ چنانچہ ان سے تم اکیلی جا کر گفتگو کرو۔ اور آہستہ سے، نیچی اور نرم آواز میں بولنا اور کہنا کہ ایک دن تم بادشاہ کے کرال میں جاؤ گی۔ خاتون! میرے مشورے پر عمل کرو کیونکہ میں زولوؤں میں رہی ہوں اور ان سے واقف ہوں"۔

چنانچہ پورے معاملے کی نوعیت اپنے والد کے ذہن نشین کرا کر ریچل نے

زولوؤں کو مرعوب کرنے کی غرض سے، کندھے پر سفید شال اس طرح ڈال لی جس طرح نوئی نے اسے بتایا تھا، پھر اپنے بولنے اور سنہرے بال اس نے کھول کر بکھرا دئے اور اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹا اور ہلکا بھالا لے کر وہ ڈنگان کے سفیروں سے ملنے چلی۔ ڈنگان کے یہ سفیر تعداد میں چھ تھے اور وہ لوگ ان کے علاوہ تھے جو تحفے کے مویشیوں کو ہنکاتے لائے تھے۔ یہ لوگ اس کرال میں ٹھہرے ہوئے تھے جو گویا مہمان خانہ تھا۔ اس کرال یہ مہمان خانے کے عین دروازے کے سامنے ایک بڑا سا پتھر پڑا ہوا تھا۔ ریچل اس پتھر پر اس طرح جا کھڑی ہوئی کہ کسی نے اسے وہاں جاتے اور پتھر پر چڑھتے نہ دیکھا۔ وہ اس پتھر پر منتظر کھڑی رہی یہاں تک کہ بادلوں میں سے چاند نکل آیا اور اس کی روشنی میں ریچل کی وہ شال، جو اس نے لبادے کے طور پر اپنے کندھوں پر ڈال رکھی تھی، چاندی کی طرح جگمگا اٹھی۔ یکایک ان سفیروں کی، جو صحن میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور نسوار سونگھ رہے تھے، نگاہیں اوپر کی طرف اٹھ گئیں اور انھوں نے ریچل کو اس بلند اور کالے پتھر پر کھڑے دیکھا۔

"انکوسا زانہ زولا"، ان میں سے ایک نے کہا اور ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

بقیہ سفیر بھی ایک دم سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دیکھا کہ ایک بے حد حسین اور پراسرار لڑکی ایک کالی چٹان پر خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ سفیروں کے داہنے ہاتھ، جن میں بھالے تھے، بے اختیار اوپر اٹھ گئے اور انھوں نے اس لڑکی کو وہ سلامی دی جو پہلے کبھی کسی عورت کو نہ دی گئی تھی۔ شاہی سلام جو صرف بادشاہوں کو کیا جاتا تھا۔

"بائیتی!" وہ چلائے "بائیتی"۔

اور پھر وہ خاموش کھڑے رہ گئے۔

"میں نے سنا اے لوگو۔ میں نے سنا" ریچل نے زدلوزبان میں کہا۔ وہ یہ زبان اپنی مادری زبان کی طرح روانی سے بول لیتی تھی" اے شاد ڈنگان کی زبانو! مجھ سے کہا گیا تھا کہ تم مجھے دیکھنا چاہتے ہو۔ اور دیکھو میں آگئی۔ اے ڈنگان کے سفیرو! کیا چاہتے ہو تم انکوساز نہ زولا سے۔"

اور اب ایک شخص آگے آیا۔ یہ سفیروں کا ترجمان تھا۔ یہ شخص ادرسوکھا مارا تھا اور اس کا ایک ہاتھ بالکل خشک اور بے جان تھا۔ وہ چند ثانیوں تک ریچل کی طرف غور سے دیکھتا رہا اور ایک بار پھر اس نے اپنا سالم ہاتھ اٹھا کر ریچل کو سلام کیا۔

"خاتون!" اس نے بڑی نرمی اور انکساری سے کہا "اے عظیم روح والی! ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تمھیں یہ عظیم اور مقدس نام کب اور کیسے ملا؟"

"سنو! جب میں بچّی تھی تو مجھے یہ نام دیا گیا تھا" ریچل نے کہا "اور اب یہ سنو کہ یہ نام مجھے کیوں دیا گیا۔ ایک طوفانی اور اندھیری رات میں بجلی چمک رہی تھی اور بجلیاں کڑک کر گرتیں لیکن مجھے جلا نہ سکتیں اور لوٹ جاتیں، دریا چڑھا ہوا تھا اور غصّے سے کف در دہن تھا۔ لیکن اس کا پانی مجھے غرق نہ کرسکا اور اس لئے مجھے یہ نام دیا گیا کہ شیر میرے ساتھ سورہے تھے لیکن مجھے گزند نہ پہنچا سکے۔ اے سفیرو! یہ نام مجھے آسمانوں سے ملا ہے اور آسمان میرے دوست ہیں۔ بس۔ اب میں نہیں جانتی کہ میرا یہ نام مجھے کیسے ملا۔

"یہ کہانی ہم سن چکے ہیں" بوڑھے نے کہا اور یقیناً یہ کہانی انھوں نے بڑے مبالغے کے ساتھ سنی تھی" اور ہم اس پر یقین رکھتے ہیں اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ یہ نام تمھیں آسمانوں نے دیا ہے اور یہ نام آسمانوں کا ہے اور اس عظیم روح کا ہے جو آسمانوں کی ملکہ اور ہماری دیوی ہے۔ اس عظیم روح کو میں دیکھ چکا ہوں اور

اے انگوسازانہ زولادہ روح ۔ ہماری وہ دیوی ہو۔ ہو تمہاری طرح ہی تھی۔"

"بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن اے ڈنگان کی زبان! میں روح نہیں ایک عورت ہوں"۔

"ہاں ۔ لیکن ہر عورت میں ایک روح ہوتی ہے ۔ کم سے کم ہمارا تو یہی عقیدہ ہے ۔ چنانچہ تم میں بھی ایک روح ہے اور یہ روح عظیم ہے کیونکہ ہم نے ایسا ہی سنا ہے ۔ چنانچہ تمہارے کانوں کے لئے اور تمہارے لئے ہم ڈنگان کا یہ پیغام دہرا رہے ہیں اور یہ پیغام ہم اسے سنا چکے ہیں جو اپنے آپ کو تمہارا باپ سمجھتا ہے ۔ راستے تمہارے لئے کھلے ہیں، مویشی تمہارے ہیں اور ثبوت کے طور پر ہم چند مویشی تمہارے حضور پیش کرتے ہیں ۔ انسانوں کی زندگیاں تمہارے اختیار میں ہیں ۔ چنانچہ اگر چاہو تو اسی وقت حکم دو کہ ہم لوگوں میں سے کس کی زندگی کا چراغ بجھا دیا جائے ۔ حکم دو کہ اسے تمہاری نظروں کے سامنے قتل کر دیا جائے ۔ حکم دو کہ وہ آج آخری دفعہ چاند کو دیکھ لے"۔

"میں نے سنا ۔ لیکن میں ان لوگوں کی زندگی لینا نہیں چاہتی جو اچھے اور وفادار ہیں ۔ میں اس تحفے کے لئے بادشاہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور میری نیک تمنائیں ان کے ساتھ ہیں ۔ میں یاد رکھوں گی کہ زندگی اور موت پر مجھے اختیار دیا گیا ہے ۔ میرے یہ الفاظ بادشاہ تک پہنچا دینا"۔

"پہنچا دیے جائیں گے ۔ لیکن خاتون! کیا تم بادشاہ کے پاس نہ آؤ گی؟ بادشاہ نے تمہیں مدعو کیا ہے ۔ دریا کے کنارے پر ایک رجمنٹ تمہارے استقبال کو موجود ہو گی اور تمہیں بادشاہ تک پہنچا دے گی ۔ تم محفوظ رہو گی جب آؤ گی اور بحفاظت واپس پہنچا دی جاؤ گی اور جو مانگو گی ملے گا اور جو چاہو گی حاصل کر لو گی ۔"

"اس وقت نہیں۔ ہاں۔ اس وقت نہیں۔ البتہ ایک دن شاید میں آؤں گی۔ بس۔ میں کہہ چکی"۔

عین اسی وقت ایک بادل نے چاند کو اپنی آغوش میں لے لیا اور جب بادل ہٹا ہے تو ریچل وہاں نہ تھی۔ ہاں۔ وہ اس پتھر پر کھڑی ہوئی نہ تھی۔ ڈنگان کے سفیروں نے جب دیکھا کہ ریچل جا چکی ہے تو انھوں نے اپنے بھالے اور چٹائیاں اٹھائیں اور اسی وقت بڑی تیزی سے زولولینڈ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ریچل پڑاؤ میں پہنچی تو اس نے ہنس ہنس کر پوری کہانی اپنے والدین کو سنا دی۔ دونوں غور اور توجہ سے سنتے رہے۔

"یہ تم نے اچھا نہ کیا بیٹی" جب وہ خاموش ہوئی تو جوہان نے کہا "یہ بیوقوف اور توہم پرست کافر حقیقت میں تمہیں کوئی غیر ارضی ہستی سمجھ لیں گے"۔

"تو سمجھنے دیجیے کیونکہ اس سے کسی کو کوئی نقصان ظاہر ہے کہ نہ پہنچ جائے گا" ریچل نے جواب دیا "اور ان لوگوں میں موت و زیست پر اختیارات حاصل کر لینا بڑی بات ہے اور یہ اختیارات مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں بشرطیکہ یہ محض منہ زبانی ہی نہ ہو۔ یعنی حقیقت میں مجھے یہ اختیارات دئے گئے ہوں۔ اچھا ممی اب آسمانوں کی ملکہ جا کر کھانا لگاتی ہے کیونکہ نوئی ـــ میرا مطلب ہے نونما آج چھٹی پر ہے۔"

بعد میں ریچل نے نوئی سے پوچھا کہ وہ خشک ہاتھ والا بوڑھا کون تھا جو ڈنگان کی زبان کی خدمات انجام دے رہا تھا۔

"اس کا نام موپو ہے۔ موپو یا امبوپو" نوئی نے جواب دیا "زولا! یہ وہی شخص ہے جس نے شاکا کو قتل کر دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں صرف موپو ہی وہ

شخص ہے جس نے عظیم سفید روح کو دیکھا ہے۔ میرے باپ نے مجھے بتایا تھا کہ موپو نے اپنی زندگی میں ایک دفعہ نہیں بلکہ تین دفعہ سفید روح کو دیکھا ہے اور اسی لئے ڈنگان نے اسے' موپو کو ' یہاں بھیجا تھا کہ وہ تمھیں دیکھ کر معلوم کرے کہ تم عظیم روح ہو یا نہیں"۔

اور پھر لوئی نے موپو اور شاکا کی موت کی عجیب وغریب داستان ریچل کو سنادی۔[1]

چنانچہ یہ ریچل کی زولوؤں سے پہلی ملاقات تھی اور یوں وہ ان سے متعارف ہوئی اور اس وقت ریچل نے اپنی خداداد قابلیت کی وجہ سے زولوؤں پر اپنا سکہ تقریباً بٹھا دیا۔

ڈنگان کا وفد آیا اور چلا گیا اور اس واقعہ کو پڑاؤ والوں نے بھلا دیا کم سے کم یہ واقعہ انھیں اس وقت یاد نہ آیا جبتک کہ ایک دوسرا واقعہ نہ ہو گیا البتہ ریچل کو غور کرنے کے لئے ایک دلچسپ موضوع مل گیا اور وہ سوچتی رہی کہ اس کے افریقی نام نے یک بیک زولوں میں اتنی شہرت کس طرح حاصل کرلی اور اتنی اہمیت کس طرح مل گئی کہ زولوؤں کا بادشاہ ڈنگان نے تحائف کے ساتھ ایک وفد اس کی خدمت میں بھیجدیا؟ بہت جلد یہ عقدہ کھل گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ اشمیں کی کارستانی تھی۔ وہ افریقہ کے جنگلوں اور وحشیوں میں اتنے عرصے تک رہا تھا کہ وہ خود بھی ان کی طرح توہم پرست بن گیا تھا اور انہی کی طرح سوچنے لگا تھا۔

---

[1] اگر آپ بھی یہ حیرت انگیز اور سنسنی خیز داستان پڑھنا چاہتے ہوں تو ملاحظہ کیجئے ہمارا ناول "خونریز" مطبوعہ نسیم بک ڈپو لکھنؤ۔

(منظر الحق علوی)

رحشیوں کی طرح اشمیں کو بھی یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوئی تھی کہ ریچل کا افریقی نام وہ نام تھا جو دراصل زولوؤں کی سب سے بڑی دیوی کا لقب تھا۔ یہاں تک تو خیر ٹھیک تھا لیکن ریچل نے نوٹی کو بچانے میں اور اس سپاہی کو، جو نوٹی کا تعاقب کر رہا تھا، گولی مار کر جس بہادری اور نڈر پن کا مظاہرہ کیا تھا اس نے اشمیل کو اور بھی حیرت زدہ کردیا اور یہ یاد کر کے کہ اس وقت وہ خود فرار ہو گیا تھا اس نے ریچل کو دل ہی دل میں فوق البشر تسلیم کر لیا۔ بیشک اس نے اپنے فرار اور زولو سپاہی کے قتل کے متعلق کسی سے کچھ نہ کہا تھا کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں اسے بھی ریچل کے اس عمل میں شریک نہ سمجھ لیا جائے البتہ اس نے ڈنگان اور اس کے مشیروں کو یہ ضرور یقین دلا دیا کہ ریچل دراصل ایک سفید فام کاہنہ ہے اور یہ کہ اس کے لقب سے پتہ چلتا ہے کہ زولو قبیلے کی قسمت اسی لڑکی سے وابستہ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈنگان نے موپو کی سرکردگی میں ایک وفد ریچل کی خدمت میں روانہ کر دیا اور موپو وہ شخص تھا جس نے عظیم روح " انکوسازانہ زولا" کو دیکھا تھا اور وہ اس دیوی کو پہچانتا تھا۔

اشمیں جب ہاتھیوں وغیرہ کے شکار پر نہ گیا ہوا ہوتا تو وہ اکثر وبیشتر راہ میں آیا کرتا ریچل نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ اشمیں کے یہ ہیرے پھیرے بے مقصد نہ تھے۔ ریچل کو تقریباً شروع سے ہی شک ہو چلا تھا کہ یہ سفید فام، جس کا نام اشمیل تھا اور جس سے ریچل کو گھن آتی تھی حالانکہ وہ خاصا قبول صورت تھا رفتہ رفتہ اس کی محبت میں گرفتار ہو رہا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے کوئی ایسی بات نہ کہی تھی جس میں محبت کا اظہار ہوتا البتہ اس کی ایک ایک حرکت اس کے دل کی بات کہہ جاتی تھی۔ مثال کے طور پر جب وہ پڑاؤ میں آتا تو کھال کا لباس پہنے ہوئے نہ ہوتا۔ پتلون تو بے شک زبرا کی کھال کی ہی ہوتی لیکن ساتھ ہی وہ کوٹ اور قمیص پہنے ہوئے ہوتا جو اس نے ڈربن سے منگوالی تھی۔ پھر وہ ننگے سر بھی

نہ ہوتا بلکہ اپنے سر پر چوڑے پچھے والی ہیٹ دھرے ہوئے ہوتا جس میں شتر مرغ کا ایک پر لگا ہوا تھا۔ ریچل کو یہ ہیٹ اس کی پتلون سے زیادہ مضحکہ خیز معلوم ہوتی اس کے علاوہ وہ وقتاً فوقتاً شکار کا گوشت، عمدہ کھالیں اور نایاب قسم کی روئیں دار قالین تحفتہً بھجوایا کرتا تھا اور ملازم کو یہ خاص ہدایت دی جاتی تھی کہ وہ یہ تحائف کسی اور کے نہیں بلکہ ریچل کے ہاتھ میں دے۔ ریچل کو تحائف کی اس بھرمار کا مطلب سمجھتے دیر نہ لگی۔ جوہان نے ان تحائف کو اشمیل کے خلوص اور نیک دلی سے منسوب کیا البتہ مسز ڈیو نے اس کے ان تحائف کا مطلب سمجھ لیا۔ اور وہ ریچل کو اس شخص سے محفوظ رکھنے کی تدابیر سوچنے لگی۔ جوہان کا خیال تھا، بلکہ اسے یقین تھا کہ یہ شخص صرف اس کی، جوہان کی دوستی کا خواہاں ہے اور اس معاملے میں خود اشمیل بھی بڑی عیاری سے کام لے رہا تھا اور وہ ہمارے سادہ لوح مبلغ کو یقین دلا رہا تھا کہ اسے روحانی سکون کی ضرورت ہے اور یہ کہ یہ سکون حاصل کرنے کی ترکیب یا طریقہ اسے جوہان ہی بتا سکتا ہے۔ مسز ڈیو نے جب اپنے شوہر کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی اور اس سے کہا کہ وہ اشمیل کو غلط سمجھ رہا ہے اور یہ کہ وہ خود یعنی مسز ڈیو اس شخص کی طرف سے مطمئن نہیں ہے تو جوہان نے جواب دیا کہ ایک گنہگار کو سیدھی راہ پر لانا اس کا فرض ہے اور یہ کہ وہ اس معاملے میں کسی بھی قسم کی بحث کرنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ مسز ڈیو خاموش ہو رہی اور اشمیل پڑاؤ میں آتا رہا۔

ریچل بہر حال اس سے کتراتی اور اپنے آپ کو اس سے بچانے کی کوشش کرتی رہتی۔ اس لئے نوٹی کو ہدایت کر دی کہ وہ خود بھی، اور کافروں کے ذریعے بھی اشمیل پر نظر رکھے اور اس کی حرکتوں اور ارادوں سے ریچل کو باخبر کرتی رہے۔ چنانچہ نوٹی اور اس کی ہدایت سے کافر بھی گویا پہرہ دیتے رہتے اور اشمیل کو دور سے آتا دیکھ کر ریچل کو خبر کر دیتے اور ریچل مستقر سے نکل کر سمندر کی طرف یا جنگل میں چلی جاتی

اور اس وقت تک واپس نہ آتی جب تک اشمیل پڑاؤ میں سے رخصت نہ ہو جاتا۔ لیکن اگر کبھی اسے مستقر میں سے نکلنے کا موقع نہ ملتا اور اشمیل آجاتا تو ریچل نوئی کو اپنے قریب سے ہٹنے نہ دیتی اور جلد ہی کسی بہانے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آتی۔

ریچل کی اس خود حفاظتی تدبیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشمیل نوئی سے اتنی ہی نفرت کرنے لگا جتنی نفرت نوئی کو خود اس سے تھی۔ اشمیل نے اندازاً معلوم کر لیا کہ یہ افریقی لڑکی اس کے بہت سے رازوں سے واقف ہے، مثلاً اسے معلوم ہے کہ یہ اشمیل ہی تھا۔ جس نے ڈنگان کو نوئی کو پورے خاندان اور کرال والوں کو قتل کا مشورہ دیا تھا اور یہ بھی مشورہ دیا تھا کہ اس کے بعد ڈنگان جبراً اس لڑکی کو حرم میں ڈال لے۔ ہر چند کہ نوئی نے اس کے متعلق کچھ نہ کہا تھا تاہم اشمیل کو شک ہو گیا تھا کہ نوئی اس کے متعلق ریچل کو سب کچھ بتا چکی تھی۔ اس کے علاوہ یہی وہ لڑکی تھی جو کباب میں ہڈی بنی ہوئی تھی اور اسے کبھی ریچل کے ساتھ تنہائی میں ملنے کا موقع نہ دیتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ نوئی سے ڈرنے بھی لگا تھا۔ چنانچہ اس نے اس افریقی لڑکی سے سخت انتقام لینے کا ارادہ کر لیا لیکن اب تک اپنے اس ارادے کو جامۂ عمل پہنانے کا موقع نہ ملا تھا۔ اس کا ایک اشارہ کافی تھا۔ ڈنگان کو صرف یہ اطلاع دینی تھی کہ نوئی زندہ ہے اور مستقر میں ہے اور پھر ڈنگان کے آدمی مستقر میں گھس کر اس لڑکی کو یا تو قتل کر دیں گے یا پکڑ لے جائیں گے لیکن اگر ایسا ہوا تو مستقر میں خود اس کا آنا جانا بند ہو جائے گا کیونکہ جوہان، اس کی بیوی ایکلیا اور کافر بلانے موں کو بھی اس لڑکی سے کافی اُنسیت ہو گئی تھی۔ اور اشمیل یہ چاہتا نہ تھا کہ مستقر کے دروازے اس کے لئے ہمیشہ بند ہو جائیں۔ چنانچہ وہ فی الحال خاموش رہا اور اس کا غصہ اندر ہی اندر اُبلتا رہا۔

اس عرصے میں اس کے جذبات شدت سے بھڑکتے اور اس کے دل و دماغ

کو جلاتے اور خود اسے بیتاب رکھتے رہے یہاں تک کہ اسے یہ موقع مل گیا جس کی اسے تلاش تھی اور جس کا وہ اس قدر بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

اشمیل کو یہ تو معلوم ہو ہی چکا تھا کہ اسے دور سے آتا دیکھ کر ریچل مستقر میں سے کھسک جاتی ہے چنانچہ ایک دن وہ مستقر سے کچھ دور نمودار ہوا، تھوڑی دیر تک اسی جگہ اپنے گھوڑے کو روکے رکھا اور پھر مستقر میں جانے کے بجائے اسکے پچھواڑے جا کر جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں چھپ گیا اور وہاں سے وہ مستقر اور اس کے اردگرد کے منظر کو دور دور تک دیکھ سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ریچل مستقر میں سے نکل کر تیزی سے سمندر کی طرف جاتی نظر آئی۔ وہ اکیلی تھی کیونکہ وہ اس قدر عجلت میں تھی کہ کوئی کا انتظار ایک منٹ بھی نہ کر سکتی تھی۔ وہ اسی راستے سے ساحل کی طرف جا رہی تھی جس طرف وہ دریا پڑتا تھا جس میں مگرمچھ کثرت سے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اشمیل بھی اپنی کمین گاہ سے نکل کر اس کے پیچھے چل دیا۔ کچھ دور پہنچ کر وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنا گھوڑا وہیں چھوڑ کر سمندر کے کنارے پہنچ کر دیکھا کہ ریچل ایک پتھر پر اور تالاب کے کنارے بیٹھی ہوئی تھی جس میں اس نے قتل عام کی صبح غسل کیا تھا۔

اشمیل نے نرم چرمی جوتے پہن رکھے تھے، پھر وہ ریت پر، بڑی احتیاط سے چل رہا تھا۔ چنانچہ ریچل اس وقت تک اشمیل کی آمد سے بے خبر رہی جبتک کہ اس کا طویل سایہ اس پر، ریچل پر نہ پڑا۔ وہ اچھل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اشمیل سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا اور اپنی ہیٹ ہاتھ میں لئے اس کے سامنے جھک رہا تھا۔ ریچل کا جی چاہا کہ وہ بھاگ جائے لیکن پھر سنبھل کر اس نے بڑے دوستانہ انداز میں اس کے سلام کا جواب دیا اور پوچھا:

"ارے مسٹر اشمیل! یہاں کیا کر رہے ہو اس وقت؟ شکار؟"

"ہاں۔ شکار ہی کر رہا ہوں بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ شکار کا تعاقب کر رہا تھا۔ بڑا طویل تعاقب تھا یہ۔ بہرحال شکر ہے کہ میں نے تمہیں پکڑ لیا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ میں کوئی جنگلی جانور تو ہوں نہیں کہ......" ریچل نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں۔ تم کسی بھی جنگلی جانور سے زیادہ حسین اور خطرناک ہو ریچل۔"

ریچل نے اشمیل کی طرف دیکھا اور پھر بولی:۔

"میں گھر جا رہی ہوں۔"

اور وہ اس تنگ درّے کی طرف بڑھی جو باہر نکلنے کا واحد راستہ تھا۔ لیکن اشمیل اپنی دونوں ٹانگیں اور ہاتھ پھیلا کر اور ریچل کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

"نہیں۔ تم نہیں جا سکتیں ریچل۔ پہلے میری بات سن لو۔ میں وہ بات کہنے آیا ہوں جو ایک عرصے سے کہنا چاہتا تھا موقع نہ ملتا تھا۔ ریچل میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم سے شادی کی درخواست کر رہا ہوں۔"

"اچھا!" ریچل نے کہا" اس کا چہرہ جذبات سے عاری تھا" لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے مسٹر اشمیل؟۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟۔"

"میں نے سنا ہے کہ تمہاری شادی ہو چکی ہے۔ ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ اور تمہاری ایک نہیں کئی بیویاں ہیں"۔

"کس نے کہا یہ تم سے؟" اشمیل نے غصّے سے پھنکار کر پوچھا اور پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے بولا "ہُم ——— سمجھا ——— اس اُلّو کی پٹھی نوئی نے کہا ہو گا۔"

"اپنی زبان کو لگام دیجئے مسٹر اشمیل ——— نوئی میری سہیلی ہے۔"

"تو پھر تمہاری سہیلی جھوٹی ہے۔ وہ عورتیں میری خادمائیں ہیں۔"

"تمہاری ماں ہوں یا بیویاں اس سے مجھے کیا؟ اور یہ تمہارے ذاتی معاملات ہیں جن سے مجھے نہ کوئی دلچسپی ہے اور نہ واسطہ۔ اب مناسب ہوگا کہ ہم یہ بحث ختم کر دیں کیونکہ......"

"نہیں" اسٹمیل چیخا "میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے اور میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری مرضی ہو یا نہ ہو بہر حال میں تمہیں اپنی بنا کر رہوں گا اس لئے مناسب ہوگا کہ تم اپنی مرضی اور خوشی سے میری بن جاؤ۔ ریچل میں ایک عمدہ شوہر ثابت ہوں گا اور پھر میں امیر ہوں۔ بہت زیادہ امیر ہوں۔ چنانچہ اگر تم کہو گی تو ہم اس منحوس ملک سے چلے جائیں گے تم جہاں جانا چاہو گی۔ میں تمہیں لے جاؤں گا۔ میں امیر ہوں اور شریف بھی۔ میرے ہزاروں مویشی ہیں اور بہت سا روپیہ ہے میرے پاس۔ نقد روپیہ جو میں نے ہاتھی دانت کی تجارت کر کے جمع کیا ہے۔ میں تمہیں وحشیوں اور جنگلوں میں سے نکال کر انگلستان لے جاؤں گا اور وہاں تم اس شان سے رہو گی کہ شہزادیاں بھی رشک کریں۔"

"اس پیش کش کا شکریہ۔ لیکن مجھے وحشی اور جنگلی پسند ہیں جس طرح اب تک تمہیں پسند رہے ہیں اور ——— نہیں ——— آگے نہ بڑھو ——— خبردار مجھے انگلی بھی لگائی تو ——— یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میں اپنا بچاؤ کر سکتی ہوں۔"

اور اس نے کنکھیوں سے اس پستول کی طرف دیکھا جو ہر دم اس کی پیٹی میں اڑسا رہتا تھا"۔ میں تم سے نہیں ڈرتی مسٹر اسٹمیل۔ البتہ تم مجھ سے ڈرتے ہو۔"

"شاید" اس نے اعتراف کیا "زولو شاید یہ سچ کہتے ہیں۔ تم ٹاگیٹی ہو یعنی ساحرہ۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم مجھے یوں پاگل نہ کر دیتیں۔ میرے دن کا چین اور راتوں کی نیند حرام کر دی ہے۔ ریچل ——— ریچل ——— غصہ نہ نہ کرو ——— رحم کرو میرے حال پر ——— ایک لفظ ——— صرف ایک لفظ

کمند جس سے میری امید بندھ جائے۔ میرا ماضی بڑا ہی قابل اعتراض رہا ہے اور اس کا مجھے احساس ہے۔ لیکن عیسائی بن جاؤں گا۔ لیکن اگر تم نے انکار کر دیا، اگر تم نے واپس جہنم میں ڈھکیل دیا تو ریچل تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ میں کیا اور کتنا بُرا بن سکتا ہوں۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم کیا ہو اور یہی میرے لئے کافی ہے۔ میں نہ تو بے رحم ہوں اور نہ ہی کوئی ایسی بات کہنا چاہتی ہوں جس سے تمہارا دل دکھ جائے اس لئے براہِ کرم یہاں سے چلے جاؤ اور آئندہ کبھی مجھ سے ایسی باتیں کہنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ محض بیکار ہے۔ مسٹر اشمیل! میں کبھی تم سے شادی نہ کروں گی۔ کبھی نہیں"۔

"تو پھر تمہیں کسی اور سے محبت ہے؟"۔ اشمیل نے پھٹی ہوئی آواز میں پوچھا۔

اشمیل کے اس غیر متوقع سوال نے ریچل کو چونکا دیا اور اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔

"ان جنگلوں میں میں کس سے محبت کر سکتی ہوں۔ الا یہ کہ وہ ایک خواب ہو"

"خواب! تمہارا مطلب ہے کسی مرد کا خواب؟ چنانچہ مناسب ہوگا کہ وہ میرے سامنے نہ آئے مبادا وہ انسان سے تبدیل ہو کر روح بن جائے۔ خدا کی قسم میں اس کے ٹکڑے اُڑا دوں گا۔ ریچل! اگر تم میری نہیں بن سکتیں تو میں کسی اور کی بھی نہ بننے دوں گا۔ سمجھیں؟"

"میں تو صرف یہ سمجھ رہی ہوں کہ اس وقت میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔ چنانچہ ہٹ جاؤ راستے سے اور مجھے گھر جانے دو۔"

"گھر ــــ؟ ریچل! وہ وقت دور نہیں جب تمہارا کوئی گھر نہ ہوگا سوائے

میرے گھر کے — یعنی اگر تم نے اپنا ارادہ نہ بدلا اور مجھ سے شادی کرنے کے لئے تیار نہ ہو گئیں تو تمہارا کوئی گھر نہ ہو گا۔ یہ نہ بھولو کہ یہاں مجھے اختیارات حاصل ہیں۔"

اور یہ آخری الفاظ کہتے وقت اشمیل کے چہرے پر کے جذبات یوں فوری طور پر تبدیل ہو گئے اور اس کی آنکھوں میں ایسی شیطانی چمک آ گئی کہ ریچل کانپ گئی۔ لیکن فوراً سنبھل کر بولی:۔

"اشمیل! تمہیں مجھ پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ اس کے برخلاف میں نے تمہیں اپنے اختیار میں لے رکھا ہے۔"

"ہاں۔ یہ صحیح ہے۔ سچ ہے — اس لئے کہ تم ٹاگیٹی ہو۔ لیکن دوسرے لوگ......"

عین اسی وقت کوئی اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ کے نیچے سے نکل کر ریچل کے قریب جا کھڑا ہوا۔ اشمیل اچھل پڑا۔ اور اب اس نے دیکھا کہ یہ لوئی تھی جس نے اپنا سفید چغہ پہن رکھا تھا کیونکہ ریچل کے سمجھانے کے باوجود وہ یورپی لباس پہننے کے لئے تیار نہ ہوئی تھی۔

لوئی نے اشمیل کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا:۔

"انکوسازانہ! میں وہاں گھر میں روزمرہ کے کام میں مصروف تھی کہ میں نے تمہاری آواز سنی۔ تم مجھے یہاں سمندر کے کنارے بلا رہی تھیں چنانچہ میں سارے کام چھوڑ چھاڑ کر یہاں آ گئی۔ اب کہو تو میں تمہارے ساتھ ساتھ گھر تک چلی چلوں۔"

"بے شک میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا لیکن دوسرے لوگ تو ہیں جن پر میرا اندر چل سکتا ہے" اشمیل نے غصہ سے پھنکار کر سلسلۂ کلام جاری رکھا"

" مثلاً یہ کافر نڈی جو تمہیں بہت پیاری ہے۔ میں اسے قتل کر سکتا ہوں سیاپی کی بیٹی! غالباً تم جانتی ہو گی کہ زولو لینڈ میں مفروروں کو کیا سزا دی جاتی ہے اور وہ کیسی موت مرتے ہیں۔ اگر نہیں جانتیں تو بہت جلد جان لو گی۔ نوئی! میں تم سے انتقام لوں گا۔"

اور غصے کی شدت سے اس کی آواز گھٹ کر رہ گئی۔

نوئی نے اشمیل کو سر سے پیر تک دیکھا۔

" راتوں کو بھٹکنے والے!" وہ بولی " تم سمجھتے ہو کہ جس طرح تم نے میرے باپ اور بہن بھائیوں کو قتل کروا دیا ہے اسی طرح مجھے بھی قتل کروا دو گے؟ یہ عجیب بات کہی ہے تم نے۔ خیر۔ سن لو کہ گذشتہ رات صبح ہونے سے پہلے میں سیاپی کی قبر کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور سیاپی کی روح نے اے سفید خام، تمہارے متعلق مجھ سے کچھ کہا تھا۔ تم بھی سن لو۔"

اور اس نے آگے بڑھ کر اشمیل کے کان میں کچھ کہا۔

اور ریچل نے حیرت سے دیکھا کہ اشمیل کا رنگ دفعتہً زرد ہو گیا، پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا جیسے وہ نوئی کو پیٹنے والا ہو لیکن پھر اپنا ہاتھ جھٹکا لیا۔ پھر وہ پلٹا اور انگریزی اور زولو زبان میں گالیاں بکتا لڑکھڑاتے قدموں سے چل دیا۔

"کیا کہا تم نے اس سے نوئی؟" ریچل نے پوچھا۔

"کچھ نہیں زولا" نوئی نے جواب دیا "شاید وہ حقیقت تھی یا وہ جو مجھے یاد آ گیا بہر حال میں نے اسے خوفزدہ کر دیا۔ وہ محبت جتا رہا تھا نا تم سے؟ کمینہ کہیں کا —— تو میرا اندازہ غلط نہ تھا۔ ایک عرصے سے وہ موقع کی تلاش میں تھا۔ اور اس نے تمہیں دھمکیاں بھی دی ہیں۔ ہے نا؟ بہر حال تم نے سچ کہا۔ وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

البتہ شاید مجھے تھوڑی سی مصیبت میں مبتلا کر دے لیکن یہ ابوبوسی ہے بڑا خطرناک اور وہ دوسروں کو برباد کر سکتا ہے۔ زولا! اگر تمہارے والد بیوقوف نہیں ہیں تو انہیں چاہیئے کہ فوراً یہاں سے چلے جائیں۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ اب مستقر میں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ چلو، ہم چل کر ابّا کو صورت حال سے آگاہ کر دیں۔"



آٹھواں باب

اشمیل کے گرال میں

نوئی اور ریچل گھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ کوئی اور نہیں بلکہ خود اشمیل دروازے میں سے باہر نکل کر اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گرال کی طرف جا رہا تھا۔

"زرلا!" نوئی نے کہا "تیار ہو جاؤ۔ اشمیل ہم سے پہلے یہاں آ گیا تھا اور اب میں سمجھتی ہوں وہ تمہارے ابا کے کان بھر کر جا رہا ہے۔"

نوئی نے غلط نہ کہا تھا۔ گھر کے برآمدے میں جوہان ٹہل رہا تھا۔ وہ کچھ خفا اور بہت زیادہ بے چین معلوم ہو رہا تھا۔

"ریچل! یہ کیا واہیات بات ہے؟" جوہان نے کہا "کیا کہہ دیا تم نے اسمتھ سے؟" جوہان اشمیل کو اسمتھ ہی کہا کرتا تھا کیونکہ یہ نام اشمیل سے اچھا اور کچھ مانوس سا تھا "وہ یہاں تمہاری شکایت لے کر آیا تھا کہ اس کے ساتھ تمہارا سلوک بڑا ہی نارو رہا ہے اور یہ کہ نوتہا نے اس کے متعلق بڑی خوفناک پیشین گوئیاں کر کے اسے عجیب دھمکیاں دی ہیں حالانکہ نوتہا اشمیل اور کسی کے بھی مستقبل کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔"

"ابا! آپ کے سامنے تصویر کا صرف ایک رخ پیش کیا گیا ہے اور وہ بھی غلط" ریچل نے کہا "حقیقت تو یہ ہے کہ اشمیل یا جیسا کہ آپ اسے کہتے ہیں اسمتھ نے مجھ سے شادی کی درخواست کی لیکن میں نے انکار کر دیا تو پھر خود اس کا سلوک میرے ساتھ قابل اعتراض رہا۔"

"ہُم ــــ اس کی باتوں سے یہ اندازہ تو میں نے بھی لگا لیا کہ ایسی کوئی بات

ہوئی ہوگی لیکن اس کا کہنا ہے کہ خود تم نے اس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جیسے وہ ایک — ایک — کیا کہتے ہیں ؟ — ذلیل اور ہیچ شخص ہو۔ ریچل! میں خود تمہیں اس شخص سے بیاہنا نہیں چاہتا بلکہ یہ جوڑ مجھے قطعی ناپسند ہے۔ حالانکہ اس شخص میں بڑی نمایاں تبدیلی ہو گئی ہے — میرا مطلب روحانی تبدیلی سے ہے — اور اب وہ اپنے ماضی کو یاد کرکے توبہ تلا بھی کر رہا ہے خلوص دل سے۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایسے مخلص اور بے ریا شخص کے لطیف جذبات کو اپنے سلوک اور سخت الفاظ سے ٹھیس پہنچانا گناہ ہے"۔

اب تک تو ریچل خاموشی سے اپنے باپ کی یہ تقریر سنتی رہی تھی لیکن اب وہ برداشت نہ کر سکی۔

"مخلص اور بے ریا!" وہ بولی" ابا! آپ خدا نخواستہ نہ تو اندھے ہیں اور نہ بہرے لیکن آپ اتنے سادہ لوح اور بھولے ہیں کہ دوسروں کی بُرائیاں آپ کو نظر نہیں آتیں۔ غالباً آپ نہیں جانتے کہ آپ کو اسی بے ریا اور مخلص شخص نے، محض ز دلوؤں میں ہر دلعزیز بننے کے لئے، لوئی کے پورے خاندان کو موت کے گھاٹ اتروا دیا۔"

اب جوہان چونکا۔

"کیا یہ سچ ہے لونہا ؟" اس نے لوئی سے پوچھا۔

"سچ ہے میرے بزرگ"۔ لوئی نے فوراً جواب دیا "حالانکہ میں نے اس کے متعلق اب تک آپ سے کچھ نہیں کہا۔ اگر آپ فرمائیں گے تو کبھی آئندہ آپ کو پوری داستان سنا دوں گی"۔

"اور آپ جانتے ہیں کہ اس نے اب تک آپ کو کیوں اپنے کرال میں مدعو نہیں کیا ہے؟" ریچل نے کہا "اتنا عرصہ ہوگیا اسے آپ کے پاس آتے ہوئے

لیکن اس نے کبھی جھوٹے بھی اپنے کرال میں آنے کو کہا ہے؟ نہیں کہا — اور اس لئے نہیں کہا کہ آپ کے اس مخلص اور بے ریا شخص کی بہت سی کافر بیویاں اور دو غلے بچے اس کے کرال میں موجود ہیں۔"

"ریچل!" جوہان نے قدرے بلند آواز میں کہا "اب یہ تم بہتان لگا رہی ہو۔ میں تمھاری اس بات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہ کافروں کی اڑائی ہوئی افواہ ہے کیونکہ اسمتھ نے ہمیشہ میرے سامنے اس قسم کی باتوں سے بیزاری ظاہر کی ہے۔"

"یقیناً ظاہر کی ہو گی کیونکہ وہ آپ کو شیشے میں اتارنا اور مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ آپ ایک راہبر اپنے ساتھ لے کر کل صبح ہونے سے دو گھنٹے پہلے اس کے کرال کی طرف روانہ ہو جایئے اور پھر آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط نہیں ہے"

"بے شک جاؤں گا" جوہان نے جوش میں آ کر کہا کیونکہ وہ اتنا بات کو برداشت کر ہی نہ سکتا تھا کہ کوئی سفید فام کافر بیوی کرے اور وہ بھی ایک سے زیادہ "لیکن ریچل! تمہاری کہانی مجھے تو سراسر بے بنیاد معلوم ہوتی ہے لیکن اگر جو کچھ تم نے کہا ہے اس کی صداقت کا ثبوت مل گیا تو پھر میں مسیح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آئندہ سے یہ شخص ہمارے گھر میں قدم بھی نہ رکھ سکے گا۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو مجھے اس شخص سے نجات مل گئی سمجھو۔" ریچل نے اطمینان کا سانس لے کر کہا "لیکن ابا! آپ ذرا ہوشیار رہئیے کیونکہ ایسے شخص سے کچھ بعید نہیں خصوصاً اس وقت جب اس کا راز کھل جائے۔"

اور پھر وہ اپنی ماں کے پاس پہنچی کہ اسے یہ داستان سنا دے۔

مسز ریو نے سب کچھ سننے کے بعد اپنے شوہر کو اسمتھ کے کرال میں جانے سے

روک کر، کی کوشش کی اور کہا کہ وہاں جانے اور ثبوت حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ کسی دوسرے بہانے سے بھی اسے مستقر میں آنے سے روک سکتے تھے۔ لیکن جوہان بڑا ضدی شخص تھا۔ اس نے بیوی کی ایک نہ سنی اور کہا کہ وہ کافروں کی بیان کردہ "روایت" پر یقین نہیں کر سکتا اور اشمیل کے متعلق اس وقت تک کوئی رائے قائم نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اس کے طور طریقوں کا مطالعہ نہیں کر لیتا۔

"اور اگر یہ سچ ہے" جوہان نے آخر میں کہا "تو پھر اس شخص کو راہ راست پر لانا میرا فرض ہو جاتا ہے۔"

چنانچہ بچاری مسز دیو خاموش ہو رہی اور دوسرے دن صبح ہونے سے پہلے جوہان دو راہبروں کے ساتھ مستقر سے نکل کر اشمیل کے کرال کی طرف روانہ ہو گیا۔

مستقر کے پچھواڑے والے گھاس کے میدان میں کوئی بارہ میل تک چلتے رہنے کے بعد اس تنگ راستے کے سامنے پہنچ گئے جو دو پہاڑوں کے درمیان سے گذر رہا تھا۔ راہبروں نے بتایا کہ اشمیل کا کرال ان پہاڑوں کے پیچھے ہے۔ جب وہ لوگ اس تنگ درے میں داخل ہوئے تو پو پھٹ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی جوہان کو وہ کرال نظر آ گیا جو مافوتی کہلاتا تھا۔ مافوتی ایک پیالے کی شکل کی وادی میں بسا ہوا تھا۔ کرال کے چاروں طرف قد آدم دیوار بنی ہوئی تھی اور باڑوں میں مویشی ڈکرا رہے تھے۔ جب وہ لوگ کرال کے قریب پہنچے تو اس کے دروازے سے چار پانچ کافر عورتیں باہر نکل رہی تھیں جو سب کی سب قبول صورت تھیں۔ ان میں سے ایک عورت کے ساتھ ایک کم عمر لڑکا بھی تھا۔

ہر عورت کے ہاتھ میں ایک ایک کھرپا تھا کیونکہ وہ مکئی کے کھیتوں میں کام کرنے جارہی تھیں۔ ان عورتوں کی نظر جوہان پر پڑی تو وہ جیسے سہم کر کھڑی ہوگئیں۔

"ڈرو نہیں" جوہان نے کہا اور اپنا گھوڑا بڑھا کر ان کے قریب پہنچا "کون ہو تم؟۔"

"ہم ابو بوسی کی بیویوں میں سے چند ہیں" اس عورت نے جواب دیا جس کے ساتھ کم عمر لڑکا تھا۔

"تمہاری مراد اوم لونگو (سفید فام) اتمیل سے تو نہیں؟" جوہان نے پھر پوچھا۔

"ہماری مراد اور کس سے ہو سکتی ہے؟" اسی عورت نے جواب دیا "ابو بوسی نے اب بوڑھی ماما کو چھوڑ دیا ہے چنانچہ اب میں ہی اس کی بڑی بیوی ہوں یہ اس کا بیٹا ہے جو میری کوکھ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر سورج طلوع ہو گیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ میرے بیٹے کا رنگ تقریباً سفید ہے۔"

جوہان دم بخود رہ گیا۔ اس کی زبان گنگ ہو گئی۔ وہ بُت بنا اپنے گھوڑے پر بیٹھا رہا۔ کافر عورتیں آگے بڑھ گئیں لیکن چند قدم چلنے کے بعد وہ پھر رک گئیں اور آپس میں کانا پھوسی کرنے لگیں۔ پھر وہ آگے بڑھیں اور لڑکے کی ماں نے ایک بار پھر جوہان کو مخاطب کیا۔

"اے چیخنے والے! ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں" اس نے کہا اور ذرا شرما گئی کیونکہ صاف ظاہر تھا کہ جوہان کا غائبانہ تعارف اس سے کروا دیا گیا تھا "کیا یہ سچ ہے کہ جلد ہی ایک بہن نئی آنے والی ہے؟۔"

"نئی بہن!" جوہان نے پوچھا "کیا مطلب؟۔"

"مطلب یہ اے چیخنے والے کہ ہم نے سنا ہے کہ ابو بوسی تمہاری بیٹی زولا کو رجھا رہا ہے اور شاید تم اس کی شادی کی قیمت طے کرنے آئے ہو۔ اور اگر زولا اتنی ہی حسین ہے جتنا کہ ہمیں بتایا گیا ہے تو پھر تم اس کی قیمت میں بہت سے مویشی، بلکہ ایک پورا ریوڑ ہی طلب کر دوگے۔"

یہ انتہا تھی۔ جوہان برداشت نہ کر سکا۔

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم قطامہ" وہ چیخا "کہاں ہے وہ سفید فام؟"

"اے چیخنے والے!" اس عورت نے سینہ تان کر اور گردن اکڑا کے کہا "تم ہمیں گالیاں کیوں دے رہے ہو؟ ہم ذلیل اور بُری عورتیں نہیں ہیں بلکہ ایک شوہر کی بیویاں ہیں اور ہماری بھی اتنی ہی عزت ہے جتنی کہ تمہاری بیویوں کی۔ حالانکہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری بیویوں کی تعداد ابو بوسی کی بیویوں سے زیادہ ہے۔ کم سے کم ہم نے یہی سنا ہے۔ اگر تم ابو بوسی سے ملنا چاہتے ہو تو وہ بڑی جھونپڑی میں ہماری سب سے چھوٹی بہن کے ساتھ سو رہا ہے جس سے اس نے ابھی ایک مہینے پہلے ہی شادی کی ہے۔ اب ہم اپنے مالک کے کھیتوں میں جا رہی ہیں اور امید ہے کہ تمہاری بیٹی انکوسازانہ تمہاری طرح بدزبان نہ ہوگی۔"

اور پھر کمبل اپنے جسم پر اچھی طرح لپیٹ کر اپنی "بہنوں" کے ساتھ وہ آگے بڑھ گئی۔

جوہان کو آج زندگی میں پہلی مرتبہ سخت غصہ آیا۔ اتنا شدید غصہ کہ وہ اپنے آپ میں نہ رہا اور تڑاک تڑاک اپنے گھوڑے پر چابک برسا دیئے۔ گھوڑا اس ناگہانی آفت سے گھبرا کر سیدھا اس بڑے جھونپڑے کی طرف بھاگا جو کرال کے عین بیچ میں تھا۔

اثمیل نے یقیناً گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سن لی تھی کیونکہ جوہان

جب اپنے گھوڑے پر سے اتر رہا تھا تو جھونپڑی کے نیچے دروازے میں سے چاروں ہاتھوں اور پیروں کے بل چلتا ہوا اشمیل باہر آرہا تھا۔ اس کے پیچھے ہی پیچھے ایک نوجوان کافر لڑکی بھی، جس نے کافی لباس پہن رکھا تھا باہر آگئی۔ یہ لڑکی جمائیاں لے رہی تھی جیسے کچی نیند میں سے بیدار ہو کر آرہی ہو۔ رہا اشمیل تو اس کی صرف رنگت ہی سفید تھی ورنہ وہ سو فی صد کافر تھا۔ اس نے ایک موجا، یعنی اپنی کمر کے گرد کپڑے کا ایک ٹکڑا، باندھ رکھا تھا اور کندھے پر ایک چرمی فرغل ڈال رکھا تھا اور بس۔ جھونپڑے کے دروازے میں سے نکل کر اشمیل سیدھا کھڑا ہوا تو اس نے اب پہلی دفعہ کہ یہ آنے والا کون تھا۔ اس کا منہ لٹک گیا اور اس کے منہ سے بے اختیار ایک پتھر پھاڑ دینے والی گالی نکل گئی۔ جوہان بھی خاموش تھا کیونکہ غصے کی شدت سے اس کی زبان گنگ ہو گئی تھی۔

"ارے آپ!" آخر کار اشمیل نے کہا "خیریت تو ہے؟ بڑے ہی سحر خیز معلوم ہوتے ہیں آپ۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو......"

اور دفعتہً اسے اپنا لباس، بلکہ یوں کہیے کہ بے لباسی یاد آگئی اور ساتھ ہی ساتھ اسے یہ بھی احساس ہوا کہ اس کی نئی بیوی اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائے حیرت اور دلچسپی سے جوہان کی طرف دیکھ رہی ہے۔ چنانچہ پہلے تو اس نے اچھی طرح سے اپنے ننگے جسم کو فرغل میں چھپایا اور پھر اپنی بیوی کو الٹی ٹانگ سے ایک لات رسید کر کے جوہان سے کہا:۔

"معاف کیجئے جناب۔ میرا یہ لباس آپ کو برا اور قابلِ اعتراض معلوم ہو رہا ہو گا۔ لیکن مجبوری سب کچھ کروا دیتی ہے۔ ان بے دین کافروں کا

اعتبار حاصل کرنے کے لئے مجھے تقریباً انہی لوگوں کی طرح رہنا پڑتا ہے۔ غریب خانے پر تشریف نہ لائیں گے آپ ؟ تھوڑی سی " ٹی والاز کا فروں کی شراب) ام ۔ ام ۔ میرا مطلب ہے اماسی (دہی کی لسی) پی لیجئے ۔ فرحت حاصل ہوگی ۔ میں اپنے ملازموں سے کہتا ہوں کہ دوپہر کے کھانے کے لئے بچھڑا ذبح کرلیں ۔،،

جوہان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔

،، اشمیل یا اسمتھ یا ابو بوسی یا جو بھی تمہارا نام ہو،، جوہان نے کہا،، اپنے ملازموں اور خادماؤں کے متعلق جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اب میں حقیقت سے واقف ہو چکا ہوں۔ میری بیٹی نوبہا نے مجھ سے یہ بات کہی تھی تو میں نے اس پر یقین نہ کیا تھا۔ تم دھوکے باز اور بد معاش ہو۔ گزشتہ کل ہی تم نے ریچل سے شادی کی درخواست کی تھی اور آج میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ——— اف ——— یہ کہتے ہوئے بھی میں شرم محسوس کر رہا ہوں۔ اپنے کرتوتوں سے تم نے انگریز قوم کے نام پر بٹہ لگا دیا ہے۔ اشمیل! اگر اب تم نے رماہ میں قدم بھی رکھا یا میری بیوی اور بیٹی سے گفتگو کرنے کی کوشش بھی کی تو میرے ملازم مارے کوڑوں کے تمہاری کھال ادھیڑ دیں گے۔ اگر مجھے اپنی بزرگی اور عہدے کا خیال نہ ہوتا تو خدا کی قسم میں اسی وقت تمہیں دھنک کے رکھ دیتا۔،،

اور اس نے اپنا چابک اشمیل کی آنکھوں کے سامنے نچایا۔

جوہان کے غصے اور لعن طعن نے پہلے تو اشمیل کو گھبرا دیا لیکن مبلغ نے دھمکیاں دینی شروع کیں تو اشمیل کو غصہ آگیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"نکل جاؤ یہاں سے بیوقوف مبلغ"، وہ دانت پیس کر بولا ... اگر تم یہاں ایک منٹ بھی ٹھہرے تو میں خود ہی تمہاری کھال ادھیڑ دوں گا میرے پاس بھی چرمی کوڑے ہیں اور بہت جلد تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ کھال ادھیڑنا کس کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد اگر تم زندہ اپنے گھر پہنچ گئے تو تمہاری بیوی بھی تمہیں نہ پہچان سکے گی۔ میں نے تمہاری بیٹی کی شادی کی درخواست کی تھی اور کہا تھا کہ اگر وہ میری بیوی بن گئی تو اپنی زندگی یکسر تبدیل کر دوں گا۔ اگر اس نے میری درخواست قبول کرلی ہوتی تو میں ان سیاہ فام رنڈیوں سے قطع تعلق کر لیتا۔ خیر۔ شادی تو میں اب بھی کروں گا ریچل سے لیکن اب اسے میری دوسری کافر بیویوں کے ساتھ رہنا ہوگا۔ ہم سب انسان ہیں۔ چاہے سیاہ فام ہوں، چاہے سفید فام اور ہر انسان کے درمیان وہ رشتہ قائم ہے جس کا ڈھول تم بڑے زور و شور سے پیٹا کرتے ہو۔ چنانچہ تمہیں، اور تمہاری بیٹی کو بھی کوئی شکایت نہ ہونی چاہئے"، وہ مسکرایا" تمہاری بیٹی بھی میری دوسری بیویوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کرنے جائے گی۔۔"

اشمیل کی اس گستاخانہ اور تقریباً سنگدلانہ تقریر نے جوہان کو بے قابو کر دیا۔ وہ باپ پہلے تھا اور اب مبلغ بعد میں اور کوئی بھی باپ اپنی بیٹی کے متعلق ایسے توہین آمیز اور شرمناک الفاظ نہیں سُن سکتا چنانچہ جوہان نے اپنا چابک بلند کر کے اشمیل کے چہرے پر رسید کر دیا۔ موخرالذکر کے ہونٹوں سے خون نکل آیا۔ جوہان جوش اور غصّے کے عالم میں یہ حرکت کر تو گیا لیکن فوراً ہی اسے احساس ہوا کہ اشمیل اسے زندہ نہ چھوڑے گا چنانچہ وہ بت بنا خاموش کھڑا رہا اور اشمیل کے حکم اور اپنی موت کا

منتظر رہا۔ لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی۔ ظالم اور عیار لوگ بزدل ہوتے ہیں چنانچہ اشمیں بھی بزدل تھا۔ پہلے تو وہ غصے کے عالم میں جوہان کی طرف لپکا لیکن یہ دیکھ کہ مبلغ کے دونوں راہبر بھالوں سے مسلح تھے وہ سنبھل گیا کہ مبادا دونوں بھالے اس کے جسم میں ترازو ہو جائیں۔

"تم میرے گھر میں ہو" اس نے اپنے ہونٹوں اور داڑھی پر سے خون پونچھتے ہوئے کہا "اور پھر بوڑھے ہو چنانچہ میں تمہیں کچھ نہ کہوں گا اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو یہاں سے زندہ نہ جا سکتا۔ یہ نہ سمجھو کہ اب تک تمہیں محض ریچل کی خاطر وحشیوں سے بچاتا آیا ہوں میری وجہ سے تم محفوظ رہے ہو اب تک لیکن اب میں تمہیں نہ بچاؤں گا چنانچہ جب تمہارا وقت آئے بڑے میاں تو میرے یہ الفاظ یاد کر لینا"۔

"میرا اور تمہارا وقت بھی اس وقت آئے گا جب خدا چاہے گا" جوہان نے جواب دیا "اگر خدا ہی ہمیں بچانا چاہے گا تو تم ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکو گے میں تم سے نہیں ڈرتا اس کے باوجود مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا۔ غصے اور جوش کے اندھے پن میں مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا ہے جس کے لئے میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔ خدا کرے کہ تمہارا ضمیر بھی بیدار ہو جائے اور تمہیں بھی اپنے گناہوں کا احساس ہو جائے اور تم ان سے توبہ کر لو۔"

اور جوہان اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اس کرال سے نکل آیا جس کا نام مافوتی تھا۔

(ماہ میں پہنچ کر اس نے ریچل سے کہا کہ اس نے جو کچھ سنا تھا وہ غلط نہ

تھا اور یہ کہ اس نے اشمیل کو رماہ میں آنے کی ممانعت کر دی ہے۔ لیکن جلد ہی لوئی نے ان کافر راہبروں سے، جو جوہان کے ساتھ گئے تھے، پوری کہانی معلوم کر لی اور ریچل کو سنا دی۔

البتہ جوہان نے اپنی بیوی سے کچھ نہ چھپاتے ہوئے اسے ایک ایک بات بتا دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیچاری مسز ڈیو بہت زیادہ پریشان ہو گئی اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ شخص اشمیل بڑا ہی خطرناک آدمی ہے اور یہ کہ کسی نہ کسی ذریعہ سے وہ بہر حال ان سے انتقام لے گا اور ایک بار پھر اس نے اپنے شوہر سے درخواست کی کہ وہ اس وحشی ملک سے رخصت ہو جائے۔ اس نے کہا کہ ریچل کو خطرے اور مصیبت میں مبتلا کرنے کا اسے، کوئی حق نہیں ہے۔

"لیکن" جوہان بولا "تم تقریباً شروع سے کہتی آئی ہو کہ ریچل کو کوئی بھی شخص نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اس کا مجھے بھی یقین ہے۔"

"ہاں۔ یہ میں نے کہا تھا اور اب بھی کہتی ہوں۔ لیکن چند در چند وجوہات کی بنا پر ریچل کو یہاں رکھنا مناسب نہیں۔"

اور وہ بیچاری عورت اپنے شوہر کو یہ نہ بتا سکی کہ ان کے یہاں جلد ہی ایک ننھا مہمان آنے والا ہے۔

"لیکن میں کیسے جا سکتا ہوں؟" جوہان پر پھر مذہبی جنون سوار ہونے لگا تھا۔ "جو بیج میں نے بویا تھا اب پھل لانے کے قریب ہے میری محنتوں کا صلہ مجھے ملنے والا ہے۔ اگر میں چلا گیا تو میرے لوگ پھر وحشی بن جائیں گے اور وہ جو کچھ کریں گے اس کا گناہ میرے سر ہوگا میں اشمیل سے نہیں ڈرتا۔ میرا جسم چھلنی ہو جائے گا تو مجھے اس کی

بھی پروا نہیں لیکن اگر میری روح مجروح ہو گئی تو تم سمجھتی ہو کہ میں اسے برداشت کر سکوں گا؟ نہیں۔ اگر میں اشمیل سے ڈر کر بھاگ گیا تو بزدل کہلاؤں گا۔ دنیا تھوکے گی میرے جسم پر اور پھر میں خدا کو کیا جواب دوں گا؟ نہیں پیاری نہیں۔ تم اور ریچل چلی جاؤ اور مجھے اس کو انجام تک پہنچانے دو جو میں نے شروع کر رکھا ہے۔"

جوہان تقریباً شروع سے یہی کہتا آیا تھا اور اس کی بیوی انکار کرتی آئی تھی۔ چنانچہ اس دفعہ بھی مسز دیو نے اپنے شوہر کو ان جنگلوں میں تنہا چھوڑ کر چلے جانے سے انکار کر دیا اور جب ریچل سے پوچھا گیا تو اس نے کندھے جھٹک کر جواب دیا کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتی اور یہ کہ وہ کہیں بھی رہے اس کے لئے سب برابر ہے البتہ، اس نے اضافہ کیا، وہ اپنی ماں کی طرف سے ضرور متفکر و پریشان تھی۔ اس نے کہا کہ وہ اپنی ماں کو چھوڑ کر نہ جائے گی اور پھر یہ کہ وہ افریقہ سے رخصت ہونا بھی نہ چاہتی تھی۔

جب اس سے پوچھا گیا کہ کیوں تو اس نے گول گول جواب دیتے ہوئے کہا کہ وہ افریقہ میں پلی اور بڑھی تھی چنانچہ اب یہی اس کا وطن تھا۔ لیکن اس کی ماں، جو اپنی بیٹی کے دل میں جھانک سکتی تھی، جانتی تھی کہ کوئی اور سبب بھی تھا جس کی وجہ سے ریچل افریقہ میں ہی مقیم رہنا چاہتی تھی حالانکہ اس کے متعلق ریچل اور اس کی ماں کے درمیان ایک لفظ نہ کہا گیا تھا۔ جب ریچل بچی تھی تو افریقہ میں ہی اس کی ملاقات رچرڈ سے ہوئی تھی اور اب وہ جوان ہو چکی تھی اور اسے یقین تھا کہ افریقہ میں ہی اس کی ملاقات پھر رچرڈ سے ہو گی۔

ہفتے اور مہینے گذر گئے۔ رماہ میں اشمیل نہ آیا اور نہ ہی کہیں اطراف میں دیکھا گیا۔ بہر حال یہ ضرور سن لیا کہ اس کا کرال مافوقی موجود تھا لیکن خود اشمیل تجارت کے سلسلے میں جنوب کی طرف گیا ہوا تھا اور ایک برس سے پہلے واپس نہ آنے والا تھا۔ اس خبر سے سب خوش ہو گئے سوائے نوئی کے جس نے اپنا سر ہلایا اور خاموش رہی۔

جوہان کو مافوقی میں گئے اور اشمیل کو جو ماڑے آٹھ مہینے کا عرصہ گذر چکا تھا کہ ایک دن زولوؤں کے بادشاہ ڈنگان کا بھیجا ہوا وفد بہت سے تحائف لے کر ریچل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ریچل نے پہلے ہی کی طرح رات کے وقت اور تنہا جا کر یہ تحائف قبول کئے۔

وفد کے سردار نے ایک بار پھر ریچل کے سامنے یہ درخواست پیش کی کہ وہ بادشاہ کے پاس چلی چلے کیونکہ ڈنگان اور اس کے مشیر ایک خاص معاملے میں اس سے مشورہ کرنا چاہتے تھے۔ جب ان سے پوچھا کہ یہ خاص معاملہ کیا تھا تو وفد نے اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ یہ بات انھیں نہیں بتائی گئی۔ اس پر ریچل نے کہا کہ اگر ڈنگان نے معاملے کی تفصیلات اپنے معتبر پیغامبر کی زبانی بھجوا دیں تو وہ مشورہ دے گی، رہا زولولینڈ میں آنا تو، ریچل نے کہا، وہ فی الحال نہ آئے گی۔

"کیوں نہ آؤ گی ؟" وفد کے سردار نے کہا " بادشاہ اور اس کے مشیر انکوسازانہ کی آمد کے لئے چشم براہ ہیں اور پورا قبیلہ اس کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہے۔ انکوسازانہ کا بال تک بیکا نہ ہو گا اس کی ذمہ داری بادشاہ کی طرف سے ہم لیتے ہیں۔"

"سنو! میں خود مختار نہیں ہوں۔ میں بھی اپنے ماں باپ کی بیٹی

اور ان کی نظروں میں ابھی بچی ہوں" ریچل نے جواب دیا۔۔ اور میرے والدین ایک دن کے لئے مجھے کہیں جانے نہ دیں گے"۔

ریچل کا خیال تھا کہ یہ جواب اس وفد کو ضرور متاثر کرے گا کیونکہ زولو قوم ہمیشہ سے صاحب اختیار کے سامنے سر جھکاتی آئی ہے اور یہ کہ اس کے قبیلے کے افراد بڑے فرمانبردار رہے ہیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وفد کے سردار نے کہا۔ یہاں ہم یہ بتا دیں کہ یہ شخص موپو نہ تھا البتہ بے حد بوڑھا تھا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انکو سانانئہ زولا، جس کے سامنے پوری زولو قوم سر جھکاتی ہے، ایک معمولی شخص کی فرمانبردار اور محکوم ہو؟ کبھی آسمانوں کو بادلوں کا حکم مانتے دیکھا ہے؟۔"

"ہاں۔ اگر آسمان بادل سے پیدا ہوئے ہیں تو انھیں حکم ماننا ہی پڑے گا۔" ریچل نے کہا۔

"لیکن انکوسازانئہ زولا! آسمانی بادل سے نہیں بلکہ بادل آسمان سے پیدا ہوتے ہیں"۔ بوڑھے سردار نے فوراً جواب دیا۔

اور اب ریچل کو احساس ہوا کہ یہ معاملہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ چکا تھا۔ زولوؤں کی عظیم روح یا دیوی بن کر رہنے کا خیال ایک دلچسپ کھیل ہو سکتا تھا لیکن جب یہی خیال اس انتہا کو پہنچ جائے کہ خود اپنے والدین پر فوقیت جتانا لازمی ہو تو پھر آپ جانیئے یہ کھیل کھیل نہیں رہتا۔ یہاں بھی اس دلچسپ معاملے نے سنجیدہ صورت اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ ریچل نے اب اس کھیل کو فوری طور پر ختم کر دینے کا ارادہ کر لیا۔

"اے بادشاہ کے پیغامبر! مطلب کیا ہے تمھارا؟" وہ بولی۔
"میں اپنے والدین کی اولاد ہوں اور ماں باپ کا حکم ماننا اولاد کا فرض ہے"
"انگو سازانہ!" بوڑھے نے مسکرا کر کہا "اگر ہمیں ایسی کہانیاں سنا کر تمہیں خوشی حاصل ہوتی ہے تو یونہی سہی۔ ہماری جان کی طرح ہمارے کان بھی حاضر ہیں۔ تم جو کچھ کہو گی سن لیں گے جس طرح اگر تم ہمیں قتل کرنا چاہو گی تو ہم خوشی سے قتل بھی ہو لیں گے۔ لیکن ہم حقیقت سے واقف ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ تم کس طرح بچپن میں آسمانوں پر بجلی کی روپ میں زمین پر آئی تھیں۔ ہم جانتے ہیں کہ ان سفید فاموں نے، جنھیں تم اپنے والدین کہتی ہو تمھیں دھند میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر پڑا پایا تھا، وہ تمھیں اٹھا لائے اور اپنے بچے کی جگہ، جسے وہ دفنا کر چکے تھے، انھوں نے تمھیں اپنی بیٹی بنا لیا۔"
"یہ کہانی کہاں سے سنی تم نے؟" ریچل نے حیرت سے پوچھا۔
"ہمارے درج ڈاکٹروں پر عالم رویا میں حقائق ظاہر کئے گئے ہیں۔"
"تو پھر مجھے کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ ظاہر کیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ میں اسی طرح پیدا ہوئی ہوں جس طرح دنیا کی ہر لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ رہا میرا لقب تو یہ مجھے اتفاقاً مل گیا ہے یا دے دیا گیا ہے بالکل اسی طرح جس طرح اتفاقاً میں تمہاری عظیم روح سے مشابہ ہوں۔"
"ہم نے سنا!" بوڑھے سردار نے کہا۔ "ہم نے سنا کہ تم دوسری لڑکیوں کی طرح ہی پیدا ہوئی ہو، ہم نے سنا کہ اتفاقاً تمہیں یہ عظیم نام مل گیا، ہم نے سنا کہ تم اتفاقاً طویل القامت ہو، حسین اور سفید ہو اور تمہارے بال ریشمی اور سنہرے ہیں۔ ہم نے سنا انگو سازانہ زولا اور بھی جو کہو گی ہم سنیں گے۔"

"بس تو یہ میرے الفاظ بادشاہ کے کانوں تک پہنچا دو۔" ریچل نے کہا۔

چنانچہ زولو پیغامبر اٹھے اور ریچل کو شاہی سلام "بائیٹی" کر کے رخصت ہوئے اور یہ سلام پہلے کبھی کسی عورت کو نہ کیا گیا تھا۔

ان کے جانے کے بعد ریچل رات کا کھانا کھاتے پہنچی اور پوری سرگذشت اپنے والدین کو سنادی۔ جوہان نے اس پورے معاملے کو "حماقت" کہا اور زولوؤں کی توہم پرستی پر اپنے غم و غصّے کا اظہار کیا خصوصاً اس لئے کہ اب یہ معاملہ مذاق نہ رہا تھا۔ جوہان نے کہا کہ یہ کوئی سیاسی چال ہو سکتی تھی شاید ڈنگان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی اور یہ کہ زولو ریچل کو اپنا آلۂ کار بنانا چاہتے تھے۔

مسز ڈیو اس رات بہت زیادہ اداس اور بے چین نظر آتی تھی۔ اس نے کہا ان کا سابقہ ایک بڑے اور سنگدل قبیلے سے تھا اور یہ کہ زولو ریچل کو خواہ کچھ ہی کیوں نہ سمجھیں یہ مقام کسی بھی لڑکی کے لئے بڑا ہی خوفناک ثابت ہو سکتا تھا جس مقام پر بیٹھ کر اس کا ہلکا سا اشارہ سیکڑوں لوگوں کو خاک و خون میں لٹا سکتا تھا۔

"ہاں" مسز ڈیو نے ہسٹریا کی مریضہ کی طرح چیخ کر کہا "ہمیں بھی خاک و خون میں لٹا سکتا ہے۔ ہاں۔ ہمیں بھی ــــ ہمیں بھی۔"

یہ گفتگو تکلیف دہ بنتی جا رہی تھی چنانچہ ریچل نے موضوع بدلنے کی غرض سے پوچھا کہ کسی نے نوئی کو تو نہیں دیکھا۔

"ٹھیک ہے" جوہان نے کہا "دو گھنٹے پہلے یعنی وفد کی آمد سے کچھ پہلے میں نے اسے چشمے کے کنارے دیکھا تھا۔ وہ شاید گلدان کے لئے پھول توڑنے

گئی تھی۔

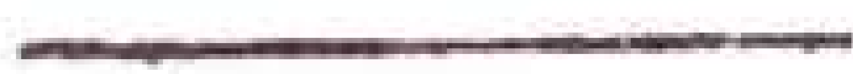
اور پھر وہ نوئی کی تعریف کرنے لگا اور اس کی تان یہاں آکر ٹوٹی کہ افسوس نوئی اب تک کافر ہی تھی اور اس نے عیسائی مذہب قبول نہ کیا تھا

عین اس وقت مسز دیو دفعتہً آگے کی طرف گری اور سر اور جسم کا اوپری حصہ نہایت زور سے میز سے ٹکرایا جیسے اس پر کسی قسم کا دورہ پڑا ہو۔ ریچل ایک دم سے اٹھ کر اپنی ماں کی طرف دوڑی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی ماں تک پہنچتی مسز دیو کو ہوش آچکا تھا۔ البتہ اس کے چہرے کا رنگ سفید تھا۔ مردے کی طرح سفید۔

"کیا ہوا اماں ؟" ریچل نے پوچھا۔

"ایک ــــ ایک ــــ وا ہمہ اور کیا کہوں"۔ مسز دیو نے کہا۔

"ہاں۔ میں نے جیسے دیکھا کہ راہ کی زمین خون سے سرخ ہے اور شعلے ہمارے مستقر کی دیواروں کو چاٹ رہے ہیں ــــ بہرحال یہ سب بکواس ہے"۔



نواں باب

زولولینڈ میں داخلہ

تھوڑی دیر بعد ہی مسز ڈیلو کے حواس درست ہو چکے تھے اور وہ عجیب دورہ گزر چکا تھا چنانچہ وہ اٹھ کر اپنی خوابگاہ میں چلی گئی۔

"ابا! میں مطمئن نہیں ہوں" ریچل نے کہا "بے شک یہ فلسفے اور سائنس اور منطق اور خدا تمہارے کیا کچھ کے خلاف ہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اماں کو قدرت کی طرف سے غیب بینی کا عطیہ ملا ہے"۔

"حماقت بیٹی۔ سراسر حماقت" جوہان نے کہا۔ "تمہاری ماں اسکاٹ لینڈ کی ہے چنانچہ توہم پرستی اسے ورثے میں ملی ہے۔ ہماری شادی کو پچیس سال گزر چکے ہیں اور تب سے میں تمہاری ماں کی عجیب و غریب پیشین گوئیاں سنتا آیا ہوں اور ہم ایک عرصے سے جنگلوں میں بھٹکتے رہے ہیں لیکن ابتک ہمارے ساتھ کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ ہر دفعہ خدا نے ہمیں بچا لیا ہے اور ہمیں اب تک محفوظ رکھا ہے۔"

"یہ سچ ہے ابا۔ تاہم میں مطمئن نہیں ہوں۔ شاید اس لئے کہ اکثر دفعہ مجھے بھی کچھ نظر آنے لگتا ہے اور میں بھی اماں کی طرح ہی بن جاتی ہوں چنانچہ میں جانتی ہوں کہ مجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ کم سے کم میں ماری نہ جاؤں گی۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ میں طبعی عمر کو پہنچ جاؤں گی۔ اور میں کچھ اور بھی محسوس کرتی ہوں"۔

"اور کیا محسوس کرتی ہو؟"۔

"آپ کو وہ لڑکا یاد ہے جس کا نام رچرڈ دارین تھا؟"۔" ریچل نے سرخ ہو کر پوچھا۔

"وہی لڑکا تو نہیں۔ جو اس طوفانی رات میں جزیرے پر تمہارے ساتھ تھا؟ بے شک وہ مجھے یاد ہے حالانکہ برسوں سے میں اسے تقریباً بھلا چکا تھا۔"

"خیر۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ ایک بار پھر ہماری ملاقات ہو گی"۔

جوہان ہنسا۔

"بس اتنی سی بات؟" وہ بولا "اگر وہ زندہ ہے اور افریقہ میں ہی ہے اس سے ملاقات ہو جائے گی۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ بہرحال ہمارے بعد تو ظاہر ہے کہ تم یہاں نہ رہو گی چنانچہ کہیں نہ کہیں تمہاری ملاقات رچرڈ سے ہو جائے گی۔ لیکن یہ غیب بینی وغیرہ بکواس ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ وحشیوں کے درمیان رہ کر میری بیوی اور بیٹی بھی انہی کی طرح توہم پرست بنتی جا رہی ہیں۔ اگر یہی حال رہا تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے جلد ہی افریقہ کو خیرباد کہنا ہوگا حالانکہ میرا دل ٹوٹ جائے گا تم جانو اس کام کو، جو میں نے شروع کر رکھا ہے، ادھورا چھوڑ دینا ذرا ویسی ہی بات ہے۔"

جوہان سے بحث کرنا فضول تھا، چنانچہ ریچل اسے شب بخیر کہہ کر اٹھ آئی اور نوئی کو تلاش کرنے لگی۔ لیکن اس کا فرلانگ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ریچل ذرا پریشان ہو گئی۔ لیکن پھر اس نے سوچا کہ نوئی شاید کسی کافر کے گھر میں چھپی ہوئی ہو گی کہ زولوؤں کے بادشاہ ڈنگان کا وفد چلا جائے تو وہ ریچل کے پاس آ جائے۔ چنانچہ ریچل کی اس خیال سے ذرا ڈھارس بندھی اور وہ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئی۔

رات بھر کی بے چین نیند کے بعد وہ دوسرے دن صبح بیدار ہوئی تو بھی نوئی واپس نہ آئی تھی۔ ریچل نے پھر اس کی تلاش شروع کی۔ اس نے رماہ میں بسنے والے ایک کافر سے پوچھا لیکن کسی نے نوئی کو نہ دیکھا تھا۔ جب وہ متفکر و پریشان گھر لوٹ رہی تھی تو اس کی ملاقات ایک زولو سے ہو گئی۔ یہ ادھیڑ عمر کا شخص تھا اور ریچل نے ذرا کوشش کے بعد اسے پہچان لیا۔ یہ وفد کے اراکین میں سے ایک تھا۔ زولو کے پاس ایک ڈنڈے کے علاوہ کوئی ہتھیار نہ تھا۔ ریچل کو دیکھتے ہی وہ سجدے میں گر گیا اور جب وہ اس کے قریب پہنچی تو اس نے اٹھ کر ریچل کو سلام کیا۔

"کہو جو کہنا ہے" ریچل نے کہا۔

"انکوسازانہ!" زولو نے بڑے خاکسارانہ انداز میں جواب دیا "مجھ پر غصہ نہ کیجئے۔ میں تابوسا ہوں اور میں بادشاہ کے مشیروں میں سے ہوں۔ گزشتہ رات تم نے وفد کے دوسرے لوگوں کے ساتھ دیکھا ہو گا۔"

"ہاں۔ دیکھا تھا۔"

"انکوسازانہ! تمہارے ساتھ ایک لڑکی رہتی ہے جس کا نام نوئی ہے۔ یہ جادوگر سیاپی کی بیٹی ہے اور یہ سیاپی کو ڈنگان کے حکم سے قتل کر دیا گیا اور اس کے گھر والوں کو بھی قتل کر دیا گیا چنانچہ نوئی کو بھی قتل ہو جانا چاہئے تھا لیکن تم نے اس سپاہی پر بجلی گرا دی جو نوئی کا تعاقب کر رہا تھا اور اس کا تمہیں حق حاصل تھا اور ہے۔ تم نے اس سپاہی کو جلا کر خاک کر دیا اور اس کا تمہیں حق حاصل تھا اور نوئی کو اپنی کنیز بنا لیا اور اس کا بھی تمہیں حق حاصل تھا اور ہے۔"

"کہے جاؤ" ریچل نے ذرا بھی حیرت کا اظہار نہ کیا حالانکہ دل ہی دل میں وہ

بہت زیادہ حیران تھی۔"

"انکوسازانہ! ہم جانتے ہیں کہ اس لڑکی سے تمہیں بہت زیادہ محبت ہوگئی ہے۔ چنانچہ گزشتہ روز تمہارے پاس آنے سے پہلے ہم نے نوئی کو گرفتار کرلیا جیسا کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا۔ ہم نے اسے چھپا دیا اور چھپائے رکھا اور تمہارے جواب کا انتظار کرنے لگے۔ اگر تم نے بادشاہ کی درخواست قبول کرلی ہوتی اور اس کے پاس چلنے کو تیار ہوگئی ہوتیں تو نوئی کو اسی وقت آزاد کردیا جاتا۔ لیکن چونکہ تم نے انکار کردیا اس لئے میرے ساتھی اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے ہیں۔"

"بُرا کیا ــــــ بہت بُرا کیا ــــــ اور کیا کہنا ہے تامبوساہ۔"

"انکوسازانہ! یہ بادشاہ کے الفاظ ہیں جو میری زبان ادا کررہی ہے۔ انکوسازانہ کو چاہئے کہ وہ میرے پاس آکر حکم دے اور نوئی کو آزاد کردیا جائے گا کیونکہ یہ لڑکی عظیم نام والی کی پالتو کتیا ہے۔ لیکن اگر انکوسازانہ فوراً نہ آئی تو نوئی کو قتل کردیا جائے گا۔"

"لیکن میں کیسے یقین کرلوں تامبوساہ کہ جو کچھ تم نے کہا ہے وہ غلط نہیں ہے؟" ریچل نے اپنے جذبات کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کیونکہ وہ نوئی کو بہت زیادہ چاہتی تھی۔

چنانچہ تامبوساان جھاڑیوں کی طرف گھوم گیا جو بیس قدم دور اگ رہی تھیں۔

"باہر آجاؤ!" اس نے چیخ کر کہا۔

"فوراً ہی جھاڑیوں میں سے ایک چودہ سالہ لڑکی نکل آئی۔ یہ لڑکی اکثر نوئی کے ساتھ پھول توڑنے جایا کرتی تھی اور ریچل اس سے واقف تھی۔

"نوئی کی گرفتاری کا واقعہ اور وہ پیغام جو نوئی نے دیا ہے انگوسازانہ کو سنادو۔"

اس پر لڑکی نے کانپ کانپ کر ریچل کو بتایا کہ جب وہ اور نوئی پھول توڑ رہی تھیں تو کس طرح زولو ان پر اچانک آپڑے اور ان دونوں کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انھیں جھاڑیوں کے اس جھنڈ میں لے گئے جو مستقر سے کوئی چار میل کے فاصلے پر تھا۔ دونوں لڑکیوں کو اس وقت تک جھاڑیوں میں رکھا گیا جب تک کہ وفد ریچل سے ملاقات کرکے واپس نہ آگیا۔ وفد کے اراکین نے نوئی سے گفتگو کی اور پھر نوئی نے اس لڑکی کو بلا کر یہ پیغام دیا:۔

"انگوسازانہ سے کہنا کہ زولوؤں نے مجھے گرفتار کر لیا ہے اور وہ مجھے ڈنگان کے پاس لئے جا رہے ہیں۔ کہنا کہ اگر انگوسازانہ شاہی کرال میں آگئی اور بادشاہ کو حکم دیا تو مجھے رہا کر دیا جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ انگوسازانہ خود آجائے اور اگر نہ آئی تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ انگوسازانہ سے کہنا کہ محض مجھے بچانے کے لئے ڈنگان کے پاس آنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں مرنے سے نہیں ڈرتی میں جانتی ہوں کہ انگوسازانہ کا زولو لینڈ میں بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ تاہم مناسب ہوگا کہ وہ نہ آئے۔ اس سے کہنا کہ میں نے اس زندگی میں بھی انگوسازانہ سے محبت کی ہے اور مرنے کے بعد بھی کرتی رہوں گی۔"

اور پھر اس لڑکی نے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح زولو لوگ نوئی کو زولو لینڈ کی طرف لے گئے اور خود اسے تامبو کے ساتھ ان جھاڑیوں میں چھوڑ گئے اور تامبو سا اسے صبح ہونے سے کچھ پہلے مستقر کے قریب لے آیا اور اسے جھاڑی میں چھپا دیا۔

اب کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہ گئی تھی لیکن اب سوال یہ تھا کہ

کیا جائے؟ وہ چند لمحوں تک کچھ سوچتی رہی اور پھر تامبوسا اور لڑکی کو اپنے ساتھ مستقر تک چلنے کو کہا۔ جوہان اور اس کی بیوی برآمدے میں بیٹھے کافی پی رہے تھے۔

"کیا بات ہے؟" مسز دیو نے ریچل کے ساتھ تامبوسا کو دیکھا تو چونک کر پوچھا۔

ریچل نے تامبوسا کو کہانی دہرانے کا حکم دیا اور اس نے ریچل کو مخاطب کر کے اور جوہان اور اس کی بیوی کی طرف ذرا بھی متوجہ ہوئے بغیر اس کے حکم کی تعمیل کی۔ جب وہ خاموش ہوا تو لڑکی نے اپنی سرگذشت سنا دی۔

"اب جاؤ اور باہر انتظار کرو"۔ جب لڑکی خاموش ہوئی تو ریچل نے کہا

"انکوسازانہ! میں جا رہا ہوں" تامبوسا نے کہا۔ "لیکن اگر تم نوئی کو بچانا ہی چاہتی ہو تو پھر تمہیں ذرا بھی تاخیر نہ کرنی چاہئے آج کا دن ختم ہونے کے فوراً بعد اگر تم دریائے توگیلا کے اس پار نہ پہنچ گئیں تو پھر بادشاہ کو اس کی اطلاع دے دی جائے گی اور اسی وقت نوئی کو قتل کر دیا جائے گا۔ یہ بھی جان لو کہ تمہیں میرے ساتھ تنہا آنا ہے۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ آنا چاہے وہ سفید فام ہو یا سیاہ فام، تو اسے بلا توقف قتل کر دیا جائے گا"۔

اور جب تامبوسا اور لڑکی چلی گئی تو ریچل نے اپنے والدین سے پوچھا!

"اب بتاؤ کیا کیا جائے؟"

مسز دیو نے مایوسی اور بے چارگی سے سر ہلا کر اپنے شوہر کی طرف دیکھا اور جوہان زولوؤں، ان کے رسم و رواج، توہم پرستی اور مظالم کے متعلق خدا جانے کیا کچھ بکنے لگا اور آخر میں کہا کہ ریچل کا تن تنہا ان وحشیوں میں جانا مناسب نہیں بلکہ یہ حماقت اور پاگل پن ہے۔

"لیکن ابا! جب وہ خاموش ہوا تو ریچل نے کہا۔ اس طرح تو خود آپ نوئی کو گویا سزائے موت دلوا رہے ہیں۔ اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا آپ نہ جاتے؟"

"جاتا۔ ضرور جاتا بلکہ اس وقت بھی میں ہی جاؤں گا۔ ڈنگان میری بات ضرور سنے گا۔"

"بات تو کیا سنے گا البتہ فوراً ہی آپ کو قتل کروا دے گا۔ آپ نے سنا نہیں کیا کہا تھا "نابوسا" نے؟ نہیں ابا۔ آپ نہ جائیں گے۔"

"نہیں جوہان"۔ مسز دیو نے جلدی سے کہا "ریچل ٹھیک کہتی ہے۔ تمہارا جانا مناسب نہیں کیونکہ اگر تم گئے تو واپس نہ آؤ گے اس کے علاوہ تم مجھے اکیلی چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہو؟۔"

"اس صورت میں تمہیں نونہا کو اس کی قسمت پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔"

"یہ سنگدلی ہے۔ چارہ کیوں نہیں اور ہم کیوں اسے اپنی قسمت پر چھوڑ دیں جبکہ میں اسے بچا سکتی ہوں؟۔"

ریچل نے ایک جوش کے عالم میں اور بلند آواز میں کہا "اگر نوئی ماری گئی تو اس کا خون ہم سب کی گردنوں پر عموماً اور میری گردن پر خصوصاً ہوگا۔ میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کر سکوں گی اور زندگی بھر مسکرا نہ سکوں گی۔"

"لیکن اگر زولوؤں نے خدانخواستہ تمہیں قتل کر دیا تو؟۔"

"اس طرف سے آپ مطمئن رہیئے۔ زولو مجھے قتل نہ کریں گے۔ اماں جانتی ہیں کہ میں محفوظ رہوں گی اور اس کا مجھے بھی یقین ہے لیکن چونکہ ان کے دماغوں میں یہ ہوا بھر گئی ہے اس لئے، اگر میں نہ گئی تو، ڈنگان ایک فوج اس طرف روانہ کر دے گا کہ ناماہ کے ہر باشندے کو قتل کر کے مجھے گرفتار کر لیا

جائے۔ چنانچہ نونی کا اغوا گویا تمہید تھی اس کی۔ اب دو ہی راستے رہ گئے ہیں
یا تو میں زولولینڈ چلی جاؤں فوراً، نونی کو بچا لوں اور اپنا کردار ادا کروں یا پھر
یہ کہ ہم نونی کو اس کے حال پر چھوڑ دیں اور کل ہی ہم سب یہاں سے روانہ ہو جائیں
دوسرے لفظوں میں فرار ہو جائیں لیکن اس صورت میں، جیسا کہ میں کہہ چکی ہوں
میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کروں گی خصوصاً اس لئے کہ میں زولوؤں سے
ذرہ برابر بھی نہیں ڈرتی"۔

"یہ سچ ہے کہ خدا زولولینڈ میں بھی تمہاری اتنی ہی حفاظت کرے گا جتنی کہ
یہاں کر رہا ہے" جوہان نے کہا۔

"بے شک۔ لیکن ایک بات اور بھی ہے ابّا۔"

"وہ کیا؟۔"

"اگر میں زولولینڈ کی طرف روانہ ہو جاؤں تو آپ بھی ڈربن کی طرف
روانہ ہو جائیں اور وہاں میرا انتظار کریں۔"

"یہ کیوں ریچل؟ یہ سب بکواس ہے۔"

"اس لئے کہ میرے خیال میں آپ لوگ یہاں محفوظ نہیں ہیں اور یہ سب
بکواس نہیں ہے" ریچل نے بڑی سنجیدگی سے کہا "زولوؤں نے یقین کر لیا ہے
کہ میں کس طرف سے آپ کی محکوم ہوں۔ آپ بھولے نہ ہوں گے کہ وفد کے سردار
نے بادلوں اور آسمانوں کی تشبیہہ دی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ میرا خوف بے بنیاد ہو
تاہم احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ آپ ڈربن چلے جائیں۔ مستقل نہیں تو
عارضی طور پر سہی)۔ وہاں آپ محفوظ ہوں گے۔ اور اگر آثار اچھے نہ ہوئے تو
آپ فوراً کسی جہاز میں سوار ہو سکتے ہیں۔"

اور اب جوہان کا ضدی پن ایک دم سے بھڑک اٹھا اور اس نے مستقر

چھوڑنے سے انکار کر دیا نہ صرف انکار کر دیا بلکہ یکے بعد دیگرے وہ وجوہات بھی بیان کرنے لگا جن کی بنا پر اس کا مستقر میں ہی رہنا ضروری تھا چنانچہ نصف گھنٹے کی بحث بحثی کے بعد ایک فیصلہ ہو گیا جو قطعی اطمینان بخش نہ تھا۔ یعنی یہ کہ ریچل نوئی کو بچانے زولو لینڈ چلی جائے اور اس کے والدین رماہ میں ہی رہیں۔ اس کی واپسی کے بعد ——— ان لوگوں کا خیال تھا کہ ریچل سات، آٹھ روز میں واپس آجائے گی ——— مستقر کے مسئلے پر غور کیا جائے گا اور وہ بھی ریچل کے ذاتی تجربے کی روشنی میں۔ چنانچہ محض نوئی کو بچانے کی غرض سے یہ طے پا گیا۔

اس فوری فیصلے کے آدھے گھنٹے بعد ہی ریچل اپنے اس سفر کے لئے تیار تھی ریچل اپنی بھورے رنگ کی گھوڑی پر یہ سفر کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ یہ گھوڑی بہت عمدہ اور سدھی ہوئی تھی۔ وہ سفید بیل بھی، جو ڈنگان نے تحفتہً بھیجا تھا، ریچل اپنے ساتھ لے جانے والی تھی لیکن اس پر اس کے کپڑے اور دوسری ضروری چیزیں، جو چرمی تھیلوں میں بند تھیں، لادی جانے والی تھیں اور یہ چیزیں تھی کافی، شکر اور چند دوائیں اور اگر راستے میں گھوڑی کسی حادثے کا شکار ہو جائے تو یہ بیل پھر سواری کے کام میں بھی آسکتا تھا۔ جب سامان سفر درست ہو چکا تو ریچل نے تامبوسا کو بلا بھیجا اور سفید بیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"میں ڈنگان کے پاس اپنی خادمہ کو رہا کرانے آرہی ہوں۔ اس بیل کو آگے لے چلو۔ میں فوراً تمہیں آلوں گی۔"

تامبوسا نے ریچل کو سلام کر کے "بونگا" شروع کیا یعنی اسے عجیب و غریب اور طول طویل خطابات دینے لگا لیکن ریچل نے ہاتھ ہلا کر اسے خاموش کر دیا چنانچہ وہ بیل کو ہنکاتا ہوا چل دیا۔

جوہان اپنی بیٹی کو دریائے توگیلا تک رخصت کرنے جانے والا تھا چنانچہ جب اس کے گھوڑے پر زین کسا جا چکا تو ریچل اپنی ماں کو خدا حافظ کہنے پہنچی مسز دیو نشست گاہ کی ایک کھڑکی کے سامنے بیٹھی اداس نظروں سے سمندر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اماں! میں جا رہی ہوں" اس نے بڑی بشاشت سے کہا "آپ فکر نہ کریں میں ایک ہی ہفتے میں نوئی کو لے کر آ جاؤں گی"۔

"ہاں بیٹی" مسز دیو نے کہا "بے شک۔ تم اور نوئی واپس آ جاؤگی لیکن ......"

"لیکن کیا اماں ؟"

"میں کچھ نہیں جانتی بیٹی لیکن میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ تم سے جدائی کے خیال کو بھی میں برداشت نہیں کر سکتی۔ ریچل! جب سے تم پیدا ہوئی ہو تب سے لے کر اب تک تم مجھ سے ایک گھنٹے کے لئے جدا نہیں ہوئیں۔"

ریچل نے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ مسز دیو کے بشرے سے عجیب غم عیاں تھا چنانچہ خود ریچل بھی اداس ہو گئی۔

"اماں! اگر آپ —— خیر! میں نوئی کو چاہتی ہوں لیکن آپ کو اس سے زیادہ چاہتی ہوں چنانچہ اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں نہ جاؤں تو بے شک میں نہ جاؤں گی۔ یہ —— یہ —— بڑی سنگدلی ہو گی لیکن کیا کیا جائے مجبوری جو ٹھہری۔ خود نوئی غریب کو بھی کوئی شکایت نہ ہو گی۔"

اور نوئی کی اذیت ناک موت کے خیال سے ریچل کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔

"نہیں ریچل۔ نہیں۔ تمہارا جانا ضروری ہے اور صرف نوئی کی نہیں بلکہ اپنی خاطر بھی۔ تمہارے مشورے پر عمل کر کے اگر تمہارے ابا کل یا پرسوں ڈربن

کی طرف روانہ ہونے کے لئے راضی ہوگئے ہوتے تو دوسری بات تھی لیکن میں ان کی ضدی طبیعت سے واقف ہوں اور جانتی ہوں کہ وہ یہ بات نہ مانیں گے چنانچہ اس کے متعلق ان سے کچھ کہنا فضول ہے۔ اب صرف یہ کر سکتے ہیں کہ خدا سے بہتری کی امید رکھیں اور بس۔"

"جیسی آپ کی مرضی"۔

"اچھا بیٹی۔ اب مجھے اپنا ماتھا چومنے دو اور خدا کا نام لے کر جاؤ۔ تمہارے ابا پکار رہے ہیں تمہیں۔ اور ریچل! اب اگر ہماری ملاقات اس دنیا میں نہ ہو تو مجھے بھول نہ جانا کیونکہ پھر دوسری دنیا میں ہماری ملاقات ہوگی۔ میں تمہیں خوفزدہ کرنا نہیں چاہتی۔ میں بیمار ہوں چنانچہ مجھے الٹے سیدھے خیالات آتے رہتے ہیں۔ جاؤ بیٹی۔ خدا تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

چنانچہ ریچل اپنے ماتھے پر اپنی ماں کے بوسے کی مہر لے کر باہر آئی۔ اس کا دل بھر آیا تھا اور حلق میں پھندے سے پڑ رہے تھے چنانچہ وہ خاموش تھی۔ مسز دیو بھی اپنی بیٹی کو خاموشی سے جاتے دیکھتی رہی۔ ریچل گھوڑی پر سوار ہو کر اپنے باپ کے ساتھ اس راستے پر چل دی جس راستے سے تھوڑی دیر پہلے تامبوسا بیل ہنکاتا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ تامبوسا کے ساتھ تھے۔ تامبوسا چلتے چلتے رک گیا اس نے پہلے ریچل اور پھر جوہان کی طرف دیکھا اور پھر ریچل سے کہا:۔

"انکوسازانہ! بادشاہ کا حکم ہے کہ کوئی تمہارے ساتھ نہ آئے"۔

"خاموش رہو" ریچل نے بڑی تمکنت سے کہا "یہ صاحب میرے ساتھ تک ہی آرہے ہیں۔"

چنانچہ تامبوسا خاموش ہو رہا اور وہ لوگ آگے بڑھتے چلے گئے۔ ریچل نے دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا کہ اس کا مزاج کیسا ہی کیوں نہ رہا ہو اس کا باپ اس وقت بشاش تھا۔

دو گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد وہ دریائے توگیلا کے اس گھاٹ پر تھے جس کے دوسری طرف سے زولوؤں کی سرزمین شروع ہو جاتی تھی۔ دوسرے کنارے کے ٹیلوں پر بہت سے کافر کھڑے ہوئے تھے۔ ریچل پر نظر پڑتے ہی یہ لوگ دریا کے کنارے کی طرف بھاگے۔ اور پھر دریا میں اتر کر لمبے ڈنڈوں اور چھڑیوں سے پانی کو پیٹنے لگے۔ ریچل کو یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ یہ لوگ گھڑیالوں اور مگرمچھوں کو بھگا رہے تھے۔

اور اب جدائی کی گھڑی آ پہنچی تھی۔ جوہان دفعتہً اداس اور بے چین ہو گیا اور اس نے تامبوسا سے درخواست کی کہ اسے بھی اپنی بیٹی کے ساتھ زولولینڈ میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔

"چیخنے والے!" تامبوسا نے جواب دیا "اگر تم نے دوسرے کنارے پر قدم بھی رکھا تو فوراً قتل کر دئیے جاؤ گے۔ دیکھو! وہ ہیں بھالے جو تمہارا بدن چھلنی کر دیں گے"۔

اور اس نے ایک نسبتاً بڑے اور بلند ٹیلے کی طرف اشارہ کیا جو کنارے سے زیادہ دور نہ تھا اور اس ٹیلے کی ڈھلان پر سے زولو سپاہیوں کا ایک پورا دستہ صفیں بنائے بڑی ترتیب سے بھاگا آ رہا تھا۔ سپاہیوں کے سروں پر شترمرغ کے پروں کی کلغیاں لہرا رہی تھیں اور ان کے ہاتھوں میں سفید ڈھالیں تھیں۔

"دیکھو!" تامبوسا نے کہا "انکوسازانہ زولا کا بدرقہ۔ وہ ان سپاہیوں

کی حفاظت میں ہو گی پھر کون انگلی اٹھا سکے گا اس کی طرف ؟ اور اگر تم نے ڈنگان کے حکم پر کان دھرا تو تم ہی کہو کیا تم ان سپاہیوں کے بھالوں سے بچ جاؤ گے ؟ اب تم لوٹ جاؤ مبادا وہ سپاہی یہاں، اس طرف آکر تمہیں قتل کر دیں ۔"

بحث و احتجاج فضول تھا۔ جوہان کو اس کا احساس تھا کہ تامبوسا ٹس سے مس نہ ہو گا چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کو گلے لگایا ۔ ریچل نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ تامبوسا جلدی مچا رہا تھا چنانچہ جوہان اور ریچل ایک دوسرے سے رخصتی کلمات نہ کہہ سکتے تھے کیونکہ اس وقت ریچل کا دل بھر آ رہا تھا اور وہ زولوؤں کے سامنے آنسو بہانا نہ چاہتی تھی ۔ اگر جوہان نے ایک لفظ بھی کہا ہوتا تو وہ پھوٹ پڑتی اور اس کا اثر ظاہر ہے کہ زولوؤں پر برا پڑتا اور پھر شاید اسے وہ مقام حاصل نہ ہوتا جو اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

ریچل اپنے باپ سے رخصت ہوئی اور اپنی بھوری گھوڑی کو دریا میں ڈال دیا۔ تامبوسا سفید بیل کی نکیل پکڑے اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا! تھوڑی دیر بعد ہی اس نے گھوم کر دیکھا کہ اس کا باپ لب دریا گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے ۔

"کیا کر رہا ہے وہ ؟" تامبوسا نے پوچھا " جادو کر رہا ہے ہم پر ؟ "

" نہیں " ریچل نے جواب دیا " وہ ہمارے لئے آسمانوں سے دعا کر رہا ہے ۔"

زولوں نے اب سطح آب پر ڈنڈے برسانے بند کر دئے تھے اور وہ دریا میں ہی دو رویہ قطاروں میں خاموش اور مؤدب کھڑے ہوئے تھے اور ریچل تامبوسا کے ساتھ ان کے درمیان سے گزر رہی تھی ۔ اس طرف دریا گہرا نہ تھا چنانچہ وہ

اسے آسانی سے عبور کر گئے۔ اس اثنا میں دوسرے کنارے پر زولو سپاہیوں کا دستہ پہنچ چکا تھا۔ دو ہزار یا اس سے زیادہ سپاہی جو اس لڑکی کے استقبال کو آئے تھے، جو ان کی عظیم ترین دیوی کا اوتار تھی۔ کم سے کم زولو تو یہی سمجھتے تھے۔ ریچل نے ان کی طرف دیکھ کر سوچا کہ کیا لوگ اس کے استقبال کو پہلے سے ہی تیار تھے؟ کیا وہ جانتے تھے کہ وہ ضرور آئے گی؟ اور ان سوالوں کا جواب ریچل کو فوراً مل گیا یقیناً اس دستے کو حکم دیا گیا تھا کہ اگر ریچل اپنی مرضی سے آجائے تو سپاہی اس کا استقبال کریں اور اگر وہ خوشی سے نہ آئے تو یہ سپاہی مستقر پر حملہ کر دیں اور اسے جبراً لے آئیں۔

"چنانچہ یہ اچھا ہی ہوا کہ میں آگئی"۔ ریچل دل ہی دل میں بولی "ورنہ خدا جانے کیا ہوتا۔"

ریچل آگے بڑھی اور اس وقت بڑی مرعوب کن معلوم ہو رہی تھی وہ۔ اس نے سفید چغہ پہن رکھا تھا اور اس کے گھنے سنہرے بال، جو کھلے چھوڑ دئے گئے تھے، اس کے شانوں پر ریشمی ڈھیر کی طرح پڑے ہوئے تھے اور وہ گھوڑے پر تن کر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے بشرے سے خوف وہراس کے بجائے متانت اور عجیب شان عیاں تھی۔ یکایک دستے کے افسر اپنی سفید سفید ڈھالیں بلند کرکے اور اپنے سر جھکا کر اس کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرنے دوڑے آئے۔

"سلام ہو تم پر" انھوں نے کہا "کالے ہاتھی ڈنگان کی طرف سے سلام ہو تم پر۔ اے روح افلاک! خوش آمدید۔ اے قوم کولولوانا کے اوتار! تمہارا آنا مبارک ہو۔"

ریچل سر اٹھائے اور ان افسروں کی طرف متوجہ ہوئے بغیر آگے بڑھ گئی

البتہ وہ دل ہی دل میں حیران ضرور تھی کہ کون ہوگا یا ہوگی یہ نوم کو بولوانا جس کا اوتار خود اسے سمجھا جا رہا تھا! بعد میں اسے معلوم ہوا کہ یہ دراصل زولوؤں کی عظیم دیوی انکوسازنہ زولا کا دوسرا لقب تھا اور انکوسازانہ زولا وہ پُراسرار روح یا دیوی تھی جو زولوؤں کی قسمت کی ملکہ تھی۔ زولوؤں کے اعتقاد کے مطابق یہی دیوی ان کی قسمت بگاڑتی اور سنوارتی تھی اور اب ریچل وہی دیوی تھی۔ وہ ہر زولو کی، بادشاہ سے لے کر ایک عام آدمی تک کی قسمت کی مالک تھی۔ وہ بہت بڑا رتبہ تھا۔ ایک عظیم مقام تھا جو آج تک کسی کو حاصل نہ ہوا تھا۔

آخر کار اس کی گھوڑی نے دوسرے کنارے پر قدم رکھا۔ یکایک دو ہزار سپاہی اپنے بھالوں کے دستوں سے اپنی چرمی ڈھالوں کو پیٹنے لگے۔ پہلے آہستہ آہستہ بہت ہی آہستہ آہستہ چنانچہ یہ آواز ایسی معلوم ہوتی جیسے کہیں دور طوفانی سمندر کی موجیں چٹانی ساحل سے ٹکرا رہی ہوں۔ رفتہ رفتہ اس آواز کا حجم بڑھنے لگا یہاں تک کہ یہ شور اس قدر بڑھ گیا کہ اس کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی اور پھر یہ آواز بڑھی ـــــ اور ـــــ اور ـــــ اور اب وہ ایک عظیم گرج میں تبدیل ہو چکی تھی جیسے ہزارہا بادل بیک وقت گرج رہے ہوں اور گرج کی یہ آواز دریا پر اور ٹیلوں پر اور میدانوں میں لڑھکتی چلی گئی اور پھر یہ عظیم شور جس طرح ابھرا تھا اسی طرح مدھم ہو کر ڈوب گیا اور چند ثانیوں تک گہری خاموشی طاری رہی اور پھر جیسے کوئی اشارہ پا کر دو ہزار بھالے بیک وقت اوپر اٹھے اور ان کے پھل دھوپ میں چمک گئے اور تین ہزار حلقوم سے شاہی سلام کی آواز ایک ساتھ نکلی ـــــ بائیٹی ـــــ یہ بہت ہی شاندار اور مرعوب کن استقبال تھا۔ اس قدر شاندار اور مرعوب کن کہ ریچل کو یہ یقین کرتے ہی بنی کہ زولو لوگ اسے عظیم اور عالیشان ہستی سمجھتے تھے۔ ایک ایسی ہستی جو دنیا کے کسی بھی شخص سے

ہر انسان سے الگ اور اعلیٰ و عرفہ تھی، جو ملکو تی تھی۔

ریچل کو کچھ اور سوچنے کا وقت نہ ملا کیونکہ ڈھالوں کو پیٹنے کی آواز سے اس کی گھوڑی خوفزدہ ہوگئی تھی چنانچہ وہ یوں اُچھلی کہ ریچل گرتے گرتے بچی خوش قسمتی سے وہ ایک عمدہ سوار تھی چنانچہ سنبھل گئی۔ اگر کہیں وہ لڑھک جاتی اور زمین پر آرہتی تو شاید زولوؤں کی نظر سے بھی گر جاتی اور یہ ظاہر ہے کہ بہت بُرا ہوتا۔ گھوڑی اُچھلی اور کودی لیکن ریچل اس پر سوار رہی اور زولوؤں نے اس کے عظیم ہونے کا اور بھی یقین کر لیا۔ ان کا یقین اور بھی پختہ ہوگیا اور ریچل کے گھوڑی پر بیٹھے رہنے کا واقعہ ایک کارنامہ بن گیا کیونکہ اکثر زولوؤں نے پہلے کبھی گھوڑا نہ دیکھا تھا وہ اسے جادوئی نہیں تو نہایت ہی خطرناک جانور ضرور سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک جانور پر ایک عورت کا بیٹھے رہنا ——— اور وہ بھی اس وقت جب جانور چاروں ٹانگوں سے اُچھل رہا ہو اور چھلانگیں لگا رہا ہو ——— زولوؤں کو بے حد حیرت انگیز معلوم ہوا اور انھوں نے فوراً ہی اسے ایک دیوی کا ایک معجزہ سمجھ لیا۔

ریچل نے پچکار کر اور تھپک کر گھوڑی کو قابو میں کیا اور سپاہیوں کی دو رویہ قطاروں کے درمیان سے گذرنے لگی۔ ہر سپاہی کا سر جھکا ہوا تھا اور ہر سپاہی مجسمے کی طرح خاموش اور بے حس و حرکت کھڑا ہوا تھا اور افسر اور پچاس محافظ سپاہی آگے آگے بھاگ رہے تھے، ان کے بعد اپنی گھوڑی پر سوار ریچل چلی جا رہی تھی، اس کے بعد تاموسا تھا جو سفید بیل کی نکیل پکڑے ہوئے تھا، اس کے پیچھے محافظوں کا ایک دستہ تھا اور دستے کے پیچھے پوری رجمنٹ خاموشی سے چلی آرہی تھی۔ چنانچہ یوں شاہانہ شان سے ریچل زولولینڈ میں داخل ہوئی اس نے نہ تو کسی سے کچھ پوچھا اور نہ ہی منہ سے کچھ کہا اور یہ خاموشی اس کے

شایانِ شان تھی البتہ وہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی کہ وہ کہاں جا رہی ہے؟ یہ سفر کہاں ختم ہوگا؟ انجام کیا ہوگا؟ اور یہ کہ ـــــ اعن کے لوٹنے تک اس کے والدین پر کیا کچھ بیت جائے گی؟۔

اور اس کا یہ اندیشہ بے بنیاد تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد ایک واقعہ ہوا اور اس واقعہ نے ریچل پر یہ ظاہر کر دیا کہ زولوؤں میں اسے جو مقام حاصل تھا وہ بے شک بہت بلند اور عظیم تو تھا ہی لیکن ساتھ ہی ساتھ بہت زیادہ خوفناک بھی تھا۔ ہوا یوں کہ چند مویشی جو شاید گھاس چر رہے تھے، سپاہیوں کی آمد سے بدک کے بھاگے اور سپاہیوں کی صفوں میں گھس پڑے اور انھیں چیرتے ہوئے اپنے کرال کی طرف نکلے چلے گئے۔ مویشیوں کے ایک ریوڑ میں ایک سانڈ بھی تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ ایک عورت ایک عجیب جانور پر سوار چلی آرہی ہے تو پہلے تو وہ کھڑا اچھنکارتا رہا اور پھر اس نے بڑے بڑے سینگوں والا سر جھکایا اور نہایت تیزی سے ریچل کی گھوڑی کی طرف بھاگ پڑا۔ ریچل نے جب اس غصے میں بھرے ہوئے سانڈ کو حملہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے اپنے رہوار کی لگامیں کھینچ لیں اور یکایک اسے دوسری طرف موڑ دیا۔ اب اتفاق ایسا ہوا کہ جس راستے پر وہ سفر کر رہے تھے اس کے کنارے پر ایک خشک دریا کا پیٹ تھا جو دس فٹ سے زیادہ گہرا نہ تھا البتہ اس کے کنارے عمودی تھے اور پیندے میں بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ سانڈ اپنے سر جھکائے اور آنکھیں بند کئے بھاگا آ رہا تھا۔ ریچل کی گھوڑی کے راستے سے ہٹ جانے کی وجہ سے وہ سیدھا آگے نکلا چلا گیا اور سر کے بل خشک دریا میں گرا، اس کے سینگ ایک پتھر سے ٹکرائے سانڈ کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ چند سکنڈ تک تڑپتے رہنے کے بعد ٹھنڈا ہو گیا۔

"او! او!" زولو چلائے۔

اب ریچل کے عظیم روح ہونے میں کسی کو شک نہ رہ گیا تھا۔ اس کی عظمت کا سکہ اب ہر ایک کے دل پر بیٹھ چکا تھا اور کیا یہ ثبوت کافی نہ تھا کہ ایک سانڈ نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور گستاخی کی سزا اسے فوراً مل گئی؟

اور اب ایک افسر نے اپنا ہاتھ ہلا کر کچھ اشارہ کیا اور فوراً ہی سپاہی ان چار یا پانچ گایوں پر ٹوٹ پڑے۔ جو سانڈ کے پیچھے تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان گایوں کی لاشیں وہاں پڑی ہوئی تھیں۔ بھالوں نے ان کے جسم چھلنی کر دیے تھے۔ اس سے پہلے کہ ریچل کچھ کہہ سکتی، سپاہیوں کو منع کر سکتی، یہ کام ہو چکا تھا۔ اب گایوں کی لاشیں راستے سے ہٹائی گئیں اور خون پر مٹی ڈال دی گئی کیونکہ خون دیکھ کر دیوی کی طبیعت مکدر ہو سکتی تھی۔ یہ کام ابھی پورا ہوا ہی تھا کہ ندی کے خشک بیٹ کی عمودی ڈھلان چڑھ کر ایک عورت چند مردوں کے ساتھ راستے پر آ گئی۔ یہ عورت بہت موٹی، بد صورت اور گھناؤنی تھی کیونکہ اس نے اپنے بالوں میں مچھلی کے مثانے پرو رکھے تھے اور گلے میں مختلف جانوروں کے دانتوں اور سانپ کی کینچلی کی مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ ریچل کو یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ یہ موٹی عورت "انانوسی" یا کاہنہ تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ کاہنہ غصے میں بھری ہوئی تھی کیونکہ اس کا چہرہ اور بھی بدصورت بن گیا تھا اور اپنے موٹاپے اور بڑھاپے کے باوجود وہ تیزی سے اور "دھم دھم" کرتی چلی رہی تھی۔

"کس نے جرأت کی ہے میرے مویشیوں کی جان لینے کی؟" کاہنہ نے چیخ کر کہا "تم نے؟ جسے لوگ نوکم بولوانا کہتے ہیں؟"

"اے عورت!" ریچل نے بڑی بے خوفی سے جواب دیا "تمہارے

سانڈ کی جان تو آسمانوں نے لی ہے کیونکہ اس نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ رہی تمہاری گائیں تو ان کے متعلق بادشاہ کے افسروں سے پوچھو۔"

کاہنہ نے دریا کے پیٹ میں مردہ پڑے ہوئے سانڈ کی طرف دیکھا۔ سانڈ کا سر ایک طرف بڑے غیر قدرتی انداز میں مڑا ہوا تھا۔ کاہنہ لمحہ بھر کے لیے خوفزدہ ہو گئی لیکن پھر غصّہ اس کے خوف پر غالب آگیا۔ یہ مویشی اسکے تھے، یہ سانڈ اس کے ریوڑ میں بہترین تھا اور پھر وہ کاہنہ تھی اور زولو اس سے ڈرتے تھے اور اسے بہت سے اختیارات حاصل تھے۔

"جب زولو لینڈ میں انکوسازانہ دیکھی گئی ہے اس کے پیچھے ہی پیچھے دکھ آتی ہے" کاہنہ نے کہا اور اپنے مردہ مویشیوں کی طرف اشارہ کیا "اور یہ ہے اس کا ثبوت۔ پہلے بھی ایسا ہوا تھا، اس وقت بھی ایسا ہوا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوگا۔ انکوسازانہ زولا کے جلو موت چلتی ہے۔۔ اے سفید فام! تمہاری زندگی کی راہ سرخ ہے۔ جاؤ۔ واپس جاؤ اپنے کرال میں اور دیکھو اپنی آنکھوں سے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں"۔

اور اس نے اچھل کر ریچل کی گھوڑی کی لگام پکڑ لی کہ اسے دوسری طرف موڑ دے۔

ریچل کے ہاتھ میں گینڈے کی سینگ کی وہ سفید چھڑی تھی جسے وہ چابک کے طور پر استعمال کرتی تھی اس نے اس چھڑی سے کاہنہ کی طرف اشارہ کیا مطلب اس کا یہ تھا کہ کاہنہ کے ساتھی آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے لگام چھڑوا دیں لیکن وہ نہ جانتی تھی کہ جب بادشاہ یا وہ ہستی، جسے کوئی بلند مقام حاصل ہو یہ اشارہ کرتی ہے تو اس سرزمین میں اس کا کچھ اور ہی مطلب سمجھا جاتا ہے ـــــ موت ـــــ فوری اور بیدردانہ موت۔

اس سے پہلے کہ ریچل کچھ سمجھ سکتی، بوڑھی کاہنہ کی خون آلود لاش مردہ سانڈ کے قریب پڑی ہوئی تھی۔

" اس کے ساتھیوں کے متعلق کیا حکم ہے ملکہ کیا حکم ہے" کاہنہ کو قتل کرنے والوں کے سردار نے پوچھا اور کاہنہ کے ان ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا جو بدحواسی کے عالم میں اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے"۔ حکم ہو تو ان لوگوں کو بھی اس کی استانی کے پاس پہنچا دیا جائے۔"

" نہیں" ریچل نے مردہ آواز میں کہا کیونکہ کاہنہ کے قتل کے نظارے نے اس کی روح تک کی بنیادیں ہلا دی تھیں" میں ان کی جان بخشی کرتی ہوں۔"

" ملکہ ان کی جان بخشی کر رہی ہے" سپاہیوں نے اعلان کیا" ملکہ کو زندگی اور موت پر اختیار حاصل ہیں اور وہ گستاخ کاہنہ کے شاگردوں کی جان بخشی کر رہی ہے۔"

اور عظیم دیوی کا یہ اعلان ایک سے دوسرے سپاہی تک پہنچ گیا اور جب یہ جلوس آگے بڑھا ہے تو زولو اپنی دیوی کے اختیارات کے متعلق ایک گیت بنا چکے تھے اور اسے گا رہے تھے اور ان کی آواز ایک سے دوسرے ٹیلے تک، بلندیوں اور پستیوں تک پہنچ رہی تھی۔

دسواں باب

ستارے کا شگون

ریچل کا زولو لینڈ میں داخلہ بڑا ہی اثر انگیز اور حیرت انگیز تھا اور ہر شخص مافوق الفطرت قوتوں سے مرعوب ہو چکا تھا اور ان لوگوں کو مرعوب کرنے میں اتفاقات نے بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ مثلاً جب وہ "عجیب" اور "وحشی" جانور چاروں ٹانگوں سے اچھل کود رہا تھا تو ریچل اس کی پشت پر یوں بیٹھی رہی تھی جیسے اسے وہاں کیلوں سے جڑ دیا گیا ہو حالانکہ اگر اس کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو گر پڑتا اور اس کا ہر زولو سپاہی کو یقین تھا۔ پھر ایک سانڈ نے اس پر حملہ کیا تو "آسمانوں" نے اس کی گردن توڑ دی۔ اور جب ایک "انانوسی" نے انکوسازانہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے تو انکوسازانہ نے اسے فوراً قتل کروا دیا اور یہ ظاہر کر دیا کہ وہ کسی ساحرہ، کاہنہ اور جادو سے نہیں ڈرتی۔ بلاشبہ اس کاہنہ کو بہر حال قتل ہونا تھا کیونکہ یہی ڈنگان کا حکم تھا کہ جو بھی انکوسازانہ سے گستاخی سے پیش آئے اسے بے تکلف قتل کر دیا جائے پھر وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو لیکن جب اس کاہنہ نے غصے میں آکر ریچل کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو دستے کے افسر اس پر فوراً ہی ٹوٹ نہ پڑے بلکہ منتظر رہے کہ دیکھیں خود "عظیم نام والی" کیا کہتی ہے اتفاقاً ریچل نے اپنی چھڑی سے کاہنہ کی طرف اشارہ کر دیا اور وہی ہو گیا جو زولو چاہتے تھے۔ اگر ریچل خوفزدہ ہو گئی ہوتی، اگر اس نے ذرا بھی گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار کیا ہوتا تو پھر زولو لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ اس لڑکی کی صرف رنگت ہی سفید ہے یا وہ حقیقت میں دیوی

کا اوتار ہے؟۔

لیکن اب وہ فیصلہ کر چکے تھے۔ اب ان کا یقین پختہ ہو چکا تھا کہ ریچل واقعی عظیم روح ہے اور یہ کہ اسے جانوروں اور انسانوں پر فوقیت حاصل ہے گھوڑی، سانڈ اور کاہنہ کے قتل کے واقعات نے ریچل کے سر پر عظمت اور برتری کا تاج رکھ دیا اور اس کی شہرت فوراً زدلولینڈ کے اِس سرے سے اُس سرے تک پہنچ گئی اور حالات ریچل کے اختیار میں نہ رہے تھے اور وہ اپنی عظمت سے انکار نہ کر سکتی تھی۔ یہ عظیم مقام اسے بہر حال قبول کرنا تھا اب، اگر وہ لاکھ کہتی کہ وہ دیوی نہیں بلکہ ایک معمولی لڑکی تھی، تو کوئی اس پر یقین نہ کرتا۔

سورج غروب ہو رہا تھا جب وہ لوگ ایک کرال کے قریب پہنچ گئے۔ جو ایک ٹیلے پر واقع تھا۔ ریچل سے پوچھا گیا کہ آیا وہ اس کرال میں رات گزارنا پسند کرے گی۔ ریچل نے منہ سے کچھ کہے بغیر صرف اثبات میں سر ہلا دیا اور وہ لوگ کرال میں داخل ہو گئے۔ پورا کرال خالی تھا۔ صرف چند لڑکیاں، جنھوں نے بڑے بڑے دانوں کی مالائیں پہن رکھی تھیں، ریچل کی خدمت کے لئے کرال میں ٹھہر گئیں۔ دوسرے تمام لوگ جا چکے تھے۔

ریچل کو ایک بڑی اور صاف ستھری جھونپڑی میں لے جایا گیا۔ لڑکیوں نے فوراً حاضر ہو کر اپنے گھٹنوں پر گر کر اس کی خدمت میں کھانا پیش کیا ——— گوشت، جما ہوا دودھ اور مکئی کا دلیہ ——— ریچل نے صرف جمایا ہوا دودھ اور دلیہ کھایا اور گوشت دستے کے افسروں کے پاس تحفتہً بھیجدیا۔ اور کھانے سے فارغ ہوئی تو پورے کرال میں وہ اکیلی تھی۔ وہ دیوی تھی اور کوئی بھی دیوی کے ساتھ قیام کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ لڑکیاں بھی چلی گئیں جو اس کے لئے کھانا لائی تھیں۔

وہ پورے کمرے میں اکیلی تھی۔ اور کمرے کی چہار دیواری کے باہر دو ہزار سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔

موت کی سی خاموشی اور قبر کی سی تنہائی میں ریچل نے سونے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ نیند پُرسکون نہ تھی آنکھیں بند کرتے ہی وہ کاہنہ سامنے کھڑی تھی۔ جو غصے میں بھری ہوئی تھی اور چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی کہ ریچل کی زندگی کی راہ خون سے سرخ ہے اور یہ کہ اگر ریچل کو اس کی پیشین گوئی میں شک ہو تو اپنے مستقر کی طرف لوٹ جائے اور وہاں جاکر دیکھے کہ کاہنہ نے پرسچ کہا ہے۔ یہ بڑی مبہم، پیشین گوئی تھی جسے ریچل سمجھ نہ سکی۔ اور پھر کاہنہ کا غصے سے سرخ چہرہ خوف سے سفید ہو گیا اور پھر موت ——— فوری اور بیدردانہ موت، جو ریچل کے ہاتھ کی ایک ہلکی سی جنبش نے نازل کر دی تھی اور کاہنہ بچاری کو کچھ کہنے اور اپنا بچاؤ تک کرنے کا موقع تک نہ ملا تھا۔

دوسرا خواب ———

اس کا باپ اور اس کی ماں پاس پاس لیٹے ہوئے تھے اور پھٹی ہوئی بے نور آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور جب ریچل نے انھیں پکارا تو انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

چنانچہ یوں طویل رات گزرتی رہی یہانتک کہ ریچل نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں کیونکہ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ پو پھٹ رہی تھی اور ہلکی ہلکی روشنی دروازے کی دراڑوں میں سے رینگ آئی تھی اور اس روشنی میں ریچل نے دیکھا کہ ایک بڑا سا چوہا اس کی ناک پر بیٹھا اس کے ماتھے کے بکھرے ہوئے بالوں کو چوس رہا تھا۔ ریچل ایک دم سے اٹھ بیٹھی اور وہ چوہا اس کے ساتھ دوسرے چوہے بھی جو فرش پر پھدک رہے تھے، خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ ریچل نے اٹھ

کر اس پانی سے منھ دھویا جو جھونپڑی میں رکھی ہوئی تونبیوں میں بھرا ہوا تھا۔
جب وہ منھ ہاتھ دھو رہی تھی تو جھونپڑی کے باہر سے گانے کی آوازیں آرہی تھیں یہ خدمتگار لڑکیاں تھیں، جو غاتا دیوی کی حمد گا رہی تھیں لیکن ریچل اس حمد کے الفاظ نہ سمجھ سکی۔

ابھی وہ پوری طرح تیار بھی نہ ہوئی تھی کہ لڑکیاں جھونپڑی میں داخل ہوئیں۔ انھوں نے ریچل کو سلام کر کے کھانا اس کے سامنے رکھ دیا۔ ریچل نے ناشتے سے فارغ ہو کر ایک لڑکی کے ذریعہ دستے کے افسر اعلیٰ کو کہلا بھیجا کہ وہ سفر کے لئے تیار تھی۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی نے واپس آکر اطلاع دی کہ تمام سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ ریچل کرال سے باہر آئی تو اس کی گھوڑی تیار کھڑی تھی اور تازہ دم تھی۔ تامبوسا ناٹال میں گھوڑوں کو دیکھ چکا تھا اور جانتا تھا کہ اس جانور کی خبر گیری کس طرح کی جاتی ہے۔ چنانچہ اس نے رات میں گھوڑی کو خوب کھلا پلا لیا تھا اور زین وغیرہ بھی کس دی تھی۔ گھوڑی کے آگے اور پیچھے، گزشتہ کل کی ترتیب سے زولو سپاہی خاموش اور مؤدب کھڑے تھے۔ ان لوگوں نے خاموشی اور عزت سے ریچل کا استقبال کیا۔

ریچل اپنی گھوڑی پر سوار ہوئی اور جلوس آگے چلا۔ راستے میں دوپہر کے وقت وہ لوگ دو گھنٹوں کے لئے رک گئے اور پھر دن بھر مسلسل چلتے اور ڈھلانیں چڑھتے رہے۔ وہ کئی ایک کرالوں میں سے گذرے اور کرال والے ریچل کو دیکھتے ہی "نوم کو بولوانا! نوم کو بولوانا" چلاتے نہایت ہی بدحواسی کے عالم میں بھاگے ریچل کو یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ کاہنہ کی قتل کی داستان اس سے پہلے ہی زولو لینڈ کے ہر کرال میں پہنچ گئی تھی اور کرال والے اس کے سامنے آتے ڈرتے تھے کہ مبادا ان سے کبھی بے خیالی میں کوئی گستاخی سرزد ہو جائے اور ان کا بھی وہی

حشر ہو جو اس کا ہلنہ کا ہوا تھا۔ چنانچہ ریچل کے اس عجیب سفر بلکہ یوں کہئے کہ مہم کی عجیب بات یہ تھی کہ اتنے بہت سے آدمیوں کے ہوتے ہوئے وہ تنہا تھی کوئی اس کے پاس نہ آتا تھا سوائے ان لوگوں کے جو اس کی خدمت پر بادشاہ کی طرف سے مامور تھے۔ وہ مقدس تھی، وہ عظیم تھی اور بے بلائے اس کے سامنے جانے کا نتیجہ موت کی صورت میں ظاہر ہو سکتا تھا۔

شام کے وقت وہ پھر ایک خالی کرال میں تھے۔ ریچل نے وہ رات پھر تنہا بسر کی۔ صبح جب وہ لوگ کرال سے روانہ ہوئے تو ریچل نے تامبوسا کو طلب کیا اور پوچھا کہ وہ لوگ ڈنگان کے بڑے کرال میں کب پہنچیں گے جس کا نام تھا "اوم گوگو نڈھولو" یعنی وہ مقام جہاں ہاتھی چنگھاڑتا ہے تامبوسا نے جواب دیا کہ سورج غروب ہونے کے وقت۔

چنانچہ دن بھر کے سفر کے بعد وہ لوگ ایک ٹیلے پر پہنچ گئے۔ سورج غروب ہونے لگا تھا اور اس کی سنہری کرنیں ٹیلے کے دوسری طرف میدان میں لوٹیں لگا رہی تھیں اور اس میدان میں ڈنگان کا بڑا کرال تھا۔ کرال کے چاروں طرف بلند دیوار تھی، کرال میں بھیڑوں کے چھتوں کی شکل کی ہزاروں جھونپڑیاں تھیں۔ اور ان جھونپڑیوں کے جھنڈ کے درمیان ایک وسیع و عریض میدان چھٹا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ لوگ بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھے۔ اور اندھیرا اتر ہی رہا تھا کہ کرال کے ایک دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ اس دروازے کے پہریدار بھی انگوسازانہ کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ وہ لوگ اس دروازے سے کرال میں داخل نہ ہوئے بلکہ چہار دیواری کے متوازی چلتے ہوئے ایک دوسرے دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ یہ "اِن ٹونکولو" تھا۔ یعنی باب محلات۔ یہاں پہنچتے ہی ان سپاہیوں نے، جو ریچل کے ساتھ آئے تھے، اسے سلام کیا۔ اور

پلٹ کر خاموشی سے چلے گئے۔ اور اب ریچل بادشاہ کے سفیر خاص تامبوسا کے ساتھ اکیلی تھی۔ تامبوسا کے ہاتھ میں اب بھی سفید بیل کی نکیل تھی۔ ریچل تامبوسا کے ساتھ اس دروازے میں داخل ہوئی۔ فوراً ہی وہ دوسرے دروازے کے سامنے تھی۔ یہ "امپوسینی کا دروازہ تھا۔ یعنی بادشاہ کی حرم سرا کا دروازہ۔ اور اس دروازے میں سے بہت سی عورتیں نکل آئیں جو پیٹ کے بل رینگ رہی تھیں اور ہر عورت کے بائیں ہاتھ میں ایک مشعل تھی جو خشک گھاس کی پتیوں کو بٹ کر بنائی گئی تھی۔ ان عورتوں نے سفید بیل پر لدا ہوا سامان اُتارا اور ان کے اشارے پر کیونکہ وہ زبان ہلانے کی جرأت نہ کر سکتی تھیں۔ ریچل اپنی گھوڑی پر سے اتر آئی اور اب تامبوسا نے ریچل کو سلام کیا اور اس نے اب گھوڑی کی لگام بھی پکڑ لی اور دونوں کو، گھوڑی اور بیل کو کھینچتا ہوا ایک طرف لے گیا۔

اور اب ریچل کو شدت سے تنہائی کا احساس ہوا کیونکہ تامبوسا بہرحال مستقر سے یہاں تک اس کے ساتھ رہا تھا اور وہ اس زولو سے بہت حد تک مانوس ہو چکی تھی لیکن اب تامبوسا بھی چلا گیا تھا اور ریچل کا گھر دور، بہت دور تھا۔ اس کے باوجود وہ بڑی بے خوفی سے سینہ تانے ان عورتوں کے پیچھے چل دی جو اس کے آگے آگے رینگ رہی تھیں۔ یہ عورتیں اسے ایک کافی بڑی جھونپڑی میں لے آئیں جس کے ایک کونے میں دریائی گھوڑے کی چربی کا بے ڈھنگا سا دیا جل رہا تھا۔ اس جھونپڑی میں عورتوں نے ریچل کا سامان رکھ دیا اور اُلٹے قدموں باہر نکل گئیں۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئیں تو ریچل کے لئے کھانا اور پانی لئے ہوئے تھیں۔

ریچل نے منہ ہاتھ دھو کر سفر کی گرد صاف کی، بالوں میں کنگھی کی اور

شکم سیر ہو کر کھانا کھایا کیونکہ وہ بھوکی تھی اور پھر اسے اپنی قوت برقرار رکھنا تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ نرم کمبلوں پر لیٹ گئی جو خاص اسی کے لئے بچھائے گئے تھے۔ ایک گھنٹے بعد اس کے پپوٹے نیند سے بوجھل ہو کر بند ہونے لگے تھے کہ دفعتہً جھونپڑی کے دروازے کا چوبی تختہ ہٹا کر ایک طویل القامت عورت اندر آ گئی اور ریچل کے سامنے سجدہ ریز ہو کر بولی:۔

"سلام ہو تم پر انکوسازانہ! بادشاہ دریافت کر رہے ہیں کہ کیا تم اسی وقت چلو گی ان کے پاس؟"

"ہاں" ریچل نے جواب دیا، "کیونکہ اسی لئے تو میں اتنا طویل سفر کر کے یہاں آئی ہوں۔ مجھے بادشاہ کے پاس لے چلو۔"

چنانچہ عورت جھونپڑی سے باہر آ گئی۔ ریچل اس کے پیچھے تھی اور اس نے دیکھا کہ شفاف آسمان میں چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ راہبر عورت رسولوں کے پیچ در پیچ باڑھوں میں سے ریچل کو ایک کھلے میدان میں لے آئی۔ میدان کے انتہائی سرے پر اور ایک بڑی سی جھونپڑی کے سائے میں بہت سے لوگ اپنے آپ کو کمبلوں میں لپیٹے بیٹھے تھے۔ ریچل نے سمجھ لیا کہ وہ ڈنگان کے سامنے تھی چنانچہ اس نے اپنا سفید چغہ ٹھیک سے اپنے جسم پر لپیٹا اور بڑی شان اور تمکنت سے آگے بڑھی یہاں تک کہ وہ میدان کے بیچ میں پہنچ کر رک گئی۔

اور اپنے سفید چغے اور چاندنی میں وہ ایک انسان سے زیادہ روح معلوم ہوتی تھی۔ اور پھر تمام لوگ، جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے، اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے ریچل کو سلام کیا۔ لیکن ریچل خاموش اور بے حرکت کھڑی رہی۔ پانچ سات منٹ گذر گئے۔ زولو بھی خاموش تھے، ریچل بھی خاموش تھی، یہ خاموشی کا مقابلہ تھا اور ریچل جانتی تھی کہ جو پہلے زبان کھولے گا وہی کم رتبہ

ہوگا۔

آخر کار اس خاموشی کے جواب میں ریچل نے اپنا وہ ہاتھ بلند کیا جس میں وہ گینڈے کی سینگ کی چھڑی پکڑے ہوئے تھی اور یوں ہاتھ بلند کر کے وہ پلٹی تو اس کے سنہرے بال چاندنی میں چمک چمک گئے اور پھر اس خوف سے کہ کہیں وہ چلی نہ جائے یا غائب نہ ہو جائے' اس شخص نے، جو دوسرے لوگوں کے بیچ میں بیٹھا ہوا تھا، بے حد پچی اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا:۔

"میں آمازو لوکا بادشاہ ڈنگان ہوں ۔ کہو سفید فام! تم کون ہو؟"۔

"اے بادشاہ ڈنگان! تم ہی کہو کہ میں یہاں کس نام سے مشہور ہوں؟" ریچل نے سوال کا جواب سوال سے دیا۔

"ایک عظیم نام ہے اے سفید فام! اس نام سے جو خال خال ہی زبان پر لایا جاتا ہے اور یہ نام ہے انکوسا زانہ نزولا جو نوم کو بولوانا کا خطاب ہے اور ہم لوگوں کی دیوی ہے۔ یہ بتاؤ کہ تمہارا یہ نام کیوں ہے؟۔"

"یہ میرا نام ہے اور میرا نام بس میرا اور صرف میرا نام ہے"۔

"یہ ہم جانتے ہیں سفید فام! تمہاری داستان ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک پہنچا دی ہے۔ درختوں کے پتّوں، دلدل کے نرسلوں اور میدانی گھاس کی پتیوں نے یہ داستان سرگوشیوں میں دہرائی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ آسمانوں نے تمہیں یہ خطاب دیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تم آسمانوں کی بیٹی ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ نوم کو بولوانا کی روح تمہارے جسم میں حلول کر گئی ہے۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو ڈنگان۔ میں نہیں کہہ رہی۔ تم کہہ رہے ہو"۔

"ہاں۔ میں کہہ رہا ہوں۔ اب تک میں نے تمہیں دیکھا نہ تھا لیکن آج دیکھ رہا ہوں اور کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے صحیح ہے۔ کیونکہ تمہارا حسن صرف

عورت کا حسن نہیں ہے، کیونکہ تم صرف عورت نہیں ہو بلکہ کچھ اور بھی ہو۔ تمہارا حسن کسی اور کا حسن بھی ہے۔ میں اپنے الفاظ کی توثیق کرتا ہوں جو میرے پیغامبر نے تمہارے کانوں تک پہنچا دئے تھے۔ یہاں تم میری حکومت میں برابر کی شریک ہو۔ یہ ملک تمہارا ہے اور میری فوج تمہارے ماتحت ہے اور تمہارے ہر حکم کی تعمیل کے لئے ہر دم تیار ہے۔ زندگی اور موت پر تمہیں اختیار دیا گیا ہے حکم کرو اور فوج قتال کرنے فوراً روانہ ہو جائے گی، حکم دو اور فوج واپس آجائے گی۔ تم، صرف تم میرے ساتھ میری حکومت میں شریک ہو اور تمام سیاہ فام، کیونکہ سفید فاموں کے متعلق میں کچھ نہیں کہتا، تمہارے فرمانبردار رہیں"

"میں نے سنا ـــــــ اور اس کے پہلے ثبوت کے طور پر مجھے اپنی خادمہ واپس دے دو۔ وہی جس کا نام نوئی ہے، جو سیاہی کی بیٹی ہے اور جسے زولو سپاہی اٹھا لائے تھے"۔

"سفید فام! وہ اس دنیا میں نہیں رہی۔ وہ مرچکی۔ اس کے گناہوں کی سزا اسے مل گئی۔"

ریچل کا دل ڈوب گیا۔ ہو سکتا ہے کہ ڈنگان نے یہ جھوٹ کہا ہو لیکن یہ بھی ممکن تھا کہ نوئی کو واقعی قتل کر دیا گیا ہو یا نوئی کی موت کی خبر ریچل کو محض آزمانے کے لئے سنائی گئی ہو اس کے علاوہ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ ایک بادشاہ وعدہ خلافی کرے۔ ڈنگان نے وعدہ کیا تھا کہ اگر ریچل فوراً آگئی تو نوئی کو قتل نہ کیا جائے گا چنانچہ وہ وعدہ خلافی کی جرأت نہ کرسکتا تھا۔ خصوصاً اس صورت میں جب کہ وہ ریچل کو ارضی نہیں بلکہ سماوی یقین کر رہا تھا۔

چند لمحوں تک ریچل یہی سوچتی اور اس مسئلے پر غور کرتی رہی اور آخر کار اس نے جرأت سے کام لے کر جیسی کہ اس کی فطرت تھی" اندھیرے میں تیر چلانے کا فیصلہ

کر لیا چنانچہ اس نے بحث یا سرزنش کرنے کے بجائے براہ راست کہا:۔

" وہ مری نہیں ہے۔ میں نے زولولینڈ کے ایک ایک بھالے سے پوچھا ہے اور کسی بھالے نے میری کنیز کا خون نہیں پیا۔"

" یہ تم نے صحیح کہا" ڈنگان بولا " کسی ایک بھالے کا پھل بھی سرخ نہیں ہے کیونکہ نوئی کو دریا میں غرق کر دیا گیا ہے۔"

اب ریچل کو یقین ہو گیا اور اس نے بڑی صاف آواز میں کہا:۔

" میں نے دریا کے پانیوں سے پوچھا ہے اور مگرمچھوں سے پوچھا ہے اور انھوں نے جواب دیا کہ نوئی ان کے درمیان سے بخیر و خوبی گذر گئی تھی۔"

" یہ بھی تم نے صحیح کہا سفید فام۔ اسے سامنے والی جھونپڑی میں پھانسی دے دی گئی تھی۔"

اور اب ریچل نے اس جھونپڑی کی طرف دیکھا اور چیخ کر کہا:۔

" نوئی! میں تمھاری آواز سن رہی ہوں، میں تمہیں سونگھ رہی ہوں۔ نکل آؤ نوئی، نکل آؤ۔"

ڈنگان اور اس کے مشیر حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور آپس میں کانا پھوسیاں کرنے لگے اور ابھی ان کی سرگوشیاں جاری رہی تھیں کہ جھونپڑیوں کے سایوں میں سے نوئی نکل آئی۔

ڈنگان اور ان کے مشیروں کی طرف ذرا بھی متوجہ ہوئے بغیر وہ آگے بڑھی اور ریچل کے قریب پہنچ کر اس نے ریچل کی ٹانگوں کے گرد اپنے ہاتھ لپیٹ دئے اور اپنا سر اس کے قدموں پر جھکا دیا۔ اسے دیکھتے ہی ریچل کا دل خوشی سے ناچ اٹھا اور اس کا دل چاہا کہ وہ نوئی کو اٹھا کر اور اپنے سینے سے لگا کر اس کا ماتھا چوم لے۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو روکا مبادا بادشاہ اور اس

کے مشیروں کی نظروں میں ریچل کی عظمت کم ہو جائے۔ چنانچہ اس نے کہا:

" میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں نوئی۔ میرے سائے میں بیٹھ جاؤ کہ یہاں تم محفوظ ہو اور بتاؤ کہ ان لوگوں کا سلوک تمہارے ساتھ کیسا رہا؟"

" برا نہیں رہا انکوسازانہ۔ لیکن ایک شخص نے ــــ اس نے" اور نوئی نے بادشاہ کے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا" راستے میں مجھے پیٹا تھا اور میرا کھانا جھپٹ لیا تھا۔"

ریچل نے غصے سے اس مشیر کی طرف دیکھا، وہ اپنی سفید چھڑی کو ہاتھ میں گھما رہی تھی اور ادھر وہ مشیر خوف و ہراس سے لرز رہا تھا کہ کہیں یہ چھڑی اس کی طرف اٹھ نہ جائے۔ وہ اٹھا، ریچل کے قریب آیا اور سجدے میں گر گیا۔

" کیا کہنا ہے تمہیں؟" ریچل نے پوچھا" تم نے میری کنیز پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی تھی؟"

" انکوسازانہ زولا" مشیر نے کہا" لڑکی بغاوت پر آمادہ تھی۔ اس نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی اور ہمیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ہم اسے بہر حال بادشاہ تک پہنچا دیں۔ دیوی! میری خطا معاف ہو۔ میری جان بخش دو انکوسازانہ"۔

" بادشاہ! ریچل نے پوچھا" اس شخص پر مجھے کل اختیارات حاصل ہیں؟"

" ہاں۔ حاصل ہیں"۔ ڈنگان نے جواب دیا" حکم دو تو اس کی گردن مار دی جائے۔"

ریچل چند لمحوں تک سوچتی رہی۔ اس مشیر بچارے کی حالت مارے خوف کے غیر ہو رہی تھی اور وہ فیصلے کا منتظر تھا۔ اس کے دانت خوف سے بج رہے تھے

اور وہ خود کانپ رہا تھا پتے کی طرح اور پھر ریچل ایک فیصلہ کر کے لوئی کی طرف گھوم گئی۔

"اس نے تمہیں پیٹا تھا مجھے نہیں" وہ بولی "چنانچہ میں اسے تمہارے حوالے کرتی ہوں اور فیصلہ بھی تم پر چھوڑتی ہوں۔ کہو! آج رات اسے کہاں سونا ہے؟ زندوں کے ساتھ یا مردوں کے ساتھ؟۔"

لوئی نے اس شخص کی طرف اور پھر اپنے بازو کی طرف، جہاں مار کا نشان تھا، دیکھا۔ مشراب لوئی کے سامنے گڑگڑا رہا تھا۔

"تمہیں تمہاری زندگی بخشی گئی ہے"۔ اس نے رو کر کہا "میری زندگی بھی مجھے بخش دو مبادا بد قسمتی تمہارا حصہ بن جائے۔"

"یاد ہے تمہیں کہ وہاں، لوگیلا کے کنارے پر، مجھے مارتے وقت کیا کہا تھا تم نے؟" لوئی نے کہا "تم نے کہا تھا کہ کاش اپنا بھالا سینے میں پیوست کرنے کا موقع تمہیں مل جائے۔ اور تمہیں یاد ہے کہ میں نے کہا تھا کہ بھالے کا کھیل پہلے تمہارے دل کی تلاشی لے گا؟ اس پر تم نے جادوگر کی بیٹی کہہ کر مجھے ایک بار پھر پیٹا تھا۔ ہاں مجھے، سیاپی کی بیٹی کو، جس پر انکوساز انہ کا سایہ ہے اور جسے انکوساز انہ کے علم کا کچھ حصہ ملا ہے۔ تم نے مجھے پیٹا تھا، اسے کتے تم نے!"

اور لوئی نے زوردار لات اس کے چہرے پر رسید کر دی۔

بادشاہ اور اس کے مشیروں نے سوچا کہ اب فیصلہ ہو گیا۔ چنانچہ ان کی نگاہیں ریچل کی طرف اٹھ گئیں کہ اب وہ اپنی چھڑی مجرم کی طرف اٹھا دے گی اور یہ اس مشیر کی موت کا فرمان ہوگا لیکن ریچل منتظر رہی کیونکہ جانتی تھی کہ لوئی ابھی کچھ اور کہنا چاہتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ اس شخص

کو بچانے کا فیصلہ کر چکی تھی خواہ نوئی کچھ ہی کیوں نہ کہے۔ چند ثانیوں کے توقف کے بعد نوئی نے پھر کہنا شروع کیا:۔

"اگر تم انسان ہوتے تو رحم کی درخواست کر کے لوگوں کی اور خود اپنی نظر میں ذلیل نہ ہوتے۔ لیکن تم "کتے" ہو۔ غلیظ اور ذلیل "کتے" اور اسے "کتے" میں جانتی ہوں کہ تمہاری اولاد بھی ہے اور تمہاری ایک بیٹی میری ہم عمر ہے چنانچہ اس کی خاطر میں تمہاری زندگی واپس دیتی ہوں جاؤ اور یہ نیا خطاب لیتے جاؤ ——— ذلیل اور بزدل سپاہی جو لڑ کیوں پہ ہاتھ اٹھاتا ہے"

چنانچہ وہ شخص اٹھا، شرمندگی اور امید: ہیم نے اسے کمزور کر دیا تھا۔ وہ سیدھا چل نہ سکتا تھا۔ بہر حال وہ لڑ کھڑاتے قدموں سے چلتا ہوا اس میدان سے نکل گیا کہ کہیں انگوسازانہ یا اس کی کنیز اپنا ارادہ بدل کر اس کے قتل پر آمادہ نہ ہو جائے۔ لیکن نوئی کا دیا ہوا خطاب اس قدر مشہور ہوا اور اس کے وجود سے اس بری طرح چپک گیا کہ وہ برداشت نہ کر سکا اور آخر کار اپنے کنبے کو لے کر زولولینڈ سے فرار ہو گیا۔

تو اس طرح یہ معاملہ ختم ہوا اور اب ڈینگان نے پھر یوں کہنا شروع کیا:۔

"اے سفید فام! تمہارا سحر عظیم ہے اور تمہاری نظر بہت تیز ہے کہ وہ اندھیرے کو چیر گئی اور تم نے اپنی کنیز کو دیکھ لیا اور اسے اپنے پاس بلا لیا۔ تاہم جان لو کہ یہ میری ہے تمہاری نہیں کیونکہ جب یہ یہاں سے فرار ہوئی ہے تو میں اسے اپنی بیوی بنانے کے لئے انتخاب کر چکا تھا اور بعد میں میں نے ساحر سیاپی اور اس کے پورے خاندان کو قتل کروا دیا۔"

"لیکن اس لڑکی کو تم قتل نہ کر سکے میں نے اسے بچا لیا۔"

"ہاں - یہ سچ ہے سفید فام۔ میں نے سنا تھا کہ کس طرح تم نے بجلی کو حکم دیا اور اس نے کس طرح اس سپاہی کو، جو اس لڑکی کا تعاقب کر رہا تھا، جلا کر خاک سیاہ کر دیا کہ اس کا کہیں پتہ نہ چلا آج تک۔"

"ہاں" ریچل نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ "اگر میں چاہوں تو میں تمھیں بھی اسی طرح جلا سکتی ہوں۔"

ریچل کے ان الفاظ نے ڈنگان کو سہما دیا۔

"اس کے باوجود" چند ثانیوں کے توقف کے بعد وہ بولا اور اپنا ہاتھ یوں ہلایا جیسے وہ اپنے خوف کو پیچھے ڈھکیل رہا ہو۔ یہ لڑکی میری ہے تمہاری نہیں میں نے اسے جبراً پکڑ بلوایا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ لڑکی میرے ساتھ اور میرے کرال میں رہتی ہے؟" ریچل نے پوچھا۔

ڈنگان خاموش رہا۔ وہ جواب دیتے ہچکچا رہا تھا۔

"اس سفید فام نے بتایا تھا جس کا نام اشمیل ہے اور جسے تم ابوبوسی کہتے ہو؟" ریچل نے پوچھا۔

ڈنگان نے اپنا سر جھکا لیا۔

"اور اس نے تم سے یہ بھی کہا تھا کہ تم مجھ سے میری کنیز کی جان بخشی کرنے کا جھوٹا وعدہ کر سکتے ہو اور اس وعدے کے سہارے مجھے بلا سکتے ہو لیکن جب میں یہاں آ جاؤں تو میری کنیز کے ساتھ جیسا چاہو سلوک کر سکتے ہو۔ اسے قتل کر سکتے ہو یا اسے اپنی بیوی بنا سکتے ہو۔"

"میں تم سے کچھ نہ چھپاؤں گا۔ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے۔" ڈنگان نے

جواب دیا۔

"اب بھی یہی ارادے ہیں تمہارے ڈنگان؟" ریچل نے کہا اور اپنی سفید چھڑی ہاتھ میں گھمانے لگی۔

"نہیں۔ نہیں"۔ ڈنگان نے جلدی سے جواب دیا۔ "اگر تم نہ آتیں تو بے شک اس لڑکی کو قتل کر دیا جاتا جیسا کہ ہمارے یہاں کا قانون ہے۔ لیکن تم آگئیں اور اس پر اپنا حق جتا دیا اور اسے طلب کر لیا اور اب یہ لڑکی تمہارے سائے میں بیٹھی ہے اور تمہارے چیتے کا دامن اس کے سر پر ہے۔ اے عظیم سفید فام! اے وہ جو نوم کو بولوانا کی روح کی امین ہے! یہ لڑکی تمہاری ہے۔ ہم اسے کچھ نہ کہیں گے کیونکہ آج سے وہ بھی تمہاری طرح مقدس ہے"۔

ریچل کا دل خوشی سے ناچ اٹھا لیکن اس خوشی کا اظہار اس کے بشرے سے نہ ہوا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ ہلایا جیسے اب یہ معاملہ ختم ہوا اور اب اسے دفعتہ پوچھا۔

"کون سا اہم معاملہ ہے وہ جس کے متعلق تم میرا مشورہ چاہتے ہو؟"

"یہ تمہارے علم نے تمہیں بتا دیا ہوگا" ڈنگان نے کہا۔

"شاید۔ تاہم میں تمہاری زبانی سننا چاہتی ہوں"۔

چنانچہ چند ثانیوں تک ڈنگان اپنے مشیروں سے کچھ پوچھتا رہا۔

"سفید فام!" آخر کار اس نے کہا۔ "معاملہ بہت اہم ہے اور ہمیں تمہارے مشورے اور راہبری کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ زوچ ڈاکٹروں کی مجلس نے طے کیا ہے ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جائے کیونکہ تم ہم لوگوں کی دیوی ہو اور ماضی حال اور مستقبل سے واقف ہو۔ تم جانتی ہوگی کہ زولوؤں اور ناٹال کے سفید فاموں میں ایک زبردست جنگ ہوئی تھی اور اس جنگ میں بہت سے آدمی مارے

گئے تھے لیکن اب جبکہ ہم انگریزوں سے صلح کر چکے ہیں تو ہم دوسرے سفید فاموں کے متعلق سن رہے ہیں۔ یہ سفید فام آما بونا (بوئیر) کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ کیپ کی طرف سے بڑھتے چلے آ رہے ہیں اور موسی لی کازے[1] سے جنگ کر چکے ہیں اور تم جانتی ہو کہ موسی لی کازے وہ غدار شخص ہے جو کبھی ہمارا فوجوں کا افسر تھا۔ خیر تو آما بونا نے موسی لی کازے سے جنگ کی اور اس کی فوج کے ہزاروں سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ آما بونا ہمیں بھی دھمکا رہے ہیں اور سفید فاموں کے ان ہتھیاروں سے مسلح ہیں جو دھماکے کے ساتھ آگ اگلتے ہیں۔ اب بتاؤ سفید فام کہ ہم کیا کریں؟ کیا میں اپنی فوج بھیج دوں کہ وہ آما بونا پر بے خبری میں ٹوٹ پڑے اور ان کا خاتمہ کر دے جیسا کہ میرے مشیر چاہتے ہیں؟ یا پھر میں بیٹھا رہوں اور ان لوگوں سے صلح صفائی کرنے کی کوشش کرتا رہوں اور اسی وقت حملہ کروں جب وہ خود پہل کریں؟ اے زولا! ذرا سوچ کر جواب دو کیونکہ تمہارے جواب پر ہی ہمارے وجود اور عدم وجود کا انحصار ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ وہ جس کا نام اب مقدس بن چکا ہے اور جو مجھ سے پہلے بادشاہ تھا اور جو شیر کہلاتا تھا[2] مرتے وقت ایک پیشین گوئی کر گیا ہے جو سفید فام لوگوں اور اس سرزمین کے متعلق ہے۔"

"میں سننا چاہتی ہوں وہ پیشین گوئی۔"

"آگے آؤ" ڈنگان نے جھونپڑی کے سائے میں بیٹھے ہوئے مشیروں میں سے

---

[1] ملاحظہ ہو ہمارا ناول "شہر خموشاں" مطبوعہ نسیم بک ڈپو لکھنؤ۔

[2] مراد افریقہ کے کالے چنگیز شاہ کا سے ہے۔ اس کی لرزہ خیز داستان کے لئے ملاحظہ ہو ناول "خونریز"۔ (منظر الحق علوی)

ایک کی طرف اشارہ کیا "آگے آؤ کہ تم سب جانتے ہو آگے آؤ اور سفید خام کے کان میں اس پیشین گوئی کے الفاظ دہراؤ۔"

ایک انسانی سایہ اٹھ کر آگے آیا۔ اس کا چہرہ کمبل کے کونے میں چھپا ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھا اور آگے بڑھتے ہوئے اس نے اور بھی ٹھیک سے کمبل اپنے گرد لپیٹ لیا اور اس کا کونا اور بھی اپنے چہرے پر جھکا لیا۔ ریچل اس سائے کی طرف غور سے دیکھ رہی تھی۔ اسے کچھ شک سا ہوا کہ اس کا ایک ہاتھ سفید اور خوفناک تھا جیسے اسے آگ میں جلا دیا گیا ہو[1]۔ اس نے ایسے ہاتھ والے کو پہلے بھی دیکھا تھا۔

"کہو" ریچل نے حکم دیا۔

"مجھے میرے نام سے مخاطب کرو اور بتاؤ کہ میں کون ہوں اور پھر میں تمہارے حکم کی تعمیل کروں گا" اس پُراسرار شخص نے جواب دیا۔

اور اب ریچل کا شک یقین میں تبدیل ہو چکا تھا کیونکہ اس آواز کو بھی وہ بھولی نہ تھی۔ بے شک یہ پُراسرار شخص وہی تھا چنانچہ ریچل نے لے پروائی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:۔

"اے بادشاہ کے قاتل! کس نام سے مخاطب کروں تمہیں؟ میں تمہیں موپو کہوں یا امبوپو کیونکہ دونوں ہی تمہارے نام ہیں۔"

ڈنگان چونکا اور پُراسرار شخص نے حیرت کی کپکپی محسوس کی۔

"میرا مذاق اڑا رہے ہو یا مجھے آزمانا چاہتے ہو؟" ریچل نے کہا "یہ کمبل تمہارے چہرے کو مجھ سے چھپا سکتا ہے حالانکہ رماہ میں، میں تمہیں دیکھ چکی ہوں؟ ہاں۔ اس وقت جب تم بادشاہ کے سفیر تھے، اس کا پیغام لائے تھے اور مجھے دیکھنے اور اپنا

---

[1] ملاحظہ ہو ناول "خونریز"۔ (مظہر الحق علوی)

اطمینان کرنے آئے تھے۔"

اور اب اس شخص نے اپنے چہرے اور سر پر سے کمبل ہٹا دیا۔

"بے شک میں اپنے آپ کو تمہاری نظروں سے نہیں چھپا سکتا" وہ بولا۔ "اس وقت میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں نے زولوؤں کی عظیم روح کو خواب میں دیکھا ہے اور یہ کہ اس عظیم روح سے مشابہ ہو۔ تو کیا اب تم بتا سکتی ہو کہ میں نے کیا خواب دیکھا تھا؟"

ریچل کو یقین ہو گیا کہ ماہ میں امبوپو نے جو کچھ کہا تھا اس کے باوجود وہ ریچل کی نوتوں پر شک کر رہا ہے۔ اور اس وقت اسے وہ پوری داستان یاد آگئی جو اس نے نوئی سے سنی تھی۔ ستاکا کے قتل کی داستان۔

"بتا سکتی ہوں موپو" وہ بولی "تم نے ایک نہیں بلکہ تین خواب دیکھے تھے کون سے خواب کے متعلق تم پوچھ رہے ہو؟ آخری خواب کے متعلق؟ اس خواب کے متعلق جو تم نے ڈیگوگرال میں دیکھا تھا جب انکوسازانہ زولا طوفان پر سوار ہو کر اور سفید لباس پہنے اس طرف سے گزری تھی؟"

"ہاں۔ میں اسی خواب کے متعلق پوچھ رہا ہوں" موپو نے غمناک آواز میں کہا "لیکن ـــــ لیکن ـــــ اگر تم عورت ہو، جیسا کہ تم نے کہا ہے، تو پھر تمہیں میرا یہ خواب کیسے معلوم ہوا؟"

"ہو سکتا ہے موپو کہ میں دونوں ہوں۔ عورت بھی اور روح بھی اور ہو سکتا ہے کہ ماضی نے مجھ سے تمہارے خواب کے متعلق کہا ہو" ریچل نے جواب دیا "لیکن ماضی کی آوازیں بہت سی ہیں اور اب چونکہ میں مجسم ہوں اس لئے بہت سی آوازیں نہیں سن سکتی۔ ٹھہرو۔ مجھے تمہارے دل میں جھانکنے دو۔ دیکھنے دو مجھے"۔

اور اس نے آگے کی طرف جھک کر اپنی نگاہیں موپو کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"ہاں۔ اب میں دیکھ رہی ہوں ۔ اب میں سن رہی ہوں" ریچل نے کہا۔

"ایک بہن تھی تمہاری جس کا نام بالکا تھا اور جو شاکا کی بیوی بنی تھی اور جس کی موت تاتیاناگھاٹی میں واقع ہوئی تھی۔ کہو تو یہ بھی بتا دوں کہ بالکا کی موت کس طرح واقع ہوئی تھی۔[1]"

"نہیں ۔ نہیں" موپو نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"بہت اچھا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں ۔ لیکن جب بالکا مر رہی تھی تو تم نے اس سے ایک وعدہ کیا تھا اور یہ وعدہ تم نے اور ایک شہزادے نے، جس کا نام ادم کرنگانہ تھا، ڈیگولاکرال میں پورا کیا اور یہ وعدہ پورا کرنے میں تمہارا شریک ایک دوسرا شہزادہ بھی تھا جس کا نام میں بھول رہی ہوں" اور اس نے ڈنگان کی طرف دیکھا جس نے اپنے ہاتھوں سے چہرہ ڈھک لیا۔[2] "اپنا یہ وعدہ تم نے بھالے کی نوک سے پورا کیا۔ ہاں۔ دیکھنے دو مجھے تمہارے دل میں۔ دیکھنے دو ــــ ہاں ــــ چھوٹے بھالے سے جس کا دستہ شاہانہ تھا اور سرخ تھا اور یہ بھالا تھا جو بہت سا خون پی چکا تھا۔"

ڈنگان کراہ اٹھا۔ وہ لوگ بھی کراہ اٹھے جو ڈنگان کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے اور موپو یوں کانپنے لگا جیسے اسے جاڑا چڑھ آیا ہو۔

"رحم کرو۔ رحم کرو۔ اور معاف کردو مجھے" موپو نے کہا "کہ جب میں نے راہ

---

[1] بالکا اور موپو کی حیرت انگیز داستان کے لئے ملاحظہ ہو ناول "خونریز"

[2] شاکا کو موپو، ادم لاہا نگانہ اور ڈنگان نے سازش کر کے قتل کیا تھا۔ تفصیلات "خونریز" میں ملاحظہ فرمائیے۔

(مظہر الحق علوی)

میں تمہیں دیکھا تھا تو تمہیں صرف ایک سفید فام عورت سمجھا تھا۔ ہاں۔ ایک غیر معمولی طور پر دلیر اور بہادر عورت جیسا کہ خود تم نے کہا تھا۔ لیکن اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تمہارے جسم میں عظیم روح موجود ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اتنی بہت سی باتیں کیسے جان لیتیں ؟۔"

نوئی موپو کی زبان سے یہ الفاظ سن کر مسکرائی لیکن ریچل خاموش کھڑی رہی۔

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں شاکا کے آخری الفاظ تمہارے سامنے دہرادوں" موپو نے جلدی سے کہا۔ "لیکن تم سب کچھ جانتی ہو چنانچہ تمہارے سامنے کسی کے بھی الفاظ دہرانے سے کیا فائدہ ؟ بہر حال اس نے کہا تھا کہ وہ سفید فاموں کے بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز سن رہا ہے اور یہ کہ یہ سفید فام زولوؤں کو کچل کر رکھ دیں گے۔"

"نہیں"، ریچل نے کہا "بلکہ شاکا کے آخری الفاظ یہ تھے ——— موپو ! تم ! ——— تم کیوں قتل کر رہے مجھے ؟۔"

ایک بار پھر ڈنگان کراہ اٹھا کیونکہ خود اس نے بھی یہ الفاظ اپنے کانوں سے سنے تھے۔ موپو گھوم کر ڈنگان کی طرف اور موخرالذکر موپو کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہاں آؤ"، ریچل نے موپو کے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

موپو نے اس حکم کی تعمیل کی۔ ریچل نے اپنے چغے کا کونا اس کے سر پر ڈال دیا اور اس کے کان میں کچھ کہنے لگی۔ موپو سنتا رہا۔ دفعتہً وہ چیخا اور دیوانوں کی طرح بھاگتا ہوا بادشاہ کے دربار سے نکل گیا۔ موپو کے جا چکنے کے بعد گہری خاموشی طاری رہی البتہ ڈنگان سوالیہ نظروں سے ریچل کی طرف دیکھتا رہا۔

"نہیں"، ریچل نے کہا "میں نے اس کے کان میں کیا کہا اس کے متعلق مجھ سے اور اس سے بھی کچھ نہ پوچھو۔ موپو کے ماضی کے چند راز ہیں۔ ایک دفعہ

وہ ایک جھونپڑی میں بیٹھا ہوا تھا اور دو شہزادوں سے ایک معاملہ طے کر رہا تھا دو شہزادوں سے جن میں سے ایک مر چکا ہے اور ایک زندہ ہے۔ یہاں آؤ۔ اے سازینگ کوناکے بیٹے یہاں آؤ۔ موت کی سرزمین سے نکل کر میرے پاس آؤ اور بتاؤ کہ تم نے اور دوسرے شہزادے نے موپو کے ساتھ سودا کیا۔"

اور ایک بار پھر ریچل نے اشارہ کیا لیکن اس دفعہ ہوا میں۔

اور اب ڈنگان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور اس کی نگاہوں کے سامنے اس جھونپڑی کا منظر گھوم گیا جس میں وہ موپو اور اپنے بھائی ادم لاہانگانہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا —— اپنے بھائی کے ساتھ میں نے اسے قتل کر دیا —— اور وہ تینوں شاکا کے قتل کی سازش کر رہے تھے۔

"تمہیں سب کچھ معلوم ہے۔ بے شک تم عظیم روح ہو، تم نوم کولولوانا ہو۔ ہمیں معاف کر دو۔ ہماری گستاخیوں کو نظر انداز کر دو کیونکہ تم وہ ہو کہ ہمارے گناہوں کو دیوتا کی قہر سے بلا سکتی ہو۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں تو صرف ایک عورت ہوں۔" ریچل نے کہا "ایک معمولی شخص کی بیٹی جو دریا کے اس پار رہتا ہے —— ہاں۔ ایک معمولی سفید فام عورت ہوں کہ تمہاری طرح ہی کھانا کھاتی اور راتوں کو سوتی ہوں۔ دیکھو! اے بادشاہ۔ دیکھو۔ اور اے بادشاہ کے مشیرو! تم بھی دیکھو کہ میں روح نہیں بلکہ عورت ہوں۔ اور یہ ایک اتفاق ہے کہ میرا نام عظیم نام ہے اور مجھے بہت سی باتوں کا علم ہے۔ البتہ" اس نے بڑے معنی خیز انداز میں اضافہ کیا "اگر مجھے گزند پہنچانے کی کوشش کی گئی، اگر میں مر گئی تو پھر شاید روح بن جاؤں گی —— ایک غضبناک روح اور پھر برا ہوگا، ان لوگوں کا جن کی گردن پر میرا خون ہوگا۔"

"اف !" ڈنگان نے خوف سے کانپ کر کہا "ہم جانتے ہیں ہمارا مذاق نہ اُڑاؤ۔ تمہیں آسمانوں کا واسطہ ہمارا مذاق نہ اُڑاؤ تم روح ہو، عظیم روح جو ایک عورت کے روپ میں ہمارے سامنے آتی ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح پتھر میں شعلہ چھپا ہوتا ہے تمہارے جسم میں وہ عظیم روح چھپی ہوئی ہے۔ اور حیف ہے اس ہاتھ پر جو اس پتھر سے آگ جھاڑنے کی کوشش کرے۔ اے سفید فام! اب اپنے اس علم کے ذریعہ جس کا ذکر تم نے کیا ہے، بتاؤ کہ ہم کیا کریں؟ آیا میں لوعیروں پر حملہ کر دوں یا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دوں؟"

ریجل نے سر اٹھا کر تاروں بھرے آسمان پر نگاہیں گاڑ دیں۔

"یہ آسمانوں کی بیٹی ہے چنانچہ آسمانوں سے مشورہ کر رہی ہے"۔ ایک مشیر نے آہستہ سے کہا۔

اس مشیر نے یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ جنوب مغرب کی طرف سے ایک ستارہ ٹوٹ کر تیزی سے نیچے کی طرف آیا اور ٹھیک بادشاہ کے کرال پر آ کر پھٹ گیا اور غائب ہو گیا۔

"یہ آسمانوں کا سفیر تھا" ایک مشیر نے کہا "جو زولا کے لئے پیغام لیکر آیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک نورانی لکیر زولا کے ماتھے پر چمک گئی، اسکے بال روشن ہو گئے اور پھر یہ روشنی انکوسازانہ زولا کے سینہ میں اُتر گئی۔"

"نہیں" دوسرا بولا "یہ الھولیے تھا ـــــ آمازولو قبیلے کی محافظ روح ـــــ جو ظاہر ہو کر غائب ہو گئی۔"

"نہیں" تیسرے نے کہا "بلکہ یہ ستارہ دراصل اشارہ تھا اس بات کا کہ آمابونا جنوب و مغرب کی طرف سے آئیں گے اور ہم ان کا خاتمہ کر دیں گے"۔

" ایسا ستارہ بادشاہ کی موت پر ٹوٹتا ہے ۔ جب شاکا مرنے والا تھا تو اس سے بھی چند راتوں پہلے ایک تارہ ٹوٹا تھا " یو تھیمے شیر نے بیجد نیچی آواز میں گویا اپنے آپ سے کہا

ڈنگان نے اپنے مشیروں کی رائے زنی کی طرف متوجہ ہوئے بغیر ریچل سے کہا۔

" عظیم روح ! تم بتاؤ اس ستارے کا شگون "

" نہیں !" ریچل نے جواب دیا " میں نہ بتاؤں گی ۔ تم جیسا چاہو شگون لے لو۔ سنو ڈنگان یہ ہے تمہارے سوال کا جواب ——— وہ جو بھالے اٹھائیں گے بھالوں سے مارے جائیں گے "۔

یہ عجب مبہم جواب تھا جس کا مطلب مختلف لوگوں نے مختلف سمجھا۔ فوجی افسروں نے سمجھا کہ ریچل چاہتی ہے کہ بوئیروں اور زولوؤں میں صلح ہو جائے لیکن ان لوگوں کو جنگ پسند تھی چنانچہ وہ لوگ منہ ہی منہ مایوسی سے کچھ بڑبڑانے لگے ۔ دوسرے لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بوئیر بھالوں سے مارے جائیں گے ڈنگان بھی کچھ پریشان نظر آتا تھا۔ ریچل نے ان کے چہروں کی طرف دیکھا اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ ان لوگوں کو جنگ سے نہ روک سکے گی۔ بوئیروں اور زولوؤں میں جنگ ہو کر رہے گی۔ چنانچہ اس نے پھر کہا :

" ستارہ اس طرف گیا ہے جس طرف اسے پھینکا گیا ہے اور اسے انسانوں کے آقا اوم کو کلو نے پھینکا ہے اور بھالا وہ دل تلاش کر لیتا ہے جس کی طرف وہ اٹھا ہوا ہوتا ہے بس شگون تم معلوم کر لو۔ میں کہہ چکی ۔ لیکن تم سمجھ نہ سکو گے ۔ جو کچھ ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ "

اس نے اپنا سر جھکا لیا جیسے زمین سے نکلتی ہوئی آواز سن رہی ہو۔

" کیا کہا تھا شاکا نے مرنے سے پہلے ؟ کیا تھی اسکی پیشینگوئی ؟ " وہ بولی ۔

"اس پیشینگوئی سے موپو واقف ہے۔ اور ڈنگان واقف ہے۔ میں بھی بہت سے لوگوں کے قدموں کی چاپ سن رہی ہوں۔ یہ لوگ بڑھے چلے آرہے ہیں اور جس طرف سے گذرتے ہیں اس طرف کے میدان اور دریا خون سے سرخ ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ کون سے قدموں کی دھمک ہے؟ سفید قدموں کی یا سیاہ قدموں کی؟ بس۔ تم جو چاہو سمجھو۔ میں پہلی اور آخری دفعہ اپنے لب وا کر چکی۔ چنانچہ اب تم لوگ سیاہ فاموں اور سفید فاموں کے متعلق کچھ کہہ کر مجھے پریشان نہ کرو۔"

اور ریچل پلٹ کر چل دی۔ نوئی اس کے پیچھے تھی۔

گیارھواں باب
اشمیل دیوی کے حضور میں

آخر کار وہ اپنی جھونپڑی میں پہنچ گئی اور اس کے دروازے پر چوبی تختہ رکھ کر اسے بند کر دیا گیا تو ریچل نے نوئی کو لپٹا کر اس کا ماتھا چوم لیا لیکن نوئی نے اس بوسے کا جواب نہ دیا البتہ ریچل کا ہاتھ اٹھا کر اسے اپنی آنکھوں سے لگایا اور سر پر چڑھایا۔

"یہ کیا بات ہوئی نوئی! تم نے میرے بوسے کا جواب کیوں نہ دیا؟"۔ ریچل نے حیرت سے پوچھا۔

"میں ایسی جرأت نہیں کر سکتی انگوسازانہ" نوئی نے بڑی انکساری سے جواب دیا "میں تو تمہارے قدموں میں بیٹھنے والی ایک کتیا ہوں اور تم نے دو دفعہ میری جان بچائی ہے۔"

"انگوسازانہ!" ریچل نے بیزاری سے کہا "خدا کی قسم میں تھک گئی ہوں اس نام سے۔ میں تمہاری طرح ہی ایک لڑکی ہوں اور اس کردار سے مجھے نفرت ہے جو میں ادا کر رہی ہوں۔"

"لیکن بڑا ہی عظیم کردار ہے یہ اور تم اسے بڑی خوبی سے ادا کر رہی ہو زولا! آج رات میں نے تمہاری باتیں سنیں اور کئی دفعہ سوچا، حیرت سے سوچا کہ تم وہ نہیں ہو جو ظاہر کر رہی ہو۔ تمہارا یہ حسین جسم دوسری عورتوں کی طرح ہی ہے لیکن زولا! یہ ایک جام ہے جسے زیرکی اور علم سے لبالب بھر اگیا

ہے اور کس نے بھرا ہے یہ جام؟ بادشاہ اور اس کے درباری کیوں ڈرتے ہیں تم سے؟ اور تم کیوں نہیں ڈرتیں کسی سے؟ میرا باپ، مرحوم سیابی خواب میں آکر مجھے تمہارے متعلق ہی کیوں بتاتا ہے؟ وہ کون سا عجیب الخلقت جانور ہے جس نے تمہیں یہ نام دے کر زولوؤں کے نزدیک تمہیں مقدس بنا دیا؟ وہ کون سی قوت ہے جو تمہیں حقیقت اور سچائی سکھا دیتی ہے، تمہیں زیرکی بخشتی ہے اور ہمت عطا کرتی ہے کہ تم بے دھڑک سچائی اور حقیقت کا اظہار کر دیتی ہو؟ کیا وجہ ہے کہ تم دوسری لڑکیوں سے، خواہ وہ سفید ہوں یا سیاہ، قطعی مختلف ہو؟"

"یہ میں نہیں جانتی لوئی۔ کوئی قوت میرے کان میں کہہ دیتی ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کیا کہنا ہے۔ اس کے علاوہ میں ان زولوؤں سے واقف ہوں اور خود تم نے مجھے بہت سی باتیں بتائی ہیں۔ ایک سال پہلے خود تم نے مجھے موبو کی کہانی سنائی تھی جو ایک راز ہے اور دوسری بہت سی باتیں بتائی تھیں ان زولوؤں کے متعلق اور یہ باتیں تم نے اپنے باپ سے سنی تھیں۔ یہ باتیں مجھے عین وقت پہ یاد آگئیں، میں نے نمک مرچ لگا کر انہیں بیان کر دیا اور بس"

"خاتون! موبو کے سر پر اپنے چغے کا دامن ڈال کر تم نے کیا کہا تھا اس سے؟"

ریچل مسکرائی۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ ایک بادشاہ کو قتل کر کے اس کا جی نہیں بھرا کہ اب وہ دوسرے بادشاہ کو قتل کرنے کے منصوبے گھڑ رہا ہے۔ یہ میں نے اندھیرے میں چلا دیا تھا جو اتفاقاً نشانے پر بیٹھ گیا۔"

"آہا!" لوئی نے حیرت سے اچھل کر کہا۔ "کم سے کم یہ تو میں نے نہیں بتایا تمہیں۔"

"نہیں۔ البتہ اس کا یہ ارادہ اس کی آنکھوں میں چمکتا نظر آگیا تھا۔ ایک لمحے کے لئے موپو کا دل اور ڈنگان کا دل بھی میرے سامنے کھل گیا تھا۔ ڈنگان موپو سے ڈرتا ہے اور موپو ڈنگان سے نفرت کرتا ہے اور ایک دن یہ خوف اور نفرت آپس میں ٹکرا جائے گی"۔

"انکوسازانہ!" نوئی نے کہا "تم بہت سی باتیں جانتی ہو۔"

"ہاں" ریچل نے دفعتہً ایک جوش کے عالم میں کہا "بہت سی باتیں جانتی ہوں اپنی توقع سے زیادہ جانتی ہوں۔ نوئی! یہ تم نے سچ کہا ہے کہ میں دوسری عورتوں سے مختلف ہوں۔ میرے خون میں کوئی خاص قوت ہے میں وہ دیکھ اور سن سکتی ہوں جیسے دوسرے دیکھ اور سن نہیں سکتے۔ بعض اوقات مختلف خوف میرے دل میں اتر آتے ہیں اور بعض دفعہ مسرتیں بلکہ یوں کہ انبساط مجھے بہت اوپر اٹھا لیتا ہے اور میرے خیال میں میں کسی دنیا کے قریب، بہت قریب پہنچ جاتی ہوں نہیں ـــــ یہ غلط ہے ـــــ نوئی! میں اعصابی ہیجان میں مبتلا ہوں۔ مجھے اس مقام پر بٹھا دیا گیا ہے جو میرے لئے نہیں ہے۔ مجھے وحشیوں کی دیوی بنا دیا گیا ہے اور میرے لبوں کی ایک جنبش کسی پر موت نازل کر سکتی ہے اور کسی کی جان بخشی کر سکتی ہے۔ میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو ان حالات میں وہ بھی اعصابی ہیجان میں مبتلا ہو جاتا جب ڈنگان نے بوئیروں کے متعلق پوچھا تو میں نہ جانتی تھی کہ کیا جواب دوں۔ میں ڈرتی تھی کہ کہیں میری زبان سے نکلا ہوا کوئی لفظ دس ہزار زندگیوں کو خاک میں نہ ملا دے، عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم نہ کر دے اور پھر وہ ستارہ ٹوٹا۔ اس رات بہت سے ستارے ٹوٹے ہوں گے لیکن انہیں گرتے نہ دیکھا اور پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا ـــــ اور پھر کیا ہوا اس سے تو تم واقف ہو ہی۔ چنانچہ زولوؤں کو دماغ لڑانے دو، اس ٹوٹے ہوئے تارے کا

مطلب سمجھنے کی کوشش کرنے دو اور نوئی! وہ کچھ سمجھ نہ سکیں گے کیونکہ اس ستارے کے ٹوٹنے کا کوئی مطلب تھا ہی نہیں۔"

"زدلا! تم نے مبہم باتیں کیوں کہیں؟ جو کچھ کہنا تھا صاف صاف لفظوں میں کیوں نہ کہہ دیا؟"

"اس لئے کہ میں اس کی جرأت نہ کر سکی۔ میں تو تمہیں بچانے آئی ہوں چنانچہ زدلووں کے معاملات سے مجھے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بہرحال میں نے انھیں خبردار کر دیا ہے کہ وہ بوئیروں سے جنگ نہ کریں۔ اس سے زیادہ میں اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ انھیں صاف لفظوں میں منع کرنا بھی بیکار تھا کیونکہ یہ لوگ بوئیروں سے جنگ کریں گے اور ضرور کریں گے اور اس کی سزا بھی پائیں گے۔ اس کا مجھے یقین ہے۔ اسے میں یہاں محسوس کر رہی ہوں" اور اس نے ایک ہاتھ اپنے دل پر رکھ دیا" اور دوسری باتیں بھی محسوس کر رہی ہوں۔ نوئی! نوئی! یہاں میری طبیعت گھبرا رہی ہے۔ کاش کہ میں مستقر میں ہوتی۔ نوئی ہم کل علی الصبح مستقر کی طرف روانہ نہیں ہو سکتے؟"

"میں سمجھتی ہوں کہ یہ لوگ تمہیں جانے نہ دیں گے بلکہ تمہیں اپنی عظیم کاہنہ بنا کر یہیں رکھیں گے۔ تمہیں یہاں آنا نہ چاہئے تھا۔ یہی میں نے پیغام بھیجا تھا میری زندگی کی قیمت کتنی ہے؟"

"مجھے جانے نہ دیں گے!" ریچل نے پیر پٹخ کر کہا" اس کی وہ لوگ جرأت نہیں کر سکتے۔ کم سے کم یہاں تو میں انکوسازانہ ہوں اور زدلو میرے حکم سے سرتابی کی جرأت نہیں کر سکتے۔"

نوئی نے اس کا کوئی جواب نہ دیا البتہ یوں کہا:-

"اشمیل یہیں ہے۔ میں نے دیکھا ہے اسے۔ وہ مجھے قتل کروا دینا چاہتا تھا۔

کیونکہ یہ سفید فام مجھ سے ڈرتا ہے۔ لیکن جب ڈنگان کو یقین ہوگیا کہ تم آرہی ہو تو پھر اس نے مجھے قتل نہ کروایا کیونکہ وہ وعدہ خلافی کرنے کی جرأت نہ کرسکا"۔

ریچل کا منہ لٹک گیا۔

"اشمیل!" اس نے حیرت اور مایوسی سے کہا اور پھر سنبھل کر بولی" بہرحال میں اشمیل سے نہیں ڈرتی کیونکہ یہاں اس کی زندگی میری مٹھی میں ہے۔ لیکن میں تھک گئی ہوں نوئی۔ بہت تھک گئی ہوں اور سونا چاہتی ہوں آؤ۔ تم بھی میرے ساتھ سو جاؤ"۔

"نہیں" نوئی نے جواب دیا" میری جگہ وہاں —— دروازے کے قریب ہے۔ لو۔ تم یہ دودھ پی لو اور اطمینان سے سو جاؤ۔ میں ہوشیار رہوں گی"۔

ریچل نے ایسا ہی کیا اور نوئی کا ایک ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لئے بیٹھی رہی یہانتک کہ ریچل کی آنکھیں بند ہوگئیں اور وہ سو گئی۔ لیکن نوئی نہ سوئی۔ وہ بیٹھی رہی۔ وہ ہوشیار اور چوکنی رہی یہاں تک کہ تارے ماند پڑنے لگے اور اس وقت وہ بھی دروازے کے قریب لیٹ گئی۔

ریچل جب بیدار ہوئی تو سورج کافی بلند ہوچکا تھا۔

"صبح بخیر زولا" نوئی کی شیریں آواز سنائی دی" بڑی گہری نیند سوئیں۔ اب اٹھو اور نہا دھو کر ناشتہ کرلو کیونکہ بادشاہ کے پیغامبر دروازے پر آچکے ہیں تمہارے لئے ایک عمدہ جھونپڑی تیار کی گئی ہے اور یہ لوگ تمہیں وہاں لے جانے آئے ہیں"۔

"کاش کہ یہ لوگ مجھے زولولینڈ سے باہر پہنچانے آئے ہوتے"۔ ریچل نے کہا۔

اس کے متعلق میں ان سے پوچھ چکی ہوں اور انہوں نے بتایا کہ یہ ممکن نہیں کیونکہ

ڈنگان نے وِرچ ڈاکٹروں کی مجلس طلب کی ہے کہ وہ تمہاری پیشینگوئی کا مطلب سمجھنے اور خود ڈنگان کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ اور تم جانو دو دن سے پہلے یہ وِرچ ڈاکٹر جمع نہ ہوں گے۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ تمہارا گھوڑا بیمار ہو گیا ہے اور سفر کے قابل نہیں رہا۔ مطلب یہ کہ یہ لوگ تمہیں جانے نہ دیں گے۔"

"لیکن مجھے یہاں سے چلے جانے کا حق حاصل ہے نونی۔"

"ایک پرندے کو پرواز کا حق حاصل ہے زولا لیکن اگر وہ قفس میں ہو تو پھر کیا زولا؟۔"

"میں یہاں ملکہ ہوں اور میرے ایک اشارے سے قفس کا دروازہ کھل جائے گا بلکہ سلاخیں ٹوٹ جائیں گی۔"

"یہ سچ ہے زولا لیکن اگر پرندے کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا گھونسلا ہی نہیں رہا تو پھر؟"

"کیا مطلب؟۔"

"مطلب یہ کہ زولوؤں کو غصّہ دلانا مناسب نہ ہوگا مبادا ان کے دلوں میں یہ ارادہ جنم لے کہ کیوں نہ تمہارے گھونسلے کو برباد کر دیا جائے کہ پھر تم اس قفس میں رہنے اور اسے ہی پسند کرنے لگ جاؤ۔ نہیں۔ نہیں۔ میں نے کچھ سنا نہیں ہے لیکن میں نے اندازاً زولوؤں کے ارادے معلوم کر لیے ہیں۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے چنانچہ ایک دو دن تک یہیں رہو کہ یہاں تم محفوظ ہو۔ پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔"

"نونی! جو کچھ کہنا ہے صاف صاف لفظوں میں کہو۔ میں یہ پرندے اور قفس والا استعارہ نہیں سمجھی۔"

"زولا! اگر تم نے کہا کہ تم جا رہی ہو تو پھر کوئی تمہیں نہ روک سکے گا حتیٰ کہ ڈنگان

بھی نہیں البتہ تمہیں یہ سفر پیدل ہی کرنا ہوگا کیونکہ تمہارے اس اعلان کے بعد تمہارا گھوڑا زندہ نہ رہے گا۔ لیکن ایک فوج بھی تمہارے ساتھ یا تم سے آگے جائیگی اور ان لوگوں کے حق میں بُرا ہوگا جن کے خیال نے تمہیں زولولینڈ میں ٹکنے نہیں دیا۔ اب غالباً تم سمجھ گئی ہوگی۔"

"ہاں" ریچل نے کہا "تمہارا مطلب ہے ــــ خدایا ــــ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ نوئی! میں چند دن تک یہیں مقیم رہوں گی۔"

چنانچہ وہ اٹھی، اس نے غسل کیا، نوئی نے اسے کپڑے پہنائے اور پھر اس نے وہ کھانا کھایا جو اس کے لئے لایا گیا تھا اور پھر وہ باہر آگئی۔ جھونپڑی کے سامنے صحن میں ایک ڈولی رکھی ہوئی تھی جس کے چاروں طرف چٹائیوں کے پردے لٹک رہے تھے۔

"بادشاہ کی درخواست ہے کہ تم اس ڈولی میں سوار ہو جاؤ۔" نوئی نے کہا۔

ریچل ڈولی میں بیٹھ گئی تو نوئی نے تالی بجائی۔ فوراً ہی چند جوان لڑکیاں صحن میں داخل ہوئیں اور ڈولی کے سامنے جھک گئیں اور پھر انہوں نے ڈولی اٹھائی اور ایک طرف چل دیں۔ نوئی ڈولی کے ساتھ چل رہی تھی۔

ریچل نے چٹائی کے پردوں میں سے جھانک کر دیکھا کہ وہ لوگ کرال سے باہر نکل آئے تھے اور سیکڑوں سپاہی ڈولی کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے، لیکن اس سے کافی دور، خاموشی سے چل رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ڈھلان چڑھ رہے تھے۔ اس ڈھلان پر بہت سے درخت اور جھاڑیوں کے جھنڈ تھے اور پھر وہ اس ٹیلے کی چوٹی پر اور ایک کرال کے سامنے تھے اور اس کرال کے بیرونی اور اندرونی باڑھ کے درمیان بہت سی جھونپڑیاں تھیں اور

کرال کے بیچ میں پارک کی قسم کا ایک وسیع و عریض میدان چھٹا ہوا تھا جس میں ایک چشمہ بہہ رہا تھا۔

اس چشمے کے کنارے ایک نئی اور بڑی جھونپڑی بنی ہوئی تھی اور اس جھونپڑی کے عقب میں اور کچھ فاصلے سے دو تین چھوٹی جھونپڑیاں تھیں۔ اس بڑی جھونپڑی کے سامنے ڈولی رکھ دی گئی۔ کہاریں ڈولی رکھ کر چلی گئیں۔ پھر نوئی کے کہنے پر ریچل ڈولی میں سے نکل آئی اور اس جھونپڑی کی طرف دیکھنے لگی جس میں اسے قیام کرنا تھا اور پھر اس نے اطراف کے منظر پر ایک نظر ڈالی۔

بے حد عمدہ اور پُر فضا مقام تھا یہ۔ کرال کے گرد و غبار اور شور و شغب سے دور۔ اور جھونپڑی ٹیلے کی چوٹی پر اور اس کے کنارے کے قریب کچھ اس طرح بنائی گئی تھی کہ وہ محافظ جو انکو سازانہ کی قیام گاہ کے گرد پہرہ دے رہے تھے، اوپر سے نہ تو دیکھے جا سکتے تھے اور نہ ہی ان کی آوازیں سنی جا سکتی تھیں۔ تاہم ریچل کو یہ مقام بڑا ہی اُداس معلوم ہوا کیونکہ یہی وہ قفس تھا جس کا ذکر نوئی نے کیا تھا۔

اور یہ جھونپڑی اور یہ پُر فضا مقام قفس ہی ثابت ہوا۔ ریچل اس جگہ تنہا رہنے لگی کسی مرد کو اس مقدس مقام میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی اور وہ لڑکیاں جو اس کی خدمت پر مامور تھیں، عزت اور احترام سے نظریں اور سر جھکا کر کام کرتی تھیں اور جب ریچل انھیں مخاطب کرتی تو وہ فوراً سجدے میں گر جاتیں۔
ریچل کی اس قید کے دنوں میں —— کیونکہ یہ قید ہی تھی —— ایک بار قسمت زدہ لو پہرے داروں کی نظر بچا کر، غلطی سے یا حماقت سے، احاطے میں اور دوسری باڑھ کے قریب آ گیا۔ ریچل نے، جو اوپر بیٹھی ہوئی تھی، غصے اور خوف کی چیخیں سنیں اور پھر سپاہیوں کو اس شخص کی طرف بھاگتے دیکھا اور تھوڑی دیر بعد ہی سپاہی

ایک لاش کو باہر لے جا رہے تھے۔ اس زولو کو اس کی گستاخی کی سزا مل گئی تھی۔

دن میں ایک بادشاہ کے پیغامبر اس کی خیریت دریافت کرنے اور یہ معلوم کرنے آتے کہ آیا وہ کوئی حکم تو دینا نہیں چاہتی یا اسے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ لیکن ان لوگوں کو بھی ریچل کی طرف دیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ عورتیں، جو ریچل کی خدمت میں حاضر رہا کرتی تھیں، ان پیغامبروں کو ہاتھ سے پکڑ کر اندر لے آتیں لیکن اس طرح کہ ہر مرد کے چہرے پر، سر سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک، درخت کی چھال سے بنا ہوا موٹا کپڑا پڑا ہوا ہوتا اور وہ لوگ اس نقاب کے پیچھے سے ریچل سے گفتگو کرتے گویا وہ حقیقت میں مقدس تھی۔

پہلے دن اس نے پیغامبروں کی زبانی بادشاہ کو یہ پیغام بھیجا کہ چونکہ زولولینڈ میں اس کا کام پورا ہو چکا ہے اس لئے اسے اپنے گھر جانے کی اجازت دی جائے۔ پیغامبر احترام اور خاموشی سے سنتے رہے اور پھر پوچھا کہ آیا ریچل اور بھی کچھ کہنا چاہتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس نے کہا کہ وہ لوگ چہرے پر نقاب ڈال کر اس کے سامنے نہ آئیں اور یہ کہ صرف ریچل کی خاطر آئندہ سے کسی کو قتل نہ کیا جائے جیسا کہ اس صبح ایک شخص کو قتل کر دیا گیا تھا۔ پیغامبروں نے کہا وہ اس کا یہ حکم فوراً بادشاہ تک پہنچا دیں گے کیونکہ بہت سے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے کا حکم دیا جا چکا تھا اور یہ وہ لوگ تھے جو ریچل کے انکوسازانہ ہونے میں شک کرتے تھے۔ چنانچہ ریچل نے اس خوف سے ان پیغامبروں کو فوراً رخصت کر دیا کہ کہیں دیر نہ ہو جائے۔ پیغامبر فوراً اٹھے اور الٹے قدموں چلتے اور سجدے کرتے چلے گئے۔ بعد میں اسے یہ سن کر بے حد خوشی حاصل ہوئی کہ عین وقت پر اس کا حکم بادشاہ تک پہنچ گیا اور وہ لوگ قتل ہونے سے بچ گئے۔

دوسرے دن ٹھیک اسی وقت، جس وقت پہلے دن آئے تھے، پیغامبر پھر

اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس دفعہ ان لوگوں نے اپنے چہروں پر نقابیں نہ ڈال رکھی تھیں۔ یہ ریچل کی گذشتہ کل کی درخواست کا جواب لے کر آئے تھے اور جواب یہ تھا کہ انکوسازانہ کو کسی بھی جگہ آنے اور کسی بھی جگہ سے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ جانتے ہیں —— انہوں نے کہا —— کہ اس کی روح عظیم ہے اور جہاں چاہے اور جب چاہے جاسکتی ہے زولولینڈ کی تمام فوجیں مل کر بھی اس کی روح کو نہیں روک سکتیں البتہ —— اور یہ بادشاہ اور اس کے مشیروں کے جواب کا اہم حصہ تھا —— یہ ضروری ہے کہ جب تک اس کی مبہم پیشینگوئی کی وضاحت نہیں کرلی جاتی وہ جسم زولوؤں میں ہی مقیم رہے جو عظیم روح کا گویا سنگھاسن ہے۔ چنانچہ بادشاہ، اس کے مشیروں اور پورے قبیلے کی یہ درخواست تھی کہ وہ صرف اپنی روح کو دریائے توگیلا کے اس پار بھیج دے اور روح کا گھر، یعنی جسم، اسی جگہ مقیم رہے تاکہ عظیم روح اپنے گھر میں واپس آسکے۔

ریچل نے مایوسی سے پیغامبروں کی طرف دیکھا کیونکہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے اوٹ پٹانگ دلائل کا کوئی جواب نہ ہوسکتا تھا اور وہ خود کیا جواب دے سکتی تھی؟ اس سے پہلے کہ وہ کوئی فیصلہ کرسکتی یا کوئی مناسب جواب سوچ سکتی پیغامبروں کے نمائندے نے کہا کہ ایک سفید فام، جس کا نام ابوبوسی ہے، اور جس کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ کئی دفعہ انکوسازانہ سے گفتگو کرچکا ہے، اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔

اب ریچل ایک سوچ میں پڑ گئی۔ اشمیل وہ شخص تھا جس سے وہ کبھی ملنے کی کے لیے تیار نہ تھی اور ملنا چاہتی بھی نہ تھی۔ جن حالات میں اشمیل اس سے رخصت ہوا تھا اور جس طرح اس نے ریچل اور اس کے باپ کو دھمکیاں دی تھیں

ان کے پیش نظر ریچل کو یقین تھا کہ اب اشمیل اس کے سامنے کبھی نہ آئے گا۔ زیادہ تر دھمکیاں نوٹی کے متعلق تھیں اور اس کے فوراً بعد ہی زولو اسے، یعنی نوٹی کو اٹھا لے گئے تھے۔ رہیں وہ دھمکیاں جو خود ریچل کے متعلق تھیں تو اشمیل نے انھیں اب تک پورا نہ کیا تھا اور وہ بھی یقیناً اس لئے کہ اسے اب تک اس کا موقع نہ ملا تھا۔

چنانچہ اب اگر ریچل کو اس شخص سے نفرت تھی اور وہ اس سے ڈرتی تھی تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی۔ اس کے باوجود اشمیل سفید فام تھا، اسے زولوؤں کے درمیان ایک خاص مقام حاصل تھا اور خود بادشاہ بھی اس سے مشورہ طلب کیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اپنی شیخی بازی کے باوجود وہ بھی زولوؤں کی طرح توہم پرست تھا اور ریچل کو ما فوق الفطرت قوتوں کا مالک سمجھتا تھا۔ چنانچہ اگر ریچل نے اسے اپنی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت دے بھی دی تو اشمیل ظاہر ہے کہ اس کا کچھ نہ بگاڑ لے گا کیونکہ وہ اس سرزمین میں اعلیٰ و ارفع تھی۔ یہاں اس کا حکم چلتا تھا۔ چنانچہ اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اس کے برخلاف وہ اس سے ایسی معلومات حاصل کر سکتی تھی جو اس کے لئے مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتی تھیں یا پھر وہ زولو لینڈ سے فرار ہونے میں اشمیل سے مدد حاصل کر سکتی یا اسے اپنا آلۂ کار بنا سکتی تھی۔

چنانچہ اشمیل کو باریابی کی اجازت دینے میں نقصان تو کچھ نہ تھا البتہ فائدہ ضرور تھا۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ یہ درخواست بادشاہ کے مشیروں نے خود اپنی طرف سے بھیجی تھی اور وہ خود چاہتے تھے کہ ریچل اشمیل کو باریابی کی اجازت دے۔

بہرحال ان سب باتوں کے باوجود وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکی۔ وہ اشمیل کو بلانا نہ چاہتی تھی۔ اسے اس شخص سے گھن آتی تھی۔

نوئی اس کے پیچھے ہی کھڑی ہوئی تھی۔ ریچل نے اس کی طرف گھوم کر انگریزی میں پوچھا:۔

" تم نے سن لیا؟ بتاؤ اب میں کیا جواب دوں؟"

" اسے آنے کی اجازت دے دو" نوئی نے بھی انگریزی ہی میں جواب دیا " اسے آنے دو۔ اس کے کالے دل میں جھانک کر دیکھو اور حقیقت معلوم کرلو۔ ابوبوسی تم سے حقیقت چھپا نہ سکے گا۔ کہو کہ انھیں اکیلا نہ آئے بلکہ اس کے ساتھ مسلح سپاہی بھی ہوں۔ اگر وہ ذرا بھی گڑبڑ مچائے تو سپاہیوں کو اس کے قتل کا حکم دے دو فوراً۔ سپاہی تمہارا حکم مانتے ہیں اور مانیں گے۔ میری فکر نہ کرو میں اس وحشی درندے سے نہیں ڈرتی۔"

چنانچہ اب ریچل نے پیغامبروں سے یوں کہا:۔

" میں نے بادشاہ کا پیغام سنا اور سمجھا۔ وہ چاہتا ہے کہ میں ابوبوسی کو باریابی کی اجازت دوں۔ تاہم میں اس شخص سے واقف ہوں جس طرح کہ ہر شخص سے واقف ہوں خواہ وہ سفید فام ہو یا سیاہ فام۔ ابوبوسی بُرا آدمی ہے اور میں اکیلے میں اس سے ملاقات کرنا نہیں چاہتی۔ چنانچہ وہ آئے لیکن اس کے ساتھ چھ سپاہی ہوں اور یہ سپاہی مسلح ہوں تاکہ اگر میں حکم دوں تو ابوبوسی کی زندگی کا چراغ بجھا دیا جائے۔"

بادشاہ کے مشیر سلام اور سجدے کرتے رخصت ہوئے۔

دوسرے دن ٹھیک اسی وقت جس وقت پر مشیر آئے تھے بادشاہ کا نقیب آیا وہ کرال کی اندرونی دیوار کے باہر آ کھڑا ہوا اور زور رسم کے مطابق چیخ چیخ کر ریچل کے القاب بولنے لگا اور پھر اس کے حسن اور مافوق الفطرت قوتوں کی مدح سرائی کوئی دس منٹ تک کرتا رہا اور پھر یہ اعلان کیا کہ بادشاہ کے مشیر باہر کھڑے

اور باریابی کی اجازت چاہتے ہیں، اور یہ کہ ان کے ساتھ وہ سفید فام بھی ہے جس کا نام ابو بوسی ہے۔

ریچل نے نوئی کے ذریعہ مشیروں اور اشمیل کو حاضر ہونے کی اجازت کہلوا بھیجی اور خود گینڈے کے سینگ کا سفید عصا لئے اپنی جھونپڑی کے دروازے کے سامنے ایک تپائی پر بیٹھ گئی۔ فوراً ہی چار دیوار کے باہر سے کچھ گڑبڑ کی آوازیں سنائی دیں۔ زولو اور اشمیل آپس میں کسی مسئلے پر بحث کر رہے تھے یا شاید جھگڑ رہے تھے۔

"بادشاہ کے مشیر ابو بوسی کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ اپنی ٹوپی اتار کر تمہاری خدمت میں حاضر ہو" نوئی نے ریچل سے کہا "اور کہہ رہے ہیں کہ اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اسے فوراً قتل کر دیا جائے گا۔"

"ان سے جا کر کہو کہ اشمیل کو جس حال میں ہے اسی حال میں میرے پاس آنے دیا جائے۔" ریچل نے کہا "تاکہ میں اس کا چہرہ دیکھ سکوں کہ یہ وہی سفید فام ہے یا نہیں جس سے میں نے گفتگو کی تھی۔"

نوئی ریچل کا یہ پیغام لے کر دوڑ گئی۔

تھوڑی دیر بعد ہی دروازہ کھلا اور بادشاہ کے مشیر خدمت گار عورتوں کی معیت میں داخل ہوئے۔ ان کے بعد چھ تگڑے سپاہی آئے جو چوڑے پھل والے بھالوں سے مسلح تھے جیسا کہ ریچل نے حکم دیا تھا اور سب کے آخر میں وہ آیا جس کا نام تھد اجانے کیا تھا لیکن جو اشمیل اور ابو بوسی کہلاتا تھا۔ اس شخص پر نظر پڑتے ہی ریچل کی روح تک کانپ گئی۔ اس کی نفرت اور بھی بڑھ گئی اور اس کی چھٹی حس یکا یک بیدار ہو گئی اور اسے شدت سے احساس ہوا کہ اس قبول صورت اور گہری رنگت والے شخص سے اسے زبردست خطرہ لاحق تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اس خطرے کی نوعیت نہ معلوم کر سکی۔ اس کے علاوہ

اسے اشمیل کی پچھلی دھمکیاں بھی یاد آگئیں اور یہ کہ اس کا باپ جوہان کرال مافوق میں گیا تھا تو اس وقت اس شیطان نے اس سے کیا کہا تھا۔ بہرحال وہ جذبات سے عاری چہرہ لئے اپنی تپائی پر تن کر بیٹھ رہی۔

اشمیل قدرے گستاخانہ انداز سے آگے بڑھ رہا تھا۔ کروس[1] کے سوائے اس نے جو لباس پہن رکھا تھا وہ تمام کا تمام یورپی تھا۔ اس کے سر پر وہی مضحکہ خیز ہیٹ تھی جس میں شتر مرغ کا پر لگا ہوا تھا۔ کروس اور ہیٹ کثرت استعمال سے گھس گئے تھے اور پہننے کے قابل نہ رہے تھے۔ اس کے علاوہ اس دفعہ اس نے اپنے ہونٹوں میں سلگتا ہوا پائپ بھی دبا رکھا تھا۔ یکایک ایک سپاہی کی مذہبی اور احترامی رگ پھڑکی، اٹھی اور دفعتہً اس نے ہاتھ بڑھا کر اشمیل کے منھ سے پائپ اور سر سے ہیٹ گھسیٹ کر زمین پر پھینک دی۔ اشمیل کو سپاہی کی اس حرکت نے غصہ دلا دیا خصوصاً اس لئے بھی کہ پائپ گھسیٹتے وقت اس کے ہونٹوں اور دانتوں میں چوٹ آگئی تھی۔ چنانچہ وہ ایک غلیظ گالی بک کر سپاہی کی طرف پلٹا اور اس کے منھ پر ایک گھونسا جڑ دیا۔ فوراً ہی دوسرے سپاہی اس پر ٹوٹ پڑے اور اگر انکوسازانہ کے حضور خون بہانا گستاخی اور غیر قانونی نہ ہوتا تو سپاہیوں نے یقیناً سے قتل کر دیا ہوتا۔ بہرحال ریکیل نے اپنا عصا ہلا کر اشمیل کو چھوڑ دینے کا اشارہ کیا، نوئی نے اس اشارے کو الفاظ کا جامہ پہنا کر سپاہیوں سے کہا کر سفید فام کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ اسے چھوڑ دیا گیا البتہ ایک سپاہی نے اپنا پیر اس کے پائپ اور ہیٹ پر رکھ دیا۔

---

[1] جانوروں کی کھال کا جبہ۔ (منظر الحق علوی)

اب اشمیل آگے بڑھا اور قدرے بے ڈھنگے پن سے بولا:
"مزاج کیسے ہیں؟ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ تمہیں یہاں دیکھوں گا۔"

اور وہ ریچل کی طرف بڑی گستاخانہ اور بھوکی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں ہوس کے شعلے بھڑک رہے تھے اور وہ ریچل کا حسن اپنی نظر سے پی رہا تھا۔

اشمیل کی بھوکی نظر کی طرف کوئی توجہ نہ دیتے ہوئے ریچل نے بے حد ٹھنڈی آواز میں جواب دیا:

"میں نے تمہیں اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے طلب کیا ہے۔ تم مجرم ہو۔ تم نے میری ملازمہ لوئی کا چنانچہ میرا بھی گناہ کیا ہے چنانچہ کیوں نہ تمہیں قتل کر دیا جائے۔"

اشمیل کے چہرے کا رنگ دفعتہً اُڑ گیا۔ اسے اس قسم کے استقبال کی توقع نہ تھی۔ بہر حال وہ اپنے جرم سے مسلسل انکار کرتا رہا۔

"جھوٹ بولنے سے کوئی فائدہ نہیں" ریچل نے کڑک کر کہا "خود بادشاہ اقرار کر چکا ہے اور خود میں نے اپنے علم سے معلوم کر لیا ہے۔ یہ نہ بھولو کہ یہاں میں ایک عورت نہیں بلکہ دیوی ہوں۔ ہاں۔ میں انکوسازانہ ہوں۔ انکوسازانہ زولا۔ کسی کی بھی موت و زیست پر مجھے اختیار حاصل ہے۔ میری زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ یا میرے اس عصا کا ایک اشارہ یا میرے سر کی ایک جنبش ——— اور تم خاک و خون میں لوٹ رہے ہو گے۔"

"تم انکوسازانہ ہو یا نہ ہو بہر حال یہ حقیقت ہے کہ تم بہت سی باتوں سے واقف ہو" اشمیل نے قدرے خوفزدہ ہو کر کہا "بہر حال میں اقرار کئے لیتا ہوں کہ لوئی کو محض اس لئے گرفتار کیا گیا تھا کہ تم اس کی جان بچانے کے لئے یہاں آ جاؤ

اور یہ ترکیب کامیاب رہی اور سب سے بالا یہ کہ" اس نے اپنے خوف پر قابو حاصل کر کے بڑی بے تکلفی سے اضافہ کیا" میں خود بھی یہاں آگیا ہوں اور ہم دو سفید فام ان احمق زولوؤں میں اکیلے ہیں۔"

رتیچل نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، پھر بادشاہ کے مشیروں کی طرف دیکھا جو پالتھی مارے زمین پر خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور پھر ان تگڑے سپاہیوں کی طرف دیکھا جو چوڑے پھل والے بھالے لئے ایک اشارے کے منتظر تھے۔ اور آخر میں اس نے سڈول جسم والی نوئی پر نظر ڈالی جو اس کے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی۔ نوئی ــــــ جس کے والدین اور کنبے پورے کو اس شیطان آوارہ گرد نے موت کے گھاٹ اتروا دیا تھا اور اگر اس کا بس چلتا تو وہ خود نوئی کے بھی ٹکڑے اڑا دیتا۔ اس نے ان سب کی طرف اور ایک بار پھر نوئی کی طرف دیکھا۔

" اشمیل!" اس نے آہستہ سے مگر کرخت آواز میں کہا "کہو تو میں ان سپاہیوں کو بتا دوں کہ تم انہیں احمق کہہ رہے ہو۔ کہہ دوں ان سے کہ تم کون ہو؟ اور کیا ہو؟ کہہ دوں ان سے تمہاری کہانی کا کچھ حصہ؟"

"تمہارا جو جی چاہے کہو اور جو جی چاہے کرو۔ میری طرف سے بہرحال اجازت ہے،" اشمیل کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی۔ "تم جانتی ہو کہ میں نے تمہیں یہاں کیوں بلایا ہے؟ ــــــ اس لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ اور اس کا اظہار میں کئی مہینوں پہلے کر چکا ہوں، جب تم رماہ بو میں تو وہاں میری ایک نہ چلتی تھی کیونکہ وہاں یہ الو کی پٹھی نوئی بھی تھی اور تمہارا وہ مجنوں باپ بھی ہر دم سر پر سوار رہتا تھا" اور اس نے کھا جانے والی نظروں سے نوئی کی طرف دیکھا۔

"میں نے سوچا تھا کہ یہاں حالات مختلف ہوں گے۔ ان وحشیوں میں مجھے دیکھ کر تم خوش ہو جاؤ گی اور میری آر[illegible] لگو گی لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں آتے ہی

تم دیوی بن گئی ہو اور اب مجھ سے بچنا چاہتی ہو۔"

اور وہ خاموش ہو گیا۔

"بکے جاؤ" ریچل نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ بکے ہی جاؤں گا۔ تم شاید حقیقت میں اپنے آپ کو دیوی سمجھ رہی ہو جیسا کہ میں بھی کبھی کبھی تمہیں دیوی سمجھنے لگتا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ تم ایک عورت ہو اور وہ وقت دور نہیں جب تم اس پورے ناٹک سے اکتا جاؤ گی۔ تم اپنے گھر جانا چاہتی ہو، اپنے والدین کے پاس جانا چاہتی ہو لیکن سن لو کہ تم نہ جا سکو گی تم یہاں ایک قیدی ہو کیونکہ ان بیوقوفوں کے دماغوں میں یہ یقین ٹھنس گیا ہے کہ تم روح ہو اور یہ کہ اگر تم ان کے ملک سے چلی گئیں تو پھر بدبختیاں ان کے قبیلے پر سایہ فگن ہوں گی۔ چنانچہ تمہیں یہیں رہنا ہے غالباً کئی برسوں تک رہنا ہے یا اس وقت تک رہنا ہے جب تک کہ یہ وحشی تم سے اکتا نہیں جاتے اور اگر یہ لوگ تم سے اکتا گئے تو پھر تم قتل کر دی جاؤ گی۔ ریچل! ذرا سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہاں سے فرار ہونے میں کوئی تمہاری مدد نہ کرے گا سوائے میرے اور میں اتنا بے غرض بھی نہیں ہوں کہ اپنا انعام حاصل کئے بغیر تمہاری مدد کو تیار ہو جاؤں۔ میں تمہاری مدد کروں گا لیکن اس کا صلہ ملنا چاہیئے۔"

ریچل کا سینہ تن گیا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے تپائی کے کنارے، جس پر وہ بیٹھی ہوئی تھی، پکڑ لئے کیونکہ اس کا غصہ اب انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ عین اسی وقت نوئی نے جھک کر اس کے کان میں کچھ کہا۔

"یہ شیطان کی خالہ کیا کھس پھسا رہی ہے تمہارے کان میں؟" اسمتھ نے کہا "غالباً میرے قتل کا مشورہ دے رہی ہے۔ بہر حال اگر ایسا ہی ہے تو ایسی غلطی تم نہ کرنا کیونکہ تم جا تو پھر تمہارے مقدس والدین تمہارے منہ پر تھوکیں گے

یہ خون ناحق ہوگا جس کی پاداش میں تم جہنم میں جاؤ گی جہاں سے تم آئی ہو۔
سنو ! ریچل !" دفعتہ اس نے لہجہ بدل کر کہا "آپس میں جھگڑنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہم دونوں آپس میں ایک سودا کر لیں۔ میں تمھیں یہاں سے نکال لے جاؤں گا اور پھر تم سے شادی کر لوں گا۔ بولو! منظور ہے؟ اگر نہیں تو پھر سن لو کہ تمہارے، نہ صرف تمہارے بلکہ دوسروں کے حق میں بھی برا ہوگا۔"

"مسٹر اشمیل!"، ریچل نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ "اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں تمھیں قتل کرنے میں لیس و پیش کر رہی ہوں یا کروں گی تو تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ تم دیکھ ہی چکے ہو کہ ایک دفعہ میں نے ایک زدلوسپاہی کو بلا جھجک گولی مار دی تھی کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا اور اگر اب بھی اسکی ضرورت ہوئی تو میں تمہارا خاتمہ کر دوں گی لیکن اپنے ہاتھوں سے نہیں۔ مسٹر اشمیل! تم نے ابھی ابھی کہا ہے کہ تم مجھے زدولینڈ سے نکال لے جا سکتے ہو۔ بہت اچھا۔ میں اس پر یقین کئے لیتی ہوں۔ یعنی واقعی تم مجھے یہاں سے نکال لے جا سکتے ہو اور میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں لیکن اپنے لئے نہیں، بلکہ اپنے ماں باپ کے لئے جو متفکر اور پریشان ہوں گے۔ میں خود تو یہاں بہت مزے میں ہوں۔"

"واقعی ! میں خود بھی یہاں مزے میں ہوں اور رانکوسازانہ کا شوہر بننے کے بعد تو میرے اور بھی مزے ہوں گے۔ کافی بڑا ہے یہ کمرا، اور ہم دو آدمی اس میں آسانی سے سما جائیں گے۔"

ایک منٹ تک ریچل خاموش بیٹھی رہی اور پھر اس نے سخت لہجہ میں کہا۔
"یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ اشمیل! تم اپنی حد سے بڑھ رہے ہو اور موت تم سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے۔ میں تمھیں ایک ہفتہ کی مدت دیتی ہوں۔ اگر اس عرصے میں تم نے میرے یہاں سے نکلنے کا انتظام نہ کر دیا تو پھر نہیں اب:

ان گستاخانہ الفاظ کی سزا مل جائے گی ۔ خاموش ۔ میں اور کچھ سننا نہیں چاہتی"۔

اور پھر اس نے مشیروں سے کہا:۔

"اٹھو اے لوگو اور انکوسازانہ زدلا کے یہ الفاظ زدلودُں کے بادشاہ ڈنگال تک پہنچا دو۔ کہو اس سے کہ اس آوارہ "کتے" نے، جسے خود بادشاہ نے میرے پاس بھیجا ہے، میرے حضور گستاخی کی ہے ۔ کہو اس سے کہ اس نے مجھ سے ـــــ انکوسازانہ زدلا سے ـــــ کہا ہے کہ میں اس کی بیوی بن جاؤں ۔"

یہ الفاظ نہ تھے ایک بجلی تھی کہ کڑک کر گری تھی۔ مشیروں اور سپاہیوں کے منھ سے خوف اور "غصے" کی چیخیں نکل گئیں ۔ دو سپاہیوں نے اشمیل کو پکڑ لیا اور اپنے بھالے بلند کئے کہ اس کے سینے میں اتار دیں ۔ ریچل نے اپنا عصا اٹھا لیا اور سپاہیوں نے اپنے بھالے جھکا دئے ۔

"نہیں ابھی نہیں" وہ بولی "اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤ اور جب میرا حکم بادشاہ کے پاس پہنچے گا تبھی یہ مارا جائے گا۔ اس سے پہلے نہیں۔ میں اپنے ہاتھ اس کے غلیظ خون سے نہ رنگوں گی الا یہ کہ میں یہ کہوں کہ یہ ضروری ہے۔ میں آسمانوں کی بیٹی ہوں اور اسے آسمان ہی سزا دیں گے۔ بس، اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤ۔ آئندہ سے میں اس کی منحوس صورت دیکھنا نہیں چاہتی اور نہ دیکھوں گی"۔

"ہم نے سنا اور ایسا ہی ہوگا جیسا انکوسازانہ نے کہا ہے"۔ مشیروں اور سپاہیوں ایک زبان ہو کر کہا اور پھر وہ اشمیل کو ڈھکیلتے ہوئے باہر لے گئے۔

"کیوں نوئی! جو کچھ میں نے کیا ٹھیک ہی کیا نا؟ جب وہ اکیلے رہ گئے تو ریچل نے پوچھا۔

"نہیں زدلا" نوئی نے جواب دیا "اس وقت تمہارا خون گرم تھا اور تمہیں

اس پر غصہ تھا چنانچہ تمہیں چاہئے تھا کہ اس زہریلے سانپ کا سر کچل دیتیں بعد میں خون ٹھنڈا پڑ جائے گا اور غصہ رفع ہو جائے گا اور پھر یہ سانپ تمہیں ڈسنے کے لئے زندہ رہے گا۔"

"نہیں نوئی۔ اشمبس کی جان لینے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے اور وہ بھی محض اس لئے کہ وہ مجھ سے محبت نفرت کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اگر میں نے اسے قتل کروا دیا ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ مجھے زولو لینڈ سے نہ نکال لے جاتا کیونکہ تم جانو مردے لمبے مُردے ہوتے ہیں۔ اس کے بر خلاف اب وہ میرے فرار کا انتظام کر دے گا کیونکہ وہ مجھ سے ڈرتا ہے۔"

"لیکن جب تم دونوں دریائے توگیلا کے اس پار پہنچ جاؤ گے تو کیا اس وقت بھی تم سے ڈرتا رہے گا؟" نوئی نے پوچھا "انکوسازانہ! تم مجھے اس شخص پر اختیار دے دو اور خود خاموش بیٹھی دیکھتی رہو۔ اس نے میرے ماں باپ اور بھائیوں اور بہنوں کو قتل کروا دیا تھا۔ اب اگر اس ملک کے قانون کے مطابق میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا تو یہ انصاف ہوگا اور میرا ضمیر مجھے ملامت نہ کرے گا۔"

"شاید ـــــ نوئی ـــــ لیکن میرے حکم سے نہیں۔"

اگر تمہارے حکم سے نہیں، تو شاید خود تمہارے ہی ہاتھوں ابوبسی مارا جائے گا"۔ نوئی نے ریچل کے چہرے پر اپنی نظریں گاڑ کر کہا "بہرحال بہ ہر حال ابوبوسی سرخ موت مرے گا سرخ ترین موت ہوگی اور یہ بات میرے باپ کی روح نے بتائی ہے مجھے۔"

"تمہارے باپ کی روح نے!" ریچل نے کہا۔

"ہاں۔ کئی دفعہ وہ مجھ سے گفتگو کرتی ہے اور مجھے بہت سی باتیں بتاتی ہے۔

یہ اور بات ہے کہ یہ باتیں میں اپنے تک ہی رکھتی ہوں اور اس وقت تک تمہیں نہ بتاؤں گی جب تک کہ ہر بات، جیسی کہ کہی گئی ہے، پوری نہیں ہو جاتی۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب مجھے پکڑ کر ڈنگان کے پاس لایا گیا تھا تو میں ذرا بھی خوفزدہ نہ تھی کیونکہ میرے باپ کی روح نے مجھے بتایا تھا کہ تم مجھے بچانے آجاؤ گی اور دیکھو۔ تم آگئیں۔"

"کاش کہ تمہارے باپ کی روح مجھ سے بھی ہمکلام ہو اور مجھے بتائے کہ میں اپنے گھر جاؤں گی"۔ ریچل نے ایک ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔

"اگر سیاپی کی روح تم سے گفتگو کر سکتی تو ضرور کرتی زولا۔ لیکن وہ تمہارے پاس نہیں آسکتی کیونکہ اس کے اور تمہارے درمیان موٹا اور بھاری پردہ پڑا ہوا ہے۔ اگر وہ تمام لوگ، جو تمہیں عزیز ہیں، تمہاری نظروں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں جیسے کہ میرے عزیز قتل کر دیئے گئے، تو پھر اس کے بعد ہی یہ پردہ پتلا اور ہلکا ہو جائے گا اور پھر اس کے آر پار تم اپنے عزیز و اقربا کی روحوں سے بات چیت کر سکوں گی اور پھر ان کے سایوں کو دھندلے دھندلے اور ان کے درختوں کے سایوں میں چلتے پھرتے دیکھ سکو گی۔"

"ان درختوں کے سائے میں!"۔

"ہاں یہ ان کی زندگی کے درخت ہیں۔ اور ان درختوں کی ٹہنیاں ان کے وہ اچھے یا برے کام ہیں جو انہوں نے اس دنیا میں کیے ہیں اور ان کے پتے وہ اچھے یا برے الفاظ ہیں جو اس دنیا میں ان کی زبانوں نے ادا کیے ہیں۔ چنانچہ روحیں پھر ہمیشہ کے لیے ان درختوں کے سائے میں رہتی ہیں"۔[1]

---

[1] ریچل کی طرح ہمارے قارئین بھی الجھ گئے۔ (بقیہ اگلے صفحہ ۲۴۱ پر ملاحظہ فرمایئے)

میرے قبیلے کے لوگ تمہیں ان درختوں کے متعلق تفصیل سے بتا سکتے ہیں اور شاید ایک دن بتائیں گے۔ اس وقت جب ہم دونوں ان کے پاس جائیں گے نہیں زولا میری باتوں کی طرف کوئی دھیان نہ دو۔ شاید میں الٹ سلٹ بک رہی ہوں۔ اس وحشی ابو بوسی کو دیکھنے کے بعد میں اپنے آپ میں نہیں رہی ہوں۔ میرا دماغ بھٹک گیا ہے اور زبان بھی قابو میں نہیں رہی۔ تم مجھے اسے قتل کرنے کی اجازت نہیں دے رہیں۔ خیر یونہی سہی۔ لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ایک دن تم اپنی رحمدلی پر پچھتاؤ گی لیکن پھر وقت نکل چکا ہو گا۔"

(بقیہ نوٹ ۲۴۰ صفحہ کا) ہوں گے کہ یہ بکواس ہے۔ لیکن آپ مطمئن رہیں۔ نوئی کے اس اعتقاد کی تفصیل اور اس پر اسرار خطے کے حالات، جس میں زندگی کے یہ درخت اگتے ہیں، اسی ناول میں آگے آتے ہیں۔

(منظر الحق علوی)

بارھواں باب

ایک خواب ایک حقیقت

اسی شام اشمیل کو ڈنگان کے سامنے پیش کیا گیا اس کی حالت غیر ہو رہی تھی کیونکہ کئی سپاہیوں کو اشمیل سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ چنانچہ جب زنجیل کی قیام گاہ سے باہر آنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو چھڑا کر بھاگنے کی کوشش کی تو سپاہیوں نے اپنے بھالوں کے دستوں سے اسے دھنک کر رکھ دیا اور پھر اسے مارتے ہوئے ہی بادشاہ کے کرال تک لائے اور بار بار کہتے رہے کہ انکوسازانہ نے اس کے قتل کی تو بیشک ممانعت کر دی ہے لیکن اسے پیٹنے کی تو ممانعت نہیں کی اور یہ کہ ابوبوسی اسی سزا کا مستحق ہے۔ وغیرہ۔ چنانچہ اشمیل کے کپڑے جھیر جھیر تھے، اس کا پائپ او ہیٹ غائب تھی ــــــ سچ تو یہ ہے کہ نوئی نے یہ دونوں چیزیں نذر آتش کر دی تھیں ـ اس کی ایک آنکھ پر بھی مار کا نشان تھا اور پورا چہرہ خراشوں سے بھرا ہوا تھا۔

چنانچہ یہ حالت تھی اشمیل کی جب اسے ڈنگان کے سامنے لایا گیا۔ اشمیل اس وقت مارے غصے کے تقریباً دیوانہ ہو رہا تھا اور ڈنگان کے سامنے بھی اپنا غصہ نہ دبا سکا۔

اشمیل ایک دم سے جو منہ میں آیا بکنے اور سپاہیوں کو گالیاں دینے لگا۔ جنہوں نے اسے مارا پیٹا تھا اور کہا کہ ان سپاہیوں کو سخت سزا دی جائے جنہوں نے ایک سفید فام کو، جو عظیم ہے بیٹا ہے۔

"خاموش!" آخرکار ڈنگان گرجا" راتوں کو بھٹکنے والے ابوبوسی! سوال یہ ہے کہ خود تمہیں کیوں نہ قتل کر دیا جائے کیونکہ تم نے انکو سمازانہ زولا کا شوہر بننے کی درخواست کر کے اس کے حضور سخت گستاخی کی ہے اگر زولا تمہارے قتل کا حکم دے دیتی تو مناسب ہوتا کہ تمہاری گستاخی کی سزا موت ہی ہوسکتی ہے خیر! اس نے تو تمہاری جان بخشی کر دی لیکن اگر تم اپنی چیخ و پکار سے میرے کانوں کو تکلیف پہنچاتے رہے تو میں زولا کے حکم کا بھی انتظار نہ کروں گا اور آج رات تمھیں لومڑیوں اور لکڑ بگھوں کے پاس گہری نیند سونے بھجوا دوں گا۔

اشمیل نے جب دیکھا کہ معاملہ یہاں بھی بگڑ گیا ہے اور خود ڈنگان اسے موت کی وہ دھمکی دے رہا ہے وہ فوراً خاموش ہوگیا۔

"ابوبوسی! تم بھولے نہ ہوگے کہ ہم نے کسی غرض سے تمہیں زولا کے حضور بھیجا تھا" ڈنگان نے کہا۔

"ہاں۔ نہیں بھولا ہوں۔"

"تو پھر کیا تم یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوگئے ہو کہ زولا ہمیں چھوڑ کر کیوں جانا چاہتی ہے؟۔"

"ہاں۔ یہ میں نے معلوم کرلیا ہے۔"

"تو پھر کہو۔"

"وہ اپنے گھر جانا چاہتی ہے۔"

"لیکن کیوں؟۔"

"اس لئے کہ وہ اپنے لوگوں میں رہے جا کر۔ یعنی اس بوڑھے کے ساتھ جو دعائیں مانگا کرتا ہے اور اس عورت کے پاس جو اس بوڑھے دعائیں مانگنے والے کی بیوی ہے۔"

"لیکن یہ زولا کے ماں باپ نہیں ہیں" ڈنگان نے کہا "ہم جانتے ہیں کہ زولا طوفان میں زمین پر اتری ہے اور یہ دونوں، بوڑھا اور اس کی بیوی، درحصل وہ لوگ ہیں جنھیں آسمانوں نے اس کی پرورش کے لئے پسند کیا ہے۔ سب سے پہلے تم ہی نے یہ کہانی ہمیں سنائی تھی اور بتایا تھا کہ کس طرح اس نے بجلی کو حکم دیا تھا اور بجلی نے وہاں رماہ ہیں ہمارے ایک سپاہی کو جلاکر خاک کر دیا تھا۔ چنانچہ کوئی اور نہیں بلکہ ہم ہیں اس کے لوگ۔ انکوسازانہ کے بھی ماں باپ ہوئے ہیں کبھی؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا" اشمیل نے جواب دیا "انکوسازانہ عورت ہے اور دنیا میں کوئی عورت ماں اور باپ کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ کم سے کم اتنا ضرور ہے کہ انکوسازانہ ان دونوں کو اپنے والدین سمجھتی ہے اور ان کے ہر حکم کی تعمیل کرتی ہے اور یہ بھی یقین کر لو کہ جب تک وہ زندہ ہیں انکوسازانہ انھیں کے پاس رہے گی اور کہیں نہ جائے گی الّا یہ کہ وہی اسے اس کا حکم دیں"۔

ڈنگان نے اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے اشمیل کی طرف دیکھا۔

"جب تک وہ زندہ ہیں ـــ جب تک وہ زندہ ہیں"۔ وہ بڑبڑایا۔

اور پھر اس نے کہا:۔

"اگر انکوسازانہ جانا چاہے تو کون ہے جو اسے روک سکتا ہے؟ اگر وہ اپنا جادو چلا دے تو کون سی قوت اس سے ہمیں محفوظ رکھ سکتی ہے؟ اگر اس پر ہاتھ اٹھایا گیا تو کیا وہ ہم پر عذاب نازل کر کے ہمیں تباہ و برباد نہ کر دے گی؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا" اشمیل نے کہا "البتہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ اگر وہ سفید فاموں میں چلی گئی اور ذرا بھی خفا ہوئی تو بوئیروں کو چڑھا لائے گی۔"

ڈنگان ایک دم سے پریشان ہوگیا۔ اس نے اشمیل کو چند قدم پیچھے ہٹ جانے کا اشارہ کیا اور پھر اپنے مشیروں سے کئی منٹوں تک مشورہ کرنے کے بعد بولا:۔

"سنو! سفید فام - اگر ان کوسازانہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی تو یہ بہت بڑا ہوگا
ونکہ اسی کے ساتھ ہمارے لوگوں کی عظیم روح چنانچہ ہماری خوش بختی بھی چلی جائیگی
چ ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ یہی ہے - اور میں بھی اس سے متفق ہوں. اس کے
لاوہ خود ہماری آرزو یہ ہے کہ زولا چند دنوں کے لئے ہمارے ساتھ ہی رہے -
نتوں کی مجلس نے آج کہہ دیا ہے کہ انکوسازانہ نے جو الفاظ کہے ہیں ان کا مطلب
ھنا، مہنتوں اور وچ ڈاکٹروں کے بس کا روگ نہیں - چنانچہ انھوں نے
ا ہے کہ ایک دوسرے قبیلے کے، جو بہت دور آباد ہے، وچ ڈاکٹروں کو طلب
یا جائے اور انکوسازانہ کے سامنے پیش کیا جائے چنانچہ جب تک یہ لوگ
یں آجاتے انکوسازانہ کو یہیں رہنا ہے -"

"ٹھیک ہے" اشمیل نے بے تعلقی سے جواب دیا۔

ان وچ ڈاکٹروں میں، جو بقول ڈنگان کہیں دور رہتے تھے اور مہنتوں
ی مجلس میں اسے یقین نہ تھا۔ لیکن چونکہ کافروں کے توہمات سے واقف تھا
ر انھیں سمجھ سکتا تھا اس لئے اسے یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ ڈنگان کے مہنت مخمصے میں
ھنس گئے تھے - خود اشمیل نے ریچل کے متعلق زولوؤں کے توہمات کو ہوا دی
ھی اور وہ بھی محض اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے۔ بہرحال اب انہوں نے ریچل کو
وق البشر، زبردست قوتوں کی مالک، مقدس اور عظیم روح کا اوتار یقین کر لیا
ھا۔ خود موپونے - جس نے کہتے ہیں کہ خود زولا کے حکم سے شاکا کو قتل کیا تھا۔
ے یقین سے ریچل کے انکوسازانہ زولا ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا تھا چنانچہ
س کے بعد مہنت، کاہن اور وچ ڈاکٹر یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے
اس کے ریچل کے الفاظ بے معنی تھے لیکن وہ الفاظ کو یہ معنی پہنانے کی بھی
رأت نہ کر سکتے تھے جو بوئیروں پر حملہ نہ کیا جائے۔ اس صورت میں خود

ڈنگان کے خفا ہونے کا خدشہ تھا اور اس کی خفگی کا مطلب تھا اذیت ناک موت
اور اگر ڈنگان انہیں قتل نہ کرتا اور پھر کہیں بوئیروں سے جنگ چھڑ جاتی تو
ان مہنتوں کی عزت و شہرت خاک میں مل جاتی۔ چنانچہ انہوں نے اپنا دامن
بچانے کے لئے یہ اعلان کر دیا کہ انکوساز انہ کے الفاظ بہت عظیم ہیں چنانچہ
وہ لوگ باوجود کوشش کے ان کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہے ہیں اور اس طرح
انہوں نے یہ ذمہ داری دوسرے وچ ڈاکٹروں اور مہنتوں کے سر ڈال دی۔ اب
یہ دوسرے مہنت کون تھے یہ اشمیں نہ جانتا تھا اور نہ ہی جاننا چاہتا تھا۔

"لیکن،" ڈنگان نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا " فاختہ کو کون مجبور
کرسکتا ہے کہ وہ ایک خاص درخت پر ہی اپنا گھونسلا بنائے؟ فاختہ کے بازو
ہوتے ہیں، وہ پرواز کرسکتی ہے اور جہاں چاہے گھونسلا بنا سکتی ہے۔ البتہ اگر وہ
درخت، جس کی ٹہنیوں اور پتوں میں کبھی اس کا بسیرا رہا ہو، جس پر وہ پلی اور
بڑھی ہو اگر دوبارہ اس کے سامنے لایا جائے تو پھر وہ اس درخت پر اپنا گھونسلا
بنانے کے لئے خوشی سے تیار ہو جائے گی۔ سمجھے کچھ سفید خام سمجھے؟"

"نہیں،" اشمیں نے کہا حالانکہ وہ سمجھ چکا تھا کہ ڈنگان کا مطلب یہ ہے ربیل
کے والدین کو بھی زولو لینڈ میں ہی بلا لیا جائے اور وہ بھی اپنی بیٹی کے ساتھ اسی
جگہ مقیم ہو جائیں۔" انکوساز انہ پرندہ نہیں ہے اور کون ایسا مائی کالال ہے جو
درختوں کو اکھاڑ کے اور پھر اٹھا کر ایک سے دوسری جگہ تک لے جائے۔"

"یا تو بھالوں کے دستوں کی مار سے تمہاری عقل پلپلی ہو گئی یا پھر تم نے
بہت شراب پی لی ہے۔"

ڈنگان نے کہا، "لو سنو کیا ہے میرا مطلب۔ انکوساز انہ یہاں قیام کرنا نہیں
چاہتی کیونکہ اس کا گھر دریا کے دوسری طرف ہے چنانچہ اس گھر کو ہی یہاں

لے آیا جائے تاکہ پھر انکو سازانہ یہاں سے جانے کا نام نہ لے۔ پہلے میں نے یہ حکم دیا تھا کہ اگر وہ سفید فام چیخنے والا اور اس کی بیوی انکو سازانہ کے ساتھ یہاں آنے پر مصر ہوں تو انھیں قتل کر دیا جائے لیکن اب میں اپنے یہ الفاظ واپس لیتا ہوں۔ اب وہ یہاں آئیں گے۔ ان کا آنا بہت ضروری ہے اور انھیں آنا ہی پڑے گا۔"

"تم انہیں کیسے بلاؤ گے؟"

"میں مجبور کروں گا انہیں"۔

"کس طرح؟"

"جس طرح انکو سازانہ کو کیا تھا اور دیکھو وہ یہاں آگئی۔ وہ بھی اس کی خاطر آئیں گے یہاں جیسے وہ چاہتے ہیں۔"

"وہ سمجھ لیں گے کہ تم نے انکو سازانہ کو قتل کر دیا ہے اور انھیں بھی قتل کر دو گے۔"

"ایسی کوئی بات نہ ہوگی کیونکہ یہاں سے جانے والے فوجی دستے کے ساتھ تم جاؤ گے اور پھر تم ان لوگوں کو یقین دلا دو گے کہ نہ تو ایسی کوئی بات ہوئی ہے اور نہ ایسی کوئی بات ہوگی۔"

"میں نہیں جا سکتا۔ تمہارے مردود سپاہیوں نے بھالوں کے دستوں سے مجھے پیٹا ہے۔ میرے سر میں چوٹیں آئی ہیں اور پیر میں چوٹیں آئی ہیں۔ میرا دماغ پھٹنا گیا ہے اور میں لنگڑا ہو گیا ہوں۔ چنانچہ میں نہ تو چل سکتا ہوں اور نہ ہی سواری کر سکتا ہوں۔"

"تو تمہیں ڈولی میں لے جایا جائے گا یا پھر" ڈنگان نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا "یہیں رہو اور گدھوں کی خوراک بن جاؤ۔ انکو سازانہ رحمدل ہے لیکن میں تمہیں

قتل کروا سکتا ہوں کہ تم نے اپنے غلیظ ناخنوں سے انکو سازانہ کے کرال کی دیوار پر کھرونچے لگائے ہیں۔"

اب اشمیل کو احساس ہوا کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ ڈنگان کے اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ اس کے علاوہ ایک خیال بھی اس کے دماغ میں کوند گیا۔ ایک شیطانی خیال۔ وہ بہرحال ریچل کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ ریچل کی محبت میں ـــــ بشرطیکہ ہم اسے محبت کہہ سکیں ـــــ دیوانہ ہو رہا تھا اور یہ معاملہ اس کے لئے مفید ثابت ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ زولو فوج کے ساتھ ریچل کے والدین کے پاس جانے سے انکار کرنے کا مطلب تھا موت۔ ـــــ چنانچہ اب وہ ڈنگان سے ایک سودا کر رہا تھا کہ اس کی خدمات کے صلے میں اسے بہت سے مویشی اور بہت سا ہاتھی دانت دیا جائے اور اس انعام کا نصف حصہ اسے پیشگی اور فوراً دے دیا جائے۔ ڈنگان نے اس کی یہ شرط منظور کر لی۔

اور اب اسے یہ بتایا گیا کہ خود اسے کیا کرنا تھا۔

اسے زولو سپاہیوں کے ایک چھوٹے سے دستے کے ساتھ، جو صرف تین سو سپاہیوں پر مشتمل ہوگا، رماہ جانا تھا یہ دستہ خود اشمیل کے ماتحت ہوگا اور یہ کہ دستے کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اشمیل کے ہر حکم کی تعمیل کرے رماہ کے مستقر میں جا کر اشمیل کو "انفادوسی" یا تھینچنے والے اور اس کی بیوی سے یہ کہنا تھا کہ اگر وہ ریچل کو زندہ دیکھنا چاہتے ہوں تو اس دستے کے ساتھ فوراً زولو لینڈ میں چلے آئیں اور وہیں انکو سازانہ کے ساتھ مقیم ہو جائیں۔ اگر وہ خوشی سے نہ آئیں تو انہیں جبراً لایا جائے۔ اگر ایسا ہو کہ انکو سازانہ اپنے اختیارات سے کام لے کر رماہ میں پہنچ جائے تب بھی اس کے والدین کو زولو لینڈ میں لے آیا جائے

کیونکہ اس صورت میں وہ ـــــــ یعنی رہچیل ـــــ مجبوراً واپس آجائے گی اگر چیخنے والے اور اس کی بیوی کی راستے میں ہی انگوسازانہ سے مڈبھیڑ ہو جائے تو اس کے بعد بھی انہیں واپس نہ لوٹنے دیا جائے کیونکہ اس کے بعد انگوسازانہ ان دونوں کی وجہ سے راستے ہی سے لوٹ کر زولولینڈ میں آجائے گی۔ اشمیل کو اس دستے کے ساتھ روانہ ہونا تھا۔

"میں نے سنا اور میں نے سمجھا" اس نے جواب دیا "میرا انعام یعنی مویشی اور ہاتھی دانت کو میرے کرال مافوتی کی طرف روانہ کر دیا جائے اور پھر میں فوراً ہی زماہ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"

اشمیل کی آواز میں کوئی خاص بات تھی اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں ایسی عیارانہ چمک آگئی تھی جس نے ڈنگاں کو چونکا دیا۔

"مویشی اور ہاتھی دانت بھجوا دیا جائے گا" وہ بولا "لیکن ابولوسی! اگر تم نے مجھے دھوکا دیا یا کوئی چال چلی تو پھر تم مجھ سے بچ نہ سکو گے۔ آج جو کچھ بھی تم ہو میری مہربانیوں کی وجہ سے ہو۔ آج اگر تم امیر ہو اور لعلوں کے لعل ہو تو میرے طفیل سے ہو۔ تمہارے کرال مافوتی میں تمہاری بہت سی بیویاں ہیں، بہت سے بچے ہیں، بہت سے مویشی ہیں ـــــ میرے جاسوسوں نے مجھے سب کچھ بتا دیا ہے ـــــ اور یہ سب میرا انعام ہے۔ اب اگر تم نے مجھے دھوکا دیا، اگر تم نے سفید دیوی کو چھونے کی جرأت کی، اگر اس کا بال بھی بیکا ہوا تو پھر یاد رکھو کہ میں یہاں کا بادشاہ ہوں۔ میں تمہارے کرال کو جلا کر راکھ کر دوں گا اس میں بسنے والوں کو بھالوں کے حوالے کر دوں گا اور مویشی میرے کرال میں آجائیں گے اور اگر تم میرے ہاتھ میں آگئے تو ابولوسی تمہاری موت اتنی اذیت ناک ہوگی کہ تم اس دن پر لعنت بھیجو گے جس دن تم دنیا میں آئے تھے۔ بس میں کہہ چکا۔"

"میں جا رہا ہوں اور اے عظیم ہاتھی اور اے کالی ہتھنی کے بیٹے" میں آخر تک ان ہدایتوں پر عمل کروں گا اور تمہارے الفاظ یاد رکھوں گا"۔ اشمیل نے بے حد نیچی آواز اور بڑی خاکساری سے کہا کیونکہ وہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔

"سفید فاموں کو میں لے آؤں گا۔ البتہ انکوسازانہ کے غصے سے میں ڈرتا ہوں۔ چنانچہ میری درخواست ہے کہ بادشاہ مجھے دیوی کے غصے سے بچائے۔"

"انکوسازانہ سے خود تمہیں صلح صفائی کرنی ہے کیونکہ یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے" ڈنگان نے کہا اور پلٹ کر اپنی جھونپڑی کے تنگ اور نیچے دروازوں میں چاروں ہاتھوں اور ٹانگوں پر چلتا ہوا داخل ہو گیا۔

اس واقعہ کے کوئی ایک گھنٹے بعد دیوہیکل تامبوسا انکوسازانہ کے کرال میں داخل ہوا اور باریابی کی اجازت چاہی۔ قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ تامبوسا وہی سپاہی تھا جس کے ساتھ ریچل رماہ سے زولولینڈ کے لئے روانہ ہوئی تھی اور یہی تامبوسا انکوسازانہ کے سفید بیل کی نکیل پکڑے آگے آگے چلا تھا۔

"کیا بات ہے؟" جب وہ حاضر ہوا تو ریچل نے پوچھا" تم مجھے زولولینڈ سے باہر لے جانے آئے ہو تامبوسا؟"

"نہیں دیوی۔ تامبوسا نے جواب دیا" اس ملک کو ابھی تمہاری ضرورت ہے۔ میں صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ اگر تم اجازت دو اور اپنی خادمہ نوئی کو میرے ساتھ بھیجدو تو ڈنگان اس سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ فکر نہ کرو، نوئی محفوظ رہے گی۔ اگر اس کے بدن پر خراش بھی آجائے تو دیوی تم میری جان لے سکتی ہو۔ نوئی اتنی ہی محفوظ رہے گی جتنی کہ تم محفوظ ہو۔"

" نوئی! تم ڈنگان کے پاس جاتے ڈرتی تو نہیں؟" ریچل نے پوچھا۔

"نہیں۔ میں کیوں ڈرنے لگی؟" نوئی نے ہنس کر جواب دیا "مجھے بادشاہ کے وعدے اور خود تمہاری قوتوں پر اعتبار ہے۔"

"بس تو پھر جاؤ" ریچل نے کہا "اور جتنے جلد ممکن ہو واپس آ جانا۔"

چنانچہ نوئی تامبوسا کے ساتھ چلی گئی۔

سورج غروب ہونے کے دو گھنٹے بعد ریچل اپنی جھونپڑی میں بیٹھی رات کا کھانا کھا رہی تھی کہ دروازے پر کا تختہ ہٹا کر نوئی داخل ہوئی اور سلام کر کے ریچل کے قریب خاموش بیٹھ گئی۔ ریچل نے ان عورتوں کو، جو اس کی خدمت پر مامور تھیں، دستر خوان بڑھا کر چلے جانے کا حکم دیا اور جب وہ چلی گئیں تو اس نے نوئی سے پوچھا۔

"کیوں بلایا تھا؟ بادشاہ نے تمہیں؟"

ریچل کا خیال تھا کہ شاید بادشاہ اسے رماہ بھیجنے کا انتظام کرنا چاہتا ہے اور اس خیال سے ریچل خوش تھی لیکن نوئی سے اس کی تمام امیدوں پر اوس پڑ گئی۔

"یہ بڑی طویل داستان ہے زولا" نوئی نے جواب دیا "لیکن اس کا لب لباب میں تمہیں سنائے دیتی ہوں۔ زولا! تمہیں یاد ہوگا کہ جب ہماری پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تھی تو میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں اس قبیلے کی نہیں ہوں البتہ میری ماں زدو تھی۔ میں اس قبیلے سے تعلق رکھتی ہوں جس کے لوگ خوابوں کے شکاری کہلاتے ہیں۔ یہ بھوسے لوگ بھوت بھی کہلاتے ہیں اور یہ لوگ بہت دور شمال کی طرف آباد ہیں اور اپنی حیات کے درختوں کے سائے میں رہتے ہیں اور درختوں کو ہی پوجتے ہیں۔"

"ہاں"، ریچل نے کہا" اسی لئے تم دوسری لڑکیوں کی طرح مرد کی آرزو نہیں کرتیں بلکہ خوابوں کی دنیا میں بستی ہو، خواب دیکھا کرتی ہو اور روحوں سے باتیں کرتی ہو۔ لیکن یہاں خوابوں کے شکاریوں کا کیا ذکر اور اس معاملے سے ان کا کیا تعلق ہے؟"

"بے شک میں خوابوں کی دنیا میں بستی اور روحوں سے باتیں کیا کرتی ہوں تاکہ مجھے اس کی مشق ہو جائے اور پھر میں تمہیں بھی یہ باتیں سکھا سکوں۔ اور ایک دن سکھا دوں گی کیونکہ تمہاری روح اور میری روح آپس میں بہنیں ہیں" نوئی نے جواب دیا اور اس کی آنکھوں میں عجیب طرح کی چمک آگئی "رہی یہ بات کہ خوابوں کے شکاریوں کا اس معاملے سے کیا تعلق تو زولا، اس کا تو یہ ہے کہ میرے قبیلے والے بڑے زبردست بیشین گو یا مخبر غیب ہیں۔ وہ لوگ مستقبل میں جھانک سکتے اور لوگوں کے دلوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے جیسا مخبر غیب اور بیشین گو دنیا میں کوئی اور نہ ہوگا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ دور دور کے قبائل کے سردار ہمارے یہاں کی بیشین گویوں کی خدمت میں تحائف بھیجتے اور قسمت اور مستقبل کا حال معلوم کرنے کے لئے انہیں اپنے یہاں بلاتے ہیں لیکن یہ بیشین گو کبھی کبھی ہی کسی قبیلے میں جاتے ہیں۔ اب یہاں ڈونگان اور اس کے مشیر تین باتوں سے بہت زیادہ پریشان ہیں۔ اوّل تو بوئیروں کا معاملہ ہے اور پھر تمہارے وہ الفاظ ہیں جو تم نے زولوؤں اور بوئیروں کی جنگ کے متعلق کہے تھے اور جن کا مطلب یہ لوگ سمجھ نہیں سکے اور تیسرا معاملہ اس تارے کا ہے جو اسی رات ٹوٹ کر گرا تھا جس رات تم یہاں آئی تھیں۔ اب یہاں کے وِچ ڈاکٹر اور بیشین گو نہ تو ان معاملات اور شگونوں کا مطلب سمجھ سکے ہیں اور نہ ہی اس کے متعلق تم سے پوچھنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔

کیونکہ تم نے ان سے کہہ دیا ہے کہ تم سے اب کچھ نہ پوچھا جائے چنانچہ ان لوگوں کو یقین ہے اگر اس کے بعد ان لوگوں نے تم سے پوچھا تو تم یا تو خاموش رہو گی یا وہ الفاظ کہو گی جو بُری فال ثابت ہوں گے"۔

"اور ان کا یہ خیال غلط نہیں ہے"۔ ریچل نے کہا "وہ میں ایک دفعہ ندائے روح یا ان کی دیوی کا کردار ادا کر چکی اب اگر دوبارہ یہ کردار ادا کرنا پڑا تو پھر مجھے جو کچھ کہنا ہے وہ میں صاف صاف کہہ دوں گی۔"

"چنانچہ ڈنگان اور اس کے مشیروں کو خوابوں کے شکاریوں کا خیال آیا اور سوچا کہ ان کے پیشین گویوں کو، جو بھوتوں کے بادشاہ کہلاتے ہیں طلب کیا جائے اور تمہیں ان کے روبرو کر دیا جائے تاکہ وہ تمہاری عظمت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، تمہارے الفاظ کا مطلب سمجھیں اور سمجھائیں اور اس ستارے کا شگون معلوم کریں جو تمہارے اشارے سے ٹوٹ کر گرا تھا۔"

"تمہارا مطلب ہے مجھے ان ——— کیا کہتے ہیں ——— بھوتوں کے بادشاہوں کے پاس جانا ہے؟" ریچل نے پوچھا۔

"نہیں زولا کیونکہ اس صورت میں تم زولولینڈ سے چلی جاؤ گی اور یہ بادشاہ اور اس کے مشیر چاہتے نہیں۔"

"تو پھر؟۔"

"ڈنگان اور اس کے مشیر چاہتے ہیں کہ خوابوں کے یہ شکاری یا بھوتوں کے بادشاہ خود تمہارے پاس آئیں اور تمہارے نام مادرِ شجر کا پیغام بھی لائیں۔"

"میرے پاس آئیں! وہ لوگ میرے پاس کیسے آسکتے ہیں؟ یہاں انھیں کون لائے گا؟۔"

"بادشاہ اور اس کے مشیر چاہتے ہیں کہ میں انھیں یہاں لے آؤں"۔

"تم!"

"ہاں۔ کیونکہ زولو جانتے ہیں کہ میں اسی قبیلے سے ہوں اور ان کی زبان بول اور سمجھ سکتی ہوں۔ یہ زبان میرے باپ نے مجھے سکھائی تھی۔"

"لیکن نوئی اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔" ریچل نے چونک کر کہا۔

"مطلب تو یہی ہوا زولا اس کے باوجود مناسب ہوگا کہ تم ڈنگان کو خفا نہ کرو اور مجھے جانے دو کیونکہ اس کے بعد ہی تم یہاں سے نکل سکو گی ورنہ یہاں سے نکلنے کا مجھے تو کوئی اور راستہ نظر نہیں آتا۔ بہرحال میں نے ڈنگان سے کہا ہے کہ تم مجھے ایک شرط پر جانے کی اجازت دو گی اور وہ یہ کہ جب خوابوں کے شکاری آجائیں اور تم ان کے روبرو آجاؤ اور وہ لوگ تمہارے الفاظ کا مطلب اور ٹوٹے ہوئے تارے کا شگون معلوم کر لیں تو پھر تمہیں فوراً ہی بحفاظت وہاں پہنچا دیا جائیگا جہاں سے تمہیں لایا گیا ہے۔"

"بادشاہ نے کیا جواب دیا؟"۔

"اس نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا اور یہ کہ تب تک تم یہاں آرام اور سکون سے رہو گی۔ اس کے علاوہ اس نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ ایک پیغامبر بھی رماہ کی طرف اس پیغام کے ساتھ بھیجدیا جائے گا کہ تم محفوظ ہو، مزے میں ہو اور یہ کہ ابتک کیوں زولو لینڈ میں رکی ہوئی ہو۔"

"لیکن نوئی تمہارا یہ سفر کتنے دنوں کا ہوگا؟"۔

"یہ تو میں نہیں جانتی کیونکہ آجتک میں نے یہ سفر کیا ہی نہیں۔ لیکن میں تیزی سے سفر کروں گی اور اگر میں تھک گئی تو تیز رفتار ہرکارے مجھے ڈولی میں بٹھا کر لے جائیں گے۔ ان لوگوں کے لئے درختوں کی وہ سرزمین دور نہیں

جو اس کے خفیہ راستوں سے واقف ہیں۔ اس کے علاوہ مقدس ادر شجر میرے باپ کی چچی ہے۔"

"اور اگر یہ خوابوں کے شکاری تمہارے ساتھ نہ آئے تو؟"

"وہ میری درخواست پر ضرور آئیں گے یا کم سے کم جواب بھیج دیں گے بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ وہ آئیں گے کیوں آئیں گے ــــ بس یہ نہ پوچھو۔"

اور یہاں ریچل اور نوئی میں ایک بحث شروع ہوگئی۔ ریچل اسے روکنا چاہتی تھی اور اس کے متعلق دلائل پیش کر رہی تھی اور نوئی اس عارضی جدائی کے فوائد گنا رہی تھی۔ اس نے کہا کہ زولولینڈ میں وہ بہر حال محفوظ تھی جیسا کہ وہ اشمیل کے معاملے میں دیکھ چکی تھی کہ حالانکہ وہ زولوؤں کے نزدیک عظیم تھا اس کے باوجود سپاہی اسے قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور وہ بھی محض اس لئے کہ اس نے زولا کے حضور ذراسی گستاخی کی تھی۔ اس کے علاوہ ــــ نوئی نے بڑے یقین سے کہا ــــ یہ پراسرار خوابوں کے شکاری یا بھوتوں کے بادشاہ بڑی قوتوں والے لوگ ہیں اور یہ کہ وہی اسے، ریچل کو، زولوؤں کے شکنجے سے چھڑا سکیں گے اور یہ کہ بعد میں بھی اسے ہر بلا اور مصیبت سے محفوظ رکھیں گے کیونکہ جب خوابوں کے شکاری ریچل کو دیکھ لیں گے تو وہ بھی اس کی عظمتوں کے قائل ہو جائیں گے۔

آخرکار ریچل نے ہتھیار ڈال دیے اس لئے نہیں کہ نوئی نے اسے قائل کر دیا تھا بلکہ اس لئے کہ اسے احساس ہوا کہ کوئی خاص وجہ تھی، جسے وہ ظاہر کرنا نہ چاہتی تھی، جس کے لئے نوئی درختوں کی سرزمین میں جانا چاہتی تھی۔

اسی دن سے جس دن رماہ میں نوئی نے ایک اپنا اور ایک ریچل کا بال پھینکا تھا یہ دونوں لڑکیاں صحیح معنوں میں بہنیں بن گئی تھیں حالانکہ ان میں سے ایک سفید فام تھی اور دوسری سیاہ فام۔ ریچل کو جتنا نوئی پر اعتبار تھا کسی اور پر نہ تھا اور نوئی کو

بھی ریچل پر اتنا ہی اعتبار تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے پر حقیقت میں جان چھڑکتی تھیں۔ دونوں کو ہی احساس تھا کہ ان کی قسمتیں ایک دوسرے سے وابستہ تھیں اور یہ کہ پرشور دریا، بلند و بالا پہاڑ، صحراؤں کی وسعتیں اور انسانوں کے ارادے اور مظالم انھیں ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکتے ہیں اور نہ کر سکیں گے۔

"ہم۔ تو یہ بات ہے" ریچل نے کہا "میری قسمت کا دارومدار تمہارے خیال میں اس دفد کی آمد پر رہی ہے۔"

"اس کا مجھے یقین ہے زدلا" نوئی نے کہا۔

"تو پھر جاؤ۔ لیکن بہت جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کرنا کیونکہ تمہارے بغیر تنہائی مجھے ڈسنے لگے گی میں نہیں جانتی کہ جدائی کا یہ دور کس طرح گذرے گا۔"

اور اس نے نوئی کو اپنی باہوں میں سمیٹ کر اس کے ہونٹ چوم لئے۔

بعد میں وہ دونوں سونے کے لئے لیٹ رہی تھیں تو ریچل نے نوئی سے پوچھا کہ اشمیل کے متعلق کچھ معلوم ہوا کہ کیا ہوا اس کا یا کہاں گیا وہ۔ نوئی نے جو کچھ سنا تھا وہ یہ تھا کہ اس شام اشمیل کو ڈنگان کے سامنے لایا گیا تھا اور پھر اسے ایک جھونپڑی میں نظر بند کر دیا گیا جہاں وہ اب تک نظر بند ہے۔ چنانچہ ہی نوئی نے ریچل سے کہا۔ جو سپاہی نوئی کو دیوی کے کرال تک پہنچانے آئے تھے ان میں سے ایک سپاہی نے نوئی سے یہ بھی کہا کہ بادشاہ کے "دربار" سے جانے کے بعد ابو بوسی سخت بیمار ہو گیا اور اول فول بکنے لگا۔ سپاہی نے کہا کہ ا۔یسے سپاہیوں نے پیٹا تھا اور ایک ڈنڈا اس کی کھوپڑی پر لگا تھا جس کی وجہ سے اس کا دماغ چل گیا ہے۔

"میں تو کہتی ہوں کہ وہ مر جائے دیوتا کریں" نوئی نے کہا" تاکہ دنیا اس کے ناپاک وجود سے پاک ہو جائے اور بہت سے لوگ مصیبت میں پھنسنے سے بچ جائیں لیکن وہ کمبخت وقت سے پہلے نہ مرے گا اور ہونی ہو کر رہے گی۔"

دوسرے دن دوپہر ہونے سے کچھ پہلے نوئی اپنے سفر پر روانہ ہوگئی۔

ریچل نے ان سپاہیوں کو، جو نوئی کے ساتھ جانے والے تھے، افسر اور ان وِچ ڈاکٹروں کو، جو اس سفر میں نوئی کے ساتھ تھے، بلا بھیجا اور چند لرزہ خیز الفاظ کے ساتھ نوئی کو ان کے سپرد کر دیا اور کہا کہ اگر نوئی کو ذرا بھی نقصان پہنچا تو پھر ان لوگوں کی خیر نہیں اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ اگر ضرورت ہوئی تو، نوئی کی حفاظت میں اپنی جانیں تک لڑا دیں گے۔ افسر اور وِچ ڈاکٹروں نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اس کے بعد ریچل نوئی کے ساتھ کرال کے دروازے تک گئی اور اس نے نوئی کو بوئیروں کی آوارہ گردیوں کے متعلق بہت سی باتیں بتا دیں تاکہ وہ انہیں خوابوں کے شکاریوں کے سامنے دہرا سکے اور یہ بات ان کے ذہن نشین کرا سکے کہ اگر زولوؤں اور بوئیروں کے درمیان جنگ ہوئی تو کس قدر بھیانک اور تباہ کن ہوگی یہ جنگ۔

"میں تمہارا پیغام بھوتوں کے بادشاہ تک پہنچا دوں گی" نوئی نے جواب دیا۔ "لیکن اپنی طرف سے انہیں کچھ بھی بتانا فضول ہے کیونکہ وہ اپنے اپنے درخت کی چھاؤں میں بیٹھے اپنے اپنے پانی کے پیالے میں وہ سب کچھ دیکھا کرتے ہیں جو دنیا میں ہو رہا ہے اور ہونے والا ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا ہوگا کہ میں زولو لینڈ سے نکل کر درختوں کی سرزمین کی طرف آ رہی ہوں!"

نوئی کا جواب جتنا زیادہ ناقابلِ فہم تھا اتنا ہی زیادہ حیرت انگیز بھی تھا لیکن ریچل نے فی الحال خوابوں کے شکاریوں کے "پانی کے پیالوں" کے متعلق کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ اس کے بعد وہ آنکھوں میں آنسو لئے ایک دوسرے سے رخصت ہوئیں۔

کرال کا دروازہ بند ہو چکا تو ریچل اس ٹیلے پر پہنچی جو اس کی جھونپڑی

کے عقب میں تھا اور وہاں کھڑے ہو کر کرال کے باہر دیکھا جا سکتا تھا۔۔۔۔

اور وہاں کھڑے ہو کر اس نے دیکھا کہ نوئی کے ساتھ سَو منتخب سپاہی، پچاس ساٹھ بار بردار ــــــ جنہوں نے اشیائے خورد و نوش کا ذخیرہ، لباس اور ایک ڈولی اٹھا رکھی تھی، ــــــ اور تین چار دیچ ڈاکٹر بھی جا رہے تھے۔ دو عورتیں بھی ساتھ تھیں یہ امراء کی بیوائیں تھیں جنہیں نوئی کی خدمت پر مامور کیا گیا تھا۔ اس جلوس کے آگے دو سپاہیوں کے ساتھ نوئی چل رہی تھی۔ جس نے پیروں میں سینڈل اور اپنے سڈول جسم پر سفید چغہ پہن رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کسی درخت کی پتّوں والی ہری شاخ تھی جس کا مطلب ریچل سمجھ نہ سکی ریچل انہیں جاتے دیکھتی رہی یہاں تک کہ کرال سے باہر ایک ٹیلے کی چوٹی پر نوئی گھوم گئی اور ریچل کی طرف شاخ ہلانے لگی، اور پھر وہ ٹیلے کی دوسری طرف اتر کر نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اب ریچل بھی ٹیلے پر سے اتر کر اپنی جھونپڑی میں پہنچی، وہ اپنے بستر پر بیٹھ گئی اور تنہائی کے بھوت نے دفعتہً اس کے بازو پھیلا دئے۔

ریچل رونے لگی۔

اور یہ بہت سے تنہا اور عجیب دنوں کی ابتدا تھی۔ ریچل کے دن اپنے کرال کی چہار دیواری میں ٹہلتے گذرنے لگے۔ اسے کسی پل چین نہ تھا اس کا کرال تین چار ایکڑ کو محیط کئے ہوئے تھا۔ وہ اس کے احاطے میں ایک آوارہ روح کی طرح بھٹکا کرتی۔ بے مقصد بھٹکا کرتی یا پھر اس گھنے درخت کی چھاؤں میں جا بیٹھتی۔ جو ایک تالاب کے کنارے اگ رہا تھا۔ اس تالاب میں نرسل کثرت سے اگ رہے تھے اور کنول کے پھول بھی تیرا کرتے تھے یہ خاموش تالاب، اس کا پُرسکون پانی، وہ گھنا درخت اور اس میں بسیرا

کرتے ہوئے چند خاص پرندے۔ بس یہی ریچل کے دوست تھے۔ وہ تالاب کے کنارے بیٹھی کنول کے پھولوں کی پنکھڑیاں گنا کرتی اور صبح کی نرم گرم کرنوں کلیوں کو کھلتے اور پھول بنتے دیکھا کرتی اور پھر اندھیرا اترتے وقت انھیں دوبارہ بند ہوتے دیکھتی یہاں تک کہ ان کی عمر پوری ہو جاتی اور پھر وہ دن آتا کہ پھول مرجھا جاتے اور ان کی پنکھڑیاں جھڑ جاتیں اور پھر نئی کلیاں نمودار ہوتیں جو اپنے وقت پر کھل کر پھول بن جاتیں۔

نوئی کے جانے کے دوسرے دن تامبوسا اور چند دوسرے مشیر ریچل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے درخواست کی کہ وہ "بادشاہ کے دربار" میں چلے اور چند مقدمات کا فیصلہ کر دے۔

"نہیں۔ میں وہاں نہ جاؤں گی" ریچل نے جواب دیا "کیونکہ وہاں کی فضا میں خون کی بو بسی ہوئی ہے اگر مقدمات میرے ہی لئے ہیں تو انھیں میرے پاس بھیج دیا جائے۔ میں اپنے کرال میں ہی مقدمات فیصل کیا کروں گی"۔

چنانچہ تامبوسا اور مشیر سلام کر کے رخصت ہوئے اور ریچل نے مشیروں سے جو کچھ کہا تھا اسے بھول بھلا گئی اور اس نے یقین کر لیا کہ بات آئی گئی ہو گئی۔ لیکن دوسرے دن یہ معلوم کر کے دم بخود رہ گئی کہ مدعی اور مدعا علیہ کا ایک پورا جمگھٹا کرال سے باہر اپنے اپنے وکلاء اور ساٹھ ستر گواہوں کے ساتھ پہنچ گیا ہے اور یہ لوگ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ان کے مقدمات کب فیصل ہوں گے۔

ریچل نے قابل تعریف ہمت سے جواب دیا۔

"اسی وقت۔"

غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ریچل قانون داں نہ تھی۔ اسکی قانون دانی

قانون کی ان چند کتابوں تک ہی محدود تھی جو اس کے باپ کے پاس اب بھی موجود تھیں یا پھر اس نے ڈربن کی عدالت میں چند الٹے سیدھے مقدمے فیصل ہوتے دیکھے تھے اور بس۔ یہ اس کا علم تھا اس قانون کے متعلق البتہ کافروں کی رسومات کے متعلق اس کی معلومات وسیع تھیں اور ان کے مقدمات کا فیصلہ کرنے میں اس کی یہ معلومات معاون ثابت ہو سکتی تھیں۔

بہر حال جو مقدمہ اس کے سامنے پیش ہوا وہ زبردست تھا مویشیوں کا ایک ریوڑ تھا جس کی وراثت کا دعویٰ دونوں فریق کر رہے تھے۔ ریچل نے جلد ہی معلوم کر لیا کہ دونوں ہی فریق خاصے پُر قوت سردار تھے اور بادشاہ نے ان دونوں کو ریچل کے پاس محض اس لئے بھیجا تھا کہ اگر وہ خود اس مقدمے کا فیصلہ کسی ایک سردار کے حق میں کر دیتا تو دوسرا اس سے خفا ہو جاتا اور یہ ڈنگان چاہتا نہ تھا۔

ریچل اپنی تپائی پر خاموش بیٹھی مدعی کے وکلا کے دلائل غور سے سنتی رہی۔ جب وہ خاموش ہوئے تو مدعی کو طلب کیا گیا۔ اپنے بیان کے دوران وہ ایک ایسی بات کہہ گیا جس سے ریچل کو یہ فیصلہ کرتے دیر نہ لگی کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ اور اب پہلی دفعہ ریچل گویا ہوئی۔ اس نے کڑک کر کہا:

"تمہیں میرے سامنے، انکوسازانہ زولا کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرأت کیونکر ہوئی اور وہ بھی یہ جانتے ہوئے کہ مجھ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے؟ حتیٰ کہ میں تمہارے مویشیوں کے معاملے سے بھی شروع سے آخر تک واقف ہوں۔"

مدعی ریچل کی مافوق الفطرت قوتوں کا پہلے ہی سے قائل تھا اب جو اس نے انکوسازانہ کی نگاہیں اپنے چہرے پر مرکوز دیکھیں تو سہم گیا۔ اس نے فوراً ہی اقرار کر لیا کہ اس کا دعویٰ واقعی جھوٹا تھا اور یہ کہ مدعا علیہ اس کا چچازاد بھائی تھا جس

کی امارت سے وہ خود جلتا تھا۔ بس اسی حسد کی وجہ سے اس نے ان مویشیوں کے متعلق دعویٰ کر دیا تھا۔

چنانچہ ریچل نے اسی وقت یہ فیصلہ سنا دیا کہ مدعی جرمانے کے طور پر چند مویشی بادشاہ کو ادا کرے اور آئندہ سے ایماندار بن کر رہے ورنہ اس کے حق میں بُرا ہوگا۔ ریچل کے اس فیصلے کی دھوم مچ گئی اور اب ایک دیوی کے علاوہ ایک عمدہ منصف کے طور بھی مشہور ہوگئی۔ چنانچہ اب روزانہ مقدمات فیصل ہونے اس کے پاس آنے لگے۔ لیکن اب لوگوں کے دلوں میں ریچل کی قوتوں کا خوف بیٹھ گیا تھا اور انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اسے دھوکا دینا ممکن نہیں چنانچہ اب ہر مقدمہ جلد ہی بلکہ فوراً ہی فیصل ہو جاتا کیونکہ ہر مجرم اپنے جرم اور ہر مدعی اپنے جھوٹ کا فوراً ہی اقرار کر لیتا۔

ریچل صبح سات بجے اپنی عدالت کے دروازے کھولتی اور مسلسل پانچ گھنٹوں تک مقدمات فیصل کیا کرتی —— کیونکہ اس سے زیادہ بیٹھنے سے وہ دماغی اور جسمانی طور پر تھک جاتی تھی بارہ بجے عدالت کی کارروائی ختم ہو جاتی تو پھر دوسرے دن صبح تک وہ اکیلی اور بیکار ہوتی۔ تنہائی کا احساس شدید ہونے لگتا اور وہ خود بےچین و بے تاب ہو جاتی۔

ایک پیغامبر کورماہ کی طرف دوڑا دیا گیا تھا لیکن دس دن بعد وہ یہ خبر لے کر آیا کہ دریائے توگیلا چڑھا ہوا ہے چنانچہ اسے عبور کرنا ممکن نہیں۔ چند دنوں بعد ریچل نے پھر اسی پیغامبر کو رماہ کی طرف روانہ کیا اور اس کے ایک ہفتے بعد ریچل کو بتایا گیا کہ اس پیغامبر کو راستے میں ایک شیر نے پھاڑ کھایا۔ دوسرا پیغامبر بھیجا گیا لیکن وہ واپس نہ آیا۔ اس کا کیا بنا یہ ریچل معلوم نہ کر سکی۔ انہی دنوں ریچل نے سنا کہ اشمیل نہ صرف تندرست ہو گیا تھا بلکہ موقع

پاکر بادشاہ کے کرال سے فرار بھی ہو گیا تھا اور کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کہاں گیا تھا۔ چنانچہ اسی وقت سے ایک انجانا خوف بچاری ریچل کے دل میں اترنے لگا اور اندیشے اس کے دل میں گھر کرنے لگے۔ وہ اشمیل سے ڈرتی تھی اور چونکہ وہ ریچل سے ملاقات کئے بغیر فرار ہوا تھا اس لئے اس نے سمجھ لیا کہ اس شخص کے ارادے یقیناً نیک نہ تھے انہی تفکرات اور پریشانیوں میں اسے اس بات پر افسوس بھی ہوا کہ اس نے نوئی کے مشورے پر عمل کر کے اشمیل کو قتل کیوں نہ کروا دیا۔ رہی نوئی تو اس کی کوئی خبر نہ آئی۔ وہ افریقہ کے اندھیرے اور پُر اسرار جنگلوں میں گم ہو چکی تھی۔

یہ ایک عجیب اور غیر قدرتی سی زندگی تھی جو ریچل بسر کر رہی تھی چنانچہ رفتہ رفتہ اس کے اعصاب جواب دینے لگے جب وہ مقدمے فیصل کر رہی ہوتی تو اس وقت وہ پُرسکون معلوم ہوتی لیکن جب عدالت کی کارروائی ختم ہو جاتی، لوگ اس کی تعریف کے نعرے لگاتے اور اس کی مدح سرائی کرتے رخصت ہو جاتے اور جب وہ خود اپنی خادماؤں کو رخصت کر دیتی تو پھر تنہائیاں، اداسیاں، پریشانیاں اور تفکرات ہجوم کر آتے۔ وہ نرم کھالوں کے اپنے بستر پر اوندھے منہ جا پڑتی اور اکثر دفعہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی۔ زولوؤں کی دیوی، مافوق الفطرت قوتوں کی مالک، آسمانوں کی ملکہ، ’بیٹین گو‘ انکوسازانہ، زولا، وہ عورت جس کے نام سے زولولینڈ میں بسنے والا ہر شخص کانپتا تھا، بادشاہ سے لے کر ایک عام شخص تک جس سے ڈرتا تھا ——— ہاں! وہی لڑکی رو پڑتی کیونکہ وہ اکیلی تھی، اس کا کوئی نہ تھا۔ انسان اور خدا اسے بھول گیا تھا۔ سب نے اسے چھوڑ دیا تھا۔

اور اب طوفانوں کا موسم آگیا۔ افریقہ کے مخصوص برق وباراں کے طوفان۔

روزانہ یوں ہوتا کہ دوپہر ڈھلتی اور طوفان پھٹ پڑتا۔ کڑک اور گرج کی آوازیں افق تا افق لڑھکتی چلی جاتیں۔ بادشاہ کا کرال ان آوازوں سے لرز لرز اٹھتا اور سامنے کے ٹیلے پر، جہاں کچے لوہے کے پتھر تھے، بجلیاں مسلسل گرا کرتیں۔

ریچل طوفانوں سے کبھی ڈری نہ تھی اب یہ طوفان اسے خوف زدہ کر دیتے تھے۔ آسمانوں پر کالے بادلوں کو منڈلاتے دیکھ کر وہ سہم جاتی یہاں تک تو خیر ٹھیک تھا لیکن سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ اسے اپنے اس خوف کا اظہار کرنا تھا۔ اسے اپنا یہ خوف دبانا پڑتا تھا کیونکہ زولولینڈ میں اس کی حیثیت ایک دیوی کی تھی۔ ایک ایسی دیوی جس کی فرمانروائی نہ صرف انسانوں بلکہ طوفانوں پر عموماً اور بجلیوں پر خصوصاً تسلیم کر لی گئی تھی۔ زولولینڈ میں پچھلے کئی برسوں سے بارشیں ہوئی تھیں اب جو طوفان آئے اور خوب پانی برسا، جو غلے کے لئے بے حد مناسب تھا، تو زولولینڈ میں خوشیاں منائی گئیں اور اسے انکوسازانہ زولا کا ایک معجزہ سمجھا گیا اور کہا گیا کہ یہ ان کے، یعنی زولوؤں کے ملک میں دیوی کی موجودگی کی ہی برکت تھی کہ خشک سالی ختم ہو گئی اور پانی یوں برسا کہ پہلے کبھی نہ برسا تھا۔ اسی طرح ایک دن بجلی کڑک کر ایک وِچ ڈاکٹر کی جھونپڑی پر گری اور جھونپڑی کے ساتھ ساتھ وِچ ڈاکٹر اور اس کی بیوی بھی جل مری تو لوگوں نے کہا کہ یہ انکوسازانہ یا آسمانوں کا انتقام تھا کیونکہ یہ وِچ ڈاکٹر ریچل کی قوتوں پر شک کیا کرتا اور سرِ عام اپنے شکوک کا اظہار کیا کرتا تھا۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس وِچ ڈاکٹر کے جل مرنے کے بعد کسی کو بھی ریچل کی قوتوں میں شک نہ رہا، کوئی اس کے خلاف ایک لفظ بھی کہنے کی جرأت نہ کر سکا اور جوہان مبلّغ کی لڑکی صحیح معنوں میں عظیم بن گئی۔

اور پھر طوفانوں کا موسم بھی گذر گیا اور افریقہ کا سورج پوری آب وتاب سے چمکنے لگا تو پھر وہی تنہائیاں اور اداسیاں تھیں جن کو دور کرنے کے لئے ریچل اپنے جھونپڑی سے نکلتی اور اپنے مخصوص درخت کی چھاؤں میں تالاب کے کنارے جا بیٹھتی اور اس وقت تک بیٹھی رہتی جب تک سورج غروب نہ ہو جاتا، جب تک کہ کنول کے پھول بند نہ ہو جاتے اور جب تک ہوا میں خنکی اور استرے کی سی کاٹ نہ آجاتی۔

اور پھر رات کا اندھیرا اتر آتا۔

ہائے وہ طویل راتیں ——— ریچل کو ڈانیمی بھیانک تنہائی میں یہ راتیں لامتناہی معلوم ہوتیں۔ یہ وہی ریچل تھی جو کبھی ایسی بے خبر سویا کرتی تھی کہ اسے اپنے سر پیر کا ہوش نہ رہتا تھا۔ لیکن اب اسے نیند نہ آتی تھی اور اگر کبھی اتفاقاً آنکھ لگ جاتی تو اسے خواب نظر آتے۔ وہ ہر رات اپنی ماں کو خواب میں دیکھتی کہ وہ بیمار ہے یہاں تک کہ آخر کار اسے یقین ہو گیا کہ اس کی ماں واقعی بیمار ہے۔ اس کا یہ یقین اس قدر پختہ ہو گیا کہ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ لوئی کا انتظار نہ کرے گی بلکہ ہر صورت زولولینڈ سے نکل کر رماہ پہنچ جائیگی اور اس نے تامبوسا کے ذریعہ بادشاہ کو یہی کہلا بھیجا۔ دوسرے دن جواب آگیا کہ اگر وہ جانا چاہے تو ظاہر ہے کہ اسے کوئی روک نہیں سکتا البتہ اگر اسے رماہ پہنچنا ہی ہے تو وہاں اسے پرواز کر کے پہنچنا ہوگا کیونکہ راستے کے دریا چڑھے ہوئے تھے اور انہیں عبور کرنا ممکن نہ تھا اور یہ کہ وہ اپنے کرال کے عقب میں واقع پہاڑ پر چڑھ کر خود اپنی آنکھوں سے دریاؤں کو "غصے میں بھرا ہوا" دیکھ سکتی تھی۔ تامبوسا نے کہا کہ سپاہیوں کا وہ دستہ، جسے اشمیل کے تعاقب میں روانہ کیا گیا تھا، پہلے ہی دریا کے کنارے پر ایک ہفتے تک پڑا رہا اور

تھک کر لوٹ آیا کیونکہ ریچل کے پیغامبر کی طرح یہ سپاہی بھی دریا عبور نہ کر سکتے۔ ریچل نے مزید تحقیق کر کے دوسرے ذرائع سے معلوم کر لیا کہ تامبوسا نے واقعی غلط نہ کہا تھا چنانچہ وہ خاموش ہو رہی۔ لیکن جو بات ریچل معلوم نہ کر سکی وہ یہ تھی کہ اشمیل باڑھ آنے سے پہلے تمام دریا عبور کر گیا تھا اور دریائے توگیلا کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں سپاہیوں کا ایک دستہ اس کا منتظر تھا اور یہ کہ اشمیل اسی دستے کو لے کر راہ کی طرف روانہ ہونے والا تھا۔

فرار فی الحال ممکن نہ تھا اور اگر ہوتا بھی تو ظاہر ہے کہ زولو اسے رخصت کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے۔ چنانچہ اسے فی الحال اسی جگہ رہنا تھا۔ تنہا اور اپنے ان ڈسیدھے خوابوں کے ساتھ اسے یہ سنسنی خیزی برداشت کرنی تھی۔

اور آخر کار اس کے یہ اداس اور بے چین کر دینے والے خواب، خوشگوار خوابوں میں تبدیل ہونے لگے اب اسے جو خواب نظر آتے وہ بے حد واضح اور صاف ہوتے۔ لیکن صبح اسے صرف اس قدر یاد رہتا کہ ان خوابوں کا تعلق رچرڈ سے تھا۔ وہی رچرڈ جس سے اس کی پہلی اور آخری ملاقات زولو لینڈ سے بہت دور ایک جزیرے پر ہوئی تھی اور جس کے متعلق ریچل نے آج تک کچھ نہ سنا تھا لیکن جسے وہ بھولی نہ تھی۔ اگر وہ مر گیا ہوتا تو ریچل کو پتہ چل جاتا کس طرح؟ یہ تو وہ خود بھی نہ جانتی تھی چنانچہ رچرڈ زندہ تھا اور اس کا ریچل کو یقین تھا۔ بہر حال اگر وہ زندہ تھا تو ریچل کو بھول گیا ہوگا ——— لیکن ——— لیکن ——— ریچل یہ تسلیم کرنے کے تیار نہ تھی۔ رچرڈ اسے بھولا نہ ہوگا۔ وہ اسے نہیں بھول سکتا۔ پہلی ہی ملاقات کے وقت، جب وہ دونوں کم عمر ہی تھے، اس نے کہا تھا کہ وہ ریچل کو کبھی نہ بھولے گا، وہ اسے تلاش کرتا رہے گا اور

اس نے یہ بھی تو کہا تھا کہ اگر اس کا بس چلتا تو وہ ریچل کے ساتھ ہی چلا چلتا۔ اور خود ریچل اسے کہاں بھولی تھی؟ رچرڈ تو اس کے خیالات میں بس گیا تھا۔ بیشک وہ اس کے متعلق سوچا کرتی تھی لیکن اس طرح نہیں جس طرح اب سوچ رہی تھی۔ کیا وجہ تھی کہ رچرڈ اب اسے بری طرح یاد آرہا تھا، شدت سے یاد آرہا تھا؟ کیا وجہ تھی جیسے وہ اب اس کی روح تک میں بس رہا تھا؟ کہیں ایسا تو نہ تھا کہ اب ایک بار پھر ان کی ملاقات ہونے والی تھی؟ امید کی شعاع دل میں روشن ہو گئی تو وہ کانپ اٹھی۔ یہ انبساط کی کپکپی تھی اور اسے یاد آیا کہ اس کی ریچل کی ماں نے کہا تھا کہ ان کی ملاقات ہوگی اور ضرور ہوگی۔ کہیں ایسا تو نہ تھا کہ اب وہ خود اسے بچانے آرہا ہو؟ ہاں یہ ممکن تھا کیونکہ اب وہ ایک بہادر مرد بن چکا ہوگا۔ اگر ایسا ہی تھا ——— اور خدا کرے کہ ایسا ہی ہو ——— تو پھر فکر کی کوئی بات نہ تھی۔ وہ پھر محفوظ ہوگی۔ رچرڈ کی باہوں میں پہنچ کر وہ اتنی ہی محفوظ ہوگی جتنا کہ ایک شیر خوار بچہ اپنی ماں کی آغوش میں محفوظ ہوتا ہے۔ لیکن نہیں ——— یہ تو ایک خیال خام تھا ——— ایسا کیسے ہوسکتا ہے ——— رچرڈ کیسے آسکتا ہے۔ یہ تو محض ایک خیال تھا۔ ایک دھوکا تھا۔

تو پھر ——— تو پھر ——— کیا وجہ تھی کہ رچرڈ اس کے خوابوں میں آرہا تھا؟

خاموش، اکتا دینے والے اور تنہائی سے پُر دن رینگتے رہے۔ آہستہ آہستہ رینگتے رہے۔ ٹونی کو رخصت ہوئے ایک مہینہ گذر گیا اور اچانک وہ خواب غائب ہو گئے جو رچرڈ سے متعلق تھے۔

ریچل بیزار ہو گئی۔ وہ تھک گئی۔ وہ ہر طرف سے مایوس ہو گئی۔ اس صبح اس کے سامنے جو مقدمہ پیش ہوا وہ مویشیوں کے ایک ریوڑ کا تھا جس کے تین دعوے دار تھے۔ مقدمہ بے حد اُلجھا ہوا تھا جس نے اسے تھکا مارا۔ آخر کار

اس نے تین مدعیوں میں صلح صفائی کرا دی لیکن وہ دماغی اور جسمانی طور پر اس قدر تھک گئی تھی کہ وہ کھانا نہ کھا سکی۔ اسے ابکائیاں آنے لگیں۔ وہ آرام بھی نہ کر سکی کیونکہ آسمان پر بادل منڈلانے لگے تھے اور طوفانِ برق و باراں کی آمد کے آثار ہویدا ہو چلے تھے۔ ہوا بند تھی۔ فضا میں ناقابلِ برداشت گھٹن تھی جو ریچل کے اعصاب پر انداز ہو رہی تھی اور اسی اعصابی ہیجان کی وجہ سے وہ سو نہ سکتی تھی۔

آخر کار یخ بستہ ہوا کے جھکڑ چلنے لگے اور طوفان اپنے پورے زور کے ساتھ پھٹ پڑا۔ کڑک اور گرج کی آوازوں سے دشت و جبل گونج اٹھے، بجلیوں کے مسلسل چمک نے آسمان میں اِس سرے سے اُس سرے تک ایک آگ سی لگا دی اور چھاجوں پانی برسنے لگا۔

اور پھر جیسا کہ ہمیشہ ہوا کرتا تھا اپنے وقت پر اور اپنا زور ختم کر کے اور جیسے تھک کر طوفان گزر گیا اور سورج چمکنے لگا۔ ریچل نے اطمینان کا سانس لیا اور اپنی جھونپڑی سے نکل کر چمکتی دھوپ تازہ ہوا میں آگئی وہ تالاب پر پہنچی۔ وہاں درخت کی چھاؤں میں اس کی خادماؤں نے ایک نرم کھال بچھا دی تھی۔ ریچل اس پر بیٹھ گئی۔ ہر چیز حتیٰ کہ دھوپ بھی دھلی ہوئی تھی۔ ہوا کے ہلکے سے جھونکے سے درخت پر سے ٹھنڈے پانی کے قطرے ریچل پر ٹپک پڑتے اور وہ عجیب طرح کی کپھریری آمیز فرحت محسوس کرتی۔

ریچل نے اپنی پریشانی کو بھولنے کی کوشش کی اور اپنے بچپن کے محبوب رچرڈ کے متعلق سوچنے لگی۔ رچرڈ ــــــــ جس کی محبت اب اس کے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی۔ اب وہ جوان ہو چکا ہوگا اور وہ تصور کی نظروں

سے یہ دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ جوان ہو کر وہ کیسا معلوم ہوتا ہوگا۔

"رچرڈ! میرے رچرڈ! کاش کہ تم میری مدد کو آسکتے ـــــ کاش کہ تم میری مدد کو آجاؤ۔ خدایا! خدایا! میرے رچرڈ کو بھیجدے میرے پاس" بیکس و مجبور، تنہا اور پریشان ریچل بڑبڑائی اور یونہی بڑبڑاتے بڑبڑاتے اس کی آنکھ لگ گئی۔

اور یکایک اسے یوں معلوم ہوا جیسے وہ جاگ رہی ہے، پوری طرح بیدار ہے اور تالاب میں اس جگہ دیکھ رہی ہے جہاں اس کی تہہ میں پتھر کی سلیں ہیں اور پانی کانچ کی طرح شفاف ہے اور اس شفاف پانی میں اسے ایک تصویر نظر آرہی ہے ایک زبردست لاگر[1] ہے۔ لاگر کے باہر اور ایک چھکڑے کے قریب بہت سے ڈاڑھی والے اور بشاش مردوں کا گروہ بیٹھا تمباکو نوشی اور گپ شپ میں مصروف ہے۔ دفعتہً ایک دوسرا شخص، جو قوی ہیکل تھا اور بہادر معلوم ہوتا تھا، اپنے بوڑھے کافر ملازم کے ساتھ کہیں سے نکل کر ان لوگوں کے قریب آیا جو بیٹھے گپ شپ لڑا رہے تھے۔ اس نئے آنے والے کی ریچل کی طرف لیشت تھی۔ چنانچہ وہ اس آنے والے کی صورت تو نہ دیکھ سکتی تھی البتہ اس کے اور گروہ میں کے ایک شخص کے درمیان جو گفتگو ہوئی اسے صاف طور سے سن سکتی تھی حالانکہ یہ آوازیں بہت گہرائی میں سے آتی معلوم ہوتی تھیں۔

"کیا بات ہے بھتیجے!" بیٹھے ہوئے ڈاڑھی والے لوگوں میں سے ایک شخص نے ڈچ زبان میں کہا جو سب سے زیادہ معمر معلوم ہوتا تھا "بہت جلدی میں معلوم ہوتے ہو تم؟"

---

[1] وہ روک جو چھکڑوں کو ایک سے ایک ملا کر اور ایک دائرے میں کھڑے کر کے بنا دی جاتی ہے۔ (مظہر الحق علوی)

"بات یہ ہے بچا!" آنے والے دیو ہیکل شخص نے جواب دیا۔ اس کی آواز میں بشاشت تھی اور یہ آواز ریکل کو حیرت انگیز حد تک کان آشنا معلوم ہوئی۔ "بات یہ ہے بچا کہ ہمارا جاسوس کو۔بی، جسے ہم نے ڈنگان کے کرال کی طرف روانہ کیا تھا اور جسے ہم مردہ یقین کر چکے تھے، واپس آ گیا ہے۔"

"خدایا!" بوڑھے نے کہا "یہ جاسوس عجیب و غریب اور ناقابلِ یقین خبریں لے کر آتے ہیں۔ خیر! سناؤ کو بی تم کیا خبر لائے ہو۔"

چنانچہ تھکے ہوئے بوڑھے جاسوس نے اپنے کارنامے کی ایک طویل داستان بیان کرنی شروع کی اس نے بتایا کہ وہ کس طرح زولولینڈ اور خاص بادشاہ کے کرال میں پہنچا اور وہاں اپنے ایک دور کے عزیز کے ساتھ مقیم ہو گیا اور ہر طریقے اور ہر ذریعہ سے بوئیروں کے متعلق ڈنگان اور اس کے مشیروں کے ارادے معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب وہ وہاں تھا تو خبر آئی کہ عظیم سفید روح، انکوسازانہ زولا، جو اپنے مبلغ والدین کے ساتھ رہتی تھی، ناٹال کی طرف سے زولولینڈ کی طرف آ رہی ہے۔

"میرے خدا!" اسی بوڑھے نے کہا "یہ کیا بکواس ہے؟ ایک روح کے، خواہ وہ سفید ہو یا سیاہ والدین کیسے ہو سکتے ہیں اور وہ بھی مبلغ؟"

جاسوس نے جواب دیا کہ یہ وہ نہیں جانتا کیونکہ معمے حل کرنا اس کا کام نہیں البتہ وہ یہ ضرور جانتا ہے کہ آسمانوں کی ملکہ کی آمد کی خبر سے زولولینڈ میں جوش و مسرت کی ایک عام لہر دوڑ گئی اور وہ، یعنی جاسوس تازہ بہ تازہ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اس لئے وہ بھی کرال میں سے نکل کر دریائے توگیلا کے کنارے پر پہنچا اور اپنے عزیز کے ساتھ ایک ایسی جگہ چھپ گیا جہاں سے وہ دلوتی کے جلوس کو گزرتے دیکھ سکتا تھا۔ اپنی اس کمین گاہ اور اس کے محل وقوع کو جاسوس نے ایسی

تفصیل سے بیان کیا کہ ریچل نے اپنے خواب میں بھی اس جگہ کو پہچان لیا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں ریچل کے جلوس کے وقت وہ کاہنہ ماری گئی تھی۔ جاسوس نے اپنی داستان جاری رکھی اور دیوی کی آمد کی تفصیلات بیان کیں کہ وہ سفید گھوڑے پر سوار تھی اور اس کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں مسلح سپاہی چل رہے تھے۔ جاسوس نے ریچل کا حسن بیان کیا، اس کے سفید چہرے کے متعلق کہا، اس کے بالوں کی رنگت تفصیل سے بیان کی جو اس کے شانوں پر ریشمی ڈھیر کی طرح پڑے ہوئے تھے اور اس عصا کا ذکر کیا جو گینڈے کے سینگ کا تھا اور ریچل کے ہاتھ میں تھا اور پھر اس نے آنکھوں کی رنگت اور اسکے چہرے کے نقوش کی ایک ایک تفصیل اس طرح بیان کی کہ ایک افریقی ہی بیان کرسکتا ہے اور پھر اس نے وہ واقعہ بیان کیا کہ مویشی کس طرح اس کے راستے میں دوڑے آئے، کس طرح ایک بپھرے ہوئے بیل نے دیوی پر حملہ کر دیا، کس طرح غصے میں بھری ہوئی کاہنہ آئی اور اس نے دیوی کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی، کس طرح دیوی نے اپنے عصا سے اس کاہنہ کی طرف اشارہ کیا اور یہ کہ اسی وقت اور اسی جگہ کاہنہ کو قتل کر دیا گیا۔

جاسوس نے بتایا کہ وہ کس طرح جلوس کے ساتھ ساتھ بادشاہ کے کرال میں گیا اور یہاں اس نے نوئی کی سرگذشت بیان کی جو اس نے زولوؤں سے سنی تھی اور پھر ڈنگان اور ان کو سازانہ زولا کی گفتگو دہرادی۔

"اور اب یہ انکو سازانہ کہاں ہے؟" بوڑھے ڈچ نے پوچھا۔

"وہیں۔ بادشاہ کے کرال میں" جاسوس نے جواب دیا "وہ اب زولولینڈ پر حکومت کر رہی ہے حالانکہ کہتے ہیں کہ وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتی ہے لیکن زولولوگ اسے جانے دینا نہیں چاہتے۔"

"میرے خیال میں ہمیں اس سفید فام عورت کے متعلق اور بھی باتیں معلوم کرنی چاہئیں" بوڑھے نے کہا "خصوصاً اس لئے کہ وہ ہم بوئیروں کی ہمدرد اور دوست معلوم ہوتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہاں جانے کی جرأت کون کرے گا۔

"میں جاؤں گا،، اس دیو ہیکل جوان نے کہا اور یہ کہتے ہوئے وہ گھوم گیا۔

اور وہ کوئی اور نہیں بلکہ خود رچرڈ وارین تھا۔ وہی ناک، وہی آنکھیں اور وہی نقوش البتہ اب وہ جوان تھا اور اس کے بھی ڈاڑھی تھی۔ بیشک یہ رچرڈ ہی تھا۔

"تم! تم کیوں اس خطرناک مہم پر جانا چاہتے ہو؟۔" بوڑھے بوئیر نے بڑی شفقت سے پوچھا "کیا محض اس لئے کہ تم اس حسین دیوی کو دیکھنا چاہتے ہو جس کے متعلق کوبی ایسی اوٹ پٹانگ روائتیں بیان کر رہا ہے؟"

رچرڈ نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا کیونکہ وہاں بیٹھے ہوئے بوئیر بڑے معنی خیز انداز میں ہنس رہے تھے۔

"یہ آپ نے غلط نہیں کہا بچا" رچرڈ نے جواب دیا "آپ مجھے بیوقوف سمجھ رہے ہوں گے لیکن یقین کیجئے میں بیوقوف نہیں ہوں۔ کئی برسوں پہلے میری ملاقات ایک لڑکی سے ہوئی تھی جو ایک مبلّغ کی بیٹی تھی۔ اب اگر وہ مری نہیں ہے تو وہ جوان ہو کر ایسی ہی حسین نکلی ہو گی جیسی حسین زولوؤں کی یہ دیوی ہے جس کا ذکر کوبی نے کیا ہے۔ گذشتہ سال میں آپ لوگوں کے قافلے میں محض اس لئے شامل ہو گیا تھا کہ اس لڑکی کی تلاش کر سکوں اور اب میں اسے دریا کے اُس پار تلاش کرنے جا رہا ہوں۔"

یہ الفاظ ریچل نے سنتے ہی تھے ——— خواہ خواب میں یا بیہوشی میں یا حقیقت میں ——— کہ دفعتہً وہ لاگر، بوئیر اور رچرڈ غائب ہو گئے۔ نیند میں ہی اس نے ایک بار پھر اس خواب یا تصویر کو تخلیق کرنے کی کوشش کی لیکن ابتدا میں کچھ نظر نہ آیا سوائے اندھیرے کے اور پھر اندھیرے کا یہ پردہ اٹھنے لگا اور اس نے تالاب کے شفاف اور پرسکون پانی میں ایک دوسری تصویر دیکھی کہ رچرڈ دارین ایک کالے گھوڑے پر سوار ہے جس کی ایک ٹانگ سفید ہے اور وہ جھاڑیوں سے پُر ایک جنگل میں سے گذر رہا ہے۔ وہ اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وہ کافر جاسوس بھی ہے جس کا نام کوبی بتایا گیا تھا۔

وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے اور ریچل ان کی آوازیں سن رہی تھی۔

"ڈنگان کا کرال اب کتنی دور رہ گیا ہے ؟" رچرڈ نے پوچھا۔

"انکوس! اگر بپھرے ہوئے دریاؤں نے ہمیں روک نہ دیا تو ہم تین دن میں وہاں پہنچ جائیں گے" کوبی نے جواب دیا۔

ایک سکنڈ ——— صرف ایک سکنڈ کے لئے ریچل نے انھیں دیکھا اور یہ الفاظ سنے اور پھر یہ تصویر غائب ہو گئی۔ اس کی آنکھ کھل گئی اور اس کی نظر کے سامنے خالی تالاب تھا جس میں صرف کنول تیر رہے تھے اور اوپر درختوں کی شاخوں میں چھپ کر ہوا سرگوشیاں کر رہی تھی۔

تیرھواں باب

رچرڈ کی آمد

سورج غروب ہوگیا تو ریچل اٹھ کر اپنی جھونپڑی میں پہنچی۔ وہ پوری طرح سے چکرا گئی تھی اور نہ جانتی تھی کہ اپنے اس خواب کو کیا سمجھے۔ کیا وہ اس کے تنہائی کے احساس سے بوجھل اور تھکے ہوئے دماغ کی اپج تھی؟ اگر یہ خواب ہی تھا تو پھر معلوم ہوا کہ اس کی اداسی کا جام اب تک لبریز نہ ہوا تھا کہ اب بھی تلخ اداسیاں قطرہ قطرہ اس کے تلخ جام میں ٹپک رہی تھیں۔ لیکن اگر یہ سچا خواب تھا۔ اگر واقعی یہاں سے بہت دور ایسا ہی ہوا تھا جیسا کہ اس نے خواب میں دیکھا تھا تو پھر اس کا مطلب کیا تھا؟ مطلب صاف تھا کہ رچرڈ، جس کی یاد ریچل کے دل میں چٹکیاں لے رہی تھی، زندہ تھا۔ مطلب یہ تھا کہ خود رچرڈ بھی اسے نہیں بھولا ہے کیونکہ اس نے خواب میں اسے کہتے سنا تھا کہ وہ بوئیروں کے ساتھ کیپ ٹاؤن سے محض اس لئے چلا ہے کہ اسے، ریچل کو، تلاش کر سکے؟ ظاہر ہے کہ ایک لڑکی کے لئے کوئی مرد یہ قدم، یہ خطرناک قدم اسی وقت اٹھا سکتا ہے جب وہ اس سے محبت کرتا ہو۔ چنانچہ رچرڈ آئے گا اور پھر اسے ان وحشیوں میں سے نکال لے جائے گا اور پھر بہت کچھ ہوگا ——— بہت کچھ، جس کے متعلق وہ سوچتے بھی ڈرتی تھی کیونکہ یہ بے حد خوش آئند خیال تھا۔

لیکن ——— لیکن ——— یہ خواب حقیقت کیسے ہو سکتا ہے؟ بیشک،

سیاہ فام کافر اس قسم کے خوابوں سے شگون لے سکتے اور اسے سچا سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن وہ تو ایک تعلیم یافتہ اور مہذب لڑکی تھی اور جانتی تھی کہ خواب بس خواب ہی ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود قدرت کے کھیل نیارے ہوتے ہیں اور قدرت کا کارخانہ ناممکن کو ممکن اور غیر قدرتی کو قدرتی بنا دیتا ہے۔ ریچل کی ماں غیب بیں تھی تو کیا ماں کی یہ امتیازی خصوصیت یا اس کا کچھ حصّہ خود اسے ورثے میں نہ مل سکتا تھا؟ کیا اس کی بے چارگی دیکھ کر رحمت خداوندی جوش میں آگئی تھی؟ کیا اس کی دعائیں آخرکار سن لی گئی تھیں؟ بے شک ایسا ہی تھا۔ اسی لئے تو فاصلے سمٹ گئے تھے، اسی لئے تو اسے وہ دکھایا گیا تھا جو بہت دور وقوع پذیر ہو چکا تھا۔ لیکن اگر ایسا ہی تھا۔ اگر واقعی ایسا تھا کہ رچرڈ آرہا تھا اور ایک ہی دو دنوں میں زولولینڈ میں قدم رکھنے والا تھا تو اس کے لئے اندھیرے کے پردے اٹھانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ فطری اور قدرتی طور پر اسے اس کی آمد کا پتہ چل جاتا کیونکہ کہتے ہیں کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔

لیکن نہیں۔ یہ پردے اس کی نہیں بلکہ رچرڈ کی خاطر اٹھائے گئے تھے بہت ممکن تھا کہ زولو ایک تنہا سفید فام کو اپنے بھالوں کا نشانہ بنا دیں خصوصاً جب انہیں معلوم ہو کہ یہ سفید فام ان کی دیوی انکوسازانہ کے پاس آرہا ہے بہرحال وہ رچرڈ کو بچا سکتی تھی۔ اگر وہ "اپنے جبّہ کے دامن کا سایہ" اس پر ڈال دے تو پھر کوئی اسے انگلی بھی لگانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ بے شک۔ بے شک۔ اسی لئے اندھیرے کے پردے اٹھا دئیے گئے تھے۔ اسی لئے اسے تصویریں دکھائی گئی تھیں۔ چنانچہ اب اسے اندھیرے میں تیر چلانا تھا۔ اگر وہ رچرڈ آگیا تو ٹھیک ورنہ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ زولوؤں کا اس کی

قوتوں پر سے یقین اٹھ جائے گا اور زولولینڈ کے وچ ڈاکٹر اس کا مذاق اڑائیں گے اور اس کی ریچل کو پروا بھی نہ تھی۔

جو کچھ کرنا تھا فوراً کرنا تھا اور اس نے ایک آخری فیصلہ کر لیا۔

اس نے تالی بجائی۔ فوراً ایک جوان خادمہ جھونپڑی میں داخل ہوئی۔ ریچل نے اس سے کہا کہ وہ فوراً کرال کے محافظوں کے افسر کو بھیج دے۔ تھوڑی دیر بعد ہی عورتوں میں گھرا ہوا افسر آ گیا کیونکہ کوئی مرد تنہا دیوی کے حضور آنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

"تم فوراً ڈنگان کے پاس جاؤ"۔ ریچل نے کہا "اور اس سے کہو کہ میں ایک معاملے کے متعلق اس سے فوراً گفتگو کرنا چاہتی ہوں چنانچہ وہ بدرقے کے چند سپاہی اور میرے لئے ڈولی بلا تاخیر بھیج دے۔"

ایک گھنٹے بعد، جب وہ رات کے کھانے سے فارغ ہو چکی ——— اور آج اس نے شکم سیر ہو کر کھایا ——— کہ بدرقہ اور ڈولی آ گئی۔ چنانچہ اپنے کندھوں پر سفید چغہ ڈال کر اور اپنا عصا اٹھا کر وہ ڈولی میں سوار ہو گئی اور نئو مسلح سپاہیوں کے ساتھ ڈنگان کے کرال کی طرف روانہ ہو گئی اور وہاں پہنچ کر وہ ڈولی میں سے نکل کر دربار میں داخل ہوئی تو آسمان میں پورا چاند چمک رہا تھا۔

ڈنگان اور اس کے مشیر پہلے کی ہی طرح بڑی جھونپڑی کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب وہ بڑی شان سے چلتی ہوئی ان کے قریب پہنچی تو وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور چلائے:۔

"سلام ہو تجھ پر اے انگوسازانہ"۔

حتیٰ کہ گوشت پوست کا وہ پہاڑ ڈنگان بھی بڑی کوششوں کے

بعد اٹھنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے بھی ریچل کو سلام کیا۔ ریچل نے اپنا عصا بلند کر کے ان کا سلام قبول کیا اور پھر انہیں بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

"انکوسازانہ!" ڈنگان نے پوچھا "کیا تم اپنے ان الفاظ کا مطلب بیان کرنے آئی ہو جو تم نے کہے تھے اور جس کا مطلب ہمارے وچ ڈاکٹر بھی سمجھنے سے قاصر رہے تھے؟"

"نہیں بادشاہ" اس نے جواب دیا "مجھے جو کچھ کہنا تھا ایک دفعہ کہہ چکی تھی اور بس۔ ان کا مطلب تم جیسا چاہو سمجھو یا خوابوں کے شکاریوں کو سمجھنے اور کہنے دو۔ سنو اے بادشاہ اور سنو اے بادشاہ کے مشیرو۔ میرا کام ختم ہو چکا چنانچہ یہاں سے مجھے رخصت ہو جانا چاہئے تھا لیکن تم نے مجھے روک رکھا تاکہ میں یہاں بیٹھ کر مقدمات فیصل کیا کروں۔ تم نے مجھ سے کہا کہ دریا چڑھ آئے ہیں، تم نے کہا کہ میری سواری کا جانور بیمار ہو گیا ہے اور کہا کہ اگر میں چلی گئی تو ملک پر مصیبت کے بادل چھا جائیں گے۔ لیکن میں جانتی ہوں اور تم بھی جانتے ہو کہ اگر میں چاہوں تو مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور اگر میں چاہتی تو چلی گئی ہوتی لیکن انکوسازانہ کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ رات کے اندھیرے میں چور کی طرح چپکے سے نکل جائے چنانچہ میں نہ گئی لیکن تم لوگوں کے خلاف میرے دل میں غصہ بھر گیا اور میرا جی چاہا کہ ہزاروں آما بونا کو یہاں بلا لوں کیونکہ سفید خام بھی میرا حکم مانتے ہیں اور دریائے باضیلو کے اس پار مقیم ہیں۔ ہاں۔ میرا جی چاہا کہ میں انہیں بلا لوں تاکہ وہ اپنی حفاظت میں مجھے گھر پہنچا دیں"۔

ریچل کے الفاظ نے ڈنگان کو بے چین اور خوفزدہ کر دیا۔ وہ اپنے اسٹول پر پہلو بدلنے لگا اور ایک مشیر نے دوسرے کے کان میں کہا:

"اسے کیسے معلوم ہوا کہ سفید فام دریائے بافیلو کے اس پار پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں؟۔"

"لیکن میں نے ایسا نہ کیا" ریچل نے سلسلۂ کلام جاری رکھا "کیونکہ پھر ایک زبردست جنگ ہوتی اور خون سے گھاس کے میدان لالہ زار بن جاتے اور خون سے مجھے نفرت ہے۔ ان آما بوناکے ساتھ ایک نوجوان سردار بھی سفر کر رہا ہے جس کا نام ڈارین ہے اور جسے میں برسوں سے جانتی ہوں اور جو میرا احترام کرتا ہے چنانچہ میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ یہاں آئے اور مجھے دریائے توگیلا کے اُس پار پہنچا دے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آج رات وہ یہاں سے تین دنوں کی مسافت پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے اور میں یہاں یہ کہنے آئی ہوں کہ فوراً ہی ایک تیز رفتار پیغامبر کو دوڑا دیا جائے کہ وہ اس نوجوان انگریز سردار کو اپنی راہبری میں یہاں لے آئے"۔

ریچل خاموش ہو گئی۔ ڈنگان اور اس کے مشیر بھی خاموش تھے۔ اور ریچل کی صورت تک رہے تھے۔ آخرکار ڈنگان نے اس خاموشی کو توڑتے ہوئے پوچھا:۔

"کون پیغامبر تھا وہ انکوسازانہ جسے تم نے اپنے حکم کے ساتھ اس شخص ڈارین کے پاس بھیجا تھا؟ ہم نے تو کسی پیغامبر کو تمہاری قیام گاہ سے نکلتے نہیں دیکھا۔"

"بادشاہ! تمہارے خیال میں تم میرے پیغامبروں کو دیکھ سکتے ہو؟۔ میرے خیالات پرواز کر کے اس کے پاس گئے اور اس کے کان میں انھوں نے سرگوشیاں کیں اور میں نے دیکھا کہ وہ آ رہا ہے۔"

"کہاں دیکھا؟۔"

" اس تالاب کے شفاف پانی میں جو میری قیام گاہ کے قریب ہے۔"

" آ۔ او!" ایک مشیر نے کہا " انکو سازانہ اپنے خیالات دور اس کے پاس بھیجدیتی ہے اور پھر اسے تالاب کے پانی میں آتے دیکھتی ہے " انکو سازانہ کا جادو عظیم ہے۔"

" سنو! سردار وارین کی پہچان یہ ہے" ریچل نے اس دخل در معقولات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا حالانکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ الفاظ کہنے والا کوئی اور نہیں بلکہ خشک ہاتھ والا مویو تھا جو کمبل اوڑھے بادشاہ کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا " سنو! کیا ہے اس کی پہچان۔ اس کا رنگ میرے رنگ کی طرح سفید ہے، اس کی آنکھیں میری آنکھوں کی طرح ہیں اور اس کے بال ڈاڑھی سنہرے ہیں۔ اگر میرا علم مجھے دھوکا نہیں دے رہا تو وہ ایک کالے گھوڑے پر سوار ہے جس کی ایک ٹانگ سفید ہے اور اس کا ساتھی کوبی نامی ایک کافر ہے" اور اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا " ہاں۔ ٹھیک ہے جب میں یہاں آئی ہوں تو یہ کوبی یہیں، بادشاہ کے کرال میں موجود اور اپنے ایک عزیز کا مہمان تھا۔"

چنانچہ بادشاہ نے اپنے مشیروں سے پوچھا کہ آیا ان میں سے کوئی اس شخص کوبی کے متعلق جانتا ہے اور ایک مشیر نے کہا کہ بے شک جب انکو سازانہ یہاں آرہی تھی تو اس نام کا ایک شخص ایک سپاہی کے پاس ــــ اور یہاں اس نے ایک سپاہی کا نام بھی بتایا ــــ ٹھہرا ہوا تھا۔ انکو سازانہ کی آمد کے فوراً بعد ــــ اسی مشیر نے کہا ــــ یہ کوبی چلا گیا تھا۔ یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس طرف گیا تھا۔

" تو پھر میرا علم مجھے دھوکا نہیں دے رہا" ریچل نے کہا " اگر میں نے اسے

غلط نہیں دیکھا ہے تو پھر وہ ایک دبلا پتلا شخص ہے جس کے کندھے جھکے ہوئے ہیں، ڈاڑھی سفید ہے حالانکہ سر کے بال کالے ہیں اور وہ سر پر حلقہ نہیں پہنتا۔"

"بے شک یہی تھا وہ شخص" اسی مشیر نے جواب دیا "چونکہ وہ یہاں اجنبی تھا اس لئے میں نے اسے غور سے دیکھا تھا اجنبیوں کے متعلق تحقیق کرنا میرا ہی کام ہے۔"

"اے بادشاہ! پیغامبروں کو بہت جلد طلب کرو" ریچل نے کہا۔ "اور انہیں فوراً روانہ ہونے کا حکم دو کیونکہ جان لو کہ یہ سفید فام سردار آسمانوں کی حفاظت میں ہے اور اگر اسے کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچا تو پھر میرا اسراپ خون اور تباہی کی صورت میں بہت جلد نازل ہوگا۔ پیغامبر دارین سے کہیں کہ انکوسازانہ زولا اسے سلام بھیجتی ہے اور خوش آمدید کہتی ہے جس طرح کہ اس نے کئی برسوں پہلے ایک جزیرے پر خوش آمدید کہا تھا جہاں بجلیاں چمکی تھیں اور شیر دہاڑے تھے۔ پیغامبر اس سے کہیں کہ انکوسازانہ زولا اس کی منتظر ہے"۔

ڈنگان نے فوراً ایک مشیر کی طرف گھوم کر کہا:۔

"جاؤ۔ انکوسازانہ کے حکم کی تعمیل کرو۔ زولولینڈ کے تیز ترین ہرکارے کو دوڑا دو کہ وہ اس سفید فام کو تلاش کر کے انکوسازانہ کی قیام گاہ تک پہنچا دیں۔ اور سنو اگر اس سفید فام کو ذرا بھی جانی یا مالی نقصان پہنچا تو یہ ہرکارے اور ان کے ساتھ تم بھی مارے جاؤ گے"۔

مشیر ایک دم سے اچھل کر کھڑا ہوا اور تیزی سے بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ ریچل بھی رخصت ہونے کی تیاری کر رہی تھی

کہ شاہی کرال کے محافظ دستے کا افسر بھاگتا ہوا آیا اور ڈنگان کے سامنے ماتھا رگڑ کر بولا :۔

" شاہِ ترولد! خبر آئی ہے"۔

" کیسی خبر؟ " ڈنگان نے پوچھا۔

" نقاروں کی آواز کے ذریعہ ٹیلہ بہ ٹیلہ یہ خبر یہاں تک پہنچی ہے کہ ایک سفید فام نے، جو کالے گھوڑے پر سوار ہے، دریائے بافیلو عبور کر لیا ہے اب وہ شاہی کرال کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب بادشاہ کا حکم کیا ہے؟ اس سفید فام کو قتل کر دیا جائے واپس ڈھکیل دیا جائے؟۔"

" خبر کب آئی ہے؟ " بادشاہ نے پوچھا۔

" خبر آئے ایک منٹ بھی نہیں گزرا"۔ افسر نے جواب دیا۔ " اندرونی حصار کا محافظ یہ خبر لے کر دوڑا آیا ہے اور باہر کھڑا ہوا ہے۔ مغرب کی طرف سے یہ پہلی خبر ہے جو کئی دنوں کے بعد آئی ہے"۔

" تمہارا محافظ خبر تو لایا بادشاہ لیکن بہت دیر سے، اس سے تو تالاب کا پانی ہی اچھا رہا " ریچل نے کہا اور پلٹ کر چل دی " تو پھر وہ خواب نہ تھا وہ آ رہا ہے۔ وہ آ رہا ہے" وہ بار بار دہرا رہی تھی۔ اس وقت وہ بے حد تھکی ہوئی تھی چنانچہ جھونپڑی میں پہنچ کر اس نے لباس بھی تبدیل نہ کیا بلکہ اسی طرح بستر پر لیٹ گئی اور فوراً ہی سو گئی۔ کئی دنوں بعد آج وہ گہری اور پُرسکون نیند سوئی تھی۔ اس رات اسے کوئی خواب نظر نہ آیا اور صبح بیدار ہوئی تو تازہ دم تھی۔

لیکن اب شکوک اس کے دل میں سر اٹھانے لگے۔ کیا واقعی رچرڈ آ رہا تھا؟ گذشتہ رات محافظوں کا افسر جو خبر لے کر آیا تھا وہ صحیح تھی؟ ریچل کا فرد

کے اس "خبر پہنچانے کے" حیرت انگیز طریقے سے واقف تھی اور جانتی تھی کہ نقاروں کی آواز کے ذریعہ خبر میلوں دور تک چند منٹوں میں پہنچا دی جاتی ہے چنانچہ رچرڈ کی آمد کی خبر غلط نہیں ہوسکتی لیکن اس کا خواب اور یہ خبر کیا ایک عجیب اتفاق نہیں ہوسکتا؟ اس بات کا کیا ثبوت کہ اس سیاہ گھوڑے پر جو شخص سوار ہے وہ رچرڈ ہی ہے؟ غالباً یہ سب غلط ہے اور یہ شخص اسمتھ کی طرح کوئی آوارہ گرد ہے جو غالباً کوئی جرم کر کے اور قانون کے خوف سے ان ویرانوں میں بھاگ آیا ہے ـــ لیکن وہ اس کا ساتھی کون ہے؟ اس کے متعلق بھی تو اس نے خواب دیکھا تھا۔ کیا یہ بھی ایک اتفاق ہی ہے؟ نہیں یہ اتفاق کیسے ہوسکتا ہے؟۔

ریچل کے بعد کے دو دن سخت امید بیم کے عالم میں گذرے لیکن وہ ان دونوں کو بھی اسی طرح برداشت کر گئی جس طرح ہر دن کو آج تک برداشت کرتی آئی تھی۔ وہ بہت بے چین تھی لیکن اس نے رچرڈ کی آمد کے متعلق کسی سے کچھ نہ پوچھا کیونکہ اس کا مطلب تھا اپنی شہرت اور عظمت کو داغ لگانا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کے خواب کی داستان پورے زولولینڈ میں پھیل گئی تھی اور اب ہر شخص، حتیٰ کہ بادشاہ بھی اس خواب کو حقیقت بننے کا انتظار کر رہا تھا۔ لوگوں کا انتظار اور بے چینی اس انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ ایک مقدمہ کا فیصلہ کرتے وقت اس نے دو آدمیوں کو آپس میں باتیں کرتے سنا کہ دو آدمیوں کو سزائے موت دی گئی اور مقتل کی طرف جاتے وقت وہ دونوں شخص اسی بات پر افسوس کرتے رہے کہ وہ انکوسازانہ کے خواب کی تعبیر دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہ سکیں گے۔

ریچل نے تالاب کے کنارے بیٹھ کر پھر خواب میں حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ البتہ دوسرے دن رچرڈ کے متعلق ایک معمولی سی اطلاع

اسے اتفاقاً مل گئی۔

تامبوسا روزانہ اس کے پاس آیا کرتا تھا چنانچہ اس دن بھی آیا اور باتوں باتوں میں اس سے کہا ڈنگان کے پیغامبروں نے اجنبی سفید فام کو پا لیا ہے اور یہ کہ انھوں نے واپس یہ پیغام بھیجا ہے کہ سفید فام محفوظ ہے اور مزے میں ہے اس نے کہا کہ اگر انکوسازانہ اپنے علم کے زور سے اسے آتے نہ دیکھ لیا ہوتا تو یقیناً یہ سفید فام مارا جاتا۔

"ہاں یہ میں جانتی تھی" ریچل نے بے پروائی سے جواب دیا حالانکہ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا" غالباً میں یہ کہنا بھول گئی تھی کہ انکوسی جیسے ہی یہاں آئے اسے فوراً میرے پاس پہنچا دیا جائے اگر میں نے یہ بات بادشاہ سے نہیں کہی تو تم فوراً جا کر بادشاہ سے کہہ دو کہ یہ میرا حکم ہے۔ بادشاہ اگر اس سے ملنے کا خواہشمند ہو تو اسے دوسرے دن طلب کر سکتا ہے کیونکہ شاید، ہم دوسرے دن تک یہاں سے نہ جائیں گے"۔

اور پھر اس نے ایک طویل جمائی لی اور اس طرح، جیسے اسے اس کے بعد کا خیال آیا ہو، پوچھا کہ نوئی کی تو کوئی خبر نہیں آئی۔

"نہیں" تامبوسا نے جواب دیا۔

"کیا وجہ ؟"۔

'بات یہ ہے کہ اس طرف کا علاقہ دشمنوں اور آبادی سے بھی خالی ہے۔ چنانچہ اس طرف خبر رساں چوکیاں نہیں ہیں۔ لیکن انکوسازانہ جب چاہے اپنی روح کو بھیج کر نوئی کی خبر معلوم کر سکتی ہے"۔

"بے شک۔ میں کر سکتی ہوں لیکن اب تک اس سلسلے میں' میں نے اپنی روح کو تکلیف نہیں دی ہے"۔ ریچل نے بے پروائی سے جواب دیا اور اپنا

ہاتھ ہلایا۔ تامبو سا چلا گیا۔

یہ تیسرے دن صبح کا ذکر ہے۔ ریچل حسب معمول ایک مقدمہ کا فیصلہ کر رہی تھی کہ ایک پیغامبر نے آ کر افسر کے، جس کی اس دن ڈیوٹی لگی ہوئی تھی، کان میں کچھ کہا۔ فوراً ہی افسر نے آگے بڑھ کر ریچل کو سلام کیا۔

"کیا بات ہے؟" ریچل نے پوچھا۔

"انکوسازانہ! وہ دریائے بافیلو والا سفید فام اجنبی یہاں پہنچ گیا ہے اور باہر کھڑا ہوا ہے" افسر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اسے انتظار کرنے دو"۔ ریچل نے جواب دیا۔

اور پھر مقدمے کی طرف متوجہ ہو گئی حالانکہ اس کے دل میں عجیب طرح کی دھکڑ پکڑ مچی ہوئی تھی۔ بہرحال خدا خدا کر کے مقدمے کا فیصلہ ہو گیا۔ ریچل نے سر کی جنبش سے لوگوں کا سلام قبول کیا اور عدالت برخاست ہونے کا اشارہ کیا۔ تمام لوگ آہستہ آہستہ چلے گئے اور اب ریچل اپنی خدمتگار عورتوں کے ساتھ اکیلی تھی۔

"جاؤ" ریچل نے ایک لڑکی سے کہا "محافظوں کے افسر سے کہو کہ اس سفید فام سردار کو آنے کی اجازت ہے اور کہو کہ سفید فام مسلح نہ ہو اور اکیلا آئے اور پھر تم سب بھی چلی جاؤ۔ اور اگر ضرورت ہوئی تو میں تمھیں بلا لوں گی۔"

لڑکی اس حکم کی تعمیل میں روانہ ہوئی اور دوسری خادمائیں پچھلے دروازے سے نکل گئیں۔ ریچل نے چاروں طرف نظر دوڑا کر اپنا اطمینان کر لیا کہ اب وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ اپنی تپائی پر بڑی شان سے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ

میں سفید عصا تھا۔ اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا اور دھوپ میں اس کے بال سنہرے تاج کی طرح چمک رہے تھے۔ وہ کسی حسین مجسمے کی طرح خاموش اور منتظر بیٹھی ہوئی تھی۔

اندرونی حصار کا دروازہ کھلا، ایک شخص اندر آگیا اور دروازہ پھر بند ہوگیا آنے والا چند قدم آگے بڑھا اور پھر کھڑا ہوگیا کیونکہ وہ خود دھوپ میں تھا اور ریچل جھونپڑی کے سائے میں چنانچہ وہ ریچل کو دیکھ نہ سکا تھا۔

اب کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہ گئی تھی۔ ریچل کے سامنے کوئی اور نہیں بلکہ رچرڈ دارین کھڑا ہوا تھا۔ وہی رچرڈ جس سے کئی برسوں پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ اب وہ جوان ہو چکا تھا۔ وہ مرد بن چکا تھا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی سوائے اس کے کہ اب اس کے چہرے پر داڑھی تھی اور بدن مضبوط اور پختہ تھا۔ اس کا قد زیادہ لانبا نہ تھا لیکن وہ پست قامت بھی نہ تھا۔ وہی بھوری آنکھیں، وہی بشاش چہرہ اور وہی دہانہ اور وہی ماتھا جس سے مستقل مزاجی عیاں تھی۔ اسے دیکھ کر ریچل کو مایوسی نہ ہوئی رچرڈ ایسا ہی تھا جیسا ریچل نے اسے تصوّر کیا تھا یا تصوّر میں دیکھا تھا۔

اور اب رچرڈ کو بھی وہ نظر آگئی اور وہ غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ریچل نے لب وا کرنے کی کوشش کی، اس نے چاہا کہ وہ رچرڈ کو خوش آمدید کہے لیکن اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ رچرڈ کی زبان بھی گنگ ہوگئی تھی چنانچہ چند ثانیوں تک وہ دونوں خاموش کھڑے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ آخرکار رچرڈ نے بڑے میکانکی طور پر اپنے سر سے ہیٹ اتار کر کہا:۔

" آپ ہی ہیں انکوسازانہ زولا ؟"

"لوگ یہی کہتے ہیں"۔ ریچل نے بڑی کوششوں کے بعد جواب دیا۔

اس آواز کو سنتے ہی رچرڈ کے رگ و ریشے میں برقی لہر سی دوڑ گئی، وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ "اب مجھے یقین ہوگیا ہے" وہ بولا "تم ریچل دلوی ہی ہو وہی لڑکی ہو ــــــ کس قدر خوبصورت ہو تم!"۔

"شکریہ رچرڈ"، ریچل نے کہا۔ شدت جذبات سے اس کی آواز کانپ رہی تھی اور اس کا چہرہ شرم سے سرخ تھا۔

اور ریچل نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھا دئے لیکن رچرڈ نے اس کے ہاتھ پکڑ لے کی بجائے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا اور اپنے پیاسے ہونٹ ریچل کے نرم، نم اور پھڑکتے ہوئے ہونٹوں پر رکھ دئے ریچل اس کی آغوش میں سے پھسل کر اپنی تپائی پر بیٹھ گئی اور اب اس کا چہرہ سرخ کے بجائے سفید تھا۔ وہ کانپ رہی تھی۔ اس نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے ریچل کی طرف دیکھا اور بولی:۔

"میں کیوں شرماؤں؟ یہ تو قسمت کے کھیل ہیں۔"

"ہاں"۔ رچرڈ نے کہا، "قسمت کے کھیل ہی ہیں۔"

اور یہ وہ دونوں جانتے تھے کہ قسمت نے ہی انھیں پھر ملایا ہے۔ حالانکہ یہ ان کی دوسری ملاقات تھی اور وہ بھی کئی برسوں کے بعد تاہم پہلی اور اس دوسری ملاقات کے درمیانی عرصے میں ایک دوسرے کو چاہتے رہے تھے اس دوری اور جدائی نے ان دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت پختہ کردی تھی۔ ان کی محبت عظیم اور مکمل تھی اور اس بوسے نے ان کی محبت پر نہ ٹوٹنے والی مہر لگادی تھی اور انھیں ایک مقدس بندھن میں باندھ دیا تھا۔

"کتنے برسوں بعد ملے ہیں رچرڈ؟" ریچل نے کہا۔

"آٹھ برسوں بعد۔"

"آٹھ برس!" ریچل نے آہستہ سے کہا "اور ان آٹھ برسوں میں تم نے اپنی خیر خبر نہ بھیجی۔ رچرڈ! بہت بے مروّت ہو تم۔"

"نہیں ریچل نہیں۔ میں نے تین خط لکھے جو خدا جانے کہاں گھوم پھر کر میرے پاس واپس آگئے۔ البتہ ایک خط دوسرے لوگوں کے پاس پہنچ گیا اور وہ بہت خفا ہوئے مجھ پر۔ پھر دو برس پہلے میں نے سنا کہ تمہارے والدین ناٹال آئے تھے جہاں سے وہ انگلستان چلے گئے۔ اور یہ کہ تم مر چکی ہو ہاں ریچل۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تم مر چکی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کسی اور کا ذکر کر رہا تھا یا شاید جھوٹ بک رہا تھا۔ بہرحال میں نے اس کی بات کا یقین نہ کیا۔ میں نے اس اطلاع کے بعد بھی یہی محسوس کیا ہے کہ تم زندہ ہو۔"

"تم مجھ سے ملنے کیوں نہ آئے رچرڈ؟"

"اس لئے کہ یہ ممکن نہ تھا۔"

"کیوں ممکن نہ تھا؟"

"میرے والد پر اچانک فالج کا حملہ ہوا اور وہ برسوں تک صاحب فراش رہے۔ میں ان کی تنہا اولاد ہوں چنانچہ ظاہر ہے کہ اس حالت میں انھیں چھوڑ کر نہ جاسکتا تھا۔"

ریچل نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں" رچرڈ نے اثبات میں سر ہلا کر کہا "ان کے انتقال کو دس مہینے گزر چکے ہیں۔ اس کے بعد کئی ہفتوں تک میں جائداد وغیرہ کے انتظام میں

اُبھار رہا۔ آخری عمر میں والد صاحب کو خاصا منافع ہوا تھا چنانچہ وہ خاصا دولت چھوڑ گئے تھے۔ اسی زمانے میں نے ایک مبلغ سے اس کی بیوی اور بیٹی کے متعلق چند افواہیں سنیں اور یہ بھی سنا کہ یہ لوگ ناٹال کی سرحد باہر کسی جگہ ایک تقریباً غیر آباد جنگل میں رہتے ہیں۔ انہی دنوں بوئیروں کا ایک قافلہ اسی علاقے کی طرف جا رہا تھا چنانچہ میں اس امید کے ساتھ اس قافلے میں شامل ہو گیا کہ شاید تمہیں تلاش کر سکوں حالانکہ یہ امید امید موہوم تھی۔"

"تو تم ـــــــ تو تم ریچل ڈیو کی ہی تلاش میں چلے تھے؟۔"

"بے شک تمہاری تلاش میں چلا تھا ورنہ مجھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ اپنے کھیت کھلیان چھوڑ کر اور اپنی جان کی پروا نہ کر کے ان وحشیوں میں آجاتا؟"۔

"اور پھر تم نے" ریچل نے کہا "یا کسی اور نے ایک کافر جاسوس کو، جس کا نام کوبی ہے، یہاں بھیجا اور وہ انکوسازانہ زولا کے متعلق بڑی حیرت انگیز خبریں معلوم کر کے بوئیروں کے پاس پہنچ گیا۔ تمہیں یاد ہے کہ تم اسے دوسرے بوئیروں کے پاس، جن میں ایک بوڑھا بھی تھا جو لمبا پائپ دبائے ہوئے تھا، لے کر آئے تھے اور وہ لوگ کوبی کی باتوں پر دل کھول کر ہنسے تھے؟ اور وہ لوگ اس وقت بھی ہنسے تھے جب تم نے کہا تھا کہ یہ انکوسازانہ بہت ممکن ہے کہ وہی انگریز لڑکی ہو جس کی تلاش تمہیں ہے چنانچہ تم اسے دیکھنے اور اپنا اطمینان کرنے زولولینڈ میں ضرور جاؤ گے۔ کہا تھا نا تم نے یہ۔"

"ہاں۔ لیکن ریچل" اس نے دفعتہً چونک کر پوچھا "یہ تفصیلات تمہیں کیسے معلوم ہوئیں؟ تمہارے جاسوس بڑے عمدہ اور بہت تیز ہوں گے کیونکہ ظاہر ہے کہ تم نے کوبی سے تو ملاقات نہ کی ہو گی۔"

"ہاں۔ میرے جاسوس بڑے عمدہ اور بہت تیز ہیں۔ بادشاہ کے

پینا مبروں کے ذریعہ میں نے جو پیغام بھیجا تھا وہ تمہیں مل گیا تھا نا؟ پیغام یہ تھا کہ انگوسا زانہ زولا اسے سلام بھیجتی اور خوش آمدید کہتی ہے جس طرح کہ اس نے کئی برسوں پہلے اسے ایک جزیرے پر خوش آمدید کہا تھا۔ وغیرہ۔"

"ہاں۔ میں اسی وقت بھی سمجھ نہ سکا تھا اور اب بھی سمجھ نہیں پایا ہوں۔ اس پیغام کے آنے سے پہلے وہ لوگ مجھے بوئیر جاسوس کے طور پر قتل کر دینے والے تھے۔ یہ سب باتیں تمہیں کس نے بتائیں؟"

"میرے دل نے" ریچل نے مسکرا کر جواب دیا۔ "یہ سب میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ رچرڈ! قدرت کو یہی منظور تھا کہ میں تمہاری جان بچا کر تمہیں یہاں بلالوں تاکہ تم پھر مجھے بچا سکو۔ سنو رچرڈ۔ میں تمہیں ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز کہانی سنانے جا رہی ہوں۔ اگر تمہیں اس کی صداقت میں شک ہو تو خود بادشاہ سے پوچھ کر اپنا اطمینان کر لینا۔"

اور پھر اس نے اپنا وہ خواب، جو اس نے تالاب کے کنارے دیکھا تھا، رچرڈ کو سنا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ اس کے بعد کیا ہوا۔ رچرڈ خاموشی سے سنتا رہا اور جب وہ خاموش ہوئی تو سر ہلا کر بولا:۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔ لیکن اگر زولوؤں نے تمہیں اپنی دیوی بنا لیا ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ لیکن اب کیا ہوگا ریچل؟ اگر تم یہیں مقیم رہیں تو اس کے بعد یہ لوگ ظاہر ہے کہ مجھے جنت اعلیٰ تو نہ بنائیں گے۔"

"میں یہاں کیوں رہنے لگی؟ گھر جاؤں گی اور تم مجھے لے جاؤ گے۔ میں نے یہی کہا ہے ان لوگوں سے کہ تم مجھے لینے آ رہے ہو۔ تمہارے پاس ایک گھوڑا ہے ہی جس کی اگلی ٹانگ سفید ہے۔ بس تو پھر ہم اسی وقت روانہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن نہیں۔ پہلے تم کچھ کھا لو اور پھر کچھ انتظامات بھی تو

کرتے ہیں۔ اب تم مجھ سے ذرا دور ہٹ کر اور احترام سے کھڑے رہو کیونکہ تم جانو یہاں مجھے ایک محترم و مقدس مقام حاصل ہے"۔

اور پھر ریچل نے تالی بجائی۔ فوراً خادمائیں حاضر ہوگئیں۔

"انکوس دارین کے لئے کھانا لاؤ" اس نے حکم دیا "اور دروازے کے محافظوں کے افسر کو میرے پاس بھیجدو۔"

تھوڑی دیر بعد ہی محافظوں کا افسر ریچل کے سامنے سجدے میں پڑا ہوا تھا اور بلند آواز میں اس کے القاب دہرا رہا تھا۔

"فوراً بادشاہ کے پاس جاؤ" ریچل نے کہا "اور کہو کہ انکوسازانہ کا حکم ہے کہ میرا گھوڑا، جس پر سوار ہو کر میں یہاں آئی تھی، فوراً یہاں بھیج دیا جائے کیونکہ میں چند دنوں کے لئے زولولینڈ سے رخصت ہو رہی ہوں، اور کہو کہ سپاہیوں کا ایک دستہ بھی تیار رہے جو مجھے اس سفید فام سردار کو توگیلا تک پہنچا دے۔ کہو بادشاہ سے کہ انکوس دارین بڑی اہم خبر لے کر آئے ہیں چنانچہ مجھے زولوؤں کی بہتری کے لئے فوراً یہاں سے روانہ ہونا ہے۔ ورنہ بدقسمتی زولوؤں کا گھر دیکھ لے گی۔ اگر بادشاہ یا اس کے مشیر انکوسازانہ یا سردار دارین سے ملاقات کرنا چاہتے ہوں تو راستے میں کریں کیونکہ اب ہمارے پاس وقت نہیں ہے کہ ہم بادشاہ کے پاس آسکیں۔ اور کہو کہ اس دستے کا سردار تامبوسا ہو اور کہو کہ اگر یہ دستہ فوراً یہاں نہ پہنچ گیا تو پھر میں خود اپنی فوج طلب کروں گی۔ بس جاؤ اور بھاگ کر جاؤ کیونکہ بہت سی نامور شخصیتوں کی جانوں کا انحصار تمہاری رفتار پر ہے۔"

افسر نے اٹھ کر سلام کیا اور تیر کی طرح کرال سے نکل گیا۔

"یہ لوگ مانیں گے تمہارا حکم؟" رچرڈ نے پوچھا۔

" میرا تو ایسا ہی خیال ہے۔ یہ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں اور پھر میں نے تمہیں یہاں آتے بھی دیکھ لیا اور انھیں بتا دیا تھا۔ بہر حال ہمیں جلدی کرنی چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ پھر اس معاملے پر غور کرنے لگ جائے لو! کھانا آ گیا۔ کھا لو۔ اے عورت! جا کر محافظوں سے کہو کہ انکوسی کے گھوڑے کو بھی دانا پانی دے دیا جائے کیونکہ بہت جلد اس گھوڑے کی ضرورت پڑے گی۔ اور سنو۔ انکوسی کے ملازم کو بھی کھانا دیا جائے"۔

" انکوسازانہ! میرے ساتھ کوئی ملازم نہیں ہے۔ کوبی کے پیر میں زخم آ گیا تھا چنانچہ میں نے اسے یہاں سے پچاس میل دور ایک گاؤں میں چھوڑ دیا ہے۔ وہ تندرست ہوتے ہی دریائے بافیلو کے اس پار آ جائے گا۔"

چنانچہ رچرڈ کھانا کھانے لگا اور بڑی رغبت سے کیونکہ خوشی کی وجہ سے اس کی بھوک کھل گئی تھی۔ کھانے کے دوران نہ تو وہ خاموش رہا اور نہ ہی ریچل۔ اس نے ریچل سے پوچھا کہ وہ زولولینڈ سے فوراً ہی رخصت ہونا کیوں چاہتی ہے ریچل نے جواب دیا کہ دو وجوہات کی بنا پر اول تو یہ کہ وہ اپنے والدین کی طرف سے متفکر ہے۔ اور دوم اس لئے کہ اسے خود اپنی بہتری اسی میں نظر آ رہی تھی۔ اس نے بتایا کہ زولوؤں نے اسے ایک مقدس دیوی بنا کر رکھا ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ کسی سے بھی اس کا رشتہ قائم ہو چنانچہ جب انھیں معلوم ہو گا کہ رچرڈ اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے اور یہ کہ وہ انکوسازانہ سے محبت کرتا ہے تو زولو اسے زندہ نہ چھوڑیں گے اور پھر وہ اپنے تمام اختیارات کے باوجود اسے نہ بچا سکے گی۔ اگر وہ یہیں رہی تو رچرڈ سے بہت زیادہ مل نہ سکے گی اور انکوسازانہ کے کرال میں تو اسے آنے کی بھی اجازت نہ ہو گی چنانچہ تنہائی میں ملنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چنانچہ اب اگر وہ زولولینڈ میں ہی رہے تو رچرڈ کو بستی میں کسی جگہ رہنا پڑے گا اور پھر وہیں کوئی بھالا بڑی آسانی سے اس سے متعارف ہو جائے گا یا اسے کھانے میں زہر دیا جائے گا۔ فی الحال زولو ریچل کی پیشین گوئی سے جو اس نے رچرڈ کی آمد کے متعلق کی تھی، بے حد مرعوب تھے اور اسی لئے وہ رچرڈ کو فوراً اس کے پاس لے آئے تھے۔

"لیکن" اس نے آخر میں کہا "یہ اثر جلد زائل ہو جائے گا اور پھر کیا پتہ اشمیل ہی واپس آجائے۔"

"اشمیل! یہ کون بزرگ ہیں؟" رچرڈ نے پوچھا۔

چنانچہ ریچل نے اشمیل کی پوری داستان اسے سنا دی اور حالانکہ بہت سی باتیں اس نے قصداً حذف کر دی تھیں تاہم یہ داستان سنتے ہی رچرڈ کے ابرو پر بل پڑ گئے۔

ابھی اس نے یہ کہانی ختم کی ہی تھی کہ باہر سے ایک خادمہ نے چیخ کر باریابی کی اجازت چاہی۔ ایک بار پھر رچرڈ کو اپنے سے دور اور احترام سے کھڑے ہو جانے کو کہا۔ رچرڈ نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ اب خادمہ کو اندر آنے کی اجازت دی گئی۔

"بادشاہ کے چند خاص مشیر باریابی کی اجازت چاہتے ہیں"۔ خادمہ نے کہا۔

"اجازت ہے۔"

اور مشیروں نے داخل ہو کر اسے سلام کیا اور رچرڈ کی طرف قدرے گستاخانہ نظروں سے دیکھ کر پھر ریچل کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"میرے حکم کے مطابق میرے سفر کے انتظامات کر دئے گئے؟" ریچل

نے پوچھا۔

"کر دئے گئے انکوسازانہ! تمہارے حکم سے کوئی سرتابی کی جرأت کرسکتا ہے ؟" ان کے ترجمان نے کہا "تامبوسا اور دستہ باہر پہنچ گیا ہے اور منتظر کھڑا ہے۔ لیکن انکوسازانہ! کالے ہاتھی (مطلب ڈنگان) اور اس کے مشیروں اور تمام زولوؤں کے دل ٹوٹ گئے ہیں کیونکہ تم جارہی ہو اور انھیں روتا چھوڑ کر جارہی ہو۔ زولولینڈ پر غم کا بادل چھا گیا ہے چنانچہ انکوسازانہ! زولوؤں کی تالیف قلوب ضروری ہے۔ اب اگر یہ شخص داریو تمہارا خادم نہ ہو تو اسے یہیں چھوڑ جاؤ۔"

"بے شک یہ میرا خادم ہے جسے خود میں نے بلایا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ اور نہ پوچھو" ریچل نے قدرے خشونت سے کہا "۔ میرے الفاظ تم سب یاد رکھو اور بادشاہ سے کہہ دو کہ اگر اس سفید فام سردار کو، جو میرا مہمان ہے، ذرا بھی نقصان پہنچایا گیا تو میرے اور زولوؤں کے درمیان خون ہوگا اور پھر اس خون کا سخت اور عبرت انگیز انتقام لیا جائے گا۔"

ریچل کے اس اعلان نے مشیروں کو سہما دیا۔ کسی کے منھ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا البتہ چند ثانیوں کے توقف کے بعد ترجمان نے ہمّت کرکے پوچھا:۔

"بادشاہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ تمہارا یہ خادم آمابونا کی کوئی خبر لے کر آیا ہے ؟۔"

"ہاں۔ خبر لے کر آیا ہے کہ آمابونا زولوؤں کے ساتھ امن و آشتی چاہتے ہیں بشرطیکہ زولوان پر حملہ نہ کریں۔ لیکن اگر انھوں نے حملہ کیا تو پھر حملے کا جواب حملے سے دیا جائے گا۔ تو کیا میں آمابونا سے کہہ دوں کہ زولو بھی امن و صلح چاہتے ہیں ؟"

"بادشاہ نے اس کے متعلق ہم سے کچھ نہیں کہا ہے انکوسازانہ" ترجمان نے جواب دیا۔" وہ خوابوں کے شکاریوں کا منتظر ہے کہ وہ آکر تمہارے الفاظ کا مطلب بیان کریں اور ٹوٹے تارے کا شگون بتائیں۔"

"بہت اچھا۔ یونہی سہی۔" ریچل نے کہا" میری خادمہ لوئی واپس آجائے تو اسے فوراً میرے پاس بھیجدیا جائے تاکہ میں بھی خوابوں کے شکاریوں کے الفاظ معلوم کرلوں۔"

اور وہ تپائی پر سے یہ ظاہر کرنے کے لئے اٹھنے لگی کہ اب دربار برخاست ہوا۔

"انکوسازانہ!" مشیروں کے ترجمان نے کہا" بادشاہ کی طرف سے ایک اور سوال ——— تم یہاں واپس کب آؤ گی؟"

"جب ضرورت ہوگی میں واپس آجاؤں گی۔ فکر نہ کرو۔ میرا خیال ہے کہ میں ضرور واپس آؤں گی اور بادشاہ سے کہدو کہ جب میں دوبارہ آؤں تو اس وقت میرے اور زولوؤں کے درمیان خون نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو پھر آسمان پر سے تم لوگوں پر ایک عذاب نازل ہوگا۔ بس میں کہہ چکی۔ جاؤ۔ خوش بختی تم پر سایہ فگن ہو۔"

مشیروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' پھر وہ اٹھے' احترام سے جھکے اور الٹے قدموں باہر نکل گئے۔

ایک گھنٹے بعد سپاہیوں میں گھری ہوئی ریچل اور اس کے ساتھ رچرڈ بھی توگیلا جانے والے راستہ پر جارہا تھا۔ ایک ٹیلے پر پہنچ کر ریچل نے اپنی گھوڑی کی لگامیں کھینچ لیں اور گھوم کر سنا ہی کرال کی طرف دیکھا اس نے رچرڈ کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔

"رچرڈ! میں سمجھتی ہوں کہ بہت جلد میں دوبارہ اس نفرت انگیز کرال میں آؤں گی" اس نے کہا۔

"کیوں؟" اس نے پوچھا۔

"رچرڈ! ان مشیروں نے، جو میرے پاس آئے تھے، بڑے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔ وہ۔ وہ۔ کسی بھیانک راز سے واقف ہیں۔ رچرڈ! میرے دل میں ایک انجانا خوف سر اٹھا رہا ہے۔"

چودھواں باب

رماہ کی تباہی

ریچل کو جو یہ خبر ملی تھی کہ سپاہیوں سے نپٹنے کے بعد اشمیل کئی دنوں تک بیمار رہا تھا تو یہ خبر غلط نہ تھی۔ کئی دنوں تک وہ سفر کے قابل ہی نہ رہا اور جب وہ تندرست ہو گیا تو پھر اس کے بعد ہی دریائے توگیلا کی طرف روانہ ہوا لیکن وہ بھی تیزی سے نہیں کیونکہ وہ اب بھی نقاہت محسوس کر رہا تھا اور تیزی سے سفر نہ کر سکتا تھا۔

قارئین بھولے نہ ہوں گے کہ ریچل سے کہا گیا تھا کہ اشمیل فرار ہو گیا ہے۔ جہاں تک فرار کا تعلق ہے اس میں صرف اس قدر صداقت تھی کہ وہ رات کے وقت اور چپکے سے شاہی کرال سے نکل گیا تھا لیکن اس فرار کا انتظام پہلے ہی سے کر دیا گیا تھا اور وہ بھی ایک سوچے سمجھے ہوئے مقصد کے تحت۔ چنانچہ اشمیل کو نہ تو کسی نے روکا اور بعد میں نہ ہی اسے تلاش کر کے اسے گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی۔ آخرکار جب وہ توگیلا کے کنارے پر پہنچا تو زلوؤں کی فوج اس کی منتظر تھی۔ فوج کے کسی سپاہی کو پتہ نہ تھا کہ انھیں کیا کرنا اور کہاں جانا ہے۔ سپاہیوں کو تو صرف یہ حکم ملا تھا کہ وہ ہر معاملے میں اشمیل کے ہر حکم کی تعمیل کریں۔ اشمیل نے یہ بھی دیکھا کہ دریائے توگیلا چڑھا ہوا تھا اور اسے عبور کرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ اس نے دریا کے کنارے پر قیام کر دیا اور پورے دس دنوں تک اسے اسی جگہ ٹھہرنا پڑا یہاں تک دریا کا پانی اتر گیا۔

ان دس دنوں میں اشمیل کی طبیعت بھی بحال ہوگئی اور اسے پورے معاملے پر غور وخوض کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے ماضی کو یاد کیا اور یہ یادیں بڑی ہی مایوس کن تھیں۔ اس کی سوانح عمری سے ہمیں کوئی تعلق نہیں۔ وہ بے شک ایک شریف خاندان کا فرد تھا جیسا کہ اس نے ریچل سے کہا تھا لیکن اس کی پرورش بُرے ماحول میں ہوئی تھی۔ نوجوانی میں وہ اوباش بن گیا اور اس کے مربیوں نے بجائے اس کے کہ اسے سدھارتے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ پھر وہ فوج میں بھرتی ہوگیا اور اس طرح افریقہ پہنچا اور وہاں اس نے ایک جرم کیا ـــــ غالباً کسی کا خون کر دیا ـــــ اور قانون سے بچنے کے لئے وہ جنگلوں کی طرف بھاگ گیا اور اپنا نام بدل کر اشمیل رکھ لیا۔

یہ نئی اور تقریباً وحشیانہ زندگی اسے بہت راس آئی کیونکہ اسے بہت سی بیویاں مل گئیں اور اس کی عیاشی کی تسکین ہوتی رہی اور اسے بہت سے مویشی مل گئے اور اس کی امارت کے خواب بھی پورے ہوگئے اور پھر اس کی ملاقات ریچل سے ہوئی اور اس کا وہ خاص جذبہ بیدار ہوگیا جو ایک عرصے سے خوابیدہ تھا۔ ریچل ایک انگریز لڑکی تھی اور اس کی وجہ سے اشمیل کو یاد آگیا کہ کبھی وہ بھی انگریز اور مہذب شخص تھا۔ پھر وہ حسین بھی تھی اور اشمیل حسن پرست تھا۔ اس کے علاوہ وہ بہادر بھی تھی اور اس میں کوئی خاص روحانی قوت تھی جو اشمیل کے لئے باعث کشش تھی کیونکہ وحشیوں میں رہتے رہتے وہ خود بھی توہم پرست بن گیا تھا۔ چنانچہ وہ اس کی محبت میں گرفتار ہوگیا اور اسے اپنی بیوی بنانے کے لئے بے چین ہو اٹھا۔ ریچل کو ایک دفعہ دیکھ لینے کے بعد وہ اپنی سیاہ فام داشتاؤں کو، خواہ وہ کتنی ہی قبول صورت کیوں نہ ہوں، ناپسند کرنے لگا۔ حتیٰ کہ مویشیوں کے ریوڑ بھی اب اسے خوش نہ کرتے

تھے حالانکہ پہلے وہ اپنی یہ دولت دیکھ کر پھولا نہ سماتا تھا۔ اب وہ اپنے اجداد کی طرح باعزت زندگی گذارنا چاہتا تھا اور وہ بھی اس عورت کے ساتھ جو اسی کی طرح انگریز تھی۔

چنانچہ اس نے ریچل سے ذرا بے تکلف ہونے کی کوشش کی اور اس کی ان کوششوں کا جو نتیجہ ظاہر ہوا اس سے قارئین واقف ہی ہیں۔ اشمیل پندرہ برس تک وحشیوں میں رہ چکا تھا اور ریچل کے سامنے اپنا وحشیانہ پن چھپا نہ سکتا تھا اور نہ ہی اپنے آپ کو ان بندھنوں یا الجھنوں سے آزاد کرا سکتا تھا جو اس کے گرد پیدا ہو گیا تھا۔ اگر ریچل اس کی طرف متوجہ ہو گئی ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ وہ رفتہ رفتہ یہ بندھن توڑ دیتا بلکہ شاید وہ اپنی پوری زندگی ہی بدل لیتا اور جب مرتا تو شاید ایک باعزت نوآبادکار ہوتا۔ لیکن ریچل اس کی طرف متوجہ نہ ہوئی بلکہ وہ اس سے نفرت کرنے لگی۔ اس کے نزدیک اشمیل ایک آوارہ، بدمعاش اور بزدل شخص تھا اس لئے اس کی قبول صورتی اسے اپنی طرف متوجہ نہ کر سکتی تھی اور نہ ہی اس کے لئے کوئی کوشش رکھتی تھی۔ چنانچہ ریچل نے اس کی آرزو کو بڑی بے رحمی سے کچل دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اشمیل کا تنگ دلی پن، توہم پرستی اور بدمعاشی عود کر آئی۔

اس کی یہی توہم پرستی تھی جس نے ریچل کو ایک مصیبت میں مبتلا کر دیا۔ اشمیل اسے ایک غیر معمولی عورت سمجھنے لگا تھا چنانچہ اس نے ریچل کی پر اسرار ذات اور زبردست قوتوں کا ذکر زولوؤں سے کیا اور ریچل کے افریقی نام اور حسن نے زولوؤں کے اعتقاد کو اور بھی ہوا دی اور آخر میں موپو نے اس بات کی تصدیق کر کے کہ ریچل واقعی انکوسازانہ زولا تھی، رہی سہی کسر پوری کر دی۔ چنانچہ یوں ریچل اشمیل کی اور زولوؤں کی دیوی بن گئی۔ لیکن جب زولو صرف اس کی پوجا کرنا

اور اس کی مافوق الفطرت قوتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے تو اشمیل اسے بیوی بنا لے کے خواب دیکھنے لگا۔ یہ بات جتنی زیادہ ناممکن بنتی جاتی تھی اشمیل اتنا ہی زیادہ مجنوں بنتا جاتا تھا۔ ریچل نے اس کی درخواست سختی سے ٹھکرا دی تو اشمیل نے اسے زدولینڈ میں لے آنے کے لئے ایک چال چلی اور سوچا کہ ریچل وہاں اس کے اختیار میں ہوگی۔ اس کی چال کامیاب رہی لیکن اسے پتہ چلا کہ ریچل تو نہیں البتہ وہ خود اس کے اختیار میں تھا اور ریچل کی بیدردی اور سنگدلی کا شکار تھا۔

ان سب باتوں کے باوجود وہ مایوس نہ ہوا اور اپنے شیطانی ارادے سے باز نہ رہا اور پھر اتفاق ایسا ہوا کہ قسمت نے نئے اور ترپ کے تاش اس کے ہاتھ میں دے دئے۔ وہ جانتا تھا اور زدلو بھی جانتے تھے کہ ریچل زدلوؤں میں نہ رہے گی چنانچہ اسی لئے زدلوؤں نے اشمیل کے سپرد یہ کام کیا تھا کہ وہ ریچل کے والدین کو بھی زدولینڈ میں لے آئے۔ اگر اس کے والدین کو نہ لایا گیا تو ریچل خود ان کی تلاش میں آئے گی اس کا اشمیل کو یقین تھا اور اگر وہ ان کو نہ پاسکی تو وہ کہاں جائے گی یا کون اس کی مدد کو آئے گا؟ چنانچہ اب قسمت یاوری کر رہی تھی، اب بازی اس کے ہاتھ میں آنے والی تھی۔ وہ ریچل کو اٹھا لے جائے گا اور اسے جبراً اپنی بنالے گا۔ اس نے پندرہ برس وحشیوں میں گزارے تھے چنانچہ یہ زبردستی کی شادی اس کے نزدیک کوئی گناہ اور جرم نہ تھا۔ البتہ اسے صرف یہ خوف تھا کہ انکوسازانہ زدلا سے ایسی زبردستی کرنا خطرناک ثابت ہوسکتا تھا لیکن اس کی محبت، یا آپ اسے ہوس کہہ لیجئے، اس کے خوف پر غالب آگئی اور اس نے یہ خطرہ مول لینے کا فیصلہ کرلیا۔

تو یہ تھے وہ خیالات جو اشمیل کے دماغ میں چکر کاٹ رہے تھے

اور یہ تھے وہ فیصلے جو وہ دل ہی دل میں کر رہا تھا۔ پوری فوج اس کے زیر کمان تھی اور وہ جو چاہے اس سے کام لے سکتا تھا۔ وہ بہرحال زیادہ خون خرابہ کرنا نہ چاہتا تھا۔ وہ تو صرف یہ چاہتا تھا کہ ریچل اکیلی رہ جائے کیونکہ پھر کون بچانے آئے گا اسے؟

اور اس سوال کا جواب خود اس کے دل نے دے دیا۔۔۔۔۔۔ وہ دیوی تھی، وہ مافوق الفطرت قوتوں کی مالک تھی اور وہ اپنی ہی قوتوں سے اپنے آپ کو بچا سکتی تھی۔ کوئی غیبی قوت اس کے کان میں کہہ رہی تھی کہ اس کا یہ شیطانی اقدام خود اس کے لئے انتہا سے زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے دل میں جو آگ بھڑک رہی تھی وہ ہر احتیاط اور ہر اندرونی آواز کو جلا رہی تھی۔

اشمیل ابھی زولولینڈ میں اور توگیلا کے اس طرف ہی تھا کہ ڈنگان کا ایک پیغامبر اس کے پاس پہنچا۔ یہ دوپہر کا وقت تھا اور ڈنگان کا پیغام بھی دوپہر ہی کی طرح گرم تھا۔ پیغام میں کہا گیا تھا کہ ابوبوسی اب تک زولولینڈ میں رہی تھا اور اس کی خبر ابھی ابھی بادشاہ کو ملی تھی چنانچہ وہ زخمی بھینسے کی طرح بپھرا ہوا تھا۔ پیغام میں کہا گیا تھا کہ انکوسازانہ سفید فام کے ساتھ کرال سے نکل کر راماہ کی طرف روانہ ہو چکی ہے۔ اب، اگر اشمیل فوراً ہی روانہ نہ ہو گیا تو پھر انکوسازانہ راستے ہی میں اسے آ لے گی اور تمام کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ چنانچہ ڈنگان کا حکم تھا کہ اشمیل فوراً روانہ ہو جائے اور بوڑھے مبلّغ اور اس کی بیوی کو اپنے ساتھ لے کر فوراً لوٹ آئے۔ اگر واپسی میں اشمیل کی مڈ بھیڑ انکوسازانہ اور اس کے ساتھی سے ہو جائے تو اشمیل اور ما تحت سپاہی ریچل کا حکم نہ مانیں اور مبلّغ اور اس کی بیوی کو آزاد نہ کریں۔

اور ریچل اور اس کے ساتھی پر ہاتھ بھی نہ اٹھائیں بلکہ بوڑھے مبلّغ اور اس کی بیوی کو خاموشی سے اپنے ساتھ لے آئیں کیونکہ اس طرح ریچل خود ہی بادشاہ کے کرال میں آجائے گی۔ اگر ریچل کا سفید فام ساتھی ذرا بھی جدوجہد یا بوڑھے اور اس کی بیوی کو چھڑانے کی کوشش کرے تو اسے رسیوں سے باندھ لیا جائے لیکن ان کا خون نہ بہایا جائے کیونکہ اگر ایسا ہوا تو پھر انکوسازانہ کا عذاب زولولینڈ پر نازل ہوگا اور پھر ڈنگان نے اس کالے ہاتھی کی جو جا چکا (یعنی شاکا) کی قسم کھائی تھی کہ اگر ایسا ہوا تو وہ ابو بوسی کو قتل کردے گا۔ ہاں۔ وہ ابو بوسی کے جسم پر شہد چھڑک کر اسے ایک دیمکوڑے سے باندھ دے گا اور پھر چیونٹیاں اسے کھالیں گی۔ اس کے علاوہ اگر وہ اس کام کو انجام تک نہ پہنچا سکا یا ناکام رہا تو ڈنگان سپاہیوں کا ایک دستہ اس کے کرال خاموتی کی طرف بھیجدے گا اور ابو بوسی کی بیویوں، اولاد اور اس کے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیگا اور اس کے مویشیوں پر قبضہ جمالے گا اور اس کے لئے بھی اس نے شاکا کے سر کی قسم کھائی۔

اشمیل کے پاس جب یہ پیغام پہنچا تو وہ سہم گیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ محض گیدڑ بھبکیاں نہ تھیں۔ تھکے ہوئے پیغامبر نے اکھڑے اکھڑے سانسوں کے درمیان اسے بتایا کہ کبھی کسی نے ڈنگان کو اتنے غصے میں نہ دیکھا تھا جیسا کہ اس وقت جب اسے معلوم ہوا کہ ابو بوسی اب تک توگیلا کے اس کنارے پر پڑا ہوا ہے۔ پیغامبر نے یہ بھی کہا کہ غصے کی شدت سے ڈنگان کے منہ سے کف جاری ہوگئے تھے اور وہ اونچی آواز میں بڑی ہی لرزہ خیز دھمکیاں دے رہا تھا۔ اشمیل نے بے حد خاکسارانہ پیغام کے ساتھ پیغامبر کو واپس بھیجدیا کہ دریا چڑھا ہوا تھا اور اسے کسی بھی طرح عبور

کرنا ممکن نہ تھا لیکن اب وہ ڈنگان کے ہر حکم کی تعمیل کرے گا اور یہ کہ انکوسازانہ کا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔

"تو پھر بادشاہ کے احکامات کی تعمیل کرو ابوبوسی،" پیغامبر نے جانے کے لیے اٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا "کیونکہ جان لو کہ انکوسازانہ اور اس کا ساتھی داریو تمہارے پیچھے اور صرف آدھے دن کی مسافت پر ہیں۔"

"کیسا ہے داریو؟" اشمیل نے پوچھا۔

"جوان ہے اور بے حد خوبصورت ہے۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال سنہرے ہیں اور آنکھیں انکوسازانہ کی آنکھوں جیسی ہیں۔ کئی لوگ کہتے ہیں کہ وہ انکوسازانہ کا بھائی ہے، چند کا کہنا ہے کہ وہ پسر افلاک ہے اور بقیہ کہتے ہیں کہ وہ انکوسازانہ کا شوہر ہے۔ بہرحال میں ان عظیم رازوں کو کیسے جان سکتا ہوں؟ البتہ یہ تو صاف بات ہے کہ انکوسازانہ اسے بہت چاہتی ہے کیونکہ اپنے جادو کے زور سے اس نے داریو کی آمد کے متعلق ڈنگان کو بتا دیا تھا اور جب وہ انکوسازانہ کے پیچھے چلتا ہے تو وہ بار بار گردن گھما کر اس کی طرف دیکھنے کی کوشش کرتی ہے۔"

"تو وہ اس داریو کو بہت زیادہ چاہتی ہے" اشمیل نے دانت پیس کر کہا اور پھر دستے کے افسر کو بلا کر حکم دیا "بادشاہ کا حکم ہے کہ فوراً دریا عبور کیا جائے چنانچہ تیاری کرو کیونکہ بزدلوں کی طرح بھالوں سے مرنے کی بہ نسبت بہتر ہے کہ ہم ڈوب کر مر جائیں۔"

چنانچہ وہ لوگ بڑی دقتوں کے بعد دریا عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے اور ایک بھی شخص غرق نہ ہوا اشمیل نے ایک مضبوط اور تنگڑے سپاہی کے کندھے پر سوار ہو کر دریا عبور کر لیا۔ دوسرے کنارے پر پہنچ کر اس نے فوج کے تمام چھوٹے بڑے افسروں کو طلب کر کے انھیں بادشاہ کے احکامات سنا دئے اور پھر وہ رماہ کی طرف

اس طرح روانہ ہوئے کہ اشمیل بانسوں کی بنی ہوئی ایک ڈولی میں سوار تھا۔

جب سپاہی اس کے لئے ڈولی بنارہے تھے تو اس نے، یعنی اشمیل نے دلدل میں اور تو گیلا کے کنارے بسنے والے لوگوں میں سے دو آدمیوں کو بلایا اور بڑے انعام کا وعدہ کر کے اپنے کرال مافوتی کی طرف دوڑا دیا کہ وہ مافوتی کے چودھری سے جاکر کہیں کہ وہ تیس بہترین سپاہیوں کو لے کر فوراً روانہ ہو جائے اور رماہ کے قریب ایک خاص ٹیلے پر جھاڑیوں میں اپنے آدمیوں کے ساتھ چھپا رہے اور یہ کہ رات کے وقت اشمیل سے وہیں ملاقات کرے گا یہ دونوں آدمی ابوبوسی سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ اس کی حکم عدولی کرنے کی سزا کیا ملتی ہے چنانچہ وہ تیزی سے روانہ ہو گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ڈولی تیار ہو چکی تھی اور اشمیل اس میں سوار اپنے ماتحت سپاہیوں کے ساتھ رماہ کی طرف جارہا تھا۔

سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے جب رماہ کے باشندے اپنے مویشیوں کو ہنکا کر مستقر کی طرف لارہے تھے تو اشمیل اپنے سپاہیوں کے ساتھ اس ٹیلے پر نمودار ہوا جو رماہ سے دور نہ تھا۔ زدلوؤں کو دیکھتے ہی چرواہوں نے رماہ والوں کو خبردار کرنے کے لئے شور مچا دیا۔ رماہ والوں نے سوچا کہ ڈنگان نے انھیں قتل کرنے کے لئے فوج بھیج رہی ہے چنانچہ وہ خوفزدہ ہو کر بستی سے نکلے اور پناہ لینے کے لئے جنگل کی طرف بھاگ پڑے۔ چرواہے مویشیوں کو بھی اسی طرف ہنکا لے گئے۔ عورتیں، مرد اور بچے اپنے مربی کو، جو زدلوؤں کی آمد سے بے خبر تھا، چھوڑ کر بھاگ گئے۔ چنانچہ جب اشمیل رماہ میں داخل ہوا ہے تو وہاں کوئی نہ تھا سوائے ان بوڑھوں اور بیماروں کے جو چلنے پھرنے سے معذور ہو چکے تھے۔

بستی کے باہر اشمیل ڈولی سے اتر آیا اور سپاہیوں سے کہا کہ وہ بستی کے گرد گھیرا ڈال دیں اور حکم دیا کہ بستی والوں کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے لیکن اگر سفید فام الفادوسی، جو بینے والے کے نام سے مشہور تھا یا اس کی بیوی فرار ہونے کی کوشش کرے تو انھیں پکڑ کر اس کے سامنے پیش کیا جائے اور پھر اپنے چند افسر دس محافظوں کو ساتھ لے کر وہ خاص مستقر کی طرف بڑھا۔

مستقر کا دروازہ کھلا تھا چنانچہ اشمیل کا دل اس خیال سے دھڑکنے لگا کہ کہیں جوہان اور اس کی بیوی دوسروں کے ساتھ فرار نہ ہو گئے ہوں۔ وہ لوگ مستقر کے پہلے کمرے میں پہنچے۔ اس کمرے کا دروازہ بھی کھلا تھا ـــــ تو اشمیل نے دیکھا کہ اس کا اندیشہ بے بنیاد تھا۔ اسی کمرے میں ایک بستر پر مسز دیو لیٹی ہوئی تھی جو سخت بیمار معلوم ہوتی تھی اور بستر کے قریب جوہان گھٹنوں کے بل بیٹھا دعائیں مصروف تھا۔ چند لمحوں تک اشمیل اور اس کے ساتھی دروازے میں ہی بت بنے کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ مسز دیو نے گردن گھما کر ان کی طرف دیکھا اور کہنیوں کے بل نیم دراز ہو کر اپنی شہادت کی انگلی اشمیل اور اس کے ساتھیوں کی طرف اٹھا دی اور اشمیل نے دیکھا کہ بڑی بی کے ہونٹ ادے ہو رہے تھے اور یہ کہ اس کی زبان شاید بند تھی۔ جوہان نے اپنی بیوی کو نیم دراز ہو کر اپنا ہاتھ ایک طرف اٹھاتے دیکھا تو وہ بھی اسی طرف دیکھنے لگا۔ ماتوتی میں اشمیل کو چابک رسید کرنے کے بعد سے لے کر اب تک جوہان نے اشمیل کو نہ دیکھا تھا اس کے باوجود اس نے اس آوارہ گرد سفید فام کو فوراً پہچان لیا اور کرخت آواز میں پوچھا:۔

"ان وحشیوں کے ساتھ کیوں آئے ہو یہاں؟ دیکھ نہیں رہے ہو کہ میری

بیوی سخت بیمار ہے اور گڑبڑ اور پریشانی ان کے لئے سخت مضر ثابت ہو سکتی ہے؟۔"

" مجھے افسوس ہے جناب کہ مجھے مجبوراً آپ کو پریشان کرنے آنا پڑا ہے" اشمیل نے سہمی ہوئی آواز میں کہا کیونکہ وہ جوہان سے ڈر رہا تھا" لیکن زولوؤں کے بادشاہ ڈنگان نے مجھے تمہارے پاس ایک پیغام کے ساتھ بھیجا ہے اور وہ میں" اسنے کچھ سوچ کر اضافہ کیا۔" تمہاری بیٹی ریچل کا بھی پیغام لایا ہوں۔"

" میری بیٹی کا پیغام" جوہان نے جلدی سے کہا" وہ خیریت سے تو ہے؟ ہم نے اس کے متعلق بہت سی افواہیں سنی ہیں اس کی کوئی خیر خبر نہیں معلوم ہوئی آج تک"۔

" میں صرف ایک دفعہ ریچل سے مل سکا ہوں" اشمیل نے جواب دیا۔ " اور اس وقت وہ خیریت سے اور مزے میں تھی۔ یہ تو تم جانتے ہی ہو گے کہ زولوؤں نے اسے اپنی انگوسازانہ بنا لیا ہے چنانچہ اسے گویا نظر بند کر رکھا ہے۔

" تو پھر ان وحشیوں کے ساتھ اکیلی رہتی ہے؟۔"

" اب تک تو اکیلی تھی لیکن اب نہیں رہی۔"

" کیا مطلب ؟۔"

" مطلب یہ کہ اب اس کے پاس ایک بدمعاش سفید فام آگیا ہے جس کے ساتھ تمہاری بیٹی نے ناجائز تعلق قائم کر لئے ہیں۔"

" بدمعاش سفید فام سے ناجائز تعلقات قائم کئے ہیں! یہ جھوٹ ہے۔ کیا نام ہے اس سفید فام کا؟۔"

" نام تو میں نہیں جانتا البتہ زولوا سے دازیو کہتے ہیں کہ وہ جوان اور قبول صورت ہے اور اس کے بال سنہرے ہیں اور یہ کہ ریچل اس سے محبت کرتی ہے۔ اس شخص

کے متعلق میں اس سے زیادہ کچھ اور نہیں جانتا۔"

جوہان نے اٹھ کر اپنا سر ہلایا لیکن اس کی بیوی دفعتہً اٹھ بیٹھی اور اپنے شوہر کی آستین پکڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور موٹی پھٹی ہوئی آواز اور سرگوشی میں کہا:۔

" داریو ——— جوان ——— قبول صورت ——— وہ اس سے محبت کرتی ہے ——— میرے سرتاج ——— وہ ——— وہ ——— رچرڈ دارین ہے جو جوان ہو گیا ہے ——— وہی لڑکا جس نے دریائے ادم ٹوموا کے ایک جزیرے پر پہنچ کر ریچل کی جان بچائی تھی ——— کئی برسوں پہلے ——— اور ریچل اسے بھولی نہ تھی ——— شکر ہے ——— خدایا تیرا شکر ہے ——— رچرڈ کے ساتھ میری بیٹی محفوظ رہے گی ——— میں جانتی تھی کہ جلد یا بدیر رچرڈ میری بیٹی کے پاس پہنچ جائے گا ——— وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔"

اور وہ نڈھال ہو کر بستر پر ڈھے گئی۔

" زولو بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں" اشمیل نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

" بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ انہوں نے کافروں کی طرح آپس میں شادی بھی کر لی ہے۔"

" یہ انتہا ہے اشمیل" جوہان نے کہا، "جس طرح تم ہر عورت کو اپنی بیوی بنا لیتے ہو اسی طرح میری بیٹی ہر مرد کو اپنا شوہر نہیں بنا سکتی خواہ یہ شخص رچرڈ دارین ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جو جیسا ہوتا ہے دوسروں کو ویسا ہی سمجھتا ہے۔ خیر یہ بتاؤ کہ وہ دونوں یہیں آ رہے ہیں؟"

" نہیں۔ کیونکہ وہ جہاں ہیں بہت مزے میں ہیں اور اگر وہ آنا بھی چاہیں تو زولو انھیں آنے نہ دیں گے لیکن مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ میں تمہیں لے جانے ہی آیا ہوں۔ تم میرے ساتھ زولو لینڈ میں چلو گے اور آئندہ سے اپنی بیٹی کے ساتھ ہی رہو گے۔"

" ہمیں لے جانے آئے ہو! لیکن یہ ناممکن ہے" جوہان نے اپنی بیمار بیوی کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

" ناممکن ہو یا کچھ اور۔ بہرحال تم دونوں کو فوراً میرے ساتھ چلنا ہے۔ یہ بادشاہ کا حکم اور اکوسانا نہ بھی یہی چاہتی ہے اور یہ بھی سن لو کہ میرے ساتھ زولوؤں کی پوری فوج ہے۔ اگر خوشی سے نہ چلے تو پھر جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہ ہو گی کیونکہ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔ میں تمہیں تیار ہونے کے لئے صرف پانچ منٹ دیتا ہوں۔ پانچ منٹ بعد ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

" اشمیل! تم پاگل ہو گئے ہو کیا؟" جوہان نے کہا " دیکھ نہیں رہے ہو کہ میری بیوی سخت بیمار ہے اور زولو لینڈ تک جانا تو ایک طرف، وہ ایک قدم بھی نہیں چل سکتی ہے۔"

" اگر نہیں چل سکتی تو اسے اٹھا کر لے جایا جائے گا" اشمیل نے جواب دیا " بیکار باتوں میں وقت ضائع نہ کرو اور تیار ہو جاؤ جلدی ــــــ یہ میرا حکم ہے۔ تم دونوں کی خاطر میں اپنا گلا کٹوانے سے تو رہا۔ اگر مسز دیو کپڑے بھی نہیں پہن سکتی تو اسے کپڑوں میں لپیٹ لو اور چلو"۔

"جوہان۔ میرے سرتاج!" مسز دیو نے سرگوشی میں کہا " تم جاؤ ـــــ تم جاؤ ـــــ ورنہ یہ لوگ تمہیں قتل کر دیں گے ـــــ میری فکر نہ کرو ـــــ ہاں ـــــ نہ کرو ـــــ کیونکہ ـــــ م ـ م ـ میرا تو وقت آ گیا ہے۔

اور میں ـــــ خوشی سے موت کو لبیک کہوں گی ـــــ کیونکہ رچرڈ میری بیٹی کے پاس پہنچ گیا ہے ـــــ اور اب ـــــ میں اس طرف سے مطمئن ہوں"۔

رچرڈ کا نام سن کر اشمیل آگ بگولا ہو گیا ہے۔

"اے بڈھے! چل رہا ہے یا مجھے زبردستی کرنی پڑے گی؟" وہ چیخ کر بولا۔

"زبردستی۔ کمینے! ذلیل کتے!" جوہان نے بھی چیخ کر کہا کیونکہ غم اور غصے کی وجہ سے وہ اپنے آپ میں نہ رہا تھا۔

"تو مجھے زبردستی کیا لے جائے گا؟ میں یسوع مسیح کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہر اس شخص کو گولی مار دوں گا جس نے میری بیوی کو انگلی بھی لگائی"۔

اور اس نے وہ دونالی پستول گھسیٹ لیا جو قریب ہی دیوار میں ایک کیل سے لٹک رہا تھا۔

اشمیل ان زولوؤں کی طرف گھوم گیا جو اس کے عین پیچھے خاموش کھڑے اشمیل اور جوہان کو بڑی دلچسپی سے دیکھ اور ان کی باتیں سن رہے تھے۔

"اس بوڑھے کو پکڑ کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دو" اشمیل نے کہا "اور اس بڑھیا کو اس کے بستر سمیت اٹھا کر لے چلو اگر یہ مرگئی راستے میں تو ہمارا کوئی قصور نہ ہوگا"۔

افسر خاموش اور چپ کتم کے عالم میں کھڑے تھے۔ وہ خوفزدہ نہ تھے لیکن مسز ریو کی حالت زار نے ان کے کالے دلوں میں رحم کا جذبہ بیدار کر دیا تھا

"میرے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کر رہے ہو؟" اشمیل چیخا "دو کتو! بزدلو! یہ بادشاہ کا حکم ہے۔ اٹھالو اس بڑھیا کو ورنہ تم میں کا ہر شخص مارا جائے گا اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ ڈنگان کیسی سخت سزا دیتا ہے ان

لوگوں کو جو اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرتے۔ اگر یہ بوڑھا مقابلہ کرے تو ڈنڈے مار مار کر اسے بیہوش کر دو۔"

اور اب زولو تیزی سے آگے بڑھے، انھوں نے بستر کے چاروں کونے پکڑ لئے اور اسے اٹھانے لگے، مسز دیوبد قت تمام اٹھ بیٹھی اور اپنے آپ کو بستر سے گرانے کی کوشش کرنے لگی لیکن اسی کوشش میں وہ نڈھال ہوکر بستر پر ہی گر ی، کراہی اور بے حرکت اور خاموش پڑی رہی۔

"شیطانو! آخرکار تم نے میری بیوی کی جان لے ہی لی" جوہان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

اور پھر اس نے پستول اٹھا کر اس زولو کی طرف گولی چلا دی جو اس کے عین سامنے کھڑا ہوا تھا۔ گولی دیو قامت زولو کے سینے میں داخل ہوگئی اور اس کے دل کو چاٹتی ہوئی پشت کی طرف سے نکل گئی۔ زولو اُف تک کئے بغیر گرا اس خوف سے کہ کہیں وہ پھر گولی نہ چلا دے زولو بچارے بوڑھے پر ٹوٹ پڑے اور موٹے ڈنڈوں اور بھالوں کے دستوں سے مارنے لگے کہ کسی طرح اس کے ہاتھ سے پستول چھڑالیں۔

حالانکہ زولو یہ نہ چاہتے تھے لیکن گڑبڑ اور افراتفری میں کسی افسر کے لٹو دار ڈنڈے کی ایک زوردار ضرب جوہان کی کنپٹی پر پڑ گئی اور اس وقت پستول کی دوسری نال بھی چل گئی اور گولی اشمیل کے کان کے قریب سے نکلی چلی گئی۔ پستول کی نالی سے نکلا ہوا دھواں فضا میں تحلیل ہوگیا تو نظر آیا کہ جوہان چت گرا ہوا تھا۔ آخرکار اسے وہ شہادت مل گئی تھی جس کی آرزو لے کر وہ اپنے وطن سے چلا تھا اور جسے وہ تلاش کیا کرتا تھا۔

جوہان مر چکا تھا اور اس کی بیوی بھی مر چکی تھی۔

ایک افسر نے آگے بڑھ کر جوہان اور اس کی بیوی کی طرف غور سے دیکھا۔ اسے اطمینان

نہ ہوا تو باری باری سے دونوں کے سینے پر کان رکھ کر دل کی دھڑکن سننے کی کوشش کرنے لگا اور پھر بولا:۔

"یہ دونوں سفید فام تو روحوں کی دنیا میں چلے گئے۔ اب کیا حکم ہے ابو بوسی؟" اشمیل ایک طرف دم بخود سا کھڑا ہوا تھا۔ اس کا رنگ دھلی ہوئی چادر کی طرح سفید ہو رہا تھا کیونکہ اس المئے نے جو موڑ لیا تھا وہ خلاف توقع تھا۔ دراصل خود اشمیل ان دونوں کی جان لینا نہ چاہتا تھا۔ "میں تو سمجھتا ہوں کہ ان لاشوں کو اٹھا کر شاہی کرال تک لے جانا ہی مناسب ہوگا،" وہ بولا "کیونکہ بادشاہ کا یہی حکم ہے کہ بہر حال ان دونوں کو وہاں پہنچا دیا جائے۔ لیکن بیوقوفو! تم نے چیخنے والے کی جان لی ہی کیوں؟" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں اضافہ کیا "اب نہ تو ہم بادشاہ کے غصے سے بچ سکیں گے اور نہ ہی انکوسازانہ کی بد دعا سے"۔

"ابو بوسی! اسی افسر نے جواب دیا "خود تم نے حکم دیا تھا کہ چیخنے والے کو ڈنڈے مارے جائیں اور ہم سے کہہ دیا گیا تھا کہ ہم تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں لیکن ہم کیسے جان سکتے تھے کہ بہت زیادہ سوچنے کی وجہ سے چیخنے والے کی کھوپڑی کی ہڈی اس قدر پتلی ہو گئی ہے کہ ذرا سی ضرب سے چٹخ جائے گی؟ اگر یہی ضرب میری یا تمہاری کھوپڑی پر پڑی ہوتی تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا جیسے مکھی نے لات ماردی لیکن یہ لوگ۔ روحوں کی دنیا میں جا چکے اور اب ہم انھیں چھو کر اپنے آپ کو ناپاک نہ کریں گے۔ مردہ ہڈیاں کسی کام کی نہیں ہوتیں اور پھر ہو سکتا ہے کہ ان کے بھوت ہمیں پریشان کرتے رہیں۔ چلو دوستو! ہم واپس چل کر بادشاہ کو پوری روداد سنا دیتے ہیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا ہے جیسا کہ ابو بوسی نے کہا تھا چنانچہ جو کچھ ہوا اس کی ذمہ داری ہم لوگوں پر عائد نہیں ہوتی۔ قصور ہمارا نہیں ہے کیونکہ ہمیں تاکید کر دی گئی تھی کہ ہم ابو بوسی کے ہر حکم کی تعمیل کریں اور یہی ہم نے کیا ہے"۔

"ہاں چلو" دوسرے افسروں نے کہا "تم بھی چل رہے ہو ابو بوسی؟ـ"

"نہیں ـ میں نہیں چل رہا ہوں" اشمیل نے جواب دیا "کیونکہ اگر میں بادشاہ کے پاس آیا تو تمہارے اناڑی پن کی سزا مجھے دی جائے گی ـ تم لوگ جاؤ اور بادشاہ سے صلح صفائی کر کے اپنی جانیں بچا لو ـ اور ہاں ـ یہ بھی سن لو کہ انکوسازانہ اسی طرف آرہی ہے ـ اگر راستے میں اسے دیکھ لو تو اس سے کترا کر نکل جانا کیونکہ اگر اسے پتہ چل گیا کہ تم نے ان دونوں کی، جنہیں وہ اپنے ماں باپ کہتی ہے، جان لے کر آرہے ہو تو پھر وہ تم لوگوں پر موت نازل کردے گی"۔

"بے شک، ہم اس سے کترا کر ہی نکل جائیں گے کیونکہ اس کی بد دعا سے ہم ڈرتے رہیں" افسر نے جواب دیا "لیکن ابو بوسی! اس کا سراپ تم پر پڑے گا ـ ہم پر نہیں کیونکہ حکم تو تمہارا ہی تھا ـ اس مہینے کا چاند غروب ہونے سے پہلے موت تم پر نازل ہو جائیگی ابو بوسی! اگر ہو سکے تو آسمانوں سے معافی مانگ لو ورنہ پھر دوسری دنیا میں بھی تم سکون نہ پا سکو گے"!

"کتے! یہ کیا بد فال منھ سے نکال رہا ہے؟" اشمیل نے اپنے ماتھے سے خوف کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا "خدا کرے کہ خود تم مر کرا کر جاؤ۔"

"نہیں نہیں ابو بوسی۔ تم خود مر کرا کر جاؤ گے ـ اور یہ کام ہم نہیں خود انکوسازانہ کرےگی ہم تو تمہیں اسکو سازانہ اور اسکے عذاب کے سپرد کر کے چلتے ہیں ـ الوداع ابو بوسی ـ اب تم اور انکوسازانہ جانے ـ تم پر انکوسازانہ کا عذاب نازل ہو جائے گا اور تم مر جاؤ گے تو ہم تمہاری ہڈیاں دفن کرنے آجائیں گے"۔

اور وہ لوگ جانے کے لئے پلٹے۔

"ٹھہرو" فرش پر پڑے ہوئے اور آخری سانس لیتے ہوئے زدلو نے کہا۔

"بھائیو! تم مجھے تو چھوڑے جا رہے ہو"

افسر نے جھک کر مرنے والے کے زخم کا معائنہ کیا۔

"جان لیوا زخم ہے" وہ بولا "تمہارے دل کے ٹکڑے اڑ گئے ہیں۔ میں کہتا ہوں چیخنے والے کی دھاڑنے والی ننگی نے تمہارے بجائے ابوبوسی کو کیوں نہ چاٹ لیا کہ انکوسازانہ کے سر سے ایک بڑی مصیبت ٹل جاتی؟ بہر حال تمہارے ہاتھوں میں اب بھی جان ہے اور یہ رہا بھالا۔ تم جانتے ہی ہو کہ بھالا کہاں مارا جائے۔ اب کوئی پیغام ہو تو جلد کہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا پیغام پہنچا دیا جائے گا۔ الوداع میرے بھائی۔ تمہیں یاد ہے کہ بیس برس پہلے اس عظیم جنگ میں ہم نے کس طرح پہلو بہ پہلو جنگ کی تھی جب وہ دیو بونڈو مجھے پچھاڑ کر میرے سینے پر سوار ہو گیا تھا اور تم نے اس کی پشت اپنے بھالے کی ضربوں سے چھلنی کر دی تھی؟ بڑی عمدہ جنگ تھی وہ۔ اس جنگ کے متعلق ہم روحوں کی دنیا میں باتیں کریں گے۔ الوداع! ـــ میرے بھائی۔ ہاں میں تمہارا پیغام تمہاری ننھی بیٹی تک پہنچا دوں گا اور کہوں گا اس سے کہ وہ ہار تم نے کہاں رکھا ہے اور اس سے یہ بھی کہہ دوں گا کہ وہ اپنے پہلوٹھی کے بیٹے کا نام تمہارے نام پر رکھے۔ الوداع۔ اب یہ بھالا استعمال کر لو بھائی کیونکہ یہ زخم تمہیں سخت تکلیف پہنچا رہا ہوگا یا شاید ابوبوسی تمہارے لئے یہ کام کر دے گا۔ الوداع میرے بھائی۔ اور ابوبوسی! میں تمہیں بھی الوداع۔ ہم لوگ تو جلد ہی توگیلا عبور کر کے زولولینڈ میں پہنچ جائیں گے لیکن تم انکوسازانہ کو بتانے کے لئے یہیں ٹھہرو کہ چیخنے والے کی موت کس طرح واقع ہوئی۔"

اور وہ لوگ پلٹ کر جانے لگے۔ فرش پر پڑا ہوا زولو انھیں جاتے دیکھتا رہا اور جب آخری آدمی بھی کمرے سے نکل گیا تو اس نے بھالا اٹھا کر خود اپنے ہی پیٹ میں اتار دیا اور پھر اسے گھسیٹ کر اپنے بے جان ہوتے ہوئے ہاتھ سے اٹھیاں کی طرف پھینک مارا۔

زولا کا بھالا اشمیل کے ایک گال پر گہری خراش پیدا کرتا ہوا گزر گیا۔ اس کے گال سے خون بہنے لگا۔ اشمیل بُت بنا کھڑا تھا۔ بھالے کی زخم کی تکلیف بھی اس نے محسوس نہ کی۔ وہ خاموش اور بے حرکت کھڑا جوہان اور اس کی بیوی کی لاشوں کی طرف دیکھتا رہا تھا اور ایک آواز اس کے دل میں کہہ رہی تھی :۔

"ان لوگوں کا خون تمھاری گردن پر ہے۔ ان لوگوں کی روحیں انتقام۔ انتقام۔ پکار رہی ہیں۔ اشمیل! تمھارا سکون اور چین عنقا ہو گیا۔ اب تم سکون کی نیند نہ سو سکو گے کیونکہ ان کی روحیں تمھیں ہر دم پریشان کرتی رہیں گی۔"

عین اسی وقت جوہان کا ہاتھ ــــ جو اپنے بستر پر گویا ٹیک لگائے بیٹھا تھا ــــ اس کے زخمی ماتھے پر سے پھسل کر نیچے کی طرف جھکا اور ایک لمحے تک ایسا معلوم ہوا جیسے وہ اشمیل کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ موخر الذکر کانپ گیا لیکن اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ مرے ہوئے مبلغ کی بے نور آنکھیں اشمیل کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور اس کا اُترا ہوا چہرہ سہ پہر کے سورج کی شعاعوں میں، جو کھلی ہوئی کھڑکی سے کمرے میں رینگ آئی تھیں، بے حد بھیانک معلوم ہو رہا تھا۔ عین اسی وقت اشمیل کے زخمی گال سے خون کا ایک قطرہ فرش پر ٹپک پڑا اور اس کی ہلکی سی آواز اشمیل کو، جس کے اعصاب پوری طرح تن گئے تھے، پستول کے دھماکے کی طرح سنائی دی۔

خون ــــ خود اس کا خون ــــ اس نے جو کچھ کیا ہے اس کا انتقام خود اسی کے خون سے لیا جائے گا۔ اس خیال کے آتے ہی اسے جیسے ہوش سا آ گیا وہ پلٹ کر ایک خوفزدہ بھیڑیے کی طرح کمرے سے باہر بھاگا۔

باہر پہنچ کر وہ رکا۔ زولو ایک طرف اور رماہ کے باشندے دوسری طرف بھاگ گئے تھے۔ اب وہاں کوئی نہ تھا۔ دفعتہً اس کی نظر اس ٹیلے کی طرف اٹھ گئی

جو راہ سے دور نہ تھا اور جس پر گھنی اور گنجان جھاڑیاں اُگ رہی تھیں اور اسے یاد آیا کہ اس نے دو پیغامبروں کے ذریعہ اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا اور انھیں اسی ٹیلے پر ملنے کو کہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ آ گئے ہوں۔

اور اس ٹیلے کی طرف چلا تو رفتہ رفتہ اس کے حواس بجا ہونے اور اس کا خوف دور ہونے لگا۔ وہ پھر سوچنے لگا —— جو کچھ ہونا تھا ہو چکا تھا ظاہر ہے کہ اب وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ نہ کر سکتا تھا۔ بہر حال جو کچھ ہوا تھا اس کی ذمہ داری اس پر عائد نہ ہوتی تھی اور پھر جو کچھ ہوا تھا وہ کم سے کم اشمیل کے حق میں تو اچھا ہی ہوا تھا۔ اس ایک شخص داریو کے علاوہ اب اس دنیا میں ریچل کا کوئی نہ رہ گیا تھا اور مُردے کہانیاں نہیں کہتے چنانچہ ریچل یہ معلوم ہی نہ کر سکے گی کہ اس کے والدین کی موت اشمیل کی وجہ سے واقع ہوئی تھی۔ چنانچہ اب وہ دنیا میں اکیلی ہے —— بے وطن اور بے سہارا ہے اب وہ اشمیل کا سہارا لے گی لیکن وہ داریو —— خیر —— اس سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ جائے اور پھر ریچل اشمیل کے ساتھ اکیلی رہ جائے۔ بہر حال اس نے جو کچھ کیا ہے ریچل ہی کے لئے تو کیا ہے۔ گناہ اور جرم سہی لیکن یہ گناہ اور جرم اس نے کس کے لئے کیا ہے؟ ریچل کے لئے۔ اسے زبردستی اپنی بنانا جرم سہی۔ لیکن وہ جرم بھی کرے گا۔ لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس کا یہ جرم بے حد خطرناک اور تباہ کن ثابت ہو۔ ہو سکتا ہے کہ خود ریچل ایک بپھری ہوئی شیرنی ثابت ہو اور پھر ہو سکتا ہے کہ زولو اس کے کرال پر ہلّہ بول دیں۔ چنانچہ —— کیوں نہ وہ یہاں سے فرار ہو کر افریقہ کے کسی دور دراز خطّے کی طرف چلا جائے یا کسی جہاز میں سوار ہو کر کسی دوسرے ملک میں پہنچ جائے اور نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کرے۔

لیکن ۔۔۔۔ لیکن ۔۔۔۔ وہ ریچل کو کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ ۔۔۔۔ اس کے لئے تو وہ اندر ہی اندر سلگ رہا تھا۔ اب قدرت نے اسے اپنی بنانے کا موقع فراہم کیا ہے تو وہ فرار ہونے کے منصوبے گرطھ رہا ہے۔ نہیں۔ ریچل اس کی ہے اور وہ اسے اپنی بنا کر رہے گا۔ اگر دار یوراستے کا روڑا ہے تو اسے راستے سے ہٹا دیا جائے گا۔

انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں وہ ٹیلے پر کی جھاڑیوں میں پہنچ گیا۔ فوراً ہی کسی نے اسے آہستہ سے آواز دی۔ یہ اس کے کرال کے چودھری کی آواز تھی

"باہر آجاؤ کتے کی اولاد" اسمٹیل نے کہا اور گنجان جھاڑیوں میں اپنے آدمیوں کو تلاش کرنے لگا۔ فوراً ہی ایک شخص جھاڑیوں میں سے نکل آیا۔

"سردار! ہمیں تمہارا پیغام مل گیا تھا اور دیکھو ہم آگئے" چودھری نے کہا "یہاں کیا واقعہ ہوا سردار کہ یہ بستی اس قدر خاموش ہے؟"

"یہاں زولو آئے تھے اور پھر چلے گئے۔ انھوں نے سفید فام مبلغ اور اس کی بیوی کو قتل کر دیا ہے حالانکہ میں نے ان دونوں کو بچانے کی کوشش کی تھی یہ دیکھو۔ مجھے بھی زخم آگیا ہے۔ رہے بستی والے تو وہ فرار ہو گئے۔"

"یہ تو بہت برا ہوا" چودھری نے کہا "کیونکہ وہ بوڑھا ایک مقدس آدمی تھا اور اب اس کی روح قاتلوں سے سخت انتقام لے گی۔ یہ اچھا ہوا سردار کہ تم نے اس معاملے سے کوئی تعلق نہ رکھا حالانکہ میرا تو ابتدا میں یہی خیال تھا کہ اس میں تمہارا بھی اتنا ہی ہاتھ ہے جتنا زولوؤں کا۔ سردار! گذشتہ رات ایک انجانا کتا تمہاری جھونپڑی کی چھت پر چڑھ کر بڑی بھیانک آواز میں روتا رہا تھا۔ ہم نے اسے بھالے مار مار کر بھگانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ بھاگا چنانچہ ہمارا تو خیال ہے کہ وہ کوئی بھوت تھا اور تمہاری بیویوں کا خیال ہے کہ کوئی مصیبت تمہارے قریب آرہی ہے۔"

اشمبیل نے تڑ سے ایک تھپڑ چودھری کے رسید کر دیا اور چیخ کر بولا:۔

"اپنی منحوس زبان کو لگام دو ورنہ تم اپنے اس بھوت کتے سے زیادہ بلند آواز میں رونے لگ جاؤ گے"۔

"بہت اچھا سردار" چودھری نے بڑی انکساری سے کہا لیکن اس کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک تھی جسے اشمبیل دیکھ نہ سکا۔ "اب ہمارے لئے کیا حکم ہے؟"

"ہم یہیں ٹھہرتے اور چاروں طرف نظر رکھتے ہیں۔ میرے خیال میں بوڑھے مبلغ کی بیٹی، جو انکوسازانہ زولا کے نام سے مشہور ہے، اسی طرف آ رہی ہے۔ چنانچہ ہو سکتا ہے کہ اسے ہماری مدد کی ضرورت ہو۔ میرے حکم کے مطابق تم اپنے ساتھ تیس آدمی لائے ہو یا اکیلے ہی چلے آئے ہو؟"

"ابو بوسی! میں تیس آدمیوں کو لیکر آیا ہوں۔ یہ لوگ جھاڑیوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ میں بلاتا ہوں انھیں۔ حالانکہ میں نہیں سمجھتا کہ انکوسازانہ کو ہماری مدد کی ضرورت ہو کیونکہ وہ چاہے تو ایک آواز سے زولوؤں کی پوری فوج اور ایک اشارے سے دنیا کی تمام روحوں کو اپنی مدد کے لئے بلا سکتی ہے۔ ایسی عظیم ہستی کی مدد بھلا ہم کیا کریں گے؟"

پندرھواں باب

ریچل رماہ میں

ریچل جس شان سے اور دبدبے سے دریائے توگیلا کی طرف سے شاہی کرال کی طرف گئی تھی اب اسی شان اور دبدبے سے واپس لوٹ رہی تھی کیونکہ وہ دیوی تھی اور مقدس تھی اور ریچل وہ پہلی سفید فام لڑکی تھی جس نے نہ صرف زولولینڈ میں قدم رکھا تھا بلکہ خاص شاہی کرال میں بادشاہ کی مہمان بن کر رہی تھی۔ دن بھر وہ اکیلی سفر کرتی رہی۔ اکیلی سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی نہ چل رہا تھا تامبوسا آگے آگے سفید بیل کی نکیل پکڑے چل رہا تھا، رچرڈ اس کے پیچھے تھا اور آگے اور پیچھے مسلح زولو سپاہی احترام سے سر جھکائے چل رہے تھے۔ رات کے وقت وہ کسی کرال میں پہنچتے تو یہ کرال پہلے ہی طرح خالی ہوتا، ریچل ایک جھونپڑی میں اکیلی سوتی اور زولو لڑکیاں اس کی خدمت کے لئے حاضر رہتیں اور رچرڈ کو اس کرال کے باہر کسی جھونپڑی میں ٹھہرایا جاتا۔

اور پھر ایک دن ٹھیک دوپہر کے وقت وہ لوگ دریائے توگیلا کے کنارے پر پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ ان کے وہاں پہنچنے سے چند ہی گھنٹوں پہلے اشمیل دریا عبور کر کے رماہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر ریچل نے رچرڈ کو بلا بھیجا کیونکہ اس پورے سفر میں اسے اپنے محبوب سے گفتگو کرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا۔ رچرڈ حاضر ہوا اور ریچل کے سامنے مگر اس سے چند قدم دور احترام سے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

اور ریچل نے اسے انگریزی میں مخاطب کیا تو فوج کے افسر اور ڈنگان کے جاسوس بھی اس کی، رچرڈ کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگے۔ کیونکہ انکو سازانہ اسے اس بدیسی زبان میں مخاطب کر رہی تھی جس کا ایک لفظ بھی ان کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا۔

"رچرڈ! کیسے ہو؟" اس نے پوچھا "اور ان لوگوں کا سلوک کیسا رہا تمہارے ساتھ؟"۔

"اچھا ہوں" اس نے جواب دیا "اور زولوؤں سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ لیکن ریچل! اب تمہارے ارادے کیا ہیں؟ دریا چڑھا ہوا ہے اور اسے عبور کرنا آسان نہیں تاہم اسے عبور کیا جا سکتا ہے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ وہ سفید فام اشمیل، جس کے متعلق تم مجھے بتا چکی ہو آج صبح ہی ایک مسلح فوجی دستے کے ساتھ عبور کر گیا ہے"۔

ریچل حیران ضرور ہوئی لیکن اس نے حیرت کا اظہار اپنے بشرے سے نہ ہونے دیا کیونکہ زولوؤں کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اس نے بظاہر بے تعلقی سے کہا "میں نے تو سنا تھا کہ کئی دن ہوئے وہ شاہی کرال سے فرار ہو گیا ہے اور اب سن رہی ہوں کہ وہ زولو لینڈ سے مسلح سپاہیوں کے ساتھ نکلا ہے۔ یہ کیا معمہ ہے؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا ریچل البتہ یہ ضرور جانتا ہوں کہ اس معاملے کو راز میں ہی رکھا گیا ہے کیونکہ جب بھی میں نے اس کے متعلق کسی سے کچھ پوچھا تو وہ اپنے کندھے اچکا کر خاموش ہو رہا اور اگر کسی نے جواب دیا تو صرف یہ کہ بادشاہ کے معاملات بادشاہ ہی سمجھ سکتے ہیں)۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو اس کے متعلق زولوؤں سے کبھی نہ پوچھتا کیونکہ پوچھنے پر بھی یہ لوگ نہیں کچھ نہ بتائیں گے اور اگر تم نہ پوچھو گی تو یہ

لوگ سمجھ لیں گے کہ تم سب کچھ جانتی ہو۔"

"ٹھیک ہے" وہ بولی "لیکن رچرڈ! مجھے آج ہی رات کو یہ دریا عبور کرنا ہے۔ صرف تم اور میں آج ہی رات کو یہ دریا عبور کر لیں گے اور رماہ پہنچ جائیں گے۔ رچرڈ! میرا دل گہرائیوں میں ڈوبا جا رہا ہے۔ کچھ ہونے والا ہے رچرڈ ـــــ میں ـــــ میں ـــــ بے حد خوفزدہ ہوں۔"

"لیکن ہم دریا کیسے عبور کریں گے؟ ہم دونوں اکیلے یہاں سے کس طرح نکل سکیں گے؟ پہلا سوال تو یہاں سے نکلنے کا ہے"۔

"یہ تو میں اس وقت نہیں بتا سکتی۔ البتہ جہاں تمہارا قیام ہے اسی جگہ تم میرا اور اپنا گھوڑا تیار رکھو" اور اس نے سر ہلا کر اس جھونپڑی کی طرف اشارہ کیا جو وہاں سے کوئی پچاس گز کے فاصلے پر تھی "میں شاید جلد ہی تمہارے پاس آجاؤں گی۔ بس۔ اب جاؤ۔"

رچرڈ سلام کر کے رخصت ہوا۔

فوراً ریچل نے تامبوسا اور دوسرے افسروں کو بلا بھیجا اور ان سے دریا کے چڑھے ہوئے پانی کے متعلق پوچھا۔ کیونکہ دریا وہاں سے نصف میل کے فاصلے پر تھا چنانچہ نظر نہ آتا تھا۔ افسروں نے جواب دیا کہ دریا "غصے میں بھرا ہوا ہے" اور یہ کہ اسے عبور کرنے کے متعلق سوچنا حماقت ہے کیونکہ پانی اور بھی چڑھ رہا ہے۔

"اچھا!" اس نے بے تعلقی سے کہا "بہرحال میں خود دیکھتی ہوں چل کر۔"

اور وہ بڑی شان اور تمکنت سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس جھونپڑی کی طرف چلی جہاں اس کا اور رچرڈ کا گھوڑا تیار کھڑا ہوگا جیسا کہ اس نے رچرڈ سے کہہ رکھا تھا۔

تامبوسا اور افسر اس کے پیچھے چلے۔

جھونپڑی کے قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ اس کی گھوڑی اور رچرڈ کا گھوڑا جھونپڑی کے دوسری طرف کسے کسائے سفر کے لئے تیار کھڑے تھے اور رچرڈ ان کے قریب بیٹھا تمبا کو پی رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی رچرڈ نے کھڑے ہو کر اسے سلام کیا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر اپنی بھوری گھوڑی کی طرف بڑھی اور ایک پیر رکاب میں رکھ کر اس پر سوار ہو گئی ساتھ ہی اس نے رچرڈ کو بھی سوار ہو جانے کا اشارہ کیا۔

"کہاں جا رہی ہو انکوسازانہ؟" تامبوسا نے پوچھا۔

"دریا کے پانی پر سحر پھونکنے" اس نے جواب دیا "تاکہ پانی اتر جائے اور میں اسے کل عبور کر سکوں۔ ڈاربو! تم میرے ساتھ چلو۔ تامبوسا! تم بھی چلو لیکن اور کوئی میرے ساتھ نہ آئے کیونکہ میرا سحر ہر کسی کی نظر کے لئے نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے چوری چھپے بھی میرے سحر کو دیکھنے کی کوشش کی تو وہ اندھا ہو جائے گا۔"

لیکن افسر جہاں تھے وہیں کھڑے رہے۔

"جاؤ تم لوگ" ریچل نے کڑک کر کہا "مبادا تم پہ کوئی مصیبت آ جائے۔"

چنانچہ افسر خوفزدہ ہو کر لوٹ گئے اور ریچل تو گیلا کی طرف بڑھی۔ رچرڈ اس کے ساتھ تھا جو گھوڑے پر سوار تھا اور تامبوسا اس کے ساتھ تھا جو پیدل تھا تھوڑی دیر بعد ہی وہ اس جگہ پہنچ چکے تھے جہاں سے اس نے اس وقت دریا عبور کیا تھا جب وہ زولو لینڈ میں داخل ہوئی تھی۔ حالانکہ پانی دونوں کناروں سے لگ کر بہہ رہا تھا لیکن ریچل نے دیکھا کہ اسے گھوڑے پر سوار ہو کر عبور کیا جا سکتا تھا اس نے رچرڈ کو اپنے قریب بلا کر کہا:۔

"رچرڈ! ہمیں اسی وقت دریا عبور کرنا ہے کیونکہ سوائے تامبوسا کے ہمیں کوئی

روکنے والا نہیں ہے۔ تامبوسا پر حملہ نہ کرنا کیونکہ یہ مجھ پر بہت زیادہ مہربان رہا ہے ہاں اگر وہ خود تم پر اپنے بھالے سے حملہ کر دے تو پھر اپنے بچاؤ کے لئے تشدد آزمانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

اور پھر اس نے تامبوسا کو مخاطب کر کے کہا:۔

"تامبوسا! میں نے پانی سے کہہ دیا ہے۔ وہ مجھے نہ تو غرق کرے گا اور نہ ہی بہالے جائے گا چنانچہ اب وقت آ گیا ہے کہ میں اپنے لوگوں سے عارضی طور پر رخصت ہو جاؤں اور اپنے خادم داریو کے ساتھ اس پار پہنچ جاؤں۔ سنو! یہ ہیں میرے احکامات۔ کوئی میرے پیچھے آنے کی جرأت نہ کرے سوائے تمہارے۔ جب پانی اتر جائے تو تامبوسا تم میرے سفید بیل اور میرے ساز و سامان کو لے کر آ سکتے ہو۔ بیل اور سامان تم میرے پاس رماہ میں لے آنا سنا تم نے تامبوسا؟"۔

"سنا انکوسازانہ" تامبوسا نے جواب دیا "اور تمہارے ان الفاظ نے میرے دل کے ٹکڑے اڑا دیئے ہیں۔"

"اس کے باوجود تم میرے احکامات کی تعمیل کرو گے تامبوسا۔"

"ہاں انکوسازانہ کیونکہ جانتا ہوں اگر میں نے اس میں کوتاہی کی تو میرا انجام کیا ہو گا اور پھر یہ بادشاہ کا بھی حکم ہے کہ کوئی تمہارے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ کرے۔ بہر حال میں جانتا ہوں کہ ایک نہ ایک دن تم اپنے لوگوں میں، یعنی ہم میں، واپس آ جاؤ گی۔ پھر کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ تم کل تک ہمارے ساتھ ہی ٹھہر جاؤ تاکہ دریا کا پانی اس وقت اتر جائے؟"

"تامبوسا! رہچل نے آگے کی طرف جھک کر اور تامبوسا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا "ابولوسی صرف چند گھنٹوں پہلے یہ دریا عبور کر کے دوسری

طرف کیوں گیا ہے اور وہ بھی سپاہیوں کے ساتھ؟ وہی ابوبوسی جو شروع جاند میں کرال سے فرار ہوا تھا؟ وہ دیکھو۔ وہ رہے اس کے اور اس کے ساتھیوں کے قدموں کے نشانات۔"

"میں نہیں جانتا انکوسازانہ" تامبوسا نے نظریں جھکا کر جواب دیا، "کل میں سفید بیل لے کر رماہ میں آؤں گا اور اکیلا ہی آؤں گا۔"

"ٹھیک ہے تامبوسا۔ لیکن اگر میں وہاں نہ ملوں تو پھر پوچھنا کسی سے کہ ابوبوسی کہاں ہے اور اگر ضرورت ہو تو فوج لے کر مجھے تلاش کرنا۔ مجھے اور سفید فام سردار دار یوکو۔"

اور اس نے پھر جھک کر تامبوسا کی طرف دیکھا۔

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھ سکا انکوسازانہ" تامبوسا نے جواب دیا "لیکن اگر میں نے تمہیں رماہ میں نہ پایا تو میں تمہیں تلاش کروں گا اور اگر ضرورت ہوئی تو زولولینڈ کا ایک ایک سپاہی میرے ساتھ ہوگا۔"

"اچھا تو پھر الوداع تامبوسا۔ میری طرف سے ان سپاہیوں کو بھی الوداع کہہ دینا جو میرے ساتھ آئے ہیں۔ افسروں سے کہہ دینا کہ یہ میرا حکم ہے اور یہی میں چاہتی بھی ہوں کہ وہ لوگ کل شاہی کرال کی طرف لوٹ جائیں اور ڈنگان تک میرا اور داریو کا سلام پہنچا دیں۔ تم کل رماہ میں مجھے تلاش کرنے آجانا۔"

اور اس نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ رچرڈ اس کے پیچھے تھا۔ وہ دونوں لب دریا جا کھڑے ہوئے۔ تامبوسا نے اپنا بھالا بلند کر کے ریچل کو شاہی سلام کیا۔

ہر چند کہ پانی گدلا اور کف آلود تھا اور بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا تاہم

اسے عبور کرنا مشکل نہ تھا اس کے باوجود بیچ منجدھار میں گھوڑوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ تیرنے لگے اور آخر کار بدقت تمام اپنے سواروں کے ساتھ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔

"آزاد ——— اب ہم آزاد ہیں ریچل اور زندگی اور اس کی مسرتیں ہمارے سامنے ہیں" دوسرے کنارے پر پہنچتے ہی رچرڈ نے خوشی سے چیخ کر کہا لیکن جب اس کی نظر ریچل پر پڑی تو اس کی ساری خوشی کافور ہو گئی کیونکہ ریچل کے چہرے کا رنگ سفید ہو گیا تھا اور اس سے انتہائی خوف اور تکلیف کے آثار عیاں تھے اور اس نے آگے کی طرف جھک کر زین کا اٹھا ہوا اگلا حصہ یوں پکڑ رکھا تھا جیسے وہ بیہوش ہونے والی ہو۔

"کیا بات ہے ریچل؟" رچرڈ نے گھبرا کر پوچھا "چڑھے ہوئے دریا کا خوف اب تم پر غالب آگیا ہے یا تم بیمار ہو؟"۔

چند لمحوں تک اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر وہ سیدھی ہو بیٹھی اور ایک طویل ٹھنڈا سانس لینے کے بعد کہا:۔

"رچرڈ! میں زولوؤں میں اتنے دنوں تک رہی ہوں اور اتنے دنوں تک ایک دیوی کا کردار ادا کرتی رہی ہوں کہ اب میں اپنے آپ کو دیوی ہی سمجھنے لگی ہوں یا کم سے کم زولو وچ ڈاکٹروں کے جادو کا کچھ حصہ مجھے بھی مل گیا ہے"۔

"میں سمجھا نہیں ریچل"۔

"پانی کے شور میں' میں نے دوسری آوازیں بھی سنی ہیں"۔

"دوسری آوازیں! کیسی آوازیں؟ کس کی آوازیں؟"

"میرے والدین کی آوازیں جو مجھے پکار رہی تھیں اور تمہارے متعلق کچھ کہہ

رہی تھیں۔ رچرڈ! جیسے وہ دونوں خوفزدہ تھے اور بڑی تکلیف میں تھے۔ ایک منٹ تک میں ان کی آوازیں سنتی رہی اور پھر خوفناک سرد ہوا مجھے چھوتی ہوئی گزر گئی۔ یہ ہوا ـــــ نہیں رچرڈ ـــــ وہ ہوا تو سیدھی کہیں اوپر سے آئی تھی اور پھر ـــــ پھر کچھ نہ تھا۔ آوازیں خاموش تھیں اور میرے دماغ میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ میرا دماغ خالی تھا۔ مفلوج سا ہو گیا تھا چنانچہ مجھے یاد نہیں کہ ہم نے دریا کس طرح عبور کیا اور کب اس کنارے پر آ گئے۔ میں تو جیسے اس دنیا میں نہ تھی۔ ہنسو رچرڈ۔ یہ سچ ہے۔ کافرن کا خیال غلط نہیں ہے شاید قدرت کی طرف سے مجھے یہ خصوصیت عطا ہوئی ہے۔ تم بھولے نہ ہو گے کہ میں نے تالاب کے پانی میں تمہیں دیکھ لیا تھا۔"

"میں تم پر کیوں ہنسنے لگا ریچل" رچرڈ نے بڑی سنجیدگی سے کہا کیونکہ وہ خوف جسے ریچل محسوس کر رہی تھی، اس کے دل میں بھی اتر گیا تھا" میں جانتا ہوں کہ تم دنیا میں کسی بھی لڑکی سے مختلف ہو۔ لیکن ریچل! پچھلے دو مہینوں کی دماغی مشقتوں اور تنہائی نے تمہیں تھکا مارا ہے اور یہ اب اس کا ردعمل ہو رہا ہے تمہارا یہ خوف شاید بے بنیاد ہے۔"

"شاید۔ بلکہ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ رچرڈ! کیا بجا ہو گا اس وقت؟"

"سورج کے جھکاؤ سے پتہ چلتا ہے کہ پونے چھ بج رہے ہیں۔"

"تو پھر اندھیرا ہونے سے پہلے ہم کسی صورت روما نہ پہنچ پائیں گے۔"

"ہاں ریچل۔ لیکن بچارا چاند جو ہے۔"

"ہاں۔ بچارا چاند تو ہے ہی لیکن میں سوچتی ہوں کہ اپنی روشنی میں وہ ہمیں کیا دکھائے گا۔"

اور وہ آپ ہی آپ کانپ اٹھی۔

شام کا دھندلکا اتر چکا تھا کہ وہ اس میدان میں تھے جو رماہ تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ تمام راستے ریچل اور رچرڈ خاموش اور اپنے ہی خیالات میں اُلجھے رہے تھے۔ اور پھر اندھیرا اتر آیا اور ان دونوں نے اپنے رہواروں کی رفتار کم کر دی کیونکہ ابھی چاند طلوع نہ ہوا تھا۔ اور پھر ایک ٹیلے کی اوٹ سے چاند آہستہ آہستہ اُبھرا یہاں تک کہ پورے میدان میں دودھیا چاندنی بکھر گئی اور رچرڈ نے دیکھا کہ ریچل کا چہرہ مردے کی طرح زرد تھا۔

اور اب سامنے رماہ تھا۔ راستے میں کسی جاندار سے ملاقات نہ ہوئی تھی البتہ اینٹلوپوں کے اس ریوڑ کے جو پانی پینے کے لئے دریا کی طرف جا رہا تھا۔ انہوں نے کوئی آواز نہ سنی تھی سوائے ایک شیر کی گرج کی آواز کے جو کہیں دور دہاڑ رہا تھا رماہ ان کے سامنے تھا۔ چاندنی مستقر کی چھت، چھوٹے سے گرجا اور بستی کی جھونپڑیوں پر چمک رہی تھی لیکن وہاں موت کی سی خاموشی۔ مویشی ڈکرا نہ رہے تھے نہ ہی بچے رو رہے تھے اور نہ ہی شام کی عبادت کے لئے گرجا کا گھنٹہ بج رہا تھا۔ رماہ میں اندھیرا تھا۔ کسی جھونپڑی میں دیا نہ جل رہا تھا اور کسی جھونپڑی کے چولھے سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

"رچرڈ! رماہ والے کہاں گئے؟" ریچل نے سرگوشی میں کہا "بستی تو موجود ہے لیکن بستی والے کہاں ہیں؟"۔

لیکن رچرڈ کوئی جواب نہ دے سکا۔ وہ صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ ایک قسم کا شدید انجانا خوف اور سنسنی اس پر بھی مسلط ہو چکی تھی۔

اور اب وہ مستقر کی دیوار کے قریب پہنچ چکے تھے۔ وہ اپنے اپنے گھوڑے پر سے اتر کر شانہ بشانہ مستقر کے کھلے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے اور جب وہ دروازے کے قریب پہنچے ہیں تو کوئی چوپایا دالان سے نکل کر ان کی طرف آیا اور

غراتا ہوا ان کے قریب سے نکلا چلا گیا۔ یہ ایک لکڑ بگھا تھا۔ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے وہ دونوں مستقر کی عمارت کی طرف بھاگے۔ ریچل اپنے ساتھی کو سیدھا اپنے والدین کے کمرے کی طرف لئے جا رہی تھی جس کی کھڑکیاں دروازے کی طرح چوپٹ کھلی ہوئی تھیں۔ ایک لمحے بعد وہ اس کمرے میں تھے۔

اور دوسرے ہی لمحے چاندنی انھیں سب کچھ دکھا چکی تھی۔

کئی منٹوں تک —— جو رچرڈ کو کئی گھنٹے معلوم ہوئے —— ریچل خاموش اور بے حرکت کھڑی اپنے والدین کی لاشوں کی طرف دیکھتی رہی۔ یہ رچرڈ تھا جس نے اس بھیانک خاموشی کو توڑا کیونکہ یہ خاموشی اس کے اعصاب پر سوار ہونے لگی تھی اور اسے احساس ہو چلا تھا کہ اگر مزید چند منٹوں تک یہی خاموشی طاری رہی تو اس کا دم گھٹ جائے گا یا وہ بیہوش ہو جائے گا۔

"زولوؤں نے مار ڈالا انھیں" رچرڈ نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا اور فرش پر مردہ پڑے ہوئے زولو کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں"، ریچل نے غیر جذباتی آواز میں جواب دیا "اشمیل"۔

اور اس نے اس چیز کی طرف اشارہ کیا جو رچرڈ کے پیروں کے قریب پڑی ہوئی تھی۔

رچرڈ نے جھک کر وہ چیز اٹھالی۔ یہ ہاتھی کی دُم کا بنا ہوا مورچھل تھا جس کا دستہ گینڈے کے سینگ کا تھا۔ مرتے ہوئے زولو کا بھالا جب اشمیل کے گال پر چرکا لگا گیا تھا تو یہ مورچھل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔

"میں اس مورچھل کو جانتی ہوں" ریچل نے کہا، "اشمیل ہمیشہ اسے اپنے ہاتھ میں لئے رہتا تھا۔ اصلی خونی اشمیل ہے۔ زولو کبھی اس کی جرأت نہ کرتے"۔

اور اس کی آواز بھرّا گئی۔

"ٹھہرو ـــــ سوچنے دو مجھے" رچرڈ نے کہا "کوئی بات تھی میرے ذہن میں کیا تھی وہ؟ ہاں ۔ ریچل! اگر تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے تو پھر اس شیطان نے یہ کام بے مقصد نہیں کیا ہے ۔ میرے خیال میں وہ کہیں قریب ہی ہے اور تمہیں اٹھا لے جانا چاہتا ہے ۔"

اور رچرڈ دانت پیسنے لگا ۔ پھر بولا :۔

" ریچل! ہمیں یہاں سے فوراً چلا جانا چاہئے " ـــــ

" کہاں " ریچل نے پوچھا ۔

" ڈربن ـــــ اسی وقت "

" لیکن میرے والدین کی تجہیز و تکفین کون کرے گا؟ ۔"

" یہ میں نہیں جانتا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کی کوئی ضرورت بھی نہیں ۔ یہ لوگ تو خدا کی رحمت کو پہنچ گئے چنانچہ اب ہمیں جانوں کی فکر کرنا چاہئے ۔ بعد میں ' میں واپس آکر ـــــ میں ـــــ یہ ـــــ ان دونوں کو دفن کر دوں گا ۔"

" ٹھیک ہے رچرڈ " ریچل نے کہا ۔

اور پھر وہ لاشوں کے قریب گھٹنوں کے بل جھک گئی اور دیر تک دعا میں مصروف رہی ۔ پھر وہ اٹھی اور اس نے پہلے اپنے والد کا اور پھر اپنی والدہ کا سرد ماتھا چوم لیا اور جانے کے لئے پلٹی ۔ اور ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھی تھی کہ اس کی نظر اس بھالے پر پڑی جو زولو کی لاش کے قریب ہی پڑا ہوا تھا ۔ اس نے جھک کر بھالا اٹھا لیا اور دالان میں آگئی اور وہاں پہنچتے ہی اس کی قوت جواب دے گئی ۔ پہلے وہ لڑکھڑا کر دیوار سے ٹکرائی اور پھر رچرڈ کی بانہوں میں آگری ۔

" رچرڈ! اب سوائے تمہارے میرا کوئی نہیں رہ گیا ہے ۔ کوئی نہیں ۔ اگر تمہیں

بھی مجھ سے چھین لیا گیا تو میں کیا کروں گی ؟۔"

اور دوسرے ہی لمحے اسے احساس ہوا کہ پورا دالان کافروں سے بھر رہا تھا جیسے وہ زمین میں سے نکل آئے ہوں پھر ایک آواز نے کافروں کی بولی میں کہا:

"اس سفید فام کو پکڑ کر باندھ لو فوراً"۔

اور اس سے پہلے کہ رچرڈ کچھ سمجھ سکتا، اس سے پہلے کہ وہ آنے والوں کی کی طرف گھوم سکتا، بہت سے مضبوط ہاتھوں نے اسے پکڑ کر ریچل سے علیحدہ کر دیا۔ اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی جدو جہد کی تو اسے فرش پر پچھاڑ دیا گیا۔ ریچل تیزی سے پیچھے ہٹی اور دیوار سے ٹیک لگا کر اور بھالا بلند کر کے کھڑی ہو گئی۔ دفعتہً اسے خیال آیا کہ یہ لوگ زولو تھے اور زولوؤں سے وہ ڈرتی نہ تھی۔

"کون کتے ہیں یہ؟" اس نے چیخ کر کہا" جو انکوسازانہ اور اس کے خادم پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں ؟۔"

کافر آپس میں کانا پھوسیاں کرنے لگے اور پھر وہ کائی کی طرح پھٹ گئے اور ایک شخص دالان کی سیڑھیاں چڑھتا ہوا دالان میں سے گذرتا اوپر آ گیا چاندنی اس کے چہرے پر پڑی اور ریچل نے اسے پہچان لیا۔ یہ اشمیل تھا۔

"ریچل!" اس نے اپنے سر سے ہیٹ اتار کر بڑے اخلاق سے کہا۔" یہ میرے آدمی ہیں۔ ہم نے دیکھا کہ یہ بدمعاش" اور اس نے رچرڈ کی طرف اشارہ کیا" تم پر دست درازی کر رہا تھا چنانچہ ہم نے اسے گرفتار کر لیا۔ یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا ہو گا کہ یہاں ایک بڑا ہی غمناک واقعہ ہو گیا ہے۔ آج سہ پہر کے وقت زولو یہاں گھس آئے اور انھوں نے تمہارے والدین کو قتل کر دیا بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ تمہارے والد کو قتل کر دیا کیونکہ تمہاری والدہ اس صدمے سے ...

تاب نہ لاکر فوراً ہی انتقال کر گئیں۔ ان لوگوں نے زولو لینڈ تک جانے سے انکار کر دیا اور یہ ڈنگان کا حکم تھا کہ انھیں زولو لینڈ میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ یہی سبب ہے اس المناک حادثے کا۔ مجھے معلوم ہوا کہ تم اسی طرف آ رہی ہو۔ چنانچہ میں تمہاری مدد کو دوڑ آیا کہ کہیں تم بھی ان وحشیوں کے ہاتھ میں نہ پڑ جاؤ۔ اور بعد کے واقعات سے تو تم واقف ہی ہو۔"

اشمیل نے یہ باتیں انگریزی زبان میں کہی تھیں۔ لیکن ریچل نے اس کا جواب زولو زبان میں دیا۔ اس نے کہا اور بلند آواز میں کہا:-

"راتوں کو رینگنے والے! میں تمام واقعات سے واقف ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ میرے والدین کو تمہارے حکم سے قتل کیا گیا ہے اور تمہاری موجودگی میں ان کی جان لی گئی ہے۔ یہ ان دونوں کی روح نے مجھے بتایا ہے۔ اشمیل ابوبوسی اور راتوں کے رینگنے والے چور! تمہارا یہ جرم سخت ہے اور میں تمہیں موت کی سزا دیتی ہوں" اور اس نے اپنے بھالے سے اشمیل کی طرف اشارہ کیا۔ "اے آسمانو! گواہ ہو، اے زمین گواہ رہ کہ اس شخص کو میں نے موت کی سزا سنائی ہے اے قبیلۂ زولو کے لوگو! تم بہت دور اور اپنے کرالوں میں ہو لیکن میری آواز سنو۔ اپنے شاہی کرال کے اپنے بڑے جھونپڑے میں بیٹھے ہوئے ڈنگان سنو! یہ میری آواز ہے، یہ انکوسازانہ زولا کی آواز ہے۔ سنو اے افسرو اور سنو اے مشیرو۔ میں اس شخص کو موت کی سزا سناتی ہوں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے تمہارے اور میرے درمیان خون آ گیا ہے۔ ہاں — میری ماں اور میرے باپ کا خون اب اے ابوبوسی! مرنے سے پہلے جو کچھ کر سکتے ہو کر لو۔ اور اے ابوبوسی کے لوگو! تم بھی سن لو کہ اگر مجھے اور اس سفید فام سردار دیو کو ذرا بھی گزند پہنچایا گیا تو پھر تم لوگ بھی مارے جاؤ گے۔ ہاں۔ تم میں کا ایک شخص بھی زندہ نہ رہے گا۔ بتاؤ راتوں

کور نگینے والے! اب کیا چاہتے ہو تم؟"

"یہ تو میں وہاں مافوتی میں چل کر بتاؤں گا" اشمبیل نے بہادر بننے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ "زولو وحشیوں کی طرح میں تم سے نہیں ڈرتا اور ڈنگان یہاں سے بہت دور ہے۔ اب بتاؤ کہ تم سیدھے سبھاؤ میرے ساتھ چلتی ہو یا نہیں؟ میرے خیال میں چلی چلو گی کیونکہ میں زبردستی کرنا اور تمہیں شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔ تمہیں ہر حال میرے ساتھ چلنا ہے اور اس شخص داریو کو بھی۔ اگر تم نے ذرا بھی گڑبڑ مچائی تو پھر میں اس سفید فام کو فوراً قتل کروا دوں گا۔ ہو سکتا ہے کہ میرے ساتھی تم سے ڈرتے ہوں لیکن وہ داریو کو ذبح کرتے ذرا نہ ہچکچائیں گے۔"

"ریچل! تم میری فکر نہ کرو" رچرڈ کی گھٹی ہوئی آواز سنائی دی کیونکہ بہت سے کافروں نے اسے فرش پر دبا رکھا تھا۔ "تم جیسا مناسب سمجھو ویسا ہی کرو۔"

ریچل کے حواس بجا تھے اور اس نے کافروں کے چہروں کی طرف دیکھا تو ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی ان کی دلی کیفیت معلوم کر لی۔ اسے یہ سمجھتے دیر نہ لگی کہ اس کا خوف ان کافروں کے د[illegible]انہ! جب تم[illegible]تھا چنانچہ اگر اس نے حکم دیا تو یہ لوگ اسے آزاد کر دیں گے پھر[illegible]تھا اشمبیل کچھ ہی کیوں نہ کہے وہ اس کی ایک نہ سنیں گے۔ لیکن اشمبیل نے یہ غلط نہ کہا تھا کہ وہ رچرڈ کو ذبح کرتے ذرا نہ ہچکچائیں گے اور غالباً یہ بات بھی ان کے دلوں میں بیٹھ گئی ہو کہ رچرڈ واقعی اس پر، ریچل پر دست درازی کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ ر[illegible] ہوتی بھی تو اس کی قیمت اسے رچرڈ کی جان کی صورت میں ادا کرنی ہوگی۔ لیکن فوراً ہی اس نے ایک آخری اور بڑا ہی جرأت مندانہ فیصلہ کر لیا جیسی

کہ اس کی عادت تھی۔ دفعتاً اسے احساس ہوا کہ اس نے اشمیل کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہ تھا۔ اس کے دن گنے جا چکے تھے اور اس کی موت دور نہ تھی اور یہ کہ اشمیل اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور پھر یہ رچرڈ کی زندگی اور موت کا سوال تھا اس لئے کہ وہ اشمیل کے ساتھ جائے گی۔

"اے ابو بوسی کے لوگو" اس نے کہا" سفید فام سردار دیو کو اٹھا کر کھڑا کر دو اور جو کچھ میں کہتی ہوں سنو۔"

کافروں نے ریچل کے اس حکم کی فوراً تعمیل کی حتیٰ کہ انھوں نے اشمیل کے حکم کا انتظار بھی نہ کیا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اب تک رچرڈ کو پکڑے ہوئے تھے۔

"سنو! میں تمہارے ساتھ تمہارے کرال ما فوتی کی طرف چلتی ہوں۔ اس لئے نہیں کہ میں تم سے یا تمہارے سردار سے ڈرتی ہوں بلکہ اس لئے کہ وہ عذاب جو نازل ہونے والا ہے نازل ہو جائے اور وہ موت جو آنے والی ہے آجائے۔ مجھے تو خیر تم کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے اسے" اور ... اشارہ کیا" بھی کوئی نقصان پہنچایا تو میرا نام لیوا زدلو ... کر دیں گے اور پھر تم بھی اپنے سردار ابو بوسی کے پاس روحوں کی دنیا ... پہنچ جاؤ گے۔ بس۔ اب چلو ما فوتی کی طرف۔"

چنانچہ اکثر کافر اشمیل کے ساتھ باغ میں آگئے اور رچرڈ کو بھی گھسیٹ لائے ... چند کافر ریچل کے پاس کھڑے رہ گئے اور پھر یکایک باغ میں سے جھگڑے نے آوازیں بلند ہوئیں۔ ریچل اتنی دور تھی کہ وہ الفاظ تو نہ سمجھ سکی البتہ شور وغل کی نوعیت سے اس نے یہ ضرور سمجھ لیا کہ اشمیل کوئی حکم دے رہا تھا اور کافر اس کا ... کرنے سے انکار کر رہے تھے اور اشمیل غصے سے بے قابو ہو کر گالیاں

بک رہا تھا۔ فوراً بندوق کا دھماکا اور ساتھ ہی کراہیں سنائی دیں۔ چند ثانیوں بعد ہی ایک کافر بھاگتا ہوا آیا اور ان لوگوں سے، جو ریچل کو گھیرے ہوئے تھے، بے حد نیچی آواز میں کچھ کہنے لگا۔ یہ شخص وہی چودھری تھا جس کے اشمیل نے ٹیلے پر کی جھاڑیوں میں ایک تھپڑ رسید کر دیا تھا اور جس نے کہا تھا کہ اشمیل کی جھونپڑی پر ایک کتا چڑھ کر رو رہا تھا۔ یہ چودھری بے حد گھبرایا اور خوفزدہ تھا۔

ریچل دیوار کا سہارا لئے کھڑی تھی، اس کی آنکھیں خوف سے پھٹ گئی تھیں اور زبان گنگ تھی کیونکہ اس کا خیال تھا کہ یہ گولی رچرڈ پر چلائی گئی تھی اور یہ کہ اب وہ اس دنیا میں نہ رہا تھا۔

"گھبراؤ نہیں انکوسازانہ" چودھری نے کہا "ابو بوسی نے ہمارے ایک ساتھی کا خون کر دیا ہے کیونکہ یہ پورا معاملہ ہمیں پسند نہیں۔ سردار داریو محفوظ ہے اور ہم قسم کھاتے ہیں کہ محفوظ رہے گا۔ ہم داریو کی خبرگیری اور اپنی جانوں کی پروا نہ کرتے ہوئے اس کی حفاظت کریں گے اور اگر ہم اسے قیدی بنا کر لئے جا رہے ہیں تو ہم مجبور ہیں کیونکہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ابو بوسی ہم سب کو قتل کر دے گا۔ چنانچہ انکوسازانہ! جب تمہارا عذاب مافوق پر نازل ہو تو ہم لوگوں پر رحم کرنا۔"

اس سے پہلے کہ ریچل کوئی جواب دیتی باہر سے اشمیل کی آواز سنائی دی۔

"یوتوفوا انکوسازانہ کو لے آؤ جلدی کیونکہ گھوڑے تیار ہیں۔"

"اب چلو زولا" چودھری نے بڑی عاجزی سے کہا "ورنہ سردار دوسرے لوگوں کو بھی گولی مار دے گا۔"

چنانچہ ریچل رماہ کے مستقر اور اپنے والدین کی لاشوں کو پیچھے چھوڑ کر

باہر آ گئی۔ باغ کے دروازے کے پاس گھوڑے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک گھوڑے پر، جو رچرڈ کا تھا، رچرڈ کو سوار کرا دیا گیا۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور اس کے پیر بھی گھوڑے کے پیٹ کے نیچے مضبوطی سے باندھ دئے گئے تھے۔ ریچل جب اس کے قریب سے گذر رہی تھی تو اس نے بے حد نیچی آواز میں کہا:۔

"میں مجبور ہو گیا ہوں ریچل اور تمہیں بچا نہیں سکتا۔ لیکن فکر نہ کرو کبھی ہمارا بھی وقت آئے گا۔"

"ہاں رچرڈ" ریچل نے بڑے سکون سے جواب دیا "جب اشمیل کا وقت گذر جائے گا تو پھر ہمارا ہی وقت آئے گا۔"

اور اس نے اپنے بھالے سے اشمیل کی طرف اشارہ کیا جو دور کھڑا ان دونوں کو گھور رہا تھا۔ اور پھر وہ اپنی گھوڑی پر سوار ہو گئی۔ کس طرح؟ یہ خود اسے یاد نہ تھا۔

اور اب رچرڈ اور اس کے درمیان جدائی ہو چکی تھی۔

اس کے بعد اسے صرف یہ یاد رہا کہ اشمیل مسلسل بول رہا تھا۔ خدا جانے کیا کیا درخواستیں کر رہا تھا، کیسے کیسے دلائل دے رہا تھا اور اپنی صفائی میں کیا کچھ کہہ رہا تھا لیکن وہ خاموش تھی۔ وہ کوئی جواب نہ دے رہی تھی۔ اس کا دماغ بالکل خالی تھا۔ وہ تو صرف اتنا جانتی تھی کہ وہ گھوڑی پر سوار سفر کر رہی تھی اور بعد میں بھی اسے صرف یہی یاد رہا کہ وہ کئی گھنٹوں تک مسلسل سفر کرتی رہی اس کا تھکا ہوا رہوار ایک تنگ درّے میں سے گذرا اور لڑکھڑاتا ہوا دوسری طرف اتر گیا اور پھر اس نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں اور سامنے روشنی دیکھی۔ گھوڑی چلتے چلتے رک گئی اور وہ خود اس کی پیٹھ پر سے اتر آئی اور

چونکہ وہ اس قدر تھکی ہوئی تھی کہ چل نہ سکتی تھی اس لئے اسے سہارا دے کر یا شاید اٹھا کر ایک جھونپڑی میں پہنچا دیا گیا۔ اسے سہارا دینے والی شاید عورتیں تھیں جو اسے چھوتے بھی ڈرتی تھیں۔

اس کے بعد کیا ہوا یہ اسے یاد نہ تھا کیونکہ اس پر غشی طاری ہو چکی تھی۔

ریچل کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک وسیع عریض اور کافر طرز کی جھونپڑی میں ایک بستر پر پڑا پایا۔ جھونپڑی کسی یورپی کمرے کی طرح سجی ہوئی تھی۔ جھونپڑی میں کرسیاں تھیں اور میز بھی اور کھڑکی کے کواڑوں میں کانچ کی جگہ نرسلوں کی چٹائیاں لگی ہوئیں تھیں۔ چھت میں دھواں نکلنے کے لئے ایک بڑا سا سوراخ بنا ہوا تھا جسے آپ دودکش کہہ سکتے ہیں۔ اس سوراخ میں سے سورج کی تیز شعاعیں سیدھی سیدھی نیچے اتر آئی تھیں چنانچہ ریچل نے اندازہ لگایا کہ یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا۔

ریچل اپنے دماغ پر زور دے کر سوچنے لگی یہاں تک پچھلے تمام واقعات رفتہ رفتہ اس کے دماغ میں تازہ ہو گئے اور وہ خوف وغم سے نیم جاں سی ہو گئی اس کے قریب ہی موت کا سامان پڑا ہوا تھا۔ وہ بھالا جو اس نے مستقر میں زولو سپاہی کی لاش کے قریب سے اٹھایا تھا۔ اس نے بھالا اٹھا کر اس کی نوک پر انگوٹھا پھیرا اور پھر اسے رکھ دیا۔ مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں سکون اور امید کی ایک ننھی سی کرن رینگ آئی۔ اسے یقین تھا کہ رچرڈ زندہ تھا، اور اگر وہ مر گئی، اگر اس نے خودکشی کر لی تو رچرڈ بھی زندہ نہ رہے گا چنانچہ جب تک وہ زندہ ہے وہ خود بھی زندہ رہے گی۔ اس کے علاوہ خودکشی گناہ ہے اور —— اس نے سوچا —— وہ اسی وقت خودکشی کرے گی

جب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوگا، جب اس کی عزّت و آبرو کا سوال ہوگا اور اس صورت میں خدا اس کے اس گناہ کو نظرانداز کر دے گا۔

ان خیالات کو جھٹک کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ میز پر کھانا لگا ہوا تھا اس کی بھوک مر گئی تھی تاہم قوت برقرار رکھنے کے لئے اس نے لقمے حلق سے نیچے اتار لئے۔ جھونپڑی کے ایک کونے میں بڑے بڑے مٹّی کے پیالوں میں پانی رکھا ہوا تھا، کنگھی اور آئینہ بھی تھا۔ چنانچہ اس نے منھ ہاتھ دھوئے اور اپنے الجھے ہوئے بالوں میں کنگھی کی۔ یہ چیزیں اسی کے استعمال کے لئے وہاں رکھی گئی تھیں۔

اس طرف سے فرصت پا کر وہ دروازے کے قریب پہنچی۔ عام کا فرطرز کے برخلاف یہاں کواڑ لگے ہوئے تھے جو بند نہ تھے۔ چنانچہ اس نے جھانک کر باہر دیکھا۔ سامنے ہموار صحن تھا جس کی زمین دمکوڑے کی مٹی بچھا کر سخت کر دی گئی تھی۔ صحن کے سرے پر ایک بلند دیوار تھی جو پتھر کی تھی اور اس دیوار میں ایک دوسرا اور مضبوط دروازہ تھا۔ صحن کے عین بیچ میں کسی قسم کا سائے دار درخت اُگ رہا تھا جس کی چھاؤں میں ایک بنچ رکھا ہوا تھا۔ اپنے ہاتھ میں بھالا لئے وہ اس دروازے کے قریب پہنچی جو دیوار میں تھا دروازہ باہر سے بند تھا چنانچہ وہ واپس آئی اور درخت کی چھاؤں میں رکھے ہوئے بنچ پر بیٹھ گئی۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ چہار دیواری کے باہر سے رچیلی کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھی جا رہی تھی کیونکہ بنچ پر بیٹھے اسے چند سکنڈ بھی نہ گذرے تھے کہ دروازے پر کی روک ہٹانے کی آواز آئی، دروازہ کھلا اور اشمیل نے صحن میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ اس نے اشمیل کی طرف دیکھا اور اس کے دل میں غم و غصّہ

کالاوا اُبلنے لگا۔ وہ اس خفیہ مقام میں اپنے والدین کے قاتل کے ساتھ اکیلی تھی جو بہر طور اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تاہم یہ عجیب بات ہے کہ وہ ذرا بھی خوفزدہ نہ تھی البتہ اسے غصّہ آرہا تھا اور اس کی نفرت بڑھتی جارہی تھی۔ وہ بڑے یقین سے اور اپنے ہونٹوں پر فتحمندانہ مسکراہٹ لئے ریچل کی طرف بڑھا تو وہ نہ گھبرائی اور نہ ہی اس نے بھاگنے کی کوشش کی بلکہ وہ سینہ تانے اور گردن اکڑائے یوں بیٹھی رہی جیسے وہ شاہی کرال میں مقدموں کا فیصلہ کرتے وقت بیٹھا کرتی تھی۔

اشمیل اس کے سامنے آکھڑا ہوا اور اپنے سر سے ہیٹ اتار کر اس کے سامنے جھک گیا۔ لیکن ریچل نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش بیٹھی اسے گھورتی رہی۔

"امید ہے رات بڑے آرام سے گزری ہوگی کیونکہ میں اس وقت تمہیں تازہ دم اور بشاش دیکھ رہا ہوں" اشمیل نے کہنا شروع کیا "مجھے تو یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ گذشتہ کل کے طویل سفر نے کہیں تمہیں بیمار نہ ڈال دیا ہو۔ راہ میں جو کچھ ہوا اور تم نے جو کچھ دیکھا اس سے تمہارے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہوگا۔ میں یہ بتانے آیا ہوں کہ اس معاملے سے میرا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ یہ کام ان لعنتی زولوؤں کا ہے جو حکم کی تعمیل کے اندھے پن میں حد سے تجاوز کر گئے تھے۔"

چنانچہ وہ ہکلا ہکلا کر، رک رک کر اپنی صفائی پیش کرنے لگا لیکن اسے کوئی جواب نہ ملا۔ آخر کار وہ اُلجھ کر اور تھک کر خاموش ہوگیا۔ اور اب ریچل نے بھالا اٹھا کر اور اس کے پھل کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر دفعتہً پوچھا:

"اس بھالے پر کس کا خون ہے — تمہارا؟"

"شاید چند قطرے میرے بھی خون کے ہیں" اشمیل نے جواب دیا "جب

تمہارے والد نے اس کافر کو گولی ماردی تو وہ بیوتوف اپنا بھالا گھمانے لگا۔ اتفاقاً میرے گال پر ہلکی سی خراش آگئی۔"

اور اس نے اپنے گال کی طرف اشارہ کیا۔

ریچل جھک کر بھالے کے پھل کو بیچ کی ٹانگ سے یوں رگڑنے لگی جیسے وہ اس پر سے خون کا داغ مٹانا چاہتی ہو۔ اشمیل نہ جانتا تھا کہ ریچل کے اس عمل کا مطلب کیا تھا تاہم وہ خوفزدہ ہوگیا۔

"یہ کیا کررہی ہو تم؟" اس نے پوچھا۔

"میں نہیں چاہتی کہ تمہارا ناپاک خون میرے خون کو بھی گندہ کردے" ریچل نے جواب دیا اور بدستور بھالے کے پھل کو رگڑتی رہی۔

اشمیل چند ثانیوں تک خاموش کھڑا رہا پھر بولا:۔

"لعنت ہے — میں سمجھا نہیں — کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"یہ زولوؤں سے پوچھو" ریچل نے جواب دیا" وہ مجھے اور میری باتوں کو سمجھتے ہیں چنانچہ وہی بتائیں گے تمہیں یا اگر اس وقت نہ ہو تو پھر بعد میں میرے والدین سے پوچھ لینا"۔

اشمیل کا رنگ زرد ہوگیا اور وہ نامعلوم طور پر کانپ بھی گیا لیکن پھر فوراً ہی سنبھل کر بولا:۔

"وچ ڈاکٹروں کی یہ بکواس کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھو۔ میرے پاس فضول باتوں کے لئے وقت نہیں ہے تمہارے والدین کی موت سے مجھے کوئی واسطہ نہیں ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ انھیں بچانے ہی کی کوشش میں مجھے یہ زخم آگیا تھا —"

"اگر ایسا ہی تھا تو پھر وہ تمھیں اپنی بے نور آنکھوں سے کیوں گھور رہے

تھے ؟ ہاں ۔ مرنے کے بعد بھی وہ کیوں دیکھ رہے تھے تمہاری طرف ؟"۔ ریچل نے بڑے سکون سے پوچھا" اور دیکھو وہ اب بھی دیکھ رہے ہیں نہ "

اشمیل نمایاں طور پر چونکا اور فوراً ہی اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔

" تم مجھے اس طرح خوفزدہ نہیں کر سکتیں " وہ بولا " میں بیوقوف اور توہم پرست کافر نہیں ہوں چنانچہ اپنی یہ شعبدہ بازیاں تم اپنے پاس ہی رکھو۔ ریچل! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ جب سے تمہیں دیکھا ہے اسی وقت سے تمہاری محبت میں گرفتار ہوں حالانکہ تمہارا سلوک میرے ساتھ بڑا ہی سخت رہا ہے لیکن میری محبت میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ وہ کچھ اور ہی بڑھ گئی ہے۔ بتاؤ! اب تم مجھ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہو یا نہیں ؟۔"

" میں گذشتہ رات بتا ہی چکی ہوں کہ چند دنوں بعد تم مر جاؤ گے۔ چنانچہ شادی وغیرہ کے سلسلے میں باتیں کر کے اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ مٹی میں ملنے سے پہلے مٹی پر بیٹھ کر توبہ کر لو شاید عاقبت سدھر جائے "۔

" بہت اچھا ریچل ۔ میں تسلیم کئے لیتا ہوں کہ تم ایک عمدہ پیشین گو ہو اور .... "

" اور نوئی بھی ایک عمدہ پیشین گو ہے" ریچل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا " تم نے اس کے ماں باپ کو بھی قتل کروانے کے لئے زولوؤں کو آلہ کار بنایا تھا۔ ٹھیک ہے نا ؟ تمہیں یاد ہے کہ مجھے زولو لینڈ میں بلوانے کے لئے جب نوئی کا اغوا کیا گیا تھا یا تم نے اس کا اغوا کروایا تھا اور اس وقت نوئی نے اپنے والدین کا ایک پیغام تمہیں سنایا تھا ؟ یاد ہے تمہیں وہ پیغام ؟ "

" میں اس کی شیطنت کو بھول سکتا ہوں کبھی ؟ اشمیل نے ابرو پر بل ڈال کر کہا " اگر تم جرطیل ہو تو پھر وہ خبیث روح تھی جو تمہارے کانوں میں

منتر پھونک دیتی تھی۔ اگر وہ نہ چلی گئی ہوتی تو میں تمہیں کبھی نہ پکڑ سکتا۔"

"لیکن وہ واپس آجائے گی حالانکہ....."

"حالانکہ کیا؟"

"حالانکہ میں سمجھتی ہوں کہ وہ تمہیں الوداع کہتے وقت پر نہ آسکے گی۔" یعنی بعد میں آئے گی"۔

"تم نے کہا ہے کہ میں جلد ہی مرجاؤں گا" اشمیل نے نوئی کے متعلق بحث سُنی ان سُنی کرتے ہوئے کہا۔

"بہت اچھا یونہی سہی۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ حالانکہ مجھے تمہاری اس پیشین گوئی کا یقین نہیں ہے تاہم اس وقت یقین کئے لیتا ہوں۔ اب مجھے اپنی مختصر سی زندگی میں ہر آرزو پوری کرنی ہے چنانچہ جیسا کہ تم نے کہا کہ فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا حماقت ہے۔ اب بتاؤ کہ تم کب تک مجھ سے شادی کر رہی ہو؟"

"کبھی نہیں۔ نہ اس دنیا میں اور نہ دوسری دنیا میں۔ تمہاری یہ آرزو کبھی پوری نہ ہوگی۔ مجھے تم سے نفرت ہے۔ مجھے تم سے گھن آتی ہے اور جب میں تمہاری صورت دیکھتی ہوں تو مجھے پھریری آجاتی ہے جیسے میرے پیروں پر سے سانپ رینگتا ہوا گزر گیا ہو اور جب میں تمہارے ہاتھوں کی طرف دیکھتی ہوں تو وہ مجھے اپنے والدین کے خون میں لتھڑے ہوئے نظر آتے ہیں اور نوئی کے والدین اور دوسرے بہت سے انسانوں کا خون بھی تمہارے ہاتھوں پر نظر آتا ہے۔ یہ ہے میرا جواب"۔

اشمیل چند ثانیوں تک خاموش رہا پھر بولا:۔

"ریچل! یہ میری شرافت ہے کہ میں اس چیز کی درخواست کر رہا ہوں جسے

میں جبراً حاصل کرسکتا ہوں۔ یہاں نہ تو کوئی تمہیں دیکھ سکتا ہے اور نہ تمہاری آواز سن سکتا ہے سوائے میری عورتوں کے۔ ریچل! آخر کار تم میرے قبضے میں آ گئی ہو۔"

اُشمیل کا خیال تھا کہ اس کے یہ الفاظ ریچل کو خوفزدہ کر دیں گے اور اگر ریچل کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو یقیناً خوفزدہ ہو جاتی لیکن ریچل نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا اور اپنے بھالے سے اس عقاب کی طرف اشارہ کیا جو بہت اوپر فضا میں چکر کاٹ رہا تھا۔

"دیکھو" اس نے کہا" وہ عقاب تو تمہارے قبضے میں آسکتا ہے لیکن میں نہیں۔ اس سے پہلے کہ تم مجھے انگلی بھی نہیں لگاؤ میں مرنے کے سیکڑوں ذریعے تلاش کر لوں گی لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اس کی کوئی ضرورت نہ ہو گی کیونکہ تم مجھے چھونے کے لئے زندہ نہ رہو گے۔"

چند لمحوں تک اشمیل خاموش رہا اور اس کے الفاظ کو اپنے دماغ میں تولتا اور ان پر غور کرتا رہا۔ یقیناً اسے کوئی جواب نہ ملا اس نے جب پھر کہنا شروع کیا تو یہ قطعی مختلف موضوع تھا۔

"تم کہتی ہو ریچل کہ تمہیں مجھ سے نفرت ہے تو پھر اس کا سبب وہ لعنتی دارین ہے جس سے تم نفرت نہیں کرتیں۔ بہرحال وہ تو میرے ہی قبضے میں ہے اب فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے۔ یا تو تم یہ سب بکواس بند کر کے میری بیوی بن جاؤ ورنہ پھر تمہارا دارین مارا جائے گا۔"

ریچل نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب پہلی دفعہ وہ خوفزدہ تھی، تاہم وہ یہ بھی نہ چاہتی تھی کہ اس کی باتوں سے خوف ظاہر ہو۔

"اس وقت تم بے حد تھکی ہوئی ہو" اشمیل نے کہا" چنانچہ کچھ سوچنے سمجھنے

کے قابل نہیں رہیں۔ تمہارا خیال ہے کہ تمہارے والدین کو میں نے قتل کیا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔۔ چنانچہ یہی خیال ہے جس نے تمہیں میرے خلاف کر دیا ہے میں سختی کرنا اور عجلت کرنا بھی نہیں چاہتا کیونکہ ہماری شادی سے پہلے مجھے بہت سے انتظامات کرنا ہیں اس لئے میں تمہیں تین دنوں کی مہلت دیتا ہوں۔ اگر ان تین دنوں میں تم نے اپنا ارادہ نہ بدل لیا تو پیر دارین مارا جائے گا اور پھر ہم دیکھیں گے کہ تم پر میرا اختیار ہے یا نہیں۔ یہ گھور گھور کر کیا دیکھ رہی ہو میری طرف؟ میں بہت آگے بڑھ گیا ہوں چنانچہ مزید خطرات مول لینے سے نہ ہچکچاؤں گا۔ اس عرصے میں تم اس جھونپڑی کو اپنا گھر سمجھ کر رہو۔ تمہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو گی اور نہ ہی میں تمہیں اپنی محبت کے اظہار سے پریشان کروں گا کیونکہ تین دنوں کے بعد تم میری ہو گی اور پھر محبت ہوتی رہے گی۔"

ریچل اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنا بھالا دروازے کی طرف اٹھا دیا۔

"چلے جاؤ!" اس نے کہا۔

"بہت اچھا۔ میں جا رہا ہوں۔ چنانچہ فی الحال خدا حافظ۔ تیسرے دن کی شام کو ملاقات ہو گی۔ امید ہے کہ میری عورتیں تمہارا خیال رکھیں گی۔ جس چیز کی ضرورت ہو ان سے کہہ دینا اور وہ چیز حاضر کر دی جائے گی۔ خدا حافظ ریچل!"

اور وہ چلا گیا اور چہار دیواری کا دروازہ باہر سے بند کرتا گیا۔

سولھواں باب

تین دن

اشمیل چلا گیا اور ریچل نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ اشمیل کی موجودگی سے اردگرد کی فضا زہریلی ہوگئی تھی۔ وہ پھر بنچ پر بیٹھ گئی اور سوچنے لگی۔ صورت حال، خود اس کے لئے بھی اور رچرڈ کے لئے بھی نازک تھی۔ زندگی بچا کر یہاں سے نکل بھاگنا ناممکن نظر آتا تھا اور اس کا تو اس نے فیصلہ ہی کرلیا تھا کہ اگر رچرڈ زندہ نہ رہا تو وہ بھی زندہ نہ رہے گی لیکن ابھی تین دن بیچ میں تھے اور ان دنوں میں کون جانے کیا ہو؟ مثلاً وہ کسی نہ کسی طرح فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے یا پھر زولو اسے تلاش کرتے ہوئے آجائیں بشرطیکہ انھیں معلوم ہو کہ وہ کہاں تھی۔ اف! وہ اپنے ساتھ چند زولو لے کر رماہ کی طرف کیوں روانہ نہ ہوئی؟ کم سے کم وہ اسے اشمیل سے بچا تو لیتے۔

وہ حیران تھی کہ اشمیل نے اسے تین دنوں کی مہلت کیوں دی تھی؟ اس کی وجہ کیا ہو سکتی تھی۔ غالباً اشمیل نے ریچل کی اس بات پر یقین کرلیا تھا کہ وہ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا چنانچہ اب وہ رچرڈ کو بیچ میں ڈال کر بلکہ یوں کہئے کہ اس کو قتل کردینے کی دھمکی دے کر ریچل کو رام کرنا چاہتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ فوراً اس معاملے کو ختم کرسکتا تھا لیکن اس صورت میں، اگر وہ اپنی ضد پر قائم رہتی، اسے اشمیل کو قتل کر دینا پڑتا اور ریچل کے خیال میں وہ رچرڈ کو قتل کرتے ڈرتا تھا کم سے کم اس وقت تک رچرڈ کا خون بہانا نہ چاہتا تھا

جب تک، کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔ چنانچہ اس نے یقیناً یہ سوچ کر تین دنوں کی مہلت دی تھی کہ اس عرصے میں ریچل کی قوت ارادی کمزور ہو جائے گی اور وہ خود ہتھیار ڈال دے گی۔

ریچل انہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھی کہ چہار دیواری کا دروازہ کھلا اور تین عورتیں داخل ہوئیں۔ ان عورتوں نے آتے ہی ریچل کو سلام کیا اور کہا کہ انھیں جھونپڑی کی صفائی کرنے اور خود ریچل کی خدمت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ ریچل ان عورتوں کا جائزہ لینے لگی۔ ان میں سے دو تو جوان اور اپنے طور پر قبول صورت تھیں لیکن تیسری کی جوانی ڈھل چکی تھی ——— اس کی عمر تیس اور پینتیس کے درمیان رہی ہوگی۔۔ اور وہ ہر کافر عورت کی طرح جلد ہی بوڑھی ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ اس تیسری عورت کے بشرے سے نہ صرف اداسی بلکہ ہمدردی کے جذبات بھی عیاں تھے۔ وہ بڑی ہی شفیق معلوم ہوتی تھی

"تمہارا نام کیا ہے ؟" ریچل نے اس تیسری عورت سے پوچھا۔

"میرا نام مامی ہے اور ہم تینوں ابولوسی کی بیویاں ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

اس کے بعد وہ تینوں جھونپڑی میں چلی گئیں اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر انھوں نے بتایا کہ جھونپڑی میں جھاڑو وغیرہ دے چکی تھی اور یہ کہ وہ اس کا کھانا لےکر آتی ہیں۔

"تم تینوں کو آنے کی کوئی ضرورت نہیں" ریچل نے کہا "میری خدمت کے لئے صرف مامی کافی ہے چنانچہ وہی میرا کھانا لے کر آئے۔ آئندہ سے تم دونوں کے آنے کی ضرورت نہیں۔"

تینوں عورتوں نے سلام کر کے کہا کہ اس حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ دونوں

جوان عورتیں ریچل کے اس حکم سے خوش نظر آتی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سے ڈرتی تھیں۔ ریچل کی مافوق الفطرت قوتوں کی روائتیں انھوں نے بھی سنی تھیں چنانچہ زولوؤں کی عظیم دیوی انکوسازانہ زولا کی اس قید میں خدمت کرتے ڈرتی تھیں کہ کہیں ان سے کوئی لغزش ہو جائے اور پھر وہ دیوی کے غضب میں مبتلا ہو جائیں۔

ایک گھنٹے بعد تنہا مامی کھانا لے کر آگئی جو بڑی احتیاط سے پکایا گیا تھا۔ ریچل نے خوب ڈٹ کر کھایا کیونکہ وہ اپنی جسمانی قوت برقرار رکھنے کا فیصلہ کر چکی تھی کہ خدا جانے کب اپنے بچاؤ کی ضرورت پڑ جائے۔ مامی اس کے عین سامنے پالتی مارے بیٹھی تھی چنانچہ ریچل اس سے باتیں بھی کرتی جاتی تھی۔ جلد ہی وہ مامی کی سرگزشت معلوم کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

مامی اشمیل کی پہلی بافریبوی تھی لیکن اشمیل نے کبھی اس کی پروا نہ کی بلکہ قانون اور رسم کی پروا نہ کرتے ہوئے اس نے اسے چھوڑ دیا نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ اپنی کنیز بنا لیا حتیٰ کہ مامی کے جہیز سے مویشی بھی چھین کر اشمیل نے اپنی دوسری بیویوں میں تقسیم کر دیئے۔ چنانچہ مامی کو اشمیل پر سخت غصہ تھا۔ مامی نے کہا کہ ابتدا میں وہ ایک سفید فام کی بیوی بن کر فخر کیا کرتی تھی لیکن اب....

"کاش کہ میں نے اس کی منحوس صورت نہ دیکھی ہوتی۔" مامی نے کہا۔

ریچل کے دل میں امید کی شعاع رینگ آئی۔ مامی اشمیل سے نفرت کرتی تھی۔ چنانچہ مواد تیار تھا جسے حسب ضرورت استعمال کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ریچل نے فی الحال اس معاملے کو آگے بڑھانا مناسب نہ سمجھا چنانچہ اس نے مامی سے کہا کہ وہ رات کے کھانے کے بعد بھی ریچل کے پاس ہی رہے اور اس کے ساتھ ہی جھونپڑی میں سو رہے کیونکہ اس نے کہا، اسے اکیلے میں سونے سے

عادت نہ تھی۔

"میں اس عزت افزائی کے قابل نہیں ہوں"، مامی نے جواب دیا" تاہم اگر ابوبوسی نے اجازت دی تو میں تمہارے اس حکم کی تعمیل ضرور کروں گی"۔

اور اشمیں نے مامی کو ریچل کی جھونپڑی میں سونے کی اجازت دے دی۔ آپ جانئے حرص ہوس میں انسان کی عقل جاتی رہتی ہے۔ چنانچہ اشمیں نے بھی اپنی اس "کھوکی ہوئی" بیوی پر اعتبار کر لیا اور اسے ہدایت کر دی کہ وہ ایک جاسوسہ کے فرائض انجام دے اور ریچل کی ایک ایک حرکت کی خبر اسے پہنچاتی رہے اور وہ جو کچھ کہے اس کا ایک ایک لفظ بھی مامی اشمیں کے سامنے دہرا دے۔ جلد ہی ریچل نے یہ بات بھی معلوم کر لی اور مامی کو خبردار کر دیا کہ اگر اس نے جاسوسی کی تو ریچل کو اس کی خبر ہو جائے گی اور پھر" انکوسازانہ سے جو غداری کرے گا اس پر عذاب نازل ہوگا"۔

"تم فکر نہ کرو انکوسازانہ کیونکہ میں تمہاری قوتوں سے واقف ہوں اور پھر مجھے ابوبوسی سے نفرت ہے" مامی نے جواب دیا" وہ اندھا اور بیوقوف ہو رہا ہے چنانچہ میں اسے تمہارے متعلق جیسی بھی جھوٹی سچی کہانی سنا دوں گی وہ یقین کرے گا۔"

چنانچہ اب ریچل مامی سے باتیں کرنے لگی اور مامی جلد ہی کھل گئی اور ریچل کو چند باتیں معلوم ہو گئیں۔ مثلاً یہ کہ مافوتی میں، جس میں ساٹھ ستر خاندان آباد تھے، گذشتہ چند دنوں کے واقعات سے بے چینی کی ایک عام لہر دوڑ گئی تھی اور ہر شخص بے چین اور پریشان تھا۔ انہیں یہ بات پسند نہ تھی کہ انکوسازانہ کو مافوتی میں لایا گیا تھا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جہاں انکوسازانہ جائے گی زولو بھی پہنچ جائیں گے اور چونکہ مافوتی والوں کی رگوں میں بھی زولو خون تھا اس لئے وہ جانتے تھے کہ کسی بھی جگہ زولوؤں کے پہنچنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ سفید فام وچ ڈاکٹر" چیخنے والے" اور اس کی بیوی کی موت کے خیال نے بھی انہیں خوفزدہ کر رکھا تھا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ

ان دونوں کے خون سے بھی ابو بوسی کے ہاتھ رنگے ہوئے تھے چنانچہ اب مافوتی والوں کو یہ خدشہ لاحق ہو گیا تھا کہ مبادا ان سب کو مجرم سمجھ لیا جائے۔ انھیں اس بات پر بھی اعتراض تھا کہ سفید فام سردار داریو کو قید کر دیا تھا کیونکہ وہ نہ صرف بے ضرر انسان تھا بلکہ عظیم دیوی انکوسازانہ مافوتی والوں کے نزدیک عورت نہیں بلکہ عظیم روح تھی جس نے سب کو خبردار کر دیا تھا کہ اگر داریو کا بال بھی بیکا ہوا تو پھر مافوتی والے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ مافوتی والوں کو اس بات پر بھی غصہ تھا کہ ابو بوسی نے جھگڑے میں خود ان کے ایک آدمی کو گولی مار دی تھی۔ یہ سب کچھ تھا لیکن وہ ظالم ابو بوسی سے اس قدر ڈرتے تھے کہ اس کے ذاتی معاملات میں دخل دینے کی جرأت نہ کر سکتے تھے کہ انہیں اپنے مویشیوں بلکہ جان تک سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔ چنانچہ مافوتی والے پریشان تھے اور نہ جانتے تھے کہ کیا کریں رہا ابو بوسی تو وہ مافوتی کی قلعہ بندی میں مصروف تھا اور اسے مضبوط سے مضبوط تر بنا رہا تھا حتیٰ بوڑھوں اور بچوں تک کو اس نے پتھر ڈھونے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ پتھر مافوتی کی چار دیواری پر پہنچائے جا رہے تھے چنانچہ ظاہر ہوا کہ اشمیل کو کسی دشمن کے حملے کا خوف تھا۔

جب ریچل اور دوسرے اطلاعات فراہم کر چکی تو اس نے مامی سے پوچھا کہ کیا وہ اس کا ایک پیغام رچرڈ تک پہنچا دے گی۔ مامی نے جواب دیا کہ وہ دوسرے دن صبح اس کی کوشش کرے گی۔ چنانچہ ریچل نے مامی سے کہا کہ وہ رچرڈ سے کہہ دے کہ وہ خود محفوظ ہے اور یہ کہ رچرڈ بھی ہوشیار اور چوکنا رہے کیوں ان دونوں کو، ریچل اور رچرڈ کو، سخت خطرہ لاحق تھا۔ اس سے زیادہ کچھ اور کہنے کی وہ جرأت نہ کر سکی کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں مامی غداری کر بیٹھے یا اشمیل، جو شکی مزاج تھا، اسے بے تحاشہ اور بے دردی سے پیٹنا شروع کر دے۔ یہاں تک کہ مامی سب کچھ اگل دے۔

اس کے بعد چونکہ اور کوئی کام نہ رہ گیا تھا اس لئے ریچل نے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

ریچل کا دوسرا دن بھی پہلے دن کی طرح ہی گزرا۔ دن کا زیادہ تر حصّہ اس نے درخت کی چھاؤں میں بنچ پر بیٹھے گزار دیا۔ کوئی اس کا ساتھی نہ تھا سوائے اس کے بھیانک اندیشوں اور خوف کے۔ کوئی اس کے پاس نہ آیا اور کوئی واقعہ نہ ہوا۔ صبح ہوتے ہی مامی چلی گئی تھی۔ دوپہر کے کھانے کے وقت وہ واپس آئی۔ اس نے بتایا کہ اشمیل اس سے پوچھتا رہا تھا کہ انکوسازانہ کیا کرتی اور کیا کہتی رہی تھی۔ اس کے سوالات کا جو جواب مامی نے دیا وہ یہ تھا کہ کھانے سے فارغ ہو کر انکوسازانہ سو گئی تھی اور اس نے کوئی بات نہیں کی۔ رچرڈ تو مامی اس کے پاس نہ پہنچ سکی کیونکہ وہ قید میں تھا۔ اور پھر اشمیل مامی پر نظر رکھ رہا تھا۔ رہی دوسری باتیں تو مافوتی کی قلعہ بندی کا کام بڑے زور و شور سے جاری تھا۔ حتیٰ کہ اشمیل کی بیویوں کو بھی اس کام پر لگا دیا گیا تھا۔

سہ پہر کے وقت مامی پھر چلی گئی اور رات کو واپس آئی تو بڑی اہم خبریں لیکر آئی۔ پہلی خبر اس نے یہ سنائی کہ سنتری پتھر ڈھوتے ڈھوتے تھک کر سو گیا تھا تو مامی کو موقع مل گیا اور وہ اس جھونپڑی کی دیوار کے قریب پہنچ گئی جس میں رچرڈ قید تھا۔ مامی نے کہا کہ رچرڈ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ دیوار کے دوسری طرف ٹہل رہا تھا۔ مامی نے نرسلوں کی جھیریوں میں سے اس سے گفتگو کی تھی اور ریچل کا پیغام اس تک پہنچا دیا تھا۔ رچرڈ غور سے سنتا رہا تھا اور پھر اس نے کہا تھا کہ وہ انکوسازانہ کا مشکور ہے کہ اس نے ایسا تسلّی بخش پیغام بھیجا تھا اور یہ کہ وہ ذرا بھی پریشان اور خوفزدہ نہیں ہے اور یہ کہ مستقبل خدا کے

اختیار میں ہے چنانچہ انکوسازانہ بھی اپنا دل چھوٹا نہ کرے اور ہمت سے کام لے۔ عین اس وقت سنتری کی آنکھ کھل گئی چنانچہ ماحی وہاں سے چلی آئی۔

اسی شام ایک لڑکا، جو مویشی ہنکانے مافوتی سے باہر گیا ہوا تھا، ایک اہم خبر لے کر آیا تھا اور وہ بڑی تفصیل سے اشمیل کو یہ خبر سنا رہا تھا۔ ماحی چونکہ قریب ہی تھی اس لئے اس نے وہ سب کچھ سن لیا جو لڑکے نے اشمیل سے کہا اور اب وہ لڑکے کے کہے ہوئے الفاظ اشمیل کے سامنے دہرا رہی تھی۔

لڑکا جب مویشی ہنکاتا ہوا مافوتی کی طرف آرہا تھا تو اس کی ملاقات ایک زولو سے ہوگئی یہ زولو اکیلا تھا لیکن وضع قطع سے کوئی بڑا سردار معلوم ہوتا تھا اور بے حد تھکا ہوا بھی تھا جیسے کہیں دور سے چل کر آیا ہو۔ زولو نے لڑکے سے پوچھا تھا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ انکوسازانہ اور سفید فام سردار داریو مافوتی میں ہیں اور قید ہیں۔ لڑکے نے جب کوئی جواب نہ دیا تو زولو نے اپنے بھالے کی نوک اس کے سینے پر رکھ دی اور اسے دھمکانے لگا کہ اگر اس نے سچ سچ نہ بتایا تو وہ بھالا اس کے سینے میں اتار دے گا۔ لڑکا ڈر گیا اور اس نے کہہ دیا کہ ہاں یہ سچ ہے اور یہ انکوسازانہ اور داریو کو رماہ سے مافوتی میں لایا گیا ہے۔ زولو نے جواب دیا کہ یہ تو وہ خود بھی جانتا ہے کیونکہ وہ خود رماہ سے آرہا تھا جہاں اس نے عجیب دل خراش مناظر دیکھے تھے اور یہ کہ اس کافر سے چند باتیں کی تھیں جو منتقر کے باغ میں پڑا دم توڑ رہا تھا۔

زولو نے لڑکے کی زبانی جو پیغام بھیجا وہ یوں تھا:۔

"کہنا ابوبوسی سے کہ میں اس کی عیاری سے واقف ہوں۔ اگر انکوسازانہ کو ذرا بھی نقصان پہنچایا گیا اور اگر سفید فام سردار داریو کے بدن سے ایک قطرہ بھی خون ٹپکایا گیا تو میں نہ صرف ابوبوسی بلکہ مافوتی کے ہر جاندار کا، حتیٰ کہ

چوہوں تک کا خاتمہ کر دوں گا۔ اس سے یہ بھی کہو کہ وہ فرار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ لوگ، جو چیخنے والے کے سائے میں رہتے تھے، واپس آ گئے اور انھوں نے ناخوتی کو نرغے میں لے رکھا ہے چنانچہ فرار کی تمام راہیں مسدود ہیں۔

"کون ہو جو ایسا پیغام بھیج رہے ہو؟" لڑکے نے پوچھا۔

"میں کالے بھینسے کا سینگ ہوں، میں زبردست ہاتھی کی سونڈ ہوں، میں ڈنگان کی زبان ہوں۔" زدلو نے جواب دیا۔

اور پھر وہ پلٹ کر سیدھا زدلولینڈ کی طرف تیزی سے بھاگ پڑا۔ اس کے علاوہ مامی نے اس زدلو کا سراپا بھی بیان کر دیا جو اس لڑکے نے اشتیل کے سامنے بیان کیا تھا اور ریچل نے سمجھ لیا کہ یہ زدلو تامبوسا کے علاوہ اور کوئی نہ ہو سکتا تھا جسے اس نے حکم دیا تھا کہ وہ سفید بیل لے کر اکیلا ہی رماہ آئے۔

مامی نے بتایا کہ یہ پیغام سن کر ابو بوسی خوفزدہ ہو گیا حالانکہ اپنے لوگوں کے سامنے تو اس نے یہی کہا کہ یہ سب بکواس ہے کیونکہ ڈنگان کا سفیر نہ تو اکیلا آسکتا ہے اور نہ ہی کسی کم عقل لونڈے کے ہاتھ پیغام بھیج سکتا ہے۔ لیکن لوگ مطمئن نہ تھے، وہ بے حد خوفزدہ تھے، وہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے اور اس خیال سے کانپ رہے تھے کہ ڈنگان سخت اور عبرت انگیز انتقام لے گا۔

دوسرے دن مامی پھر چلی گئی۔ رات کا اندھیرا اترتے وہ واپس آئی تو اس نے ریچل کو بتایا کہ وہ اس جھونپڑی کے قریب نہ پہنچ سکی جس میں دار یو قید تھا اور سبب اس کا یہ تھا کہ گذشتہ دن وہ جھونپڑی کی دیوار میں ایک سوراخ بنا آئی تھی کہ دار یو سے گفتگو کر سکے۔ یہ سوراخ کسی سنتری نے تلاش کر لیا تھا چنانچہ اب اس جھونپڑی کے گرد پہرہ سخت کر دیا گیا تھا۔ مامی نے بتایا کہ ابو بوسی کا مزاج بے حد بگڑا ہوا تھا اور یہ کہ وہ ناخوتی کی قلعہ بندی کی کارروائی مکمل کر لے گی

دیوانہ وار کوشش کر رہا تھا کیونکہ اب اسے یقین ہو چکا تھا کہ رماہ والے یا دوسرے کافر قریب ہی چھپے مافوتی اور مافوتی والوں پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ رہے مافوتی والے تو وہ بے حد خفا تھے۔ اوّل تو اس لئے کہ پتھر اٹھاتے اٹھاتے ان کی کمریں ٹوٹ گئی تھیں اور دوم اس لئے کہ انہیں یقین تھا کہ ابو بوسی، انگوسازانہ اور داریو کو قید کر کے جو جرم کیا ہے اس کی سزا ان سب کو بھگتنی پڑے گی۔ مامی نے کہا کہ لوگ اس قدر خوفزدہ تھے کہ اگر انہیں یہ خوف نہ ہوتا کہ ان کافروں کے ہاتھ میں پڑ جائیں گے جو کہیں قریب ہی چھپے ہوئے تھے، تو وہ سب کے سب مافوتی چھوڑ کر چلے جاتے۔

"تو پھر وہ مجھے اور داریو کو یہاں سے نکال کر زولوؤں کے حوالے کیوں نہیں کر دیتے؟" ریچل نے پوچھا۔

"اس لئے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ابو بوسی ان میں سے اکثر کو گولی مار دے گا کیونکہ تنہا اسی کے پاس بندوق ہے" مامی نے جواب دیا "انگوسازانہ! ابو بوسی نے کہا ہے کہ وہ تمہارا جواب حاصل کرنے آئے گا۔"

اس رات ریچل کو نیند نہ آئی کیونکہ جو مدت اسے دے گئی تھی وہ ختم ہو چکی تھی اور دوسرے دن اشمیل اس کا جواب لینے آنے والا تھا۔ اسے خود اپنی پروا نہ تھی کیونکہ وہ اس جگہ پناہ لے سکتی تھی جہاں اشمیل نہ آسکتا تھا ــ یعنی قبر میں۔ لیکن اسے رچرڈ کی بڑی فکر تھی۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو اشمیل قسم کھا چکا تھا کہ وہ رچرڈ کو بلا تکلف قتل کر دے گا۔ تو پھر وہ کیا کرے؟ کیا وہ اس کی جان بچانے کے لئے اپنی عصمت کو داؤ پر لگا دے؟ ــ لیکن ــ شاید اشمیل اسے قتل نہ کرے، شاید وہ زولوؤں کے انتقام سے ڈرتا ہو اور محض ریچل کو ڈرا رہا ہو ــ کاش ــ اے کاش! زولو آجائیں۔ خدا کرے کہ وہ وقت گزر جانے سے پہلے

آجائیں۔ لیکن اس کی امید کم ہی تھی۔ تا ہم بوسا، لبشرطیکہ اس لڑکے کے ہاتھ پیغام بھیجنے والا وہی ہو، جب فوج لے کر آئے گا تو اس وقت جو کچھ ہونا ہوگا۔ ہاں اگر ماقوتی والے اشمیل کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو پھر بات بن سکتی تھی۔ لیکن افسوس یہ بھی ممکن نہ تھا۔ ماقوتی والے اشمیل سے ڈرتے تھے اس کے علاوہ وہ خود ان سے مل نہ سکتی تھی کہ انہیں اُکسا سکے۔ چنانچہ وہ مجبور تھی اور کچھ نہ کر سکتی تھی سوائے اس کے کہ دعا کرتی رہے۔ شاید، خدا ان کی مدد کرے۔ ورنہ جو کچھ ہونا ہے ہو کر رہے گا۔

اگر اس وقت اشمیل اس کے پاس آجاتا، اگر اس وقت وہ اشمیل کو دیکھ سکتی، اگر وہ اس کی دلی کیفیت معلوم کر سکتی تو اس کی حالت دیکھ کر اس کی بڑی ڈھارس بندھتی۔

اس وقت اشمیل اپنی جھونپڑی میں بیٹھا دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا، اپنے کھردرے ہاتھوں سے اپنی داڑھی کھینچ رہا تھا اور بے تحاشہ شراب پی رہا تھا لیکن یہ آتشِ سیال بھی اسے سکون بخش رہی تھی۔ وہ پی رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ وہ ریچل کو اپنی بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس کی یہ خواہش اب جنون میں تبدیل ہو چکی تھی۔ جب تک اس کے دم میں دم ہوگا وہ اپنی کوشش جاری رکھے گا اور ہر جائز و ناجائز طریقہ استعمال کرے گا۔ لیکن — شاید ریچل زندہ نہ رہے۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ مر جائے گی لیکن اس کی بیوی نہ بنے گی اور ریچل ان عورتوں میں سے نہ تھی جو اپنی بات پر قائم رہتی ہیں اور جو کچھ کہتی ہیں کر دکھاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اسے اشمیل سے سخت نفرت تھی اور اس کی یہ نفرت حق بجانب تھی چنانچہ ریچل کو حاصل کرنے کی ایک ہی ترکیب تھی۔ اشمیل جانتا تھا کہ ریچل دارین سے محبت کرتی تھی۔ چنانچہ اب اس کے سامنے دو باتیں رکھی جائیں۔ یعنی یا تو وہ اشمیل کی بیوی بن جائے یا اپنے محبوب کی موت برداشت کرے — اس صورت میں شاید

وہ ہتھیار ڈال دے۔ لیکن یہاں پھر ایک مشکل تھی۔

ڈنگان نے اشمیل کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اگر دارین کا خون بہایا گیا تو وہ اشمیل کو نہ بخشے گا۔ اور ڈنگان بھی جو کہتا تھا کر دکھاتا تھا۔ اس کے علاوہ اس زدلو نے بھی جس کی ملاقات اس اجڑ دیہاتی سے ہوئی تھی دھمکی دی تھی۔ چنانچہ اب ایک بات توصاف تھی۔ یعنی اگر خود اسے زندہ رہنا تھا تو پھر اسے دارین کا خون کسی صورت نہ بہانا تھا۔ دوسری باتیں وہ زدلوں کو سمجھا سکتا تھا ــــ اور اسے یقین تھا کہ زدلوؤں کی فوج آئے گی ــــ مثلاً وہ کہہ سکتا تھا کہ انکو سازانہ اپنی خوشی سے اس کی زوجیت میں آ گئی تھی لیکن دارین کے قتل کے متعلق انہیں کوئی اطمینان بخش جواب نہ دے سکے گا۔ خیر اگر دارین مر گیا۔ یا اگر یوں معلوم ہوا کہ اگر مر گیا ہے تو پھر کون اس کی موت کا الزام اشمیل کو دے گا؟ اور اگر اسے ہی قاتل سمجھا گیا اور اس کے بعد مافوق والے اس کے وفادار رہے تو پھر زدلوؤں کو پسپا کیا جا سکتا تھا۔ زدلو بہادر سہی لیکن ظاہر ہے کہ وہ اس فصیل کو نہ توڑ سکیں گے جو اس نے بڑی محنت سے بنائی تھی۔

اس نے شراب پیالے میں انڈیلی اور اسے خالص ہی چڑھا گیا۔ پھر وہ اٹھا اور اس نے دروازے کے قریب جا کر کسی کو آواز دی۔ فوراً ہی ایک بدصورت بڑھیا اندر رینگ آئی اور جھونپڑی میں جلتے ہوئے چراغ کی روشنی میں پالتھی مار کر بیٹھ گئی وہ حد سے زیادہ بدصورت تھی اور چہرے پر کی ان گنت جھریاں اس کی بدصورتی میں اضافہ کر رہی تھیں۔ اس نے اپنی کمر کے گرد سانپ کی کینچلی لپیٹ رکھی تھی۔ اور بالوں میں مچھلیوں کے مثانے پرو رکھے تھے چنانچہ معلوم ہوا کہ وہ کاہنہ یا دیچ ویچ ڈاکٹر ٹیس تھی۔

"کہو ماتا!" اشمیل نے پوچھا "وہ زہر تیار کر لیا تم نے؟"

" ہاں ابو بوسی تیار کر لیا جیسا کہ صرف میں تیار کر سکتی ہوں ۔ بہت عمدہ دوائی ہے یہ جس کی قیمت کئی گایوں میں ادا کی جا سکتی ہے ۔ کیا کہا تھا تم نے کہ کتنی گائیں دو گے مجھے ۔۔۔۔ چھ ؟ ۔

" نہیں ۔ تین ۔ لیکن اگر اس زہر نے وہ کام کیا جو میں چاہتا ہوں تو پھر تمہیں بقیہ تین گائیں بھی مل جائیں گی ۔ اب بتاؤ کیا کرشمہ دکھائے گی تمہاری یہ دوا ؟ "

" سنو ابو بوسی ۔ جو بھی یہ دوا پئے گا مردے کی طرح بن جائے گا ، حتیٰ کہ ماہر سے ماہر وید ڈاکٹر بھی اس کو مرا ہوا ہی یقین کرے گا ۔۔۔۔ اور دوا پینے والا ایک یا شاید دو یا شاید تین دنوں تک اسی طرح اور اسی حال میں رہے گا اور پھر اس کے جسم میں جان آنے لگے گی ۔ رفتہ رفتہ زندہ ہوتا جائے گا لیکن اس کی یادداشت واپس نہ آئے گی ۔۔ پورے ایک مہینے تک اس کی یہ حالت رہے گی ۔ ابو بوسی ! جو بھی یہ دوا پیئے گا اس بچے کی طرح بن جائے گا ۔ جو رفتہ رفتہ ہر بات سیکھتا ہے " ۔

" ماتا ! اب یہ تم جھوٹ کہہ رہی ہو کیونکہ میں نے کسی دوا کا ایسا اثر نہیں دیکھا ۔ "

" بے شک نہ دیکھا ہو گا کیونکہ یہ دوا سوائے میرے اور کوئی نہیں بنا سکتا اور اس دوا کا راز میری دادی نے مجھے بتایا تھا اور اس کے علاوہ یہ بھی ہے ابو بوسی کہ صرف چند ہی لوگ ایسے ہیں جو اس دوا کی قیمت ادا کر سکتے ہیں ۔ بہر حال یہ دوا استعمال کی گئی ہے اگر یہ راز نہ ہوتے تو میں چند مثالیں پیش کر دیتی کہ فلاں سے پوچھ لو اور فلاں نے یہ دوا استعمال کی تھی ۔ لیکن ٹھہرو ۔۔ میں تمہیں اطمینان دلائے دیتی ہوں اس جانور کو بلاؤ " اور اس نے کتے کی طرف اشارہ کیا جو جھونپڑی کے ایک کونے میں سو رہا تھا " یہ ہے اس کے پینے کا دودھ ۔

میں اس دوا کا کرشمہ دکھاؤں گی۔"

اشمیل، ہچکچانے لگا کیونکہ یہ اس کا پالتو کتا تھا اور اسے پسند تھا۔ لیکن چونکہ وہ بہر حال یہ دوا آزمانا چاہتا تھا اس لئے اس نے کتے کو آواز دی۔ کتا آکر اشمیل کے قریب بیٹھ گیا اور اپنے آقا کی صورت تکنے لگا۔ بڑھیا نے ایک پیالے میں تھوڑا سا دودھ انڈیلا، اپنے تھیلے میں سے کسی درخت کا لپٹا ہوا بڑا سا پتا نکالا، پتے کی پڑیا کھول کر اس میں سے کسی قسم کا سفید سفوف چٹکی بھر کے دودھ میں حل کر دیا اور پھر دودھ کتے کے سامنے رکھ دیا۔ کتے نے دودھ سونگھا، غرایا اور دودھ نہ پیا۔"

"اس کمبخت کو مجھ سے نفرت ہے" بدصورت بڑھیا نے کہا "اس نے کل ہی مجھے کاٹ لیا تھا۔ ابوبوسی! تم رکھو اس کے سامنے یہ دودھ۔ چونکہ اسے تم پر بھروسہ ہے اس لئے دودھ پی لے گا"۔

چنانچہ اشمیل نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، اسے پچکارا اور پھر دودھ کا پیالہ اس کے سامنے رکھ دیا۔ کتا سارا کا سارا دودھ سڑپ گیا بلکہ پیالہ بھی چاٹ گیا۔

"ہارت تیری کی عیار جانور" بڑھیا نے بڑی بشاشت سے کہا "اب تو مجھے کاٹ نہ سکے گا بلکہ ایک عرصے تک مجھے سرے سے بھول ہی جائے گا۔ دیکھو ابوبوسی دیکھو۔ اس کی حالت دیکھو"۔

کتے کے بال کھڑے ہو گئے تھے اور وہ کانپ رہا تھا بلکہ اس پر تشنج سا طاری تھا۔ پھر وہ غرایا، بے حد ہلکی آوازیں اور اشمیل کی طرف دوڑ پڑا۔ اس نے اشمیل کا ہاتھ چاٹنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ فوراً ہی وہ لڑھک گیا اور بے حس و حرکت پڑا رہا۔ بظاہر وہ پوری طرح مر چکا تھا۔ اس میں زندگی کا

شائبہ تک معلوم نہ ہوتا تھا۔

"بڑھیا! تو نے میرے پسندیدہ بلکہ اس کتے کی جان لے لی جس سے میں محبت کرتا تھا" اشمیل نے غصے سے کہا۔

"تو پھر ابو بوسی تم نے اس جانور پر یہ دوا کیوں آزمائی جس سے تم محبت کرتے ہو؟ لیکن فکر نہ کرو کتے نے بہت کم مقدار میں دوا پی ہے چنانچہ کل اسے ہوش آجائے گا لیکن یہ تمہیں اور کسی کو نہ پہچانے گا۔ ابو بوسی! یہ دوا تم نے کس کے لئے بنوائی ہے؟ اگر زولا کے لئے تو پھر مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اس پر اثر نہ کرے گی کیونکہ وہ عظیم ہے اور نقصان پہنچانا ممکن نہیں"۔

"بیوقوف! تم سمجھتی ہو کہ میں انکوسازانہ کو دھوکا دوں گا؟"۔

"نہیں۔ بہرحال تم اس سے شادی تو کرنا ہی چاہتے ہو لیکن خود اس کا رجحان اس طرف نہیں ہے۔ تو پھر کیا یہ دوا اس جوان کے لئے ہے جس کی طرف انکوسازانہ مائل ہے؟ ابو بوسی! تم نے مجھے چھ گائیں دینے کا وعدہ کیا ہے اور ایک دفعہ تم نے میری جان بھی بچائی تھی چنانچہ اس احسان کے عوض میں تمہیں مشورہ دینا چاہتی ہوں۔"

"کیسا مشورہ؟"

"ابو بوسی! یہ دوا سردار دار لو کو پلانا مناسب نہ ہوگا!"

"کیوں مناسب نہ ہوگا؟ کیا یہ اس کا خاتمہ ہی کر دے گی؟"

"ایسی کوئی بات نہ ہوگی بلکہ میں نے جو کہا ہے وہی ہوگا۔ نہ اس سے زیادہ اور نہ اس سے کم" بڑھیا نے کہا اور پتوں کی ایک چھوٹی سی پڑیا اشمیل کو دے دی لیکن ابو بوسی! تمہارے متعلق میں نے بہت بُرے بُرے خواب دیکھے ہیں اور ان خوابوں میں انکوسازانہ بھی تھی اور سردار دار لو بھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ دونوں تم پر موت

لے آئے ہیں۔ بھیانک موت۔ ابو بوسی! بیوقوف نہ بنو۔ داریو کو آزاد کر دو اور انکو سازانہ سے شادی کرنے کا خیال ترک کر دو کیونکہ انکو سازانہ تمہارے لئے نہیں ہے۔"

"میں یہ خیال ترک کر دوں! باز آجاؤں اس سے! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" اشمیل نے غصے سے پھنکار کر کہا "کیا دو پہاڑوں کے درمیان بہتی ہوئی ندی اپنا راستہ بدل سکتی ہے؟ کیا ایک دریا الٹا بہہ سکتا ہے ـــ یعنی سمندر کی طرف سے واپس پہاڑوں کی طرف بہہ سکتا ہے؟ نہیں ـــ تو پھر میں بھی اپنا ارادہ نہیں بدل سکتا۔ اس عورت نے میرے بدن میں آگ سی لگا دی ہے اور میں اس کی طرف یوں کھنچا جا رہا ہوں جیسے دریا سمندر کی طرف۔ میں بہرحال اسے حاصل کرنا چاہتا ہوں چاہے اس کے فوراً بعد ہی میں مر ہی کیوں نہ جاؤں۔ وہ جتنی زیادہ مجھ سے نفرت کرتی ہے میں اتنی ہی زیادہ اس سے محبت کرتا ہوں۔"

"میں سب سمجھتی ہوں ابو بوسی" بڑھیا نے اپنا سر ہلا کر کہا "پہلے بھی میں مردوں اور عورتوں کو بھی اس دیوانگی میں مبتلا دیکھ چکی ہوں اور یہ حالت ان لوگوں کی ہو جاتی ہے جن میں کوئی بدروح حلول کر گئی ہو اور یہ بدروح اس لئے حلول کر جاتی ہے کہ انھوں نے کوئی بڑا گناہ کیا ہوتا ہے۔ انکو سازانہ اور اس کی محافظ روحوں نے یہ بدروح تمہارے جسم میں داخل کر دی ہے اور اب ابو بوسی تمہیں اس راستے پر چلنا ہے جو تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ لیکن ابو بوسی! جب ہماری ملاقات روحوں کی دنیا میں ہو ـــ اور مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں بہت جلد وہاں پہنچ جائیں گے ـــ تو پھر مجھے الزام دینا اور یہ نہ کہنا کہ میں نے تمہیں خبردار نہ کیا تھا۔ خیر! تو اب وہ گایوں کا معاملہ طے رہا حالانکہ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ان گایوں کا دودھ دوہنا مجھے نصیب نہ ہوگا بلکہ ان کا دودھ زولو پئیں گے کیونکہ آج رات میں فضا میں زولوؤں کی بو پا رہی ہوں" اور وہ اپنی چوڑی اور چپٹی ناک کے نتھنے پھیلا کر ہوا سونگھنے لگی۔

میں پھر کہتی ہوں کہ ابو بوسی کہ اچھا ہوتا اگر تم نے انگو سازانہ اور داریو کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہوتا کیونکہ میرے خواب میں انگو سازانہ اور داریو گویا ایک جان اور دو قالب ہی تھی۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ تم میری بات نہ مانو گے اور اپنی من مانی کرو گے چنانچہ شب بخیر ابو بوسی۔ تمہارا کتا کل صبح زندہ ہو جائے گا لیکن وہ تمہیں پہچانے گا نہیں۔ شب بخیر ابو بوسی اور ہاں۔ یقین ہے کہ تم مجھے جو گائیں دو گے وہ بوڑھی نہ ہوں گی اس سفوف کو دودھ یا پانی یا کسی بھی چیز میں ملا دینا۔ اس کا نہ تو رنگ ہے اور نہ ذائقہ۔ شب بخیر ابو بوسی۔"

اور جواب کا انتظار کئے بغیر بڑھیا جھونپڑی سے باہر رینگ گئی۔

جب وہ چلی گئی تو اشمیل نے بلند آواز میں اس کے پیچھے دو چار گالیاں لڑھکا دیں اور پھر شراب پینے لگا۔ وہ اکیلا تھا اور شدّت سے تنہائی کا خوف محسوس کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ سامنے ہی اس کا کتّا پڑا ہوا تھا جو سراسر بے جان معلوم ہوتا تھا چنانچہ اسے دیکھ کر بھی وہ بے چین ہوا جا رہا تھا۔ اشمیل نے کتّے کے سر پر ہاتھ پھیرا، اسے تھپتھپایا لیکن کتّے نے ذرا بھی حرکت نہ کی۔ اس نے کتّے کا ایک پنجہ اٹھایا اور چھوڑ دیا تو وہ بے جان سا "دھپ" سے گر گیا۔ کتّا بالکل ہی مردہ تھا اور خدا جانے کہاں سے یہ خیال اس کے دماغ میں رینگ آیا کہ دوسری رات آئے گی تو وہ خود بھی اس کتّے کی طرح پڑا ہوا ہوگا اور اس کی روح ـــــ خدا جانے کہاں ہوگی اور کون کون سی اس کی روح سے انتقام لے رہی ہوں گی۔ خیال کے ساتھ ہی اسے اپنے گناہ یاد آگئے اور اسے جوہان اور اس کی بیوی یاد آگئے ـــــ دفعتہً اسے یوں معلوم ہوا جیسے جوہان اور اس کی بیوی کی روح جھونپڑی میں آگئی۔ اب وہ اکیلا نہ تھا۔ اب دو شبیہیں اس کی جھونپڑی میں چل پھر رہی تھیں۔ جوہان اور اس کی بیوی کی شبیہیں۔ جوہان کی کھوپڑی ڈنڈے کی ضرب سے پچکی ہوئی تھی وہ چراغ کے قریب کھڑا ہوا تھا اور اس کی بیوی، جس کے ہونٹ اودے ہو رہے

تھے، جھک کر کتے کی لاش کو دیکھ رہی تھی ——— اشمیل کانپ گیا۔ وہ اٹھا کہ اسی وقت ریچل کے پاس جاکر اس کا جواب حاصل کرلے۔ لیکن نہیں۔ اگر وہ رات کے وقت اور یوں اچانک اس کے پاس پہنچ گیا تو پھر ریچل اس بھالے سے، جس کے پھل پر اشمیل کا خون لگا ہوا تھا، اپنا اشمیل کا خاتمہ کر دے گی۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کل ہی ریچل کے پاس جائے گا کیونکہ وہ اسے پورے تین دنوں کی مہلت دے چکا تھا۔ چنانچہ کیوں نہ وہ اپنی بیویوں میں سے ایک کو بلالے؟ لیکن نہیں۔ اب تو اسے اپنی بیویوں سے نفرت ہوگئی تھی۔ لیکن کچھ تو کرنا چاہیئے۔ یوں تنہا بیٹھے بیٹھے تو وہ پاگل ہو جائے گا۔ ٹھیک ہے۔ وہ مافوتی کی چار دیواری کے قریب جاکر گشت لگائے گا اور اس سنتری کی کھال ادھیڑ دے گا جو اونگھ رہا ہوگا۔

رات ختم ہوئی، دن طلوع ہوا۔

ریچل اپنے قید خانے کے احاطے میں بیٹھی ہوئی تھی کیونکہ تین دن ختم ہو چکے تھے۔ آزمائش کی گھڑی آچکی تھی اور اشمیل کوئی دم میں آیا چاہتا تھا۔ اب تک یہ خیال اس کی ڈھارس بندھائے ہوئے تھا کہ کچھ ہوگا۔ مافوتی والے بغاوت کر دینگے یا زدلو آجائیں گے یا شاید خود اشمیل اپنے کیے کی معافی طلب کر کے اسے اور رچرڈ کو آزاد کر دے گا۔ لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ مافوتی والوں نے بغاوت نہ کی تھی اور جاسوسوں نے واپس آکر بتایا تھا کہ زدلوؤں کا کہیں دور دور تک پتہ نہ تھا۔ اشمیل کی بھی دیوانگی دور نہ ہوئی تھی بلکہ اس نے ماحی کو اس پیغام کے ساتھ ریچل کے پاس بھیجدیا تھا کہ وہ انتظار کرے اشمیل رچرڈ کو اپنے ساتھ لے کر آئے گا۔

چنانچہ وہ خاموش اور قسمت کے فیصلے کی منتظر بیٹھی ہوئی تھی۔

اور وہ منحوس گھڑی آخرکار آپہنچی۔

چار دیواری کے باہر سے آوازیں سنائی دیں جن میں اشمیل کی آواز نمایاں تھی۔

ریچل کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"اس کتے کو پکڑ کر باندھ دو" اشمیل کسی سے کہہ رہا تھا " اس کمبخت پر سحر کر دیا گیا ہے چنانچہ یہ مجھے اور کسی کو پہچانتا ہی نہیں۔"

کتے کو گھسیٹنے کی آواز آئی اور پھر دروازہ کھلا اور اشمیل داخل ہوا۔ بظاہر وہ بڑا ہی بشاش معلوم ہوتا تھا لیکن اس کی ایک ایک حرکت اور صورت سے بھی تھکن عیاں تھی۔ اس کی آنکھیں بے خوابی کی غمازی کر رہی تھیں اور ان کے گرد سیاہ حلقے نمایاں تھے۔ وہ ایک ہاتھ میں دونالی بندوق لئے ہوئے تھا لیکن اس کا یہ ہاتھ نمایاں طور پر کانپ رہا تھا اور خود اشمیل کی یہ حالت تھی کہ اگر پتا بھی کھڑکتا تو وہ چونک پڑتا۔ اس کے پیچھے رچرڈ تھا جس کے ہاتھ پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے اور پیروں میں چرمی بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں چنانچہ وہ بمشکل چل سکتا تھا۔ اس کے علاوہ چار مسلح کافر اسے اپنی حراست میں لئے ہوئے تھے۔

ریچل نے اپنے محبوب کے چہرے پر ایک نظر ڈالی۔ اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا لیکن وہ ذرا بھی خوفزدہ نہ تھا۔

"اچھے ہو رچرڈ؟" ریچل نے اشمیل کی طرف متوجہ ہوئے بغیر پوچھا۔

"ہاں" اس نے جواب دیا "اور تم ریچل؟"

"بظاہر تو اچھی ہوں لیکن میری روح ......"

اس سے پہلے کہ رچرڈ کوئی جواب دیتا اشمیل اس کی طرف گھوم کر گرجا۔

"خاموش رہو ورنہ تمہارے حق میں بُرا ہوگا۔"

اور پھر کانپتے ہاتھ سے اپنا ہیٹ اتار کر ریچل کے سامنے جھک گیا۔

"ریچل!" اس نے کہا " میں اپنے وعدے پر قائم رہا اور تین دنوں تک

تمہارے پاس نہ آیا۔ مدت گذر چکی اور اب میں دارین کو اپنے ساتھ لے کر تمہارا فیصلہ سننے آیا ہوں کیونکہ تمہارا فیصلہ ہم دونوں کے لئے بہت ہی اہم ہے۔"

"مجھے کیا فیصلہ کرنا ہے؟" ریچل نے کہیں خلا میں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"بھول گئیں؟ معلوم ہوتا ہے تمہارا حافظہ بہت کمزور ہے۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ بات ہر طرف سے صاف ہو جائے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی کا خدشہ باقی نہ رہے۔ ریچل! بتاؤ تم آج ہی اپنی خوشی سے میری زوجیت میں آجاتی ہو یا میں دارین کا خاتمہ کر دوں؟ غالباً تم نہیں جانتیں کہ اس شخص نے ایک پہرے دار کی جان لینے اور پھر فرار ہونے کی کوشش کی تھی اور اس جرم کی سزا موت ہی ہو سکتی ہے۔ اس کی موت کے بعد تمہاری مرضی ہو یا نہ ہو میں بہرحال تمہیں اپنی بنا لوں گا۔"

یہ الفاظ سنتے ہی رچرڈ کے ماتھے کی رگیں ابھر آئیں اور غصے کی شدت سے اس کا چہرہ لال ہو گیا۔

"بدمعاش! بزدل!" وہ بولا "اگر میرے ہاتھ بندھے ہوئے نہ ہوتے تو....."

"لیکن تمہارے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں دارین اور تم اس چرمی رسی کو توڑ نہ سکو گے چنانچہ اس کی کوشش نہ کرو، خاموش رہو اور اس خاتون کا جواب سنو کہ وہ کیا کہتی ہے۔" اشمیل نے کہا۔

"رچرڈ! رچرڈ!" ریچل نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم نے سن ہی لیا کہ یہ تمہاری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ میں کیا کروں رچرڈ؟۔"

"کیا کروں! کیا کروں!" رچرڈ نے بلند آواز میں کہا "یہ میری نہیں بلکہ تمہاری زندگی کا سوال ہے ——— آہ ——— میں نہیں کہہ سکتا ——— نہیں کہہ سکتا ——— اگر یہ شیطان مجھے قتل کر دینا چاہتا ہے تو یونہی سہی۔ اس کے بعد اگر ممکن ہو تو تم بھی دوسری دنیا میں میرے پاس آجانا۔ چند گھنٹوں کی دیر سویر سے کوئی

فرق نہ پڑ جائے گا اور دوسری دنیا میں ایک بار پھر ہم ساتھ ہوں گے۔"

ریچل چند ثانیوں تک کچھ سوچتی رہی اور پھر اس نے پُرسکون آواز میں کہا:

"ٹھیک ہے ـــــ سنو اشمیل! میں رچرڈ کی ہوں اور وہ میرا ہے۔ اب اگر تمہارا بس چلے تو بے شک اسے قتل کر دو اور جب مجھے اس کی موت کا یقین ہو جائے گا تو میں بھی اس کے پاس چلی جاؤں گی۔"

"بہت اچھا ریچل۔ ایسا ہی ہوگا" اشمیل نے غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "اپنے محبوب کی طرف آخری بار دیکھ لو۔ اگر میں تمہیں حاصل نہیں کر سکتا تو دارین بھی تمہیں اس دنیا میں حاصل نہ کر سکے گا۔ نوجوان! آخری دفعہ دعا مانگ لو تمہارا وقت آگیا ہے۔"

اشمیل آگے بڑھا اور اس نے اپنی بندوق کا گھوڑا چڑھا لیا۔

"اے مافوتی کے لوگو" ریچل نے زولو زبان میں کہا "ابوبوسی اس شخص کا خون کرنے والا ہے جو میری طرح ڈنگان کی پناہ میں ہے۔ اگر آج یا کل اس کا خون بہا تو پھر اس کے عوض تمہارا خون بھی بہایا جائے گا۔ ہاں تمہارا اور تمہاری بیویوں کا اور تمہارے بچوں کا کیونکہ سردار کے گناہ کا کفارہ اس کی رعایا کو بھی سوا کرنا پڑتا ہے۔"

ریچل کی اس تقریر نے ان چار کافروں کو، جو قدرے بے چینی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے جوش دلا دیا اور انھوں نے صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے اشمیل کو اپنے ناپاک ارادے سے باز رہنے کو کہا لیکن اشمیل نے کوئی جواب دینے کے بجائے بندوق کی نالی رچرڈ کے سینے کی طرف اٹھا دی۔ ریچل نے اپنا سانس روک لیا۔ کوئی دم میں اس کا محبوب خاک و خون میں لوٹتا نظر آئے گا۔ دفعتہ ایک کافر جو کچھ زیادہ ہی بہادر تھا، آگے بڑھا اور اس نے اشمیل کی بندوق کی نالی پکڑ کر

اوپر اٹھا دی۔ ساتھ ہی بندوق چل گئی۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اشمیل نے قصداً بندوق چلائی تھی یا اتفاقاً چل گئی تھی۔

"دوسری نالی چلاؤ" رچرڈ نے ہنستے ہوئے کہا "تمہارا پہلا نشانہ تو خطا کر گیا۔"

اشمیل مارے غصے کے دیوانہ ہو رہا تھا اور اگر کافر اس کے خلاف نہ ہو گئے ہوتے تو شاید اس نے دوسری نالی رچرڈ کے سینے پر خالی کر دی ہوتی۔ یکایک ماتوتی والے اشمیل کی طرف دوڑ پڑے۔

"نہیں۔ نہیں" وہ چلائے "سفید فام سردار کا خون ہماری گردنوں پر نہ ہوگا۔ ہم انکوسازانہ کے غضب میں مبتلا ہونا نہیں چاہتے۔ ابو یوسی! اگر تم نے سفید فام سردار کو قتل کرنے کی کوشش کی تو ہم خود تمہیں پکڑ کر زولوؤں کے حوالے کر دیں گے۔"

اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اشمیل واقعی رچرڈ کو گولی مار دینا چاہتا تھا یا نہیں۔ اگر وہ غصے میں اندھا ہو رہا تھا اور اپنے کامیاب رقیب کا خاتمہ کر دینا چاہتا تھا تو اس وقت اسے اپنی خیریت اسی میں نظر آئی کہ اپنے اس ارادے سے باز رہے کیونکہ ماتوتی والے بگڑ کھڑے ہوئے تھے۔

"بہت اچھا" اس نے ریچل سے کہا "میں ظالم نہیں ہوں چنانچہ تم دونوں کو ایک اور موقع دیتا ہوں۔ میں دارین کو لے کر جا رہا ہوں لیکن مامی تمہارے پاس آجائے گی۔ اگر تم نے تین گھنٹوں کے اندر اندر مامی کے ساتھ یہ پیغام بھیج دیا کہ تم نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے تو دارین زندہ رہے گا اگر نہیں تو آج رات کا اندھیرا اترنے سے پہلے تم اس کی لاش دیکھ لو گی اور ہم اس کے بعد تمام معاملات طے کر لیں گے۔"

"ریچل! رچرڈ نے چیخ کر کہا" قسم کھاؤ کہ تم اپنی بات پر قائم رہو گی"
اشمیل غصے سے پاگل ہو گیا اور رچرڈ کو مارنے کے لئے دوڑ پڑا۔ موخرالذکر نے اسے دیکھا تو ہر چند کہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے لیکن اس نے اپنا سر جھکا کر ایک ایسی ٹکر اشمیل کے پیٹ میں لگائی کہ وہ زمین پر لڑھک گیا اور کئی سکنڈ تک اٹھ نہ سکا۔

"قسم کھاؤ ریچل۔ قسم کھاؤ" رچرڈ نے کہا" ورنہ زندہ ہوں یا مر جاؤں لیکن میں تمہیں کبھی معاف نہ کروں گا۔"

"میں قسم کھاتی ہوں" ریچل نے مردہ آواز میں کہا۔

پھر وہ آگے بڑھا اور جھک کر اس نے ریچل کے ہونٹ چوم لئے۔ ریچل نے بھی جواب میں اسکے ہونٹ چوم لئے۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کچھ نہ کہا اور یوں انھوں نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔ دو کافروں نے مل کر اشمیل کو اٹھایا اور اسے سہارا دے کر باہر لے گئے۔ دوسرے دو نے رچرڈ کو اپنی حراست میں لے لیا اور وہ کچھ کہے بغیر خاموشی سے ان کے ساتھ چل دیا۔ دروازے میں پہنچ کر اس نے پلٹ کر ریچل کی طرف دیکھا، آخری دفعہ ان کی آنکھیں چار ہوئیں اور پھر وہ باہر نکل گیا۔

ایک بار پھر ریچل اکیلی تھی۔

سترھواں باب

عظیم روح کی رخصتی

تھوڑی دیر بعد مامی آگئی اور اس نے کہا کہ اس دفعہ اشمیل نے اسے بطور پیغامبر کے انکوسازانہ کے پاس بھیجا تھا کہ شاید وہ ریچل، ابوبوسی کو کوئی پیغام بھیجنا چاہے ریچل صحن میں اور درخت کے چھاؤں میں اپنی مخصوص بنچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے اشارے سے مامی کو کہا کہ وہ جھونپڑی میں چلی جائے۔ مامی نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔

وقت گزرتا رہا اور ریچل جہاں تھی وہیں بیٹھی رہی۔ تین گھنٹے گزر گئے۔ کسی نے چہار دیواری کے دروازے پر کی روک ہٹائی اور دستک دی۔ مامی نے دروازہ کھولا اور واپس آکر ریچل سے کہا:۔

"انکوسازانہ! باہر ابوبوسی کھڑا ہوا ہے اور پوچھ رہا ہے کہ تمہیں کچھ اس سے کچھ کہنا ہے۔"

"نہیں۔ میں اپنے فیصلے پر قائم ہوں" ریچل نے وہ قسم یاد کر کے جواب دیا جو اس نے رچرڈ کے سامنے کھائی تھی۔

دروازہ بند کر دیا گیا۔

اس کے بعد وہاں گہری موت کی سی خاموشی طاری ہو گئی۔ آسمان بھورا ہو رہا تھا۔ شاید کہیں دور زوروں کی بارش ہو رہی تھی، فضا بوجھل تھی اور کسی طرف سے کوئی آواز نہ آرہی تھی حتی کہ بستی کے مویشی اور جنگل کے جانور بھی خاموش تھے۔ ریچل

کے اعصاب تن گئے تھے اور اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے موت کے فرشتے نے اپنے بازو مافوق پر پھیلا دئیے ہیں۔ ریچل خاموش اور مفلوج سی بیٹھی ہوئی تھی اور سوچ رہی تھی کہ خدا جانے اس کے محبوب پر اس وقت کیا گزر رہی ہوگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اپنی عزت آبرو پر رچرڈ کو بھینٹ چڑھا کر اس نے غلطی تو نہیں کی۔ وہ سوچتی رہی، سوچتی ہی رہی یہاں تک کہ اس کا دماغ تھک گیا اور وہ بالکل خالی الذہن ہوگئی۔

سورج غروب ہونے لگا اور اس کی شعاعیں بادلوں کے شگافوں میں سے نکل آئیں اور ان کی روشنی میں پوری بستی سرخ ہوگئی جیسے آگ لگ گئی ہو اور دفعتہً ریچل کو یوں محسوس ہوا جیسے آگ قریب تھی، بہت قریب۔ جلد ہی آگ مافوق کو نگل لے گی۔

دروازہ کھلا اور آٹھ کافر داخل ہوئے۔ ڈھالوں کے بنے ہوئے اسٹریچر پر وہ کوئی چیز اٹھائے ہوئے تھے ——— کوئی چیز جس پر کمبل پڑا ہوا تھا۔ وہ سر جھکائے آہستہ آہستہ آگے بڑھے اور اپنا بوجھ ریچل کے قدموں میں رکھ دیا اور ایک کافر نے کمبل اٹھا لیا۔ ڈھالوں کے اسٹریچر پر رچرڈ دارین کا مردہ جسم پڑا ہوا تھا۔

اسی کافر نے غمزدہ آواز میں کہا:۔

”انکوسازانہ! ابوبوسی نے یہ لاش تمہاری خدمت میں بھیجی ہے کہ تم دیکھ لو کہ وہ جو کہتا ہے کرتا بھی وہی ہے۔ بعد میں وہ خود تمہارے پاس آئے گا۔“

ریچل گھٹنوں کے بل بیٹھ کر رچرڈ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر موت کی سرد مہر لگ چکی تھی۔ اس نے رچرڈ کو ہاتھ چھو کر دیکھا وہ سرد ہو رہا تھا اس نے اس کے دل کی دھڑکن محسوس کی۔ وہ خاموش تھا۔

”لوگو! مجھے اس لاش کا زخم دکھاؤ“ اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا ”تاکہ میرے جسم پر بھی اسی جگہ زخم آئے۔“

"انگوسازانہ!" کافروں کے ترجمان نے کہا "سردار کے جسم پر کوئی زخم نہیں ہے"
"تو پھر اس کی موت کیسے واقع ہوئی؟ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ سردار مر گیا اور میں نے اس کی روح گزرتے محسوس نہیں کیا!"۔

انگوسازانہ! سردار کو پیاس معلوم ہوئی، انھوں نے دودھ پیا اور پھر مر گئے۔
"خدایا! میرے محبوب کو زہر دیا گیا اور میرے پاس زہر نہیں ہے۔ مامی! آؤ اور سفید فام سردار کی لاش دیکھ لو۔ ابوبوسی نے اسے زہر دے دیا ہے۔"

مامی جھونپڑی میں سو رہی تھی۔ ریچل کی آواز سن کر اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ کر باہر آئی رچرڈ کی لاش پر نظر پڑی تو وہ بلند آواز میں ماتم کرنے لگی۔

"افسوس ہے تجھ پر مافوتی" اس نے روتے ہوئے کہا "اور افسوس ہے ان لوگوں پر جو مافوتی میں بستے ہیں کیونکہ اب ان عذاب ——— سرخ عذاب آسمانوں سے نازل ہوگا۔ اب مافوتی والوں سے انتقام لیا جائے گا۔ ایک بے گناہ کا خون مافوتی والوں کی گردن پر ہے۔ انگوسازانہ کا سراب ان کے سروں پر ہے۔ زدوؤں کے بھالے اب مافوتی والوں کے سینے تلاش کر لیں گے۔ مافوتی کے لوگو! اس وحشی درندے ابوبوسی کو قتل کر دو اور بھاگ جاؤ۔ اس لاش کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ہاں اس لاش کو یہاں نہ رکھ جانا کہ یہ تمہارے خلاف گواہی دے۔ اسے لے جاؤ، دور لے جاؤ اور دفن کر دو۔ مٹی کا پہاڑ کھڑا کر دو اس لاش پر۔ اسے اس گھاٹی میں دفن کر دو جہاں کوئی نہ پہنچ سکتا ہو، جہاں کوئی انسان اسے نہ پا سکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ موت کی وادی میں سے نکل کر تمہارے خلاف گواہی دے۔ مافوتی والو! اگر تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو بھاگو ——— بھاگو ——— جس طرح کہ میں فرار ہو رہی ہوں"۔

اور مامی پلٹ کر تیزی سے بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔

سورج غروب ہو چکا لیکن آسمان سرخ تھا۔ آسمان پر منڈلاتے ہوئے طوفانی بادل خون ہو رہے تھے اور وہ آٹھوں کافر خوفزدہ تھے اور آپس میں کانا پھوسی کر رہے تھے۔

"یہ لاش پھینک دو اور بھاگو" ایک کافر نے کہا۔

"نہیں" دوسرے نے جواب دیا" ماں کی زبان سے کوئی روح ہمیں بددعا دے رہی تھی۔ یہ لاش اٹھا کر بھاگو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ہمارے خلاف گواہی دے"

آٹھوں کافر ایک ساتھ آگے بڑھے۔ رچرڈ کی لاش پر ایک بار پھر کمبل ڈال دیا گیا۔ انھوں نے ڈھالوں کا بنا ہوا اسٹریچر پھر اٹھایا اور بھاگتے ہوئے باہر نکل گئے۔ دروازہ پھر بند ہو چکا تھا۔ وہ رچرڈ کی لاش اپنے ساتھ لے گئے تھے اور ریچل اکیلی تھی۔ بالکل اکیلی۔

"میں اکیلی رہ گئی۔ بالکل اکیلی" ریچل نے بے حد نحیف آواز میں کہا۔

لیکن خود اس کے کانوں کو یہ آواز ایک گرج، ایک طوفانی گرج معلوم ہوئی جو فرش سے اٹھی اور خلا کو اور عناصر کو چیرتی ہوئی عرش تک پہنچ گئی۔ وہ جیسے خدا تک پہنچ گئی۔ یہ الفاظ، جو دراصل ایک مایوسانہ پکار تھی، اس مقام تک پہنچ گئی جس مقام پر جاتے فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔

یکایک کوئی چیز سی اس کے دماغ میں چٹخ گئی اور دفعتہً اس کا تمام خوف اور ساری سنسنی جاتی رہی اور اب وہ سکون محسوس کر رہی تھی۔ ریچل میں ایک فوری تغیر ہوا تھا۔ ایسا تغیر کہ اب وہ ہنس رہی تھی اور زوردار قہقہے لگا رہی تھی۔ وہ بھوک محسوس کر رہی اور قریب ہی میز پر کھانا رکھا ہوا تھا۔ وہ میز کی طرف لپکی اور اس نے شکم سیر ہو کر کھایا اور خوب سا پانی پی کر وہ بڑبڑائی:۔

"رچرڈ نے مرنے سے پہلے کچھ پیا تھا۔ مجھے بھی پینے دو اور پھر میں اپنی تنہائی اور مصائب کا خاتمہ کردوں گی"۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ ٹہلنے اور کوئی گیت گانے لگی اور اسے معلوم ہوا جیسے بہت سی آوازیں اس گیت کے بول کو اٹھا رہی ہیں۔ ان لوگوں کی آوازیں جو مر چکے تھے۔ ان بھیانک آوازوں نے اسے خوفزدہ کر دیا اور وہ خاموش ہو گئی اور پھر اس نے دیکھا کہ بہت سے درندے، جن کی صورتیں ابو بوسی کی سی تھیں، اپنی آتشی زبانوں سے بادلوں کو چاٹ رہے تھے۔ یہ عجیب منظر تھا جو نیچے صاف نظر نہ آ رہا تھا۔ ٹھیک ہے۔ اوپر سے جھونپڑی کی چھت پر سے صاف نظر آئے گا۔ اور ہاں اشمیل بھی تو اس کے پاس آ رہا تھا۔ ٹھیک ہے وہ اس شخص سے آخری ملاقات جھونپڑی کی چھت پر ہی کرے گی۔ اب وہ اشمیل سے نہ ڈرتی تھی۔ بالکل بھی نہ ڈرتی تھی۔ لیکن جب وہ چوہے کی طرح جھونپڑی کی چھت پر چڑھ رہا ہو گا تو وہ بڑا ہی مضحکہ خیز منظر ہو گا اور وہاں ـــ جھونپڑی کی چھت پر وہ اس سے چند باتیں کرے گی یہاں تک کہ ـــ یہاں تک کہ کوئی بات ہو گی۔ اشمیل کے لئے کوئی بری بات ـــ کوئی واقعہ۔ نہیں۔ نہیں۔ وہ خودکشی نہ کرے گی۔ وہ یہ دیکھنے کے لئے زندہ رہے گی کہ اشمیل کے ساتھ کیا واقعہ ہوتا ہے ـــ وہ عجیب واقعہ جس سے وہ اچھی طرح واقف ہے لیکن جو اسے یاد نہیں آ رہا۔

وہ بڑی آسانی سے، ایک بلی کی سی پھرتی سے جھونپڑی کی چھت پر چڑھ گئی اور اب وہ وہاں چھت پر کھڑی ہوئی تھی اس کے ایک ہاتھ میں بھالا تھا۔ اور دوسرے سے وہ اس کھمبے کو پکڑے ہوئے تھی جو آسمان سے گرتی ہوئی بجلیوں کو ڈرانے اور لوٹا دینے کے لئے وہاں لگایا گیا تھا۔ اور وہ وہاں کھڑی ان زندوں

کو دیکھتی رہی جن کی صورت اشمیل کی سی تھی اور جو اپنی آتشی زبانوں سے بادلوں کو چاٹ رہے تھے۔

درندے بادلوں کو چاٹتے چاٹتے تھک گئے۔ تھوڑی دیر کے لئے ان کی بھوک کی تسکین ہو گئی۔ بہرحال اب ریچل ان کی زبانیں نہ دیکھ رہی تھی۔ ہوا بند تھی، فضا بوجھل ہو رہی تھی اور اندھیرا مکمل ترین تھا اور یہ اندھیرا جیسے کسی ٹھوس چیز کی طرح اسے چاروں طرف سے دبا رہا تھا' بھینچ رہا تھا۔ اور ریچل کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس اندھیرے میں سے آوازیں سن رہی ہو۔ بھاگتے ہوئے پیروں کی آوازیں جو مشرق کی طرف سے آ رہی تھیں، جو مغرب کی طرف سے آ رہی تھیں۔

اور پھر اس نے ایک آواز سنی۔ دروازہ کھلنے کی آواز اور پھر محتاط قدموں کی چاپ جیسے کوئی بھیڑیا چوری چھپے مرغیوں کے ڈربے کی طرف جا رہا ہو۔ اس نے یہ چاپ پہچان لی کیونکہ اب اس کی حسیں کسی بھی کافر سے زیادہ تیز ہو چکی تھیں۔ یہ ابو یوسی کے پیروں کی چاپ تھی۔ وہی راتوں کو رینگنے والا۔ وہ جھونپڑی کی چھت پر کھڑی ہوئی تھی اور اشمیل اسے نیچے تلاش کر رہا تھا اس قدر مضحکہ خیز خیال تھا کہ اس کا جی چاہا کہ وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ لیکن وہ قہقہہ لگانے کی جرأت نہ کر سکی کیونکہ اسے یاد آیا کہ اگر اس نے قہقہہ لگایا تو روحیں بھی اس کا ساتھ دیں گی جیسا کہ انھوں نے اس وقت ساتھ دیا تھا جب وہ گیت گا رہی تھی۔ چنانچہ وہ خاموش رہی۔

اور نیچے اشمیل اسے تلاش کر رہا تھا۔ وہ اس درخت تلے پہنچا جہاں ایک بنچ رکھی ہوئی تھی اور وہاں اسے ٹٹولنے لگا کہ شاید ریچل وہاں ہو اور اب وہ جھونپڑی میں داخل ہو رہا تھا اور اب وہ اندھیرے میں بستر ٹٹول رہا تھا اور اب وہ چراغ

جلا چکا تھا اور اس کی اندھی روشنی چھت کے اس سوراخ میں سے باہر نکل رہی تھی جو دود کش کی غرض پوری کر رہا تھا۔ جھونپڑی میں ریچل نہ تھی چنانچہ وہ چراغ جلتا چھوڑ کر باہر آ گیا۔

"ریچل! ریچل!" اس نے آہستہ سے پکار کر کہا "کہاں ہو تم؟"

کوئی جواب نہ آیا تو وہ اپنے آپ سے ہی باتیں کرنے لگا۔

"کہیں فرار تو نہیں ہو گئی؟" وہ بڑبڑایا "یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ چند افوقی والے فرار ہو گئے ہیں۔ بیوقوف! گدھے! بزدل! — نہیں۔ یہ ممکن نہیں۔ وہ فرار نہیں ہو سکتی کیونکہ پہرہ سخت ہے۔ ہاں البتہ اگر وہ حقیقت میں روح ہو اور ہوا میں تحلیل ہو گئی ہو تو کہا نہیں جا سکتا۔ خدا کرے کہ وہ روح نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو پھر وہ مجھے آسیب بن کر ستایا کرے گی۔ اور میں اپنے جسم کو اپنا نا چاہتا ہوں نہ کہ اس کی روح کو۔۔ مجھے بہر حال اسے حاصل کرنا ہے۔ اس کمبخت نے یقیناً مجھ پر سحر کر دیا۔ بے در: کوئی وجہ نہ تھی کہ میں اس کی خاطر ہر خطرہ مول لیتا۔ شیطان نے انگلی دکھائی ہے مجھے اور میں اس راستے پر چلا جا رہا ہوں جو شیطان کا بنایا ہوا ہے۔"

اشمیل یونہی بکتا رہا یہاں تک کہ ریچل اس کی بکواس برداشت نہ کر سکی۔

"ہاں۔ ہاں" اس نے جھونپڑی کی چھت پر سے کہا "یہ راستہ شیطان کا ہی بنایا ہوا ہے جس پر تم شروع سے چل رہے ہو ابو یوسی اور اب یہ راستہ ذرا آگے چل کر دوزخ سے جا ملتا ہے چنانچہ اطمینان رکھو تمہاری منزل قریب ہے۔"

اشمیل نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا، وہ خوف سے لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا اور دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"کیسی آواز تھی یہ! کس کی آواز تھی یہ؟ کہاں ہو تم؟" اس نے منہ اٹھا کر ہوا سے پوچھا۔

لیکن ریچل نے کوئی جواب نہ دیا تو اشمیل نے پھر اپنے آپ سے کہا:۔

"آواز تو ریچل کی ہی تھی لیکن کہیں اوپر سے آ رہی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نے خودکشی کر لی ہے ــــ رچرڈ کی بننے سے بہتر تو یہی ہے کہ وہ مر جائے۔ میں اسے کبھی برداشت نہ کرسکوں گا کہ میرے علاوہ وہ کسی اور کی ہو جائے۔ اچھا ہوا کہ وہ مر گئی ــــ لیکن ــــ لیکن ــــ اگر اس نے خودکشی کر لی ہے تو پھر ــــ وہ بولی کہاں سے ؟"۔

وہ جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ غالباً چراغ لانے کے لئے۔ یکایک افق پر ایک زوردار بجلی چمک گئی جس کی روشنی کئی سکنڈ تک قائم رہی اور اس روشنی میں ریچل نے جو جھونپڑی کی چھت پر کھڑی ہوئی تھی، اس بلندی پر سے دور دور تک دیکھ سکتی تھی بہت سی چیزیں دیکھیں۔ مغرب کی طرف میدان میں بہت سے کالے کالے دھبے حرکت کر رہے تھے۔ یہ وہ لوگ اور ان کے مویشی تھے جو ماتوتی چھوڑ کر جا رہے تھے۔ اور مشرق کی طرف بھی سائے حرکت کر رہے تھے اور وہ درے میں سے نکل کر ماتوتی کی طرف آ رہے تھے اور وہ کوئی سفید چیز اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ یقیناً زولو فوج تھی۔ چند سائے بستی کی دیوار کے قریب پہنچ چکے تھے، چند دیوار پر چڑھ آئے تھے اور چند صرف سوگز دور بستی کی بڑی سڑک پر رینگ رہے تھے۔

اس کے علاوہ ان رینگنے والوں کو کچھ نظر آ گیا، وہ رک گئے اور پھر جیسے خوف کے عالم میں ایک دوسرے پر گرے اور بجلی کی روشنی غائب ہونے سے پہلے اس نے آخری منظر یہ دیکھا کہ نیچے کھڑا ہوا اشمیل پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا ــــ ریچل کی طرف ــــ جو بلندی پر اور جیسے ہوا میں کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں بھالا تھا اور اس کی آنکھوں میں پاگل پن کی چمک تھی اور اس کے بشرے سے وہ وحشت عیاں تھی جو پاگلوں کے بشرے پر نظر آتی

تھے۔ لیکن اشمیل نے ان متحرک دھبوں کو نہ دیکھا جو مغرب کی طرف تھے اور مشرق کی طرف تھے۔ وہ گھٹنوں کے بل گر گیا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ ایک بار پھر بجلی چمک گئی۔ طوفان کوئی دم میں پھٹ پڑنے والا تھا۔ اسی روشنی میں اشمیل نے دیکھا کہ وہ روح نہیں ریچل تھی جو جھونپڑی کی چھت پر کھڑی ہوئی تھی۔

"آہا۔ تو تم وہاں ہو!" اس نے کہا۔ اس کا خوف زائل ہو چکا تھا "نیچے اتر آؤ ریچل کہ ہم معاملے کی بات کریں۔"

ریچل نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ وہ یہ دیکھنے کے لئے بے تاب تھی کہ اب اشمیل کیا کرتا ہے۔ اشمیل نے کافی دیر تک جھونپڑی کا طواف کرتا اور ریچل سے درخواستیں کرتا اور اسے دھمکیاں دیتا رہا اور پھر آخرکار وہ جھونپڑی کی چھت پر چڑھنے لگا لیکن اندھیرے میں، جس میں کبھی کبھی بجلی چمک کر شگاف ڈال دیتی، اسے یہ کام بڑا ہی مشکل معلوم ہوا اور ایک دفعہ تو وہ کافی بلندی سے نیچے چت گرا۔ وہ اٹھا اور دانت پیس کر جھونپڑی کی طرف بھاگا۔ اس نے ایک چھلانگ لگائی اور ان رسیوں کو، جن سے جھونپڑی کی دیواریں بندھی ہوئی تھیں، پکڑتا ہوا چھت تک پہنچ گیا۔ لیکن وہاں اس نے سر ابھارا تو ریچل کے بھالے کی نوک اس کے سامنے تھی چنانچہ وہ وہیں لٹکتا رہا جیسے کسی چٹان کے کنارے سے مینڈک لٹک رہا ہو۔ وہ اوپر نہ چڑھ سکتا تھا کیونکہ بھالا اس کی طرف بڑھا ہوا تھا اور نہ ہی نیچے اترنا چاہتا تھا کیونکہ بڑی دقتوں کے بعد وہ اوپر چڑھنے میں کامیاب ہوا تھا۔

"ریچل!" اشمیل نے کہا "نیچے اتر آؤ ریچل۔ میں نے جو کچھ کیا ہے تمھاری خاطر کیا ہے، نیچے آجاؤ ریچل اور مجھے معاف کر دو۔"

ریچل نے ایک قہقہہ لگایا۔ دیوانگی کا بھیانک قہقہہ۔

"میں معاف کر دوں تمھیں؟" اس نے پوچھا "دچرڈ وارمین نے معاف کیا ہے تمھیں؟

اور تم نے اسے زہر کس چیز میں ملا کر دیا تھا؟ دودھ میں؟ ٹھیک ہے۔ انسانیت اور رحمدلی کے دودھ میں۔ بہت عمدہ زہر تھا وہ اس قدر عمدہ کہ میں سمجھتی ہوں وہ تم نے اپنے خون سے کشید کیا ہوگا۔ جب تم مرجاؤ تو صحرائی لوگوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے تیر تمھارے خون میں ڈبو لیں کیونکہ تمھارے خون میں بجھائے ہوئے تیر بڑے زہریلے ثابت ہوں گے حتی کہ مگرمچھ اور زہریلے ناگ بھی ان تیروں سے مرجائیں گے۔"

اشمیل نے کوئی جواب نہ دیا چنانچہ ریچیل نے سلسلۂ کلام جاری رکھا:۔

"خود تمھارے لوگوں نے تمھیں معاف کیا ہے۔ اگر معاف کیا ہے، تو پھر وہ اس سفید چیز کو اپنے ساتھ لے کر کیوں فرار ہو گئے ہیں جو کبھی ایک انسان تھا؟ کیا میرے والدین نے تمھیں معاف کر دیا ہے؟ تم سن رہے ہو کہ اس وقت ان کی روحیں مجھ سے کیا کہہ رہی ہیں؟ وہ کہہ رہی ہیں کہ تمھارا انصاف خدا کے دربار میں ہوگا۔ کیا زولوؤں نے تمھیں معاف کر دیا ہے جن کا خیال ہے کہ تمھارا انصاف بادشاہ اور انگو سازانہ ہی کر سکتی ہے؟ گھوم جاؤ اور خود زولوؤں سے پوچھ لو جو قریب آگئے ہیں" اور اس نے اپنے بھالے سے اشارہ کیا "گھوم جاؤ اے منیڈک! گھوم جاؤ اور اپنا مقدمہ پیش کرو اور میں اس کا فیصلہ کروں گی اور ان لوگوں کو بلاؤں گی جو تمھارے ہاتھوں مارے گئے ہیں اور وہ گواہی دیں گے اور میں فیصلہ کروں گی اور بھالے اپنا کام کریں گے۔ دیوار کی طرف دیکھو اے منیڈک دیوار کی طرف دیکھو۔"

ریچیل اپنی دیوانگی میں یوں بک رہی تھی اور اپنے بھالے سے اشارے کر رہی تھی کہ ایک بار پھر بجلی چمک گئی اور اشمیل نے گردن گھما کر دیکھا کہ زولو سپاہی فصیل پر سے مافوق میں کود رہے تھے اور افسر کھلے ہوئے دروازے میں سے اندر دھنسے آرہے تھے۔ اشمیل نے اوپر سے چھلانگ لگا دی کہ اپنی بندوق، جسے وہ نیچے چھوڑ آیا تھا، اٹھا لے لیکن اس سے پہلے کہ وہ بندوق تک پہنچ سکتا غضبناک زولو اس پر یوں ٹوٹ پڑے جس

طرح تیندوے بکری پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور اب زولو اٹمیل کو پکڑے ہوئے تھے اور تامبوسا کہہ رہا تھا:۔

"انکوسازانہ! سلام ہو تجھ پر۔ نیچے اتر آؤ اور اس وحشی درندے کو، جس نے تمہیں پھاڑ کھایا ہوتا، سزا دو"

"تامبوسا!" ریچل نے کہا، انکوسازانہ چلی گئی۔ نوماغظیم روح رخصت ہوتی۔ اب اب صرف وہ جسم رہ گیا ہے جس میں عظیم روح کا قیام تھا۔ تامبوسا! عظیم روح غصے میں بھری ہوئی زولوؤں پر منڈلا رہی ہے جس طرح کہ عقاب خرگوش پر منڈلاتا ہے۔ تامبوسا؟ اب انکوسازانہ اور زولوؤں کے درمیان خون آگیا ہے۔ ان لوگوں کا خون جنھوں نے انکوسازانہ کو وہ جسم دیئے جس میں اس نے قیام کیا۔ تامبوسا! انکوسازانہ اور ربوبوس کے درمیان خون ہے اس سفید فام کا خون جس سے یہ جسم محبت کرتا تھا جس میں انکوسازانہ کا قیام تھا اس سفید فام کا خون جسے ربوبوس نے محض اس بے موت کے حوالے کر دیا کہ انکوسازانہ نے ابوبوس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا تامبوسا! انکوسازانہ کو اس ابوبوس نے بڑی تکلیفیں دی ہیں "تامبوسا! انکوسازانہ نے توہین برداشت کی ہے۔ بڑے دُکھ جھیلے ہیں اور جب انکوسازانہ نے زولوؤں کو پکارا تو ہزاروں، لاکھوں میں سے ایک بھالا بھی اس کی مدد کے لیے بلند نہ ہوا اور ہوتا بھی کیسے؟ زولو بہادر تو اس بوڑھے اور اسی بڑھیا کو قتل کرنے میں مصروف تھے جسے انکوسازانہ اپنے والدین کہتی تھی۔ چنانچہ تامبوسا! عظیم روح اس جسم میں سے یوں نکل کر پرواز کر گئی جس طرح گھونسلے سے پرندہ، جس طرح انڈے میں سے چوزہ نکل جاتا ہے اور خول رہ جاتا ہے اس طرح تمہارے سامنے صرف خول رہ گیا ہے اور خول میں غم ہے اور اداسیاں ہیں۔ اس کے باوجود تامبوسا! عظیم روح اب بھی میری زبان سے گویا ہے اور یوں کہتی ہے عظیم روح کے خون کے اسی بیج سے، جو زولوؤں نے بویا ہے، انکوسازانہ کے

پرستار زرلو مصائب و تباہی و بربادی کی کاشت کریں گے۔ کیونکہ انکو سازانہ نے جب وہ زرلوؤں میں مقیم تھی، یہ کہا تھا کہ اگر اس کے اور زرلوؤں کے درمیان خون آگیا تو پھر زرلوؤں کے حق میں برا ہوگا۔ تامبوصا! یہ ہے انکو سازانہ کا حکم کہ تم اس جسم کی حفاظت کروگے جس میں عظیم روح مقیم تھی تاکہ ابوبوس سے وہ محفوظ رہے اور تمام بد معاش لوگوں سے محفوظ رہے اور تم اس جسم کو بہ حفاظت سیاہ جی کی بیٹی نوئی کے پاس لے جاؤگے کیونکہ یہ جسم اسی کے ساتھ رہے گا"

اندھیرے میں جھونپڑی کی چھت پر کھڑی ہوئی ریچل یوں ماتم کر رہی تھی اور نیچے کھڑے ہوئے زرلو خوف اور غم سے کراہ رہے تھے کیونکہ انھوں نے اپنے گناہوں سے انکو سازانہ کی روح کو آوارہ بنا دیا تھا اور اب انکو سازانہ انھیں سراپ دے چکی تھی اور اب اس کا غضب نازل ہونے والا تھا۔

بجلی بڑے زور سے چمکی اور اس کی روشنی میں انھوں نے ریچل کو جھونپڑی کی چھت پر کھڑے دیکھا اس نے بھالا پھینک دیا تھا جسے اب اس کی ضرورت نہ رہ گئی تھی اور اس کے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ اس کا چہرہ بھی اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا اور اس کے سنہرے بال ہوا میں اڑ رہے تھے اور اس کی آنکھوں میں دیوانگی کی چمک تھی۔ چنانچہ اس عالم میں وہ عورت نہیں بلکہ، جیسا کہ زرلو سمجھتے تھے، روحوں کی ملکہ معلوم ہوتی تھی۔ بجلی کی روشنی میں زرلوؤں نے اسے دیکھا تو وہ گھبرا کر ہٹنے لگے اور چند لوگ زمین پر اوندھے منھ لیٹ گئے اور اپنے ہاتھوں میں انھوں نے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

ایک بار پھر اندھیرا چھا گیا اور ایک شخص جھونپڑی میں وہ چراغ لینے دوڑ گیا جو وہاں جل رہا تھا اور جب وہ چراغ لے کر آیا تو ریچل زرلوؤں کے درمیان کھڑی ہوئی تھی۔ انھوں نے اسے اترتے نہ دیکھا اور نہ ہی اس کے اترنے کی آواز سنی تھی۔ انتھیل نے بھی اسے دیکھ لیا اور چونکہ زرلوؤں کی آنکھوں میں اسے اپنی موت نظر آگئی

تھی اس لیے اس نے ایک ہاتھ بڑھا کے ریچل کا دامن پکڑ لیا اور گڑگڑا کے رحم طلب کرنے لگا۔

اتھمیل کی گرفت اپنے چغے کے دامن پر محسوس کر کے چیخ پڑی اس کی یہ چیخ بڑی ہی بھیانک اور وحشیانہ تھی جو تیز خنجر کی طرح زولو سپاہیوں کے دلوں میں اترتی چلی گئی۔

"ارے میرے لوگو!" وہ بولی" دیکھو۔ دیکھو۔ اپنے لمس سے یہ مجھے نجس کر رہا ہے۔"

زولوؤں نے اتھمیل کو لاتیں، گھونسے اور بھالوں کے دستوں سے مار مار کے ادھ موا کر دیا اور سوالیہ نگاہوں سے اپنے سردار کی طرف دیکھنے لگا کہ اس کا حکم ہو تو اسی وقت اتھمیل کے ٹکڑے اڑا دیں۔

"نہیں"۔ تاموسا نے کہا۔ ہم اسے ڈنگائی کے پاس لے جائیں گے۔ وہی اسے سزا دے گا۔"

"مجھے بچاؤ۔ خدا کے لیے مجھے بچاؤ ریچل" اتھمیل گڑگڑایا" تم نہیں جانتیں کہ اس سردار کا مطلب کیا ہے۔ ریچل! میں تمھاری محبت میں دیوانہ ہو رہا تھا، اندھا ہو گیا تھا میں۔ خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔ اور مجھے ڈنگائی کے پاس نہ بھیجو۔ وہ مجھے سخت تکلیفیں دے دے کر مارے گا۔"

"میں کون ہوتی ہوں رحم کرنے والی۔" ریچل نے کہا" اس سے رحم طلب کرو جو سب سے بڑا منصف ہے۔" اور پھر اس نے لرزہ خیز سرگوشی میں کہا" اتھمیل! اتھمیل؟ میں نے کیا بگاڑا تھا تمھارا جو تم نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا؟ کیا جرم کیا تھا میں نے تمھارا، جس کی سزا میں تم نے میرے والدین کو قتل کروا دیا؟ تم نے میرے محبوب کو کیوں زہر دلوایا؟ کیوں تم نے عظیم روح کو میرے جسم سے دھکیل کر اس کی جگہ پاگل پن بھر دیا؟" تاموسا! اس سے پہلے کہ اس بستی پر عذاب نازل ہو مجھے یہاں سے لے جاؤ اور یہاں ۔ اب میں اس شخص کی صورت تک دیکھنا نہیں چاہتی۔"

چنانچہ چند سپاہیوں نے آگے بڑھ کر ریچل کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور اسے بستی سے

باہر اس غار میں لے آئے جو مانوتی سے کچھ فاصلے پر ایک چٹان میں تھا۔ حالانکہ بارش نہ ہو رہی تھی لیکن طوفان کے آثار زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوتے جا رہے تھے اور طوفان بادباراں سے اسے غار میں ہی پناہ مل سکتی تھی۔ بجلی چمک رہی تھی، بادل گرجنے لگے تھے اور ہوا درختوں اور جھاڑیوں کو جھنجھوڑ رہی تھی۔

اور وہاں غار کے دہانے میں ریچل بیٹھ گئی اور مانوتی کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ کچھ ہوگا البتہ یہ نہ جانتی تھی کہ کیا ہوگا۔ خود کرال میں زولوؤں نے توڑ پھوڑ مچا رکھی تھی اور اشمیل اس جھونپڑی کی چھت پر بندھا کھڑا تھا جس میں ریچل قید تھی۔ اس وقت اشمیل مارے خوف کے نیم جاں ہو رہا تھا۔

ریچل یوں بیٹھی مانوتی کی طرف دیکھ رہی تھی اور "کچھ ہونے" کی منتظر تھی کہ دفعتہً ایک جھونپڑی سلگ اٹھی۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس پر بجلی گری تھی یا کسی زولو سپاہی نے اس میں آگ لگا دی تھی۔ جھونپڑی دھڑا دھڑ سلگنے لگی۔ تیز ہوا نے شعلوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر دوسری جھونپڑی تک پہنچا دیا۔ وہ بھی جلنے لگی۔ پھر تیسری، چوتھی، پانچویں یہاں تک کہ پورا مانوتی جلنے لگا۔ زولو سپاہی گھبرا کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ وہ مانوتی کے راستوں سے واقف نہ تھے۔ چنانچہ باڑوں میں الجھ گئے۔

دفعتہ ایک جلتا ہوا انسان مانوتی کی شاہراہ پر دوڑتا ہوا آیا۔ وہ سر سے پیر تک شعلہ بنا ہوا تھا۔ ریچل کے قریب کھڑے ہوئے زولو چلائے :۔

"دیکھو۔۔۔ دیکھو۔۔۔ وہ تو ابوبہ سی ہے"

اشمیل، جو مشعل کی طرح سلگ رہا تھا، بے چاری ریچل کے دروازے تک نہ پہنچ سکا کیونکہ ایک جلتی ہوئی جھونپڑی اس کے راستے میں اور عین اس کے سامنے گری وہ پلٹ کے اس قریبی چٹان کی طرف بھاگا جو مانوتی کے ایک کنارے پر تھی۔ یہ چٹان چونکہ عمودی تھی اس لیے اس طرف دیوار نہ بنائی گئی تھی۔ اس چٹان کے قریب وہ ادھر

اُدھر دیوانوں کی طرح بھاگ رہا تھا۔ یکا یک قریبی جھونپڑی کے شعلے آتشی زبانوں کی طرح اشمیل کی طرف لپکے۔ اشمیل زمین پر لیٹ گیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنے لگا کیونکہ اب اس کے لانبے بال جلنے لگے تھے وہ اٹھا، وہ چٹان کی چوٹی پر پہونچا کیونکہ اندر کی طرف سے چٹان عمودی نہ تھی۔ وہ چٹان کی چوٹی پر بھاگنے لگا، وہ بے حد خوف زدہ اور گھبرایا ہوا تھا۔ اس کے کپڑے سلگ رہے تھے، اس کی جلد جھلس رہی تھی، اس کی کھال ادھڑ گئی تھی اور چربی نکل آئی تھی۔ اشمیل اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکا اور چٹان پر سے ـــ پچاس ساٹھ فٹ کی بلندی پر سے ـــ دوسری طرف پتھروں پر کود پڑا اور پھر وہیں پڑا رہا یہاں تک کہ مر گیا اور دوسرے زولوؤں نے اس کی جلی ہوئی لاش دفن کر دی۔

اور یوں اشمیل ریچل کی زندگی اور اس دنیا سے رخصت ہوا۔

لیکن اشمیل اس دنیا سے اکیلا نہ گیا تھا بلکہ بہت سے زولو بھی ـــ تقریباً پچاس پچپن ـــ سلگتے ہوئے مافوتی میں جل مرے تھے اور بہت سے جھلس گئے تھے۔

"اف! تامبوس نے زخمیوں کے معائنے اور لاشوں کو شمار کرنے کے بعد کہا، انکوساز انہ کا سراپ ہم پر بہت جلد اثر کر رہا ہے اور میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ ابتدا ہے آگے دیکھو کیا ہوتا ہے۔"

رہا مافوتی تو وہ پوری طرح اجڑ گیا اور آج تک اجڑا ہوا ہے اور وہاں جھاڑیاں اور خود رو پودے اُگے ہوئے ہیں کیونکہ مافوتی والے، جو فرار ہو گئے تھے، پھر اس طرف نہ آئے اور نہ ہی کسی دوسرے قبیلے نے یہاں آباد ہونے کی ہمت کی کیونکہ اگر آج بھی آپ اس طرف نکل جائیں اور وہاں اگر کسی کافر سے آپ کی ملاقات ہو تو وہ آپ کو بتائے گا کہ وہ مقام، جہاں کبھی مافوتی آباد تھا، آسیب زدہ ہے اور یہ کہ جب طوفان باد و باراں آتے ہیں تو ایک جلتی ہوئی شبیہ اس سرے سے

اس سرے تک بھاگتی ہوئی نظر آتی ہے اور پھر جنوبی چٹان پر چڑھ کر دوسری طرف گھائی میں پھاند پڑتی ہے۔

تیز ہوا اور کڑک اور گرج کے بعد بارش شروع ہو گئی۔ موسلا دھار بارش جیسے آسمان کے تمام دریچے کھل گئے ہوں۔ ریچل خالی خالی نظروں سے پانی کی اس چادر کو، جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی تھی، دیکھتی رہی۔ پھر وہ بلٹی اور غار کے آخری سرے پر پہنچ کر اس نے اپنے آپ کو اس چٹنے میں لپیٹ لیا، جو اسی کے لیے بنایا گیا تھا، لیٹ گئی اور شیر خوار بچے کی طرح دوسرے دن تک سوتی رہی یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور تب ریچل نے بیدار ہو کر کھانا طلب کیا۔

لیکن سپاہی جاگتے رہے۔ رات بھر وہ ایسی جگہ، جہاں انھیں بارش سے پناہ مل سکتی تھی، چھوٹے چھوٹے گروہوں میں کھڑے رہے لیکن بارش کا پانی انھیں بڑی بے رحمی سے بھگوتا رہا یہاں تک سردی سے ان کے دانت بجنے لگے اور اعضا اکڑ سے گئے۔ چند سپاہی تو اسی رات اکڑ کر مر گئے اور بہت سے تپ لرزہ میں مبتلا ہو گئے، اور چند دنوں بعد ان بیماروں میں سے زیادہ تر دوسری دنیا میں پہنچ گئے۔

صبح جب طوفان گزر گیا اور سورج پوری طرح آب و تاب سے چمکنے لگا تو ابوبوسا نے افسروں کی ایک مجلس مشاورت طلب کی۔ مسئلہ یہ در پیش تھا کہ مافوقی والوں کو جو فرار ہو گئے تھے، تعاقب کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جائے یا زولولینڈ کو کوٹ جایا جائے۔ اکثر افسروں نے جواب دیا کہ مافوقی اور مافوقی والوں کا وہ انجام دیکھ چکے ابوبوسی پر آسمان سے عذاب نازل ہوا اور اب وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔ انگو ساز انہ بچا لیا گیا ہے اور وہ زندہ ہے حالانکہ وہ پاگل ہو چکی ہے، سفید فام سردار دار یو کا ابوبوسی نے خون کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسے زہر دے دیا گیا ہے۔

چنانچہ اس کی لاش یقیناً مافوقی کی آگ میں جل گئی ہوگی، رہا مافوقی والے تو معلوم ہوتا ہے ان میں سے اکثر بے گناہ ہیں کیونکہ اپنے سردار کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ دوسرے افسروں نے ان دلائل کے جواب میں کہا کہ مافوقی والے قطعی بے گناہ نہیں ہیں کیونکہ انکو سانانہ اور دادیوں کو راہ سے اٹھالانے میں انھوں نے ابوبوسی کی مدد کی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ جب ابوبوسی نے ان دونوں کو قید کر دیا اور داریو کی جان بھی لے لی تو اس کے بعد بھی مافوقی والے خاموش بیٹھے رہے اور اس وقت فرار ہوئے جب انھیں پتہ چلا کہ زولو فوج اس طرف آرہی ہے اس کے علاوہ بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ ان کتوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا جائے لیکن ہوا یہ کہ مافوقی والوں میں کا ایک شخص بھی نہ مارا گیا اور صرف وہی مویشی ہاتھ لگے ہیں جنھیں مافوقی والے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ چنانچہ افسروں میں بحث ہونے لگی اور وہ کوئی فیصلہ نہ کرسکے تو طے پایا کہ یہ معاملہ انکوسانانہ کے حضور پیش کیا جائے اور وہ جو کہے اس پر عمل کیا جائے بشرطیکہ اس کے الفاظ کے معنی وہ سمجھ سکیں۔

چنانچہ تاموسا، ایک شخص کو اپنے ساتھ لے کر غار میں پہونچا اور پورا معاملہ ریچل کے سامنے پیش کیا جو اپنی تقریباً پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اس کی صورت تکتی رہی جیسے وہ کچھ سمجھ نہ رہی ہو اور جب وہ خاموش ہوا تو ریچل نے چیخ کر کہا:۔

"مجھے بادشاہ کے کرال میں لوئی کے پاس لے چلو۔ لوئی کے پاس لے چلو مجھے"

اور اس کے بعد وہ خاموش ہوگئی اور اس نے کچھ نہ کہا

مافوقی والے فرار ہوگئے تھے اور کوئی نہ جانتا تھا کہ وہ کس طرف گئے تھے۔ زولوؤں نے ان مویشیوں پر قبضہ کر لیا تھا جو مافوقی میں رہ گئے تھے اور کچھ بہت سے سپاہی جھلس گئے تھے اور بہت سوں کو بخار چڑھ آیا تھا چنانچہ تاموسا نے افسروں اور سپاہیوں سے کہا کہ انکوسانانہ چاہتی ہے کہ زولولینڈ کی طرف چلا جائے۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہی وہ لوگ روانہ ہوگئے جو سپاہ آبر کی طرح جل گئے تھے اور سفر

نہ کر سکتے تھے انھیں ڈھالوں پر لٹا دیا گیا اور چار سپاہیوں نے یہ ڈھال اٹھا لیے۔ لیکن ریچل نے ڈولی میں سوار ہونے سے انکار کر دیا اور پیدل ہی چلتی رہی اور اس سے چند قدم کے فاصلے پر زولو سپاہی اس کی حفاظت کرتے چلتے رہے۔ مسلسل کئی گھنٹوں تک وہ سر جھکائے اور بے تھکے چلتی رہی لیکن وقتاً فوقتاً وہ اپنا سر اٹھا کر ایک بھیانک قہقہہ لگاتی جیسے اسے وہ باتیں نظر آ رہی ہوں جو اسے خوش کر رہی ہوں لیکن زولو سپاہی خوش نہ تھے کیونکہ انھوں نے انکوسازانہ کے وہ الفاظ سنے تھے جو اس نے مافوقی میں ایک جھونپڑی کی چھت پر کھڑے ہو کے کہے تھے کہ اب ان پر عذاب نازل ہونے والا ہے کیونکہ اب انکوسازانہ زولوؤں کے درمیان خون آ گیا ہے۔ چنانچہ زولو اس خیال سے اداس تھے کہ انکوسازانہ ان کی بدقسمتی پر ہنس رہی ہے ان مصائب پر ہنس رہی ہے جو ان پر نازل ہو چکے ہیں اور ان مصائب پر ہنس رہی ہے جو ان پر نازل ہونے والے ہیں۔

دوپہر کے وقت ان لوگوں نے ایک جگہ قیام کر دیا اور ریچل نے اس وقت بھی شکم سیر ہو کر کھایا کیونکہ اب اس کا دماغ چل گیا تھا چنانچہ اس کا جسم غذا طلب کر رہا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ لوگ آگے بڑھے اور دریائے یانیلہ کے کنارے پہنچ گئے جو زیادہ زور دار نہ تھا۔ دریا گزشتہ رات کی بارش کی وجہ سے چڑھا ہوا تھا اور اسے عبور کرنا ممکن نہ رہا تھا اس لئے انھوں نے وہیں قیام کر دینے کا فیصلہ کر لیا اور کہنے لگے کہ اس سفر میں ہر بات ان کے خلاف ثابت ہو رہی ہے جیسی کہ توقع تھی اور یہ کہ اگر انھوں نے مافوقی والوں کا تعاقب کیا ہوتا تو اچھا ہوتا۔ بہرحال حالات یہ تھے اور بدتر ہونے والے تھے کیونکہ جب وہ انکوسازانہ کی جھونپڑی کے لیے درختوں کی ٹہنیاں اور جھاڑیاں اور گھاس کاٹ رہے تھے تو ریچل خالی خالی نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یکایک وہ پلٹی اور دیوانوں کی طرح قہقہے لگاتی زور دشور سے بہتے اور کف اچھالتے ہوئے دریا کی طرف بھاگی۔ لبِ دریا پہنچ کے اس نے اپنا بالائی جبہ اتار پھینکا اور اس سے پہلے کہ زولو کچھ سمجھ سکتے وہ دریا میں اتر چکی تھی اور آگے

بڑھ رہی تھی۔ وہ آگے بڑھتی رہی یہاں تک کہ منجدھار میں پہنچ گئی اور تیز دھارے نے اس کے قدم اکھاڑ دیے۔ فوج کا ہر سپاہی خوف اور مایوسی کے عالم میں چیخ اٹھا لیکن ریچل اپنے اطمینان سے تیرنے لگی وہ دوسرے کنارے کی طرف تیر رہی تھی لیکن تیز دھارا اسے اپنے ساتھ گھسیٹ رہا تھا۔ یکایک تامبوسانے، جو اس خوف سے پاگل ہو رہا تھا کہ کہیں ریچل غرق نہ ہو جائے، چیخ کر کہا:۔

"ہاں انکوسازانہ جا رہے ہیں ہمیں بھی جانا ہے خواہ موت کی طرف ہی کیوں نہ جا رہی ہو"

"بے شک۔ بے شک" سپاہیوں نے کہا۔

اور ہر سپاہی نے اپنے قریب کھڑے ہوئے دوسرے سپاہی کی کمر میں ہاتھ ڈال کے اس مضبوطی سے پکڑ لیا اور یکے بعد دیگرے وہ دریا میں اس امید پر اتر پڑے کہ اس طرح وہ ایک سے دوسرے ساحل تک انسانی پل بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس عرصے میں ریچل بڑی تیزی اور قوت سے دوسرے ساحل کی طرف تیر رہی تھی۔ دیوانگی کی وجہ سے اس کے جسم میں حیرت انگیز قوت آ گئی تھی۔ بار بار گندے پانی کی موجیں اس کے سر پر سے گزر جاتیں اور زولو اس خوف سے چیخ اٹھتے کہ وہ غرق ہو گئی ہے۔ لیکن ہر دفعہ اس کا سنہرے بالوں والا سر سطح آب پر نمودار ہو جاتا۔ کسی درخت کا تنا تیرتا ہوا سیدھا ریچل کی طرف آیا۔ وہ غوطہ مار گئی۔ ساتھ ہی تیز دھارے نے اسے گھسیٹ کے ایک ابھری ہوئی چٹان پر دے مارا لیکن وہ سنبھل کے پھر تیرنے لگی اور زولو خوشی سے چلا اٹھے کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ ریچل اب تیر نہ رہی تھی بلکہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی دوسرے کنارے کی طرف بڑھ رہی تھی یہاں تک کہ وہ کنارے پر چڑھ گئی اور اب وہ وہاں کھڑی اس انسانی زنجیر کی طرف دیکھ رہی تھی جس کا ایک سرا بیچ منجدھار میں پہنچ چکا تھا۔ ریچل کو یہ احساس ہی نہ تھا کہ وہ کسی خطرے سے گزر کر آئی تھی اور اسے یہ بھی احساس نہ تھا کہ اس کے سر اور سینے سے پانی ٹپک رہا تھا۔

"جو کام ایک عورت کر سکتی ہے وہ ہم بھی کر سکتے ہیں" چند سپاہیوں نے کہا۔

"وہ عورت نہیں بلکہ روح ہے" دوسروں نے جواب دیا "حتیٰ کہ موت بھی اس کا خاتمہ نہیں کر سکتی۔"

اب اس انسانی زنجیر کا سرا منجدھار میں تھا اور ایکا ایک سرے پر کے زدولوؤں کے قدم اکھڑ گئے۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ لوگ اپنے ساتھیوں کی گرفت سے بھی چھوٹ گئے اور اکثر غرق ہو گئے کیونکہ تیرنا نہ جانتے تھے۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا یہاں تک کہ ماہر پیراکوں کو آگے بھیجا گیا اور یہ لوگ رچیل کی طرح تیر کر بہر حال دوسرے کنارے پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور اب ایک سے دوسرے کنارے تک ایک انسانی زنجیر یا پل تیار تھا جس کا درمیانی حصہ تیر رہا تھا اور پانی کے دباؤ سے ایک طرف جھکا ہوا تھا۔

چنانچہ اس انسانی رسّے کو پکڑ کے اور اس کا سہارا لے کر رجمنٹیں یکے بعد دیگرے دریا عبور کرنے لگیں لیکن ہوا یہ کہ آخر کار یہ انسانی زنجیر پانی کے دباؤ اور دریا عبور کرنے والوں کے بوجھ کو برداشت نہ کر سکی اور عین بیچ میں سے ٹوٹ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے سپاہی بہ گئے اور پھر کسی نے انھیں نہ دیکھا۔ تاہم بار بار کی کوششوں کے بعد بقیہ فوج دوسرے کنارے پر پہنچ گئی البتہ زخمی، چند نوجوان جو زخمیوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے اور مویشی جہاں تھے وہیں رہے۔ اور اب ان بہادر سپاہیوں کا رستہ سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا اور ان تھک کوشش کرتا ہوا آخر کار دوسرے کنارے پر چڑھ آیا اور ہر سپاہی نے کف آلود پانی سے باہر آتے ہی انگوسازانہ کو سلام کیا۔

بہت سے غرق ہو چکے تھے اور بہت سے زیر آب پتھروں سے ٹکرا کر زخمی ہو چکے تھے لیکن زدولوؤں نے اپنے اس نقصان کی اور اپنے زخمیوں کی کچھ پروا نہ کی کیونکہ وہ محفوظ تھی جو ان کی زندگی تھی اگر وہ اسے نہ بچا سکے ہوتے تو پھر زدولو قبیلہ کا سر ہمیشہ شرم و خجالت سے جھکا رہتا۔ رچیل ایک طرف خاموش کھڑی کانپ رہی تھی اور دوسرے افسروں کی طرف

دیکھتی رہی. جو مرنے والوں کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور جب انھوں نے اپنی کوششوں کا نتیجہ ریچیل کے سامنے پیش کیا تو اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے گھڑی بھر کے لیے رحم و ہمدردی کے جذبات عیاں ہو گئے۔

"اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی ۔ ان کا خون میری گردن پر نہیں ہے" وہ چلائی "انکوسازانہ اور زولوؤں کے درمیان خون ہے اور خون کا بدلہ خون ہی ہے"

اور اس نے قہقہہ لگایا - وہی پاگل پن کا بھیانک قہقہہ ۔

"سچ کہا - سچ کہا - اور یہی انصاف بھی ہے" "تاموسا نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا تمھیں اپنے کیے کی سزا ملنی ہی چاہیے ۔ جس طرح کہ ابوبوسی اپنے گناہوں کی سزا پا چکا"

اب چونکہ آگے سفر کرنا ممکن نہ رہا تھا اس لیے انھوں نے انکوسازانہ کے لیے ایک جھونپڑی تعمیر کی اور ایک زبردست الاؤ روشن کیا اور اس الاؤ کے قریب ریچیل نے بیٹھ کر اپنے کپڑے سکھائے ۔

زولوؤں نے بھی اپنے لیے چھوٹے چھوٹے الاؤ جلا لیے اور بہت سے لوگوں کو قریبی کرالوں کی طرف دوڑا دیا کہ وہ کھانا لے آئیں اور کرال والوں سے کہیں کہ انکوسازانہ کی خدمت کے لیے فوراً چند لڑکیوں کو بھیج دیا اور افسر قریبی ٹیلے پر جا چڑھے کہ نقاروں کے ذریعہ حالیہ تباہی کی منحوس خبر شاہی کرال تک پہنچا دیں۔

اٹھارھواں باب

خوابوں کے شکاری

اس رات زولوؤں اور ریکل نے دریا کے کنارے ہی قیام کر دیا اور کوئی خاص واقعہ نہ ہوا سوا اس کے دو سپاہیوں کو شیر اٹھا لے گئے، دو زخمی رات کے کسی حصے میں مر گئے اور چند بیمار ہو گئے۔ دوسرے دن قریبی کرالوں سے بہت سا کھانا اور انگوسازانا کی خدمت کے لیے اعلیٰ خاندانوں کی لڑکیاں بھی آگئیں:

لیکن ریچل کو نہ تو ان لڑکیوں سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی اسے ان کی ضرورت تھی چنانچہ جب وہ اس کے پاس پہنچی ہیں تو ریچل نے صرف یہ کہا:۔

"سیاپی کی بیٹی نوئی کہاں ہے؟ مجھے نوئی کے پاس لے چلو۔

چنانچہ زولوؤں نے پھر کوچ کر دیا۔ ریچل حسب معمول مسلح سپاہیوں کے درمیان چل رہی تھی۔ اسی رات انھوں نے ایک کرال کے قریب اور ایک ٹیلے کی چوٹی پر قیام کر دیا۔ اور وہاں ڈنگان کے سفیر آئے اور انھوں نے ریچل کو بادشاہ کا عاجزانہ پیغام سنایا اور وہ کچھ سمجھے بغیر سنتی رہی اور جب وہ خاموش ہوئے تو ریچل نے اپنے بھیانک قہقہہ سے انھیں خوف زدہ کر دیا۔ یہ پیغامبر بادشاہ کی طرف سے انگوسازانہ کے لیے ایک شمعدنی بھی لائے تھے۔ یہ ایک سفید جبہ تھا اسی لیے نادر تھا کہ سفید بندر کی کھال کا بنا ہوا تھا اور سفید بندر تقریباً نابید ہیں۔ یہ جبہ ریچل نے لے کر پہن لیا کیونکہ کم سے کم اتنا تو اسے ہوش تھا اور یہ تو وہ سمجھ سکتی تھی کہ اس کے کپڑے جھیر جھیر ہو رہے تھے۔

دوسرے دن وہ ایک زرخیز علاقے میں سے گزر رہے تھے جہاں مکئی کے کھیت لہلہا رہے تھے اور یہاں انھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا ان کی پشت کی طرف افق پر سے ایک سیاہ بادل

سا اٹھا جو بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ فوراً ہی اس بادل کا معمہ حل ہو گیا۔ یہ بادل نہیں بلکہ ٹڈی دل تھا۔ ہزاروں لاکھوں نہیں کروڑوں ٹڈے کھیتوں پر ٹوٹ پڑے اور غلے اور ہر اس چیز کو جو ہری تھی نگل گئے۔ چند منٹوں بعد ہی کھیتوں اور میدانوں میں جڑوں اور ننگے درختوں کے علاوہ کچھ نہ تھا اور اس علاقہ کی عورتیں اپنے بال نوچتی، روتی اور سینہ کو پیٹتی دیوانوں کی طرح ادھر ادھر دوڑ رہی تھیں کیونکہ جانتی تھیں کہ اب آئندہ موسم سرما میں وہ اور ان کے بچے بھوکوں مریں گے اور مویشی ادھر ادھر آوارہ اور ڈکراتے ہوئے پھر رہے تھے کیونکہ ٹڈوں نے گھاس کے میدان اور چراگاہیں بھی صاف کر دی تھیں۔ بات صرف یہیں ختم نہ ہو گئی بلکہ ان کیڑوں نے اتنا بہت سا کھا لیا تھا کہ اب یہ ٹڈے لاکھوں کی تعداد میں مرنے لگے اور جلد ہی فضا ان کے زہر سے مسموع ہو گئی حتیٰ کہ پانی بھی ان کی ان گنت لاشوں سے زہریلا ہو گیا۔ لوگ بیمار ہونے لگے اور یہ بیماری وبا میں تبدیل ہو گئی۔

اب اس علاقے کے لوگوں نے ایک وفد انکوسازانہ کی خدمت میں بھیجا اور اس سے درخواست کی کہ وہ اپنا سراپ اٹھالے۔ ریچل خاموشی سے ان کی درخواست سنتی رہی اور جب وہ خاموش ہوئے تو ریچل نے وہی الفاظ دہرا دیئے جو اس نے دریائے بے فیلو کے کنارے کھڑے ہو کر کہے تھے۔

"اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوتی۔ ان کا خون میری گردن پر نہیں ہے۔ انکوسازانہ اور ان کے پرستاروں کے درمیان خون ہے۔ قحط جنگ اور موت ــــ زولوؤں کے سر پر ہے۔ کیونکہ انھوں نے وہ خون بہایا ہے جو مقدس تھا"

چنانچہ وفد کے لوگ خوفزدہ ہو کر رخصت ہوئے اور زولو فوج بھی روانہ ہو گئی اور ان کے پیچھے ٹڈی دل چلا جو ہر میدان، ہر کھیت اور ہر جنگل کو اجاڑ رہا تھا۔

پوری پوری بستیوں کو ماتم کناں اور کھیتوں کو ویران چھوڑ کر آخر کار یہ فوج شاہی کرال میں پہنچ گئی اور ان کے ساتھ ٹڈی دل بھی پہونچا اور وہاں چونکہ گھاس اور کھیت نہ تھے

اس لیے ٹنڈی اور جھونپڑیوں پر ٹوٹ پڑا اور ٹنڈے جھونپڑیوں کی چھتوں اور دیواروں کا گھاس پھوس نگلنے لگے صرف یہی نہیں بلکہ چرمی "دعالیں اور لوگوں کے موچھے ولنگوٹے بھی ان سے محفوظ نہ رہ سکے۔ عجیب منظر تھا وہ کہ مرد ٹنڈوں کو دیوانوں کی طرح اپنے پیروں تلے روند رہے تھے اور چیختی ہوئی عورتیں اور چلاتے ہوئے بچے گرال کے راستوں پر دوڑ رہے تھے اور اپنے بدن پر سے اور بالوں میں سے ٹنڈوں کو جھٹک رہے تھے۔

چنانچہ یہ عالم تھا بڑے شاہی گرال کا کہ زدلو سپاہی ریچل کو اپنی حفاظت میں لے کر اس ٹیلے کی طرف چلے جس پر پچھلی دفعہ ریچل کا رچرڈ کی آمد تک قیام رہا تھا۔ آخر کار وہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور ان عورتوں نے، جو پچھلی دفعہ اس کی خدمت پر معمور تھیں، خوشی کے نعروں کے ساتھ اس کا استقبال کیا لیکن ریچل ان کی طرف متوجہ نہ ہوئی اور اس رات وہ اسی ٹیلے پر اور اسی جھونپڑی میں سوئی کیونکہ سپاہیوں نے فوراً ہی بادشاہ کے پاس لے جانا مناسب نہ سمجھا کیونکہ ان کے خیال میں وہ بے حد تھکی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ خود بادشاہ بھی پہلے تامبوسا اور دوسرے لوگوں سے اس عجیب وغریب سفر اور ان پر جو کچھ بیتا پڑی تھی اس کی تمام تفصیلات معلوم کر لینا چاہتا تھا۔

دوسرے دن صبح ریچل اس تالاب کے قریب بیٹھی ہوئی تھی، جس کے کنارے بیٹھ کر اس نے کبھی رچرڈ کی آمد کا خواب دیکھا تھا، کہ تامبوسا چند سپاہیوں کے ساتھ آگیا کہ اسے ڈنگان کے پاس لے جائے۔ جب تامبوسا نے یہ درخواست ریچل کے سامنے پیش کی تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ اٹھ کھڑی ہوئی لیکن اس ڈولی میں سوار نہ ہوئی جو اس کے لیے لائی گئی تھی بلکہ وہ سپاہیوں سے چند قدم آگے " انٹوکولو (شاہی محلات) کی طرف پیدل ہی چل پڑی اور ان راستوں پر سے گزرنے لگی جو زندہ اور مردہ ٹنڈوں سے پٹے پڑے تھے اور ہزاروں زدلو اخرام خوف بھری نظروں سے گزرتے دیکھ رہے تھے۔

اور وہاں اپنے مشیروں اور افسروں کے جھرمٹ میں اور اپنے بڑے جھونپڑے کے

سامنے میں ڈنگان بیٹھا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے اٹھ کر ریچل کو شاہی سلام کیا۔ وہ آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھی۔ وہ پہلے سے زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں وحشت تھی۔ اس کے لیے ایک تپائی رکھ دی گئی اور وہ اس پر بیٹھ کر خالی خالی نظروں سے زمین کی طرف دیکھنے لگی۔ چونکہ وہ خاموش تھی اس لئے ڈنگان نے، جو بے حد اداس اور خوفزدہ تھا، تابوسا سے کہا کہ وہ مشیروں کے سامنے حالیہ غمناک واقعات کی تفصیلات بیان کرے۔

اور تابوسا نے دریائے توگیلا تک کے سفر کے حالات بیان کیے اور بتایا کہ ابوبوسی کی روانگی کے چند گھنٹوں بعد ہی کس طرح سفید فام سردار زاریو اور انکوسازانہ دریا عبور کر گئے اور یہ انکوسازانہ اسے حکم دے گئی کہ وہ اکیلا ہی سفید بیل پر سامان لاد کر ماہ پہنچ جائے۔ اس نے بتایا کہ اس نے اس حکم کی تعمیل کی اور ماہ پہنچ کر اس نے دیکھا کہ مستقر کے ایک کمرے میں سفید فام انقاوسی اور اس کی بیوی مردہ پڑے ہوئے تھے اور اسی کمرے میں ایک زولو سپاہی کی بھی لاش پڑی ہوئی تھی اور یہ زولو ان سپاہیوں میں سے ایک تھا جنھیں ابوبوسی کے ساتھ بھیجا گیا تھا اور باغ میں ابوبوسی کے آدمیوں میں سے ایک شخص پڑا ہوا تھا جو مر رہا تھا اور اس شخص نے مرنے سے پہلے تابوسا کو بتایا کہ کس طرح ابوبوسی انکوسازانہ اور سفید فام سردار زاریو کو گرفتار کر کے لے گیا۔ اب تابوسا نے یہ بیان کیا کہ وہ کس طرح مانوقی کے قریب پہنچا اور یہ کہ اس نے ایک چرواہے کی زبانی ابوبوسی کو کیا پیغام بھجوایا۔ آخر میں اس نے کہا کہ وہ کسی طرح گویا اسے پر لگ گئے ہوں زولینڈ پہنچا اور چونکہ وہ رجمنٹ جو انکوسازانہ کے ساتھ بھیجی گئی تھی، اب تک دریا کے کنارے پر ہی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی چنانچہ وہ اس رجمنٹ کو لے کر مانوقی پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا اور مانوقی میں داخل ہو کر دیکھا کہ وہاں کے لوگ اسے خالی کر گئے تھے۔

اور جب وہ یہ بیان کر رہا تھا کہ کس طرح انھوں نے کھلی کی روشنی میں انکوسازانہ کو ایک

جھونپڑی کی چھت پر کھڑے دیکھا، کس طرح انھوں نے وحشی درندے ابو بوسی کو گرفتار کیا، کس طرح انھیں معلوم ہوا کہ انکوسازانہ کی روح رخصت ہو گئی ہے اور بھٹک رہی ہے، انکوسازانہ نے کیا خوفناک الفاظ کہے اور یہ کہ مافوتی کس طرح جل کے راکھ ہو گیا اور ابو بوسی کس طرح جل کے مر گیا ـــ تامبوسا یہ تفصیلات بیان کر رہا تھا اور تمام لوگ خاموشی سے سن رہے تھے۔ وہ سن رہے تھے کہ واپسی کے سفر میں کس طرح زولوؤں پر یکے بعد دیگرے مصائب نازل ہوئے، کئی زولو مافوتی میں جل مرے، کئی دریا میں غرق ہو گئے، ٹڈی دل نے لہلہاتے کھیت اجاڑ دیے اور ان کے مرنے سے وبا پھیل گئی۔

تامبوسا خاموش ہوا تو چند لوگوں کو ڈنگان کے سامنے لایا گیا۔ ان لوگوں کی مشکیں کسی ہوئی تھیں۔ یہ اسی رجمنٹ کے افسر تھے جو ابو بوسی کے ساتھ بھیجی گئی تھی اور ان لوگوں میں سے تھے جن کے ہاتھوں یا جن کے سبب جوبان اور اس کی بیوی کی موت واقع ہوئی تھی۔

بادشاہ نے حکم دیا اور ان لوگوں نے بھی اپنی کہانی سنادی اور کہا کہ وہ سفید نام چیخنے والے کی جان لینا نہ چاہتے تھے اور یہ کہ انھوں نے جو کچھ کیا ابو بوسی کے حکم سے کیا اور انھوں نے کہا کہ انھیں اس کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ ہر معاملے میں ابو بوسی کے حکم کی تعمیل کریں اور یہ کہ یہ انھیں اب معلوم ہوا ہے کہ ابو بوسی نے انکوسازانہ کو گرفتار کرنے کا منصوبہ گڑھا تھا اور اسی منصوبے کے تحت وہ احکامات صادر کر رہا تھا جب وہ لوگ اپنی کہانی سنا چکے تو ڈنگان اٹھا اور غصے میں ان لوگوں پر برس پڑا کیونکہ انہی کے کرتوتوں کی وجہ سے انکوساتانہ کی روح رخصت ہو گئی تھی اور اس نے زولوؤں کو سراب دیا تھا جو اب اپنا کام کرنے لگا تھا۔ پھر اس نے حکم دیا کہ ان سب کو لے جایا جائے اور اذیت دے دے کر انھیں مار ڈالا جائے اور ان افسروں کو بھی قتل کر دیا جائے جنھوں نے مافوتی والوں کو قتل نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

ڈنگان کے اس حکم کے ساتھ ہی جلاد دوڑے آئے، کہ ان لوگوں کو پکڑ کر مقتل کی طرف لے جائیں۔ اور اس وقت رکیل نے، جو اس تمام عرصے میں سر جھکائے خاموش بیٹھی رہی

تھی، اپنا سر اٹھایا اور اب پہلی دفعہ اس نے اپنی زبان کھولی۔

"ان لوگوں کو چھوڑ دو، آزاد کر دو انھیں" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا" انتقام اوپر سے نازل ہوگا اور مسلسل نازل ہوگا۔ نہیں۔ نہیں۔ ان لوگوں کا خون میری گردن پر نہ ہوگا جنھوں نے انکوسازانہ کی روح کو بھٹکتا کر دیا ہے۔ کون تھا وہ جس نے فوج رماہ کی طرف بھیجی تھی اور کیا کرنے گئی تھی یہ فوج وہاں اور کیا سلوک کیا گیا ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے مجھے جنم دیا تھا؟ قصور کس کا ہے؟ ہاں کس کا ہے؟ جب آقا کا حکم ہو تو پھر کتوں کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ شکار تلاش کر کے اس کا خاتمہ کر دیں ان لوگوں کو چھوڑ دو مبادا انکوسازانہ اور زولوؤں کے درمیان مزید خون حائل ہو جائے"

ڈنگان نے جب یہ الفاظ سنے جو عجیب ماتمی آواز میں کہے گئے تھے، تو وہ کانپ گیا کیونکہ وہ آقا خود وہی تھا جس نے اپنے کتوں کو شکار تلاش کرنے کا حکم دیا تھا۔

"چھوڑ دو ان لوگوں کو" اس نے کہا" اور یہ لوگ پھر کبھی یہاں نہ دیکھے جائیں۔"

چنانچہ یہ لوگ انکوسازانہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے چلے گئے اور پھر کبھی زولولینڈ میں نہ دیکھے گئے۔ جب یہ لوگ دروازے میں سے باہر نکل رہے تھے تو دوسرے لوگ اندر داخل ہو رہے تھے جو بھوکے معلوم ہوتے تھے اور ان کی پسلیاں ابھر آئی تھیں اور انھوں نے اپنے ہاتھوں میں ڈھالوں کے ڈھانچے اٹھا رکھے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے ان ڈھالوں کو چوہوں نے کتر لیا ہو، انھوں نے مری ہوئی کمزور آواز میں بادشاہ کو سلام کیا اور زمین پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گئے۔

"کون ہیں یہ ڈھانچے جنھوں نے بلا اجازت ہمارے دربار میں داخل ہونے کی جرأت کی ہے؟" ڈنگان نے غصے سے پھنکار کر پوچھا۔

"بادشاہ!" ان کے سردار نے جواب دیا" ہم لوگ نوبا ہیں، نوبا انگے اندر اسانگوز جنٹوں کے افسر ہیں۔ بادشاہ نے ہمیں سردار مادو کو اور اس کے قبیلے پر، جو انتہائی جنوب کی وادی میں آباد ہے، تاخت کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ بادشاہ! ہم اس سردار کو نہ پا سکے۔ کیونکہ وہ فرار ہو گیا تھا جنھوں

میں بیٹھ کر فرار ہوگیا۔ ہاں وہ بھی اور اس کے قبیلے والے بھی فرار ہو گئے۔ ہم لوگ نرسلوں اور دلدلوں میں پھنس گئے اور بھٹک گئے اور بار بار دشمن نے جو راستوں سے واقف تھا، ہم پر حملے کئے۔ اور ہم سے بہت سے لوگ دلدلوں میں ڈوب گئے۔"

"اور پھر ہمیں کھانے کو کچھ نہ ملا،" اسی افسر نے کہا" چنانچہ ہم نے ڈھالیں چبا چبا کر پیٹ کی آگ بجھائی، چنانچہ ہمارے سینکڑوں آدمی مر گئے اور جتنے سپاہی گئے تھے ان میں سے صرف دو سو دس زندہ بچ پائے ہیں۔"

ڈنگان یہ تفصیلات سن کے کراہ اٹھا کیونکہ اس کے بازو شکستہ ہو گئے تھے اور اس کی تین بہترین رجمنٹیں تباہ ہو گئی تھیں۔ لیکن ریچل نے قہقہہ لگایا۔ ایسا بھیانک قہقہہ کہ اسے سننے والے کانپ اٹھے۔

"نہیں کہا تھا میں نے" وہ بولی" کہ انتقام آسمان سے نازل ہوگا اور مسلسل نازل ہوگا کیونکہ انکوسازانہ اور زلوزوں کے درمیان خون آ گیا ہے؟"

"دانتی تمھارا اصرار بڑا ہی زود اثر ہے" ڈنگان نے کہا اور بھر کے افسروں کی طرف متوجہ ہو کر دھاڑا" بھاگ جاؤ یہاں سے بھوکے چوہو۔ بھاگ جاؤ بزدلو تم جنگ کرنا جانتے ہی نہیں۔ شکر کرو کہ کالا ہاتھی (دنا کا) اس دنیا میں نہیں رہا ورنہ وہ تمھیں ڈھالوں کا چمڑا اس وقت تک کھلاتا جب تک کہ تم مر نہ جاتے۔"

چنانچہ یہ افسر بھی چلے گئے۔

ابھی انھیں رخصت ہوئے دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک شخص نے باریابی کی اجازت چاہی۔ اجازت ملنے پر یہ شخص حاضر ہوا جو بے حد موٹا تھا اور بے تحاشا ڈر رہا تھا۔ ڈنگان اس شخص سے واقف تھا کیونکہ ہر ہفتے اور کئی مرتبہ تو ہفتے میں دو دو دفعہ وہ اس سے ملاقات کرتا تھا۔

"ماؤ! ہمارے مویشیوں کے رکھوالے!" ڈنگان نے کہا۔ کیا بات ہے کہ آج تم بے وقت ہمارے پاس آئے ہو؟"

"شاہ زونو!" ماو نے جواب دیا "میں بے وقت آنے کی معافی چاہتا ہوں۔ لیکن میں بری خبر لے کر آیا ہوں۔"

"بری خبر بہت جلد پہنچ جاتی ہے اور بری خبر لانے والا بہت تیز بھاگتا ہے" ڈنگان غرایا "خیر! اب ٹسوے بہانا بند کرو اور بتاؤ کہ کیا بات ہے؟"

"اے دشمنوں کو کھا جانے والے" ماو نے کہا "آج خود تم کھا لیے گئے۔"

"یہ کیا منحوس فال منہ سے نکالتا ہے" ڈنگان گرجا۔

"شاہی ریوڑ میں ایک وبا پھیل گئی۔ ہاں اس ریوڑ میں جس کا ہر جانور دودھ کی طرح سفید اور جن کے سینگ مڑے ہوئے اور خوبصورت تھے" اور ماو نے خاموش ہو کر ایک ہچکی لی "ایک ہزار مویشی مر گئے اور بہت سے بیمار پڑے ہیں وہ وقت دور نہیں جب اس ریوڑ کی ایک گائے بھی زندہ نہ ہوگی"

اور موٹا ماو پھوٹ پڑا۔

ادھر ڈنگان کے غم و غصے کا پار نہ رہا۔ وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس بھالے کا، جو اس کے ہاتھ میں تھا، دستہ اتنے زور سے ماو کے سر پہ مارا کہ وہ چٹاخ سے ٹوٹ گیا۔

"بے وقوف موٹے گدھے" ڈنگان گرجا "کیا کیا تم نے میرے مویشیوں کو؟ بتاؤ ورنہ میں تمھاری گردن مار دوں گا کہ تم ہی نے مویشیوں پر سحر کر دیا ہوگا۔"

"بادشاہ! موٹا ہونا تو کوئی گناہ نہیں" موٹے ماو نے اپنی کھوپڑی سہلاتے ہوئے کہا "خصوصاً اس صورت میں جبکہ دنیا میں مجھ سے بھی زیادہ موٹے لوگ موجود ہیں" اور اس نے ڈنگان کی طرف دیکھا جو ماو سے بھی موٹا تھا "اگر تمھارے مویشی اب صرف ڈھالوں منڈھنے کی کھال بن کر رہ گئے ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔؟"

"اب تم مجھے جواب دو گے یا بھالے کے دوسرے سرے کا بھی مزا چکھنا چاہتے ہو؟"۔

ڈنگان نے بجائے کا ٹوٹا ہوا دستہ پکڑ کر اس کا پھل ماداو کے سینے کی طرف بڑھا دیا" بتاؤ کیا کر دیا تم نے میرے مویشیوں کو؟"

"میں نے کچھ نہیں کیا" وہ بولا - اگر مویشیوں نے گھاس کے بجائے مرے ہوئے ٹڈے کھا لیے اور پھر منہ سے کف اگل کر لیٹ گئے تو میں کیا کر سکتا تھا؟ اور مویشی بھی ٹڈے نہ کھاتے تو کیا کرتے کیونکہ گھاس کی ایک ایک پتی پر سینکڑوں ٹڈے بیٹھے ہوئے تھے قصور نہ میرا ہے اور نہ مویشیوں کا اگر کسی کو قصوروار ٹھہرانا ہی ہے تو پھر آسمانوں کو ٹھہراؤ جنھیں تم نے یا کسی عیار ساحر نے اپنی کسی حرکت سے غصہ دلا دیا ہے زدلولینٹ۔ میں پہلے تو کبھی ایسا واقعہ نہ ہوا تھا:

ایک بار پھر ریکل نے وحشیانہ قہقہہ لگا کر کہا:-

" نہیں کہا تھا میں نے ڈنگان کہ انتقام آسمان پر سے مسلسل نازل ہو گا؟ موسلا دھار بارش کی طرح برسے گا؟ انتقام —— بادشاہ سے، لوگوں سے، مویشیوں سے، غلے سے، اور پورے ملک سے انتقام لیا جائے گا۔ ہاں۔ ہاں اس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑے گا انکوسازانہ کی روح اور قبیلۂ آمازولو کے درمیان خون بہہ رہا ہے اور آمازولو، قبیلہ ہے جس سے کبھی انکوسازانہ کو بہت محبت تھی:"

" یہ سچ ہے —یہ سچ ہے اے سفید فام لیکن تم ۔ الفاظ بار بار کیوں دہرا رہی ہو؟" ڈنگان نے کراہتے ہوئے کہا۔ اس وقت وہ بے حد پریشان تھا۔ اس شخص کو چابک دکھانے سے کیا فائدہ جو اس کی ضربیں بہر حال برداشت کرنے والا ہے؟ ماداو! کہہ چکے یا اور بھی کچھ کہنا ہے؟"

"صرف یہ بادشاہ ماداو نے کہا جو اب بھی اپنی کھوپڑی سہلا رہا تھا" اردگرد کے کرالوں کے مویشی اس وبا میں مر رہے ہیں اور گنگڑی نصلیں تمام کی تمام ٹڈوں نے کھالی ہیں چنانچہ اب موسم سرما میں قحط کا سامنا ہو گا"

"کہہ چکے ماؤ؟"

"نہیں۔ اسد گرد کے گوالوں سے خبر آئی ہے کہ وہاں بھی بادشاہ کے ریوڑوں میں کمر پڑ گیا ہے اور وہ مویشی کسی دوسری وبا میں مر رہے ہیں اور یہ تو میں کہنا بھول ہی گیا کہ ......"

"اس منحوس شخص کو یہاں سے نکال باہر کرو" ڈنگان گرجا" اور رکھوالوں کو حکم دے دو کہ خود ماؤ کے مویشی ہمارے باڑے میں پہنچا دیئے جائیں کہ ہمارے مرے ہوئے جانوروں کی جگہ پُر ہو جائے۔

فوراً ہی چند لوگ بہ سمت ماؤ کی طرف لپکے اور اُسے ڈنڈوں سے مار مار کے دروازے کی طرف دھکیلنے لگے۔ دروازے کے قریب پہنچ کے ماؤ دربار کی طرف گھومنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے چیخ کر کہا:۔

"یہ سب بیکار ہے بادشاہ کیونکہ میرے بھی تمام مویشی مر چکے ہیں۔ چنانچہ تمہارے کارندوں کو سینگوں اور کھروں کے علاوہ اور کچھ نہ ملے گا کیونکہ کھالیں تو میں ڈھالیں بنانے والوں کے ہاتھ فروخت کر چکا!"

اور لوگوں نے ماؤ کو باہر دھکیل دیا۔

ماؤ چلا گیا اور دربار کے میدان پر خاموشی مسلط ہو گئی۔ ہر شخص اداس اور خاموش تھا اور بادشاہ اور اس کے مشیروں کے دل غم اور خوف سے بھرے ہوئے تھے اور وہ ریچل کی طرف دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ ریچل اور اس کے سراپ سے اور تباہی سے، جو اس سراپ کی وجہ سے نازل ہوئی تھی، کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ وہ لوگ ابھی خاموش ہی تھے اور ریچل کی طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ ایک اور پیغامبر دوڑتا ہوا دربار میں داخل ہوا۔ وہ بہت عجلت میں معلوم ہوتا تھا۔

"اس سے پہلے کہ یہ شخص کچھ کہے اس کی گردن اڑا دینا مناسب ہوگا" ڈنگان نے کہا۔ "کیوں کہ یہ بے وقوف بھی کوئی بری خبر ہی لے کر آیا ہوگا"

"نہیں بادشاہ۔ نہیں" آنے والے نے گھبرا کر جلدی سے کہا "میں تو صرف یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ ایک وفد آیا ہے اور باہر کھڑا ہے۔"

"وفد آیا ہے! کہاں سے؟" ڈنگان نے قدرے آگے کی طرف جھک کے پوچھا "اما بونا (بویڑوں) کی طرف سے؟"

"نہیں۔ یہ وفد خوابوں کے شکاریوں کی ملکہ نے بھیجا ہے۔"

"خوابوں کے شکاری!"

"ہاں۔ جن کے پاس بادشاہ نے سیاہی کی بیٹی نوئی کو ایک پیغام کے ساتھ بھیجا تھا۔"

نوئی کا نام سنتے ہی ریچل نے سر اٹھایا اور اب اس وقت پہلی دفعہ اس کے بشرے سے وحشت کے آثار دور ہو گئے

"ہاں اب یاد" ڈنگان نے کہا "وفد کو آنے دو۔"

خاموشی کا ایک طویل وقفہ رہا اور پھر دروازہ کھلا اور نوئی نمودار ہوئی جس نے سفید اور بے داغ لباس پہن رکھا تھا اور حالانکہ اس کے بشرے سے طویل سفر اور تھکن کی علامتیں عیاں تھیں تاہم وہ پہلے سے زیادہ خوبرو معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے ساتھ چار دیو قامت مرد تھے جن کے جسم پر ایک لنگوٹ کے سوائے اور کوئی لباس نہ تھا البتہ ان کے ہاتھوں میں پیتل کے بھاری کنگن تھے اور پیروں میں اسی دھات کی وزنی بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور انھوں نے اپنے کانوں میں بھی بڑے بڑے حلقے پہن رکھے تھے۔ نوئی اور اس کے محافظوں کے بعد تین ڈولیاں تھیں جن پر گھاس کے بنے ہوئے پردے پڑے ہوئے تھے جو کو یا مضبوطی سے بند تھے ان ڈولیوں کو اٹھانے والے بھی نوئی کے محافظوں کی طرح ہی دیو قامت تھے اور اسی نسل سے تھے اور ان ڈولیوں کے بعد ایسے ہی دیو قامت سپاہیوں کا ایک محافظ دستہ تھا جو پچاس سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ یہ سراسر وحشی نظر آتا ہوا گروہ آگے بڑھا اور بادشاہ اور درباری حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگے کیوں کہ

پہلے کبھی انھوں نے ایسے بلند قامت لوگ نہ دیکھے تھے۔ دیو قامت ڈولی برداروں نے بادشاہ کے سامنے پہنچ کر ڈولیاں آہستہ سے، بہت ہی آہستہ سے، زمین پر رکھ دیں اور گردنیں گھما کر اپنی بڑی اور گول آنکھوں سے پیچھے دیکھنے لگے کہ اب کیا حکم ہوتا ہے۔

جب یہ جلوس دربار میں داخل ہوا تھا تو ریچل اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی اور اب وہ اور نوئی ایک دوسرے کے روبرو تھے۔ ایک لمحے تک وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر نوئی دوڑ کر ریچل کے قریب پہونچی، وہ گھٹنوں کے بل جھک گئی اور اس کے چغے کا دامن چومنے لگی لیکن ریچل نے جھک کر اسے اٹھایا اور اپنے سینے سے یوں لگا لیا جیسے ایک ماں اپنے بچے کو سینے سے بھینچ لیتی ہے۔

"کہاں تھیں بہن؟" ریچل نے پوچھا "بہت انتظار کیا ہے میں نے تمھارا۔"

"تمھارے ہی کام سے تو لگی ہوئی تھی زولا" نوئی نے ریچل کے چہرے پر نظریں گاڑ کر جواب دیا "تمھیں یاد نہیں؟"

"نہیں۔ مجھے کچھ یاد نہیں ہے سوائے اس کے کہ میں نے تمھارا بہت انتظار کیا اور تمھیں بہت تلاش کیا۔ نوئی! اب میری روح بھٹک رہی ہے۔"

"ہاں خاتون۔ میرے لوگوں نے مجھ سے یہی کہا تھا۔ انھوں نے مجھے بہت سی لرزہ خیز باتیں بتائی ہیں کیونکہ وہ بہت دور تک دیکھ سکتے ہیں اور فاصلے ان کے سامنے سمٹ جاتے ہیں۔ میں نے ان کی باتوں کا یقین نہ کیا تھا لیکن اب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں۔ اطمینان رکھو زولا، خوابوں کے شکاری تمھاری روح کو واپس لے آئیں گے البتہ اس کی تلاش میں تمھیں شاید ایک طویل سفر کرنا پڑے گا کیونکہ خوابوں کے شکاریوں کے ملک میں تمام روحیں بستی ہیں۔ اطمینان رکھو اور سنو"

"نوئی! تم ہو تو مجھے اطمینان ہی ہے۔" ریچل نے کہا اور تپائی پر بیٹھ گئی البتہ نوئی کا ہاتھ بدستور اپنے ہاتھ میں لیے رہی۔

"وہ پیغامبر کہاں ہیں؟" ڈنگان نے پوچھا۔ "مجھے تو وہ کہیں نظر نہیں آ رہے ہیں"
"شاہ زادہ لو!" نوئی نے کہا۔ "وہ ظاہر ہوا چاہتے ہیں"

نوئی نے ایک دیو قامت لوگوں کو، جو اس کے ساتھ آئے تھے، اشارہ کیا۔ چند دیووں نے آگے بڑھ کے ڈولیوں پر پڑے ہوئے گھاس کے پردے اٹھا دیے اور دوسروں نے وہ لمبے دستوں والے اور بید کی کمانیوں والے چھاتے کھول دیے جو ان کے ہاتھوں میں تھے۔

"اب یہ کون سے ہتھیار ہیں؟" ڈنگان نے چھاتوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ "سیانی کی بیٹی! تم تو جانتی ہی ہو کہ کوئی بھی شخص بادشاہ کے حضور ہتھیار لے کر نہیں آ سکتا۔"

"یہ وہ ہتھیار ہیں جن کے ذریعہ اپنے آپ کو دھوپ سے بچایا جا سکتا ہے۔" نوئی نے جواب دیا۔ "اور میرے لوگوں کو دھوپ سے سخت نفرت ہے۔"

"اور وہ ساحر کون ہیں جو دھوپ سے نفرت کرتے ہیں؟" حیرت زدہ ڈنگان نے پوچھا۔ اور پھر وہ فوراً ہی خاموش ہو گیا کیونکہ پہلی ڈولی میں سے ایک چھوٹا سا آدمی نکل آیا۔ اس کا رنگ زرد تھا۔ اس پیاز کے ڈنٹھل کی طرح زرد جو کسی اندھیرے غار میں اُگی ہوئی ہو۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی، اُلو کی آنکھوں جیسی تھیں اور وہ روشنی میں جھپک رہی تھیں جیسے اسے برداشت نہ کر سکتی ہوں، اس کے بال لانبے تھے جن کی رنگت پوری طرح دُھندلا گئی تھی۔

اس عجیب و غریب شخص نے، جس کا قد بارہ سالہ لڑکے سے زیادہ نہ تھا، اور جس نے پیر تلے پہن رکھے تھے، ڈولی سے نکل کر زمین پر قدم رکھا ہی تھا کہ ایک دیو قامت محافظ، جو چھاتا کھولے تیار کھڑا تھا۔ ڈولی میں سے نکلنے والے پر سایہ کرنے کے لیے اچھل کر آگے بڑھا لیکن اپنی عجلت یا شاید اناڑی پن میں ڈولی کے ڈنڈے سے ٹکرا گیا اور سیدھا زرد اور چھوٹے آدمی پر آ گرا۔ موخرالذکر گرتے گرتے بچا، دیو قامت نے زرد بونے کو

بچانے کی کوشش کی تو چھاتا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔

زرد بونا بڑے غصے کے عالم میں چھاتا بردار دیو قامت کی طرف گھوم گیا اور ایک ہاتھ سے اپنے سر پر سایہ کر کے دوسرا ہاتھ چھاتا بردار کی طرف لمبا کر دیا اور بے حد نیچی اور سسکاری نما آواز میں، جو سانپ کی پھنکار سے مشابہ تھی، کچھ کہنے لگا۔ اس پر وہ دیو قامت چھاتا بردار گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اپنا ماتھا پھوڑنے اور ناک رگڑنے لگا جیسے وہ رحم طلب کر رہا ہو۔ یہ عجیب منظر تھا کہ ایک دیو قامت شخص اس بونے کے سامنے ناک رگڑ رہا تھا جسے وہ چٹکی میں مسل سکتا تھا۔

"نوئی! یہ بونا اس دیو کو قتل کر دینے کا حکم دے رہا ہے؟" ڈنگان نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"نہیں بادشاہ!" نوئی نے جواب دیا "کیونکہ ان لوگوں کو خون سے نفرت ہے۔ یہ کہہ رہا ہے کہ دیو قامت پہلے بھی کئی دفعہ گستاخی کر چکا ہے۔ چنانچہ وہ اسے بد دعا دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ یہ شخص ٹہنی سے ٹوٹے ہوئے پتے کی طرح مرجھا جائے گا اور خشک ہو جائے گا اور اپنے گھر پہنچنے سے پہلے ہی مر جائے گا۔"

"اور یہ دیو واقعی مر جائے گا؟" ڈنگان نے پھر پوچھا۔

"بے شک کیونکہ خوابوں کے شکاری جسے بد دعا دیتے ہیں وہ پھر بچ نہیں سکتا اس کے علاوہ اس دیو قامت کو مرنا ہی ہے اور یہی اس کی سزا ہے کیونکہ راستے میں کھانا حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنے ایک ساتھی کا خاتمہ کر دیا تھا۔"

"یہ تو واقعی بڑے خوفناک قسم کے لوگ ہیں" ڈنگان نے کہا "بہر حال ان سے کہہ دو کہ یہ مجھے بد دعا نہ دیں ورنہ یہ اتنا بہت سا خون دیکھیں گے کہ پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا" "خوابوں کے شکاریوں کے عظیم کاہنوں کو دھمکیاں دینا حماقت ہے" نوئی نے بڑی

سنجیدگی سے کہا، "کیونکہ یہ لوگ وہ باتیں بھی سن اور معلوم کر لیتے ہیں جنہیں بظاہر سمجھ نہیں سکتے۔"

"تب تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں" ڈنگان نے سہم کر کہا، "مجھے افسوس ہے کہ میں نے انہیں یہاں آنے کی تکلیف دی۔"

اس عرصے میں گستاخ دیو قامت پیٹ کے بل رینگتا ہوا دور ہٹ گیا تھا اور اس کی جگہ دوسرے دیو نے چھاتا سنبھال لیا تھا اور اب وہ غصے میں بھرے ہوئے بونے پر سایہ کئے ہوئے تھا اس کے علاوہ بقیہ دو ڈولیوں میں سے دوسرے دو بونے نکل آئے تھے جو پہلے بونے سے اس قدر مشابہ تھے کہ ان تینوں میں تمیز کرنا مشکل تھا۔ ان دونوں پر بھی دو دیو چھاتوں سے سایہ کئے ہوئے تھے چٹائیاں بچھا دی گئیں اور تینوں بونے ان چٹائیوں پر ریحیل اور ڈنگان کے سامنے بیٹھ گئے۔ یہاں ہم یہ بتا دیں کہ ریحیل کی نیا ئی ڈنگان کے "تخت" کے عین سامنے تھی۔ تین دیو قامت بونوں کے پیچھے ایک ہاتھ میں چھاتا اٹھائے کھڑے تھے اور دوسرے ہاتھ سے بونوں پر ان ٹہنیوں سے پنکھا جھل رہے تھے جو ان کے ہاتھوں میں تھیں۔ حالانکہ تینوں ٹہنیاں درخت سے خدا جانے کب توڑی گئی تھیں لیکن ان کے پتے اب بھی ہرے چکمدار اور تازہ تھے۔

ڈنگان اور اس کے مشیروں کی طرف بونوں نے متوجہ ہونا ضروری نہ سمجھا البتہ وہ تینوں ریحیل کی طرف غور اور دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ہی ایک بونے نے بڑبڑا کر اشارہ کیا۔ فوراً ہی ایک دیو آگے بڑھا اور اس نے چھاتا کھول کر ریحیل پر سایہ کر دیا۔

"ایں! یہ کیوں؟" ڈنگان نے پوچھا، "انگوساز انہ چمگادڑ تو ہے نہیں کہ دھوپ سے ڈرتی ہو۔"

"یہ سایہ انگوساز انہ پر اس لیے کیا گیا ہے" نوئی نے جواب دیا، "کہ خوابوں کے شکاریوں

کے علم کے سائے میں بیٹھے اور اس کے دل کو ٹھنڈک حاصل ہو جو بدسلوکیوں اور زیادتیوں کی وجہ سے گرم ہو رہا ہے۔"

"یہ بونا انکوسازانہ اور بدسلوکیوں کے متعلق کیا جانتا ہے؟" ڈنگان نے پوچھا۔ لیکن نوئی نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف کندھے اچکا دیئے۔

اب دوسرے بونے نے اشارہ کیا۔ فوراً ہی چند دیوقامت محافظ آگے بڑھے۔ یہ لوگ چوبی پیالے اٹھائے ہوئے تھے۔ پیالے چمکدار اور پالش شدہ تھے۔ تینوں بونوں کے سامنے ایک ایک پیالہ رکھ دیا گیا اور پھر تونبی میں سے پانی انڈیل کر ہر ایک پیالے کو لبالب بھر دیا گیا۔

"نوئی! اگر یہ لوگ پیاسے ہیں تو میں شراب لانے کا حکم دوں" ڈنگان نے کہا۔ "ٹڈوس نے غلہ تو کھا لیا ہے لیکن شراب نہیں پی۔ ان سے کہو کہ پانی پھینک دیں میں ان کے لیے شراب منگواتا ہوں۔"

"یہ پانی نہیں ہے بادشاہ بلکہ وہ شبنم ہے جو چند خاص درختوں پر سے سورج طلوع ہونے سے پہلے حاصل کی گئی ہے۔" نوئی نے جواب دیا "اور بادشاہ یہ لوگ خود نہیں بلکہ ان کی روح پیاسی ہے اور اسے علم کی پیاس ہے۔ اسی شبنم میں وہ حقیقت پڑھتے ہیں۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو پھر انکوسازانہ الٰہی لوگوں کے خاندان سے ہو گی کیونکہ اس نے بھی سردار داریو کا حال تالاب کے پانی میں پڑھ لیا تھا۔"

"شاید ایسا ہی ہو بلکہ یہ حقیقت ہے کہ خوابوں کے شکاری اسے معلوم کر لیں گے اور اس کا اعلان بھی کر دیں گے۔"

اور پھر خاموشی کا وقفہ رہا جو اس قدر طویل تھا کہ ڈنگان اور اس کے مشیر بے چینی سے پہلو بدلنے اور یوں محسوس کرنے لگے جیسے یہ بونے، خوابوں کے یہ شکاری اپنی خشک

انگلیوں سے ان کے دلوں کے تاروں کو جھنجھنا رہے ہوں۔ آخر تینوں بونوں نے اپنے جھریوں پڑے چہرے، جن کا رنگ تمازت کی وجہ سے نیم پختہ مکئی کے بالیوں کی طرح ہو رہا تھا، اوپر اٹھائے اور اپنی گول گول، الّو جیسی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور پھر ایک ساتھ ان تینوں نے ایک دوسرے سے پوچھا:-

"تم کیا دیکھ رہے ہو کاہن؟"

اور غالباً ان کا اشارہ پا کر نوئی نے ان کے الفاظ کا ترجمہ ڈنگان کو سنا دیا۔

اب اس بونے نے جو سب سے پہلے ڈولی میں سے باہر آیا تھا اور جس نے گستاخ چھاتے بردار کو بد دعا دی تھی، اپنی پھنکارانہ آواز میں کہنا شروع کیا۔ نوئی ساتھ ساتھ ترجمہ کرتی جاتی تھی۔

"میں دو لڑکیوں کو دیکھ رہا ہوں جو اس کے مکان کے قریب کھڑی ہیں جو اس وقت چلتا ہے جب بیل اسے کھینچتے ہیں۱۔ ان لڑکیوں میں سے ایک کی جلد سیاہ ہے اور وہ لڑکی یہ ہے اور بونے نے ریچل کی طرف اشارہ کیا" دونوں لڑکیاں اپنے سر کا ایک ایک بال ہوا میں پھینک رہی ہیں۔ کالا بال زمین پر آ گرا ہے لیکن سنہری بال کو ایک روح نے اٹھا لیا ہے اور وہ اسے شمال کی طرف لیے جا رہی ہے اور یہ سپاہی کی روح ہے، اس سپاہی کی جسے زولوؤں نے قتل کر دیا ہے۔ یہ روح اس بال کو شمال کی طرف لیے جا رہی ہے اور دیکھو اس نے یہ بال مادر سنجر کی ہتھیلی پر رکھ دیا ہے اور ساتھ ہی ایک پیغام بھی" ہاں بیشک پیغام بھی" بقیہ دو بونوں نے سر ہلا کر کہا

پھر ایک بونے نے اپنے چغے میں سے پتوں میں لپٹا ہوا ایک پیکٹ برآمد کیا اور نوئی کو اشارہ کیا کہ وہ یہ چھوٹا سا پیکٹ ریچل کو دیدے۔ نوئی نے اس حکم کی تعمیل کی تو اسی بونے نے کہا:-

---

۱ قارئین حیران نہ ہوں۔ بونے کی مراد چھکڑے سے ہے۔ مظہر الحق علوی

"اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کی غیبی نظر ہے یا نہیں۔ سفید فام! بتاؤ تمھیں ان پتوں میں کیا نظر آتا ہے۔"

ریچل نے، جو یوں بیٹھی ہوئی تھی جیسے نیند میں ہو، پیکٹ لے لیا اور اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا:۔

"پتے۔ اسکے اندر اور زیادہ پتے اور آخری پتے میں میرے سر کا بال ہے۔" ہاں۔ میں خود اپنے سر کا بال دیکھ رہی ہوں۔ بخوبی دیکھ رہی ہوں۔ لیکن اس میں تین گرہیں لگی ہوئی ہیں اور یہ تین گرہیں تین زبردست مصائب ہیں۔

"کھولو اسے" بونے نے نوئی سے کہا۔

نوئی نے وہ ریشہ کاٹ دیا جو پیکٹ پر لپٹا ہوا تھا اور پھر وہ پیکٹ کھولنے لگی۔ تو یکے بعد دیگرے پتوں کی تہیں نکلتی اور کھلتی چلی گئیں۔ آخری پتے کو کھولا تو ایک سنہرا بال نظر آیا جس میں تین گرہیں پڑی ہوئی تھیں۔

نوئی نے یہ بال ریچل کے سر پر رکھ دیا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ وہ اسی کا بال تھا اور اس نے یہ بال بادشاہ اور اس کے مشیروں کو دکھایا۔ وہ بال میں پڑی ہوئی گرہوں کی طرف حیرت سے دیکھتے رہے اور نوئی نے بال پتوں میں لپیٹ کر بونے کو دیدیا۔

اور اب وہ بونا، جس نے سب سے پہلے اپنے پیالے میں تصویر دیکھ کر بال کا قصہ بیان کیا تھا، اس دوسرے بونے کی طرف گھوم گیا جو اس کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔

"تم کیا دیکھ رہے ہو کاهن؟" اس نے پوچھا۔

دوسرے بونے نے جھک کر پیالے میں بھرے ہوئے شفاف پانی میں دیکھا اور یوں گویا ہوا۔

"میں اس کرال کو دیکھ رہا ہوں۔ رات کا وقت ہے اور بادشاہ، جو سامنے بیٹھا ہوا ہے اور اس کے مشیر، جو اس وقت بھی اس کے آس پاس بیٹھے ہوئے ہیں ایک سفید فام سے باتیں کر رہے ہیں اس سفید فام کی آنکھوں میں عیارانہ چمک ہے اور اسکا چہرہ عقاب جیسا ہے

اور اس کے ماتھے پر اور ایک ٹانگ پر زخم ہے۔ میں ان کے ہونٹوں کی حرکت سے ان کی باتیں سمجھ رہا ہوں۔ وہ ایک سودا طے کر رہا ہے اور یہ سودا ایک بوڑھے سفید فام مبلّغ اور اس کی بیوی کو یہاں لانے کے متعلق ہے اور اب میں اس سفید فام کو بوڑھے مبلّغ اور اس کی بیوی کے گھر میں دیکھ رہا ہوں۔ عیار آنکھوں والے سفید فام کے حکم سے زولو مبلّغ کو مار ڈالتے ہیں اور اس کی بیوی بستر میں ہی مرجاتی ہے اور اس سے پہلے کہ زولو مبلّغ کا خاتمہ کر دیں وہ ایک دھوئیں سے جو ایک تالی میں سے نکل آیا ہے، ایک زولو کو قتل کر دیتا ہے"۔

بونے کے یہ الفاظ سن کے ڈنگان بے چینی سے پہلو بار لینے اور کراہنے لگا لیکن دوسرے بونے نے اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر تیسرے بونے سے پوچھا:

" تم کیا دیکھ رہے ہو کاہن ؟"۔

اس تیسرے بونے نے یوں کہنا شروع کیا:۔

"" میں اس سفید فام لڑکی کو ایک جھونپڑی کی چھت پر کھڑی دیکھ رہا ہوں اس کی روح رخصت ہو گئی ہے ہاں اس کے جسم سے نکل کر درختوں پر چلی گئی ہے۔ اس لڑکی کے ہاتھ میں ایک بھالا ہے اور نیچے زولو اس سفید فام کو پکڑے کھڑے ہیں جس کی آنکھوں میں عیّاری ہے۔ ہاں۔ میں سفید فام لڑکی کے ہونٹوں کی حرکت سے اس کی بات سمجھ رہا ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ خون حائل ہے" اور خون کا لفظ ادا کرتے وقت وہ کانپ گیا" ہاں۔ وہ کہہ رہی ہے کہ اس کے اور زولوؤں کے درمیان خون حائل ہے۔ وہ زولوؤں کی بدقسمتی کے متعلق پیشین گوئی کر رہی ہے ـــ اور میں ان کی بدقسمتی دیکھ رہا ہوں بہت سے آگ میں جل مرے۔ بہت سے ایک دریا میں غرق ہو گئے اور میں دیکھ رہا ہوں بہت سوں کو دبا کے بھوت نے نگل لیا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ سفید فام کی روح ٹڈول کو بلاتی ہے اور ان کے دل بادل چلے آرہے ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ان ٹڈوں نے

فصلیں تباہ کر دیں اور خود مر گئے لیکن مویشیوں میں وبا پھیلا گئے اور اب میں ایک دھندلی شبیہہ کو فضا میں تیرتے اور اسی طرف آتے دیکھ رہا ہوں۔ ہاں دیکھو اسی شبیہہ کا سر صرف ننگی کھوپڑی ہے اور سنو اس کا نام ـــــ قحط ہے۔"

تیسرا بونا خاموش ہوا تو اب تینوں بونے آگے کی طرف جھک گئے اور ایک ساتھ انھوں نے اپنے پیالے زمین پر اوندھا دیئے اور ایک زبان ہو کر کہا۔

"اے زمین! اے زمین! پی لے اور گواہ رہ کہ اس پانی میں ہم نے کیا دیکھا۔"

ادھر بادشاہ اور اس کے مشیروں کا عجیب حال تھا۔ وہ حیرت اور پریشانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے کیونکہ زولولینڈ میں بھی بڑے بڑے وچ ڈاکٹر تھے لیکن ان بونوں جیسے زبردست وچ ڈاکٹر انھوں نے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے۔ ڈنگان نے سر جھکا لیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا اور پھر اس نے سر اٹھا کر ایک قہقہہ لگایا اور اس کی توند میں مدوجزر سا پیدا ہو گیا:

"چھوٹے آدمیو! بڑے عمدہ شعبدہ باز ہو تم لوگ" وہ بولا "تمھارے یہ دیوقامت محافظ یہ ٹہنیاں جو ابتک ہری ہیں، یہ جھونپڑی جو سایہ کرنے کے لئے کھولی اور بند کی جاسکتی ہے اور تمھارے یہ چوبی چمکدار پیالے ـــــ یہ سب چیزیں نرالی اور خوب ہیں لیکن یہ سب شعبدہ بازی ہے کیونکہ نوئی یا کسی اور سے تم نے ماضی کے حالات معلوم کر لیئے اور انھیں ہمارے سامنے دہرا دیا۔ اگر تم واقعی ایسے ہی زبردست ساحر ہو جیسا کہ اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہو تو انکوسازانہ نے جو الفاظ کہے تھے ان کا معمہ حل کر دو اور بتاؤ کہ الفاظ کا مطلب کیا ہے۔ اس کے ان الفاظ کا جواب تم مجھے اپنے پیالوں میں دکھا دو ورنہ پھر بھاگ جاؤ یہاں سے کیونکہ تم دھوکے باز اور جھوٹے ہو اور ہاں تم تینوں اپنے نام بھی ہم کو بتا دو۔"

نوئی نے ڈنگان کے ان الفاظ کا ترجمہ انھیں سنایا تو تینوں بونے کولھوں کے بل کھسکتے ایک چھاتے تلے آ گئے اور آپس میں مشورہ کرنے کے بعد اسی طرح کولھے گھسیٹتے پھر اپنے اپنے

چھاتے تلے چلے گئے اور اب پہلے بونے نے، جس نے گستاخ دیو قامت کو بد دعا دی تھی، کہا۔

"زدلوؤں کے بادشاہ! میرا نام ایدو ہے۔ یہ، جو میرے دائیں طرف بیٹھا ہوا ہے، یونی ہے اور یہ جو میرے بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے ہانا ہے۔ ہم مادر شجر کے نام لیوا ہیں اور ہم بھوت لوگوں کے، خوابوں کے شکاریوں کے کاہن اعظم ہیں۔ اور اے بادشاہ ہم تمھاری طرح ہتھیاروں کے بل بوتے پر نہیں بلکہ اپنے علم اور اپنے خوابوں کے ذریعہ حکومت کرتے ہیں۔ ہم خوابوں کے سب سے بڑے شکاری بلکہ یوں کہو کہ خوابوں کے بادشاہ ہیں اور خوابوں کے شکاری ہمارا حکم مانتے ہیں۔ ہم لوگ مردوں کے آقا اور دلوں کا حال پڑھنے والے ہیں۔ اے بادشاہ یہ ہیں ہمارے نام اور یہ ہیں ہمارے القاب ہم یہاں اس لیئے آئے ہیں کہ تم نے اس لڑکی کو پیغامبر بنا کے بھیجا تھا جو ہم میں سے ہے اور اسی لڑکی نے مادر شجر کے کان میں ایک حیرت انگیز کہانی کہی اس کی کہانی جس سے ہم واقف تو تھے لیکن جسے دیکھنے کی آرزو تھی اور انھوں نے ریچل کی طرف اشارہ کیا جو تپائی پر بیٹھی ہوئی تھی" ہم تمھارا معمّہ حل کر دیں گے بادشاہ لیکن پہلے ہمارا معاوضہ طے ہو جائے"۔

"کیا معاوضہ چاہتے ہو تم اے خوابوں کے شکاری؟" ڈنگان نے پوچھا "مویشی تو اب ہمارے یہاں بہت کم رہ گئے ہیں رہی بیویاں تو تمھارے کس کام کی کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ تم انھیں استعمال کر سکو۔ تو پھر کیا چاہتے ہو تم جو میں دے سکوں؟"۔

چند لمحوں تک تینوں بونے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر ایدو نے اپنا خشک ٹہنی جیسا ہاتھ، جس کی انگلیوں کے ناخن گندے اور لانبے تھے، ریچل کی طرف اٹھا دیا۔

"ہم اس کو چاہتے ہیں"۔ وہ بولا "کیونکہ ہمارے خیال میں اس کی روح ہمارے ملک میں آکر مقیم ہو گئی ہے۔ ہاں۔ ہم اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہیں ہمیں اس

کا جسم دیدو کہ ہم اس جسم اور اس کی روح کا ملاپ کرا دیں۔"

مشیر یہ سن کر آپس میں کانا پھوسی کرنے لگے لیکن ڈنگان نے کہا:۔

"ایک دن وہ بھی تھا کہ ہم اس سفید فام کو یہاں لانے اور یہاں رکھنے کے لیئے بیتاب و بیقرار تھے کیونکہ اس کے جسم میں ہماری دیوی کی روح تھی۔ لیکن حالات پلٹا کھا گئے اور اس نے ہمیں بد دعائیں دیں۔ اگر جسم اور روح مل جائیں تو بہت ممکن ہے۔ ہمارے سروں پر سے اس کا سراپ ہٹ جائے۔ اس کے باوجود ہم اسے تمہارے حوالے کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ہاں۔ اگر یہ خود اپنے آپ کو تمہارے حوالے کر دے تو پھر ہم اسے نہ روکیں گے لیکن پہلے کام اور پھر دام۔ ٹھیک ہے ؟"۔

"ٹھیک ہے" ایدو، یونی اور کرنا نے ایک زبان ہو کر کہا "زولوؤں کے بادشاہ! تفصیلات بتاؤ اور پھر جو کچھ ہمارے اختیار میں ہوگا ہم کر گزریں گے"۔

چنانچہ ڈنگان نے اس شخص کی طرف دیکھا جس کا ایک ہاتھ خشک تھا اور جو قریب ہی بیٹھا ہوا تھا اور جو ایک ایک بات دیکھ رہا لیکن خاموش تھا۔

" موپو! آگے بڑھو اور تفصیلات بیان کرو۔"

چنانچہ موپو اٹھ کر چند قدم آگے آیا اور اس نے بیان کرنا شروع کیا کہ زولوؤں میں تنہا وہی ایک ایسا شخص ہے جسے تین دفعہ، شاکا کے دور میں، انکوسازانہ نظر آئی تھی۔ اس نے بتایا کہ کتنے "چاند دن" پہلے ایدوبوسی نے بادشاہ کے پاس آکر اس سفید فام لڑکی کے متعلق بتایا تھا جو "حسین ہے اور انکوسازانہ زولا" کہلاتی ہے اور یہ کہ وہ دنیا کی کسی بھی لڑکی سے مختلف ہے اور بجلیوں پر حکومت کرتی ہے۔ موپو نے کہا کہ پھر اسے بادشاہ نے تحقیق کے لیئے بھیجا اور اس نے دیکھا کہ سفید فام لڑکی حقیقت میں انکوسازانہ زولا ہی تھی۔

"وہ انکوسازانہ اور اس میں" موپو نے کہا "سوائے اس کے اور کوئی فرق نہ تھا کہ وہ انکوسازانہ جسے میں نے شاہ کے زمانے میں دیکھا تھا فضا میں پرواز کرتی تھی اور یہ زمین پر چلتی ہے"۔

اور پھر اس نے نوئی کو پکڑ کر لانے، اسے بچانے کے لیئے ریجل کے آگے اور اس کے اور بادشاہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیلات بیان کیں۔ اب وہ ڈنگان کے سوال اور ریجل کے جواب کے متعلق بتانے ہی والا تھا کہ ایدو، نے جو اس تمام عرصے میں یوں بیٹھ رہا تھا جیسے اونگھ گیا ہو، دفعتہً سر اٹھایا۔ پونی اور ہانا بھی جیسے بیدار ہو گئے اور اب ایدو نے کہا:۔

"اے وہ جو بادشاہ کی زبانی اور ماکیدا ما کا بیٹا ہے اور جس کا نام موبو سے امبوبو ہے، سنو تم جو کچھ بھول رہے ہو۔ تم نے وہ الفاظ نہیں دہرائے جو انگوساز انہ نے تمہارے کان میں کہے تھے اور تم یہ الفاظ سنتے ہی دربار میں سے بھاگ گئے تھے۔ بے شک تم ان الفاظ سے واقف ہیں لیکن تم خود ان الفاظ کو کیوں نہیں دہراتے؟"

موبو کے دانت بجنے لگے اور حیرت سے ایدو کی طرف دیکھنے لگا پھر سنبھل کر بولا:۔

"اس لیئے کہ ان الفاظ کا تعلق اس کہانی سے نہیں ہے اور اس لیئے بھی کہ وہ الفاظ صرف میری موت کے متعلق تھے۔ اور میری زندگی اور موت سے ظاہر ہے کہ کسی کو دلچسپی نہیں ہو سکتی"۔

تینوں بونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ایک دوسرے سے کہا:۔

"سنا تم نے کاہن؟"

"سنا تم نے کاہن!"

"سنا تم نے کاہن"

اور پھر:۔

"یہ کہہ رہا ہے کہ وہ الفاظ صرف اس کی موت کے متعلق تھے اور ان کا تعلق اس کہانی سے نہیں ہے"

اور وہ مسکرائے، اپنے سر ہلائے اور ایک بار پھر جیسے اونگھ گئے۔

اور اب موپو بیان کر رہا تھا کہ ڈنگان نے ریچل سے پوچھا کہ بوٹروں پر حملہ کرو۔ یا انھیں ان کے حال پر چھوڑ دے اور یہ کہ پھر کسی طرح ریچل نے آسمان پر اپنی نظریں گاڑ دیں اور کس طرح ایک تارہ ٹوٹ کر اور ان کے کرال پر آ کے پھٹ گیا اور کس طرح انکوسازانہ نے کہا کہ وہ بھی ان کے پیروں کی دھمک سن رہی ہے جو میدانوں اور پہاڑوں کو عبور کر کے چلے آ رہے ہیں اور یہ کہ ان کے پیچھے دریا خون سے شوخ ہوتے جا رہے ہیں اور آخر میں موپو نے کہا کہ انکوسازانہ نے اپنے کہے ہوئے الفاظ واپس لینے یا ان میں کم و بیش کرنے سے انکار کر دیا اور نہ ہی اپنے الفاظ کے معنی بیان کیے۔

اور پھر موپو مشیروں کے حلقے میں بیٹھ گیا اور تینوں بونوں کی طرف دیکھنے لگا۔

"خوابوں کے بادشاہو! سن لیا تم نے؟" ڈنگان نے کہا" اب اگر واقعی تم زبردست ساحر ہو تو انکوسازانہ کے کہے ہوئے الفاظ کے معنی بتاؤ اور اس تارے کے ٹوٹنے کا مطلب سمجھاؤ کیونکہ ہمارے ویچ ڈاکٹر یہ معمّہ حل نہیں کر سکے۔"

تینوں بونوں نے بیدار ہو کر آپس میں مشورہ کیا اور پھر ایدو نے کہا:۔

"زولوؤں کے بادشاہ! یہ معاملہ ہماری فہم سے بالاتر ہے۔"

ڈنگان نے ایک قہقہہ لگایا۔

"یہ تو میں پہلے سے ہی جانتا تھا" وہ بولا "تم جھوٹے اور دھوکے باز ہو اور عام شعبدہ بازوں کی طرح وہ باتیں دہراتے ہو جو تم نے پہلے سے سن رکھی ہوتی ہیں۔ چنانچہ کیوں نہ میں تمھیں سلاخوں سے پٹوا کر یہاں سے نکال دوں تاکہ تم وہ خون دیکھو جس سے تمھیں نفرت ہے؟"

خون کا لفظ سن کے تینوں بونے یوں سکڑ اور سمٹ گئے جس طرح کہ الاؤ کے قریب پڑے ہوئے تنکے آنچ سے سکڑ کر اینٹھ جاتے ہیں۔

لیکن پھر ایدو نے مسکرا کر کہا:۔

"ایک ذرا صبر بادشاہ۔ صبر۔ ہم دھوکے باز ہی سہی۔ تاہم اپنی کوشش کرینگے بلکہ کوئی اور ہمارے لئے کوشش کر دے گا۔ بڑا پیالہ لاؤ۔ سرخ بادشاہ کے لئے سرخ پیالہ لاؤ اور اسے شبنم سے لبالب بھر دو۔"

فوراً ہی دیو قامت محافظوں میں سے ایک شخص نکل آیا۔ وہ ایک پیالہ اٹھائے ہوئے تھا جو ان تینوں پیالوں سے، جن میں بونے نے جھانک کر تصویریں دیکھی تھیں، بڑا اور خوبصورت تھا۔ اس کا رنگ بھی خون کی طرح سرخ تھا جو دھوپ میں چمک رہا تھا ایدو نے یہ بڑا پیالہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور دوسرے دیو قامت غلام نے تونبی سے شبنم انڈیل کر اسے لبالب بھر دیا۔ اس کے بعد تینوں بونوں نے کوئی منتر پڑھ کے پیالے پر پھونکا اور پھر ایدو نے نوئی کو اشارہ کیا کہ وہ پیالہ انکوسازانہ کے پاس لے جائے اور اس سے کہے کہ وہ پیالے کے پانی میں دیکھے۔

ریچل نے پیالہ لے کر اس پر سر جھکا دیا۔ یکایک اس کے بشرے سے وحشت اور آنکھوں سے خالی پن دور ہو گیا اور ان سے خوف اور سنسنی کے جذبات ظاہر ہونے لگے

"کچھ نظر آرہا ہے تمھیں خاتون؟" ایدو نے پوچھا۔

"ہاں۔ بہت کچھ نظر آرہا ہے" ریچل نے جواب دیا "بیان کر دوں؟"

"نہیں۔ نہیں۔ پانی پر تین دفعہ پھونک دو کہ تصویر غائب ہو نے نہ پائے" ایدو نے کہا "اور پھر پیالہ بادشاہ کے پاس لے جاؤ۔ شاید اسے بھی کچھ نظر آجائے"۔

ریچل نے تین دفعہ پانی پر پھونک دیا اور پھر یوں اٹھی جیسے نوم توجہ کے عالم میں ہو اور پھر آگے بڑھ کر اس نے پیالہ ڈنگان کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔

"دیکھو بادشاہ۔ دیکھو۔ ایدو نے کہا" اور بتاؤ تم جو کچھ دیکھ رہے ہو وہ انکوسازانہ کے کہے ہوئے معمے کا حل ہے یا نہیں؟"۔

ڈنگان نے ابتدا میں تو غصے سے کھنکار کر پیالے میں بھرے ہوئے پانی کی طرف

دیکھا لیکن پھر دفعتہً اس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔

"چنگھاڑنے والے کالے ہاتھی (دشاکا) کے سر کی قسم" اس نے کہا۔ "میں اس کرال میں لوگوں کو جنگ کرتے دیکھ رہا ہوں۔ ہاں۔ سفید فاموں اور زولوؤں کے درمیان جنگ ہو رہی ہے۔ سفید فام شکست کھا گئے ہیں اور زولو انھیں رگید رگید کے قتل کر رہے ہیں۔ زولوؤں کو فتح حاصل ہوئی ہے ـــ آہا! میرے لوگ فتحیاب ہوئے۔ تو میرا اندازہ غلط نہ تھا۔ فتح ہماری ہو گی۔ تو یہ ہے انکوسازانہ کے کھلے ہوئے "معمہ" کا حل۔"

"واہ! واہ!" میشروں نے سر ہلا کر کہا اگر بادشاہ کو ایسا ہی نظر آرہا ہے تو ایسا ہی ہو گا۔"

لیکن بونے ایدو نے مسکرا کر اپنا ہاتھ ہلایا۔

اور پھر دیکھو بادشاہ اس نے اپنی سسکی نما آواز میں کہا

اور ڈنگان پھر پیالے کے پانی میں دیکھنے لگا۔ اس دفعہ اس کا منہ لٹک گیا۔

"میں آگ دیکھ رہا ہوں" وہ بولا "ہاں۔ یہ کرال جل رہا ہے۔ میرا کرال جل رہا ہے میرا اپنا گھر جل رہا ہے۔ اور سامنے سے گھڑ سوار سفید فام چلے آرہے ہیں۔ اوہ! وہ چلے گئے۔"

ایدو نے ایک بار پھر ہاتھ ہلایا۔

"تیسری بار دیکھو اور بتاؤ کہ کیا نظر آرہا ہے تمھیں؟" اس نے کہا۔

ڈنگان نے بادل ناخواستہ ایک بار پھر پیالے کے پانی میں دیکھا۔

"میں ایک پہاڑ دیکھ رہا ہوں۔ جس کی چوٹی یوں ہے جیسے کوئی عورت بیٹھی ہوئی ہو اور اس کے گھٹنوں کے درمیان ایک غار ہے۔ اس غار کے فرش تلے دو لاشیں دیکھ رہا ہوں۔ ایک تو مرد کی لاش ہے جو بہت تگڑا ہے اور دوسری ایک لڑکی کی لاش ہے

جو بہت حسین رہی ہوگی۔"

یہ الفاظ سنتے ہی بادشاہ کا وہ مشیر جس کا ایک ہاتھ خشک تھا اور جس کا نام موپو تھا، ایک دم سے ہڑبڑا کر کھڑا ہوا لیکن پھر فوراً ہی بیٹھ گیا۔ تمام لوگ ڈنگان کی طرف متوجہ تھے چنانچہ موپو کی یہ حرکت کسی نے نہ دیکھی سوائے نوٹی اور خوابوں کے بادشاہوں کے۔

"میں ایک آدمی کو، ایک موٹے آدمی کو، غار سے باہر آتے دیکھ رہا ہوں،" ڈنگان کہتا چلا گیا۔ "یہ موٹا زخمی اور تھکا ہوا معلوم ہوتا ہے اس کے علاوہ اس کا پیٹ بھی اندر کی طرف دھنسا ہوا ہے جیسے وہ کئی دنوں کا بھوکا ہو۔ دو دوسرے آدمیوں نے اس موٹے کو پکڑ رکھا ہو۔ ان دو میں سے ایک تو خاصا مضبوط، لمبا تڑنگا اور جنگجو معلوم ہوتا ہے لیکن دوسرا دبلا پتلا اور قد میں چھوٹا ہے۔ یہ دونوں موٹے کو گھسیٹتے ہوئے اس چوٹی پر لے جاتے ہیں جو وہاں بیٹھی ہوئی اس عورت کی چھاتیوں کے درمیان ہے وہ دونوں موٹے سے کچھ کہہ رہے ہیں۔ لیکن میں ان دونوں کی اور موٹے کی صورت نہیں دیکھ سکتا کیونکہ وہ دھند میں چھپی ہوئی ہیں۔ وہ موٹے کو گھسیٹتے ہوئے چوٹی کے کنارے پر لے آئے ہیں اور —— انھوں نے موٹے کو پہاڑ پر سے نیچے پھینک دیا اور موٹے کے چہرے پر سے دھند ہٹ گئی اور میں اس کی صورت دیکھ سکتا ہوں۔ آہ! یہ تو میری صورت ہے۔ یہ تو میں ہی ہوں جسے پہاڑ پر سے پھینکا گیا ہے۔"

ڈنگان خاموش ہو گیا اور ہر شخص خاموش تھا اور اس خاموشی میں تینوں بوتوں نے ایک دوسرے سے کہا۔

"کاہن! یہ بادشاہ کہتا ہے کہ جو صورت اسکو نظر آئی ہے وہ خود اس کی صورت ہے اب کہو کہ انکوسازانہ کی روح نے انکوسازانہ کے استخارے کا جواب نہیں دیدیا ہے؟ کیا اس بادشاہ کو پہاڑ پر سے پھینک دیا جائے گا؟ کیا وہ ستارا جو اس کرال میں ٹوٹا تھا، یہی بادشاہ نہ تھا؟" ۔ اور وہ تینوں سر ہلا کر مسکرائے۔

لیکن ڈنگان خوف اور غصّے کے عالم میں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور اسی کے ساتھ اسکے مشیر بھی اٹھ کھڑے ہوئے لیکن وہ بیٹھا رہا جس کا ایک ہاتھ خشک تھا اور جس کا نام مولیو تھا اور جو ماکیدا ما کا بیٹا تھا۔ ڈنگان اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے وہ پیالہ جو اسکے گھٹنوں پر دھرا ہوا تھا، اٹھاکر نہایت زور سے پھینک دیا اور پیالے میں کے پانی کے چھینٹے ریگل پر گرے جیسے آسمان سے برس گئے ہوں اور ڈنگان خوابوں کے بادشاہوں کو برا بھلا کہتے اور انھیں حکم دینے لگا کہ وہ اس ملک سے چلے جائیں۔ کیونکہ وہ بہت برے لوگ تھے وہ بک رہا تھا۔ وہ بونوں کو دھمکا رہا تھا اور ان پر لعنت بھیج رہا تھا لیکن وہ تینوں خاموش بیٹھے مسکرا رہے تھے یہاں تک کہ ڈنگان آپ ہی تھک ہار کر خاموش ہو گیا اور تب تینوں بونوں نے ایک دوسرے سے کہا:۔

"بادشاہ نے اس سفید خام کو ہمارے درختوں کی شبنم سے بھگو دیا ہے چنانچہ اب یہ سفید خام درختوں کی ہو گئی اور اب درختوں کا اس پر حق ہے میں نے ٹھیک کہا نا کاہن ؟"

انھوں نے اثبات میں سر ہلایا اور اب ایدرا اٹھا اور اس نے بادشاہ کو مخاطب کیا تو اس کی آواز بدلی ہوئی تھی۔ اب اس کی آواز تیز اور تیکھی تھی اور لہجہ تحکمانہ تھا۔

"اب وہ جو بادشاہ کہلاتا ہے اور جس نے بہت سا خون بہایا ہے" ایدرا نے کہا "تم خون کے دریا پر محض ایک بلبلا ہو، تم قاتل ہو کہ آخر میں تم خود بھی قتل کر دیئے جاؤ گے، تم بھالا پھینکنے والے ہو کہ ایک دن خود تم پر بھی بھالا پھینکا جائے گا اور تم اس پتھر کی صورت دیکھو گے جو تم کے نام تک سے واقف نہیں ہے اور تم وہ ہو جسے دھرتی نگل لے گی اور تم وہ ہو جو ان لوگوں کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے جو ....."

"اے کاہن! بادشاہ کے قاتلوں کے چہروں پر دھند کی نقاب پڑی ہوئی تھی۔[1]" بقیہ دو بونوں نے اپنے چھاتوں تلے سے جھانک کر کہا" کاہن! کاہن! یقیناً ان دونوں کی

---

[1] ملاحظہ ہو ہمارا ناول "خونریز" (باب پینتیسواں[35]) مطبوعہ نسیم بکڈپو لکھنؤ۔ منظر الحق علوی

صورتیں نہیں دکھائی گئیں۔

"تم وہ ہو جو ان لوگوں کے ہاتھوں مارے جاؤ گے جو انتقام لینے والے ہیں اور ان انتقام لینے والوں کی صورتیں ظاہر نہیں کی گئیں۔ مادر شجر نے جیسا کہا تھا ایسا ہی ہوا اور ہم نے وہ معمہ حل کر دیا جسے تمہارے وچ ڈاکٹر حل نہ کر سکے تھے۔ یہ معمہ حل ہو گیا، صحیح طور پر حل ہو گیا اور اپنے وقت پر وہ تمام باتیں پوری ہوں گی جو دکھائی گئی ہیں۔ اب ہمیں اپنا انعام دے کر یہاں سے رخصت کر دو۔ ہاں ہمیں یہ سفید خام دیدو جس کی روح نے شبنم کے ذریعہ تم سے گفتگو کی ہے"۔

"لے جاؤ۔ اسے اور دفع ہو جاؤ یہاں سے" ڈنگان گرجا" کیونکہ یہ سفید خام اور اس کی خادمہ نوئی ہمارے لیے کچھ نہیں لائی سوائے مصائب اور پریشانیوں کے"۔

لیکن ان مشیر نے چیخ کر کہا:۔

"لیکن انکوسازانہ کو ان ساحروں کے حوالے نہیں کیا جا سکتا الا یہ کہ خود اس کی مرضی ہو"۔

تینوں بونوں نے ریچل کی طرف دیکھ کر اپنے سر ہلائے اور نوئی ریچل کے کان میں کچھ کہنے لگی

ریچل سنتی رہی اور پھر اس نے کہا:۔

"نوئی جہاں تم جاؤ گی۔ میں بھی جاؤں گی۔ میں اپنی روح تلاش کر رہی ہوں۔ مجھے اپنی روح کی تلاش ہے نوئی"۔

چنانچہ نوئی نے ریچل کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے دربار کے میدان سے باہر لے چلی اور ان کے پیچھے بونوں کی ڈولیاں اور ان کی بدرقہ جو دیو قامت لوگوں پر مشتمل تھا، چلا اور تمام مشیروں نے اٹھ کر آخری دفعہ انکوسازانہ کو شاہی سلام کیا۔ اکیلا ڈنگان بیٹھا رہا اور غصے کے عالم میں زمین پر گھونسے مارتا رہا۔

چنانچہ یوں انکوسازانہ زولا زولوؤں کے شاہی کرال سے رخصت ہوئی اور بالکید اما

کا بیٹا امبو پو اپنی آنکھوں پر ہاتھ ڈھانکے اپنی خشک انگلیوں کے درمیان سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

انیسواں باب ۱۹

عظیم روح کی واپسی

خوابوں کے شکاریوں، نوئی اور دیو قامت لوگوں کے بدرقے کے ساتھ ریچل شمال کی طرف چلتے رہے، ان کی رفتار تیز نہ تھی اور وہ دن کو سفر نہ کرتے تھے کیونکہ ایدرو لوفی اور رہانا کو دھوپ سے نفرت تھی اور انہیں سورج کی تمازت سے خوف آتا تھا۔ اکثر دفعہ ریچل نوئی کے ساتھ ڈولی میں سوار ہو جاتی جسے چار دیو قامت غلام اپنے کندھوں پر اٹھا کر چلتے لیکن زیادہ تر وہ پیدل ہی چلنا پسند کرتی اور وہ تھکے بغیر مسلسل چلا کرتی حتیٰ کہ ان دلدلوں میں بھی جہاں مچھر تھے اور جہاں ہر ایک بخار میں مبتلا ہو جاتا تھا اور جہاں بدرقے کے بہت سے لوگ بخار میں مبتلا ہو کر مر گئے تھے، ریچل چلتی رہی اور بخار نے اسے نہ چھوا۔ اس کے علاوہ یہ جسمانی مشقت اس کے بھٹکے ہوئے اور پریشان دماغ کو تسکین دیتی تھی اور نوئی کی آواز اور اس کی موجودگی اور اس کے ہاتھوں کا لمس بھی ریچل کے لیے باعثِ تسکین تھا۔ البتہ کبھی کبھی اس پر دیوانگی کا دورہ پڑتا اور وہ مسلسل بھیانک قہقہے لگانے لگتی۔ ویسے ہی قہقہے جو زولوؤں کو خوفزدہ کر دیتے تھے اور تب ایدروا اپنی ڈولی سے باہر آتا اور اپنے لانبے ناخنوں والی خشک انگلیاں ریچل کے ماتھے پر پھیرتا اور اس کی آنکھوں میں کچھ اس طرح جھانک کر دیکھتا کہ ریچل کی آنکھیں بند ہونے لگتیں اور وہ سو جاتی لیکن اگر اس وقت جب وہ سو رہی ہوتی، نوئی اس سے باتیں کرتی، تو ریچل نیند میں ہی اس کے ہر سوال کا جواب نہایت مناسب و موزوں جواب دیتی۔

چنانچہ اس طرح نوئی نے وہ تمام واقعات معلوم کر لیے جو اس کے رخصت

ہونے کے بعد ہوئے تھے کیونکہ زولوؤں سے وہ کچھ زیادہ باتیں معلوم نہ کر سکی تھی۔ بہت پہلے اس نے خود ریچل سے رچرڈ ڈارین کے متعلق سنا تھا کہ کس طرح ان دونوں نے ایک طوفانی رات ایک جزیرے پر بسر کی تھی لیکن یہ اسے اب معلوم ہوا کہ ریچل کو رچرڈ سے محبت تھی اور یہ کہ ایبوبوسی نے رچرڈ کو زہر دیدیا تھا اور یہ کہ اسی صدمے کی وجہ سے ریچل کا دماغ چل گیا تھا اور اسی کی موت کی وجہ سے وہ پاگل ہو گئی تھی۔

چنانچہ اس وجہ سے نوئی خوش تھی کہ خوابوں کے شکاری ریچل کو اپنے ملک میں لیے جا رہے تھے کیونکہ ریچل کو ایک بار پھر اگر اپنے آپ میں لانا ممکن تھا تو یہ کام خوابوں کے شکاری اور ان کے ساحر ہی کر سکتے تھے اس کا پاگل پن ان لوگوں کے علاوہ کوئی اور دور نہ کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اگر زولوؤں اور خوابوں کے شکاریوں نے بھی ریچل کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ہوتا تو وہ کہاں جاتی کیونکہ اب دنیا میں اس کا کوئی اور نہ رہ گیا تھا۔ اس کے والدین اور اس کا محبوب بھی مر چکا تھا۔ البتہ وہ ان سفید فاموں کے پاس جا سکتی تھی جنھوں نے ساحلی علاقے میں اپنی بستیاں بسالی تھیں لیکن سیاہ فاموں کی طرح یہ لوگ پاگلوں کو احترام کی نہیں بلکہ خوف کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں چنانچہ وہ ریچل کو دوسرے پاگلوں کے ساتھ اس گھر میں بند کر دیتے۔ جہاں پاگلوں کو رکھا جاتا ہے اور وہ وہیں بند رہتی یہاں تک کہ مر جاتی ـــــ یہ اچھا ہوا کہ خوابوں کے شکاریوں نے ریچل کو اپنے ساتھ لے لیا۔ چنانچہ نوئی خوش تھی حالانکہ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ درختوں کی سرزمین میں خطرات منتظر ہیں۔ بہت سے اور زبردست خطرات۔ تاہم ریچل اس کے ساتھ تھی آگے جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

اس کے علاوہ نوئی کی تیمارداری کی وجہ سے ریچل کی حالت پہلے سے کچھ بہتر ہو گئی تھی اور نوئی کو امید تھی کہ ایک نہ ایک دن وہ اپنے آپ میں آجائے گی البتہ نوئی یہ ضرور سوچتی تھی کہ کاش وہ اور ریچل اکیلے ہوتے، ان کے ساتھ خوابوں کے شکاریوں کے یہ

کاہن نہ ہوتے خصوصاً ایدو نہ ہوتا کیونکہ وہ ایدو سے واقف تھی اور جانتی تھی کہ ایدو نوئی سے جلتا تھا۔ ہاں۔ اس لیے جلتا تھا کہ تنہا نوئی کو ریچل پر اختیارات حاصل تھے۔ اور اس لیے بھی جلتا تھا کہ نوئی اور ریچل میں بہت زیادہ محبت تھی اور ریچل نوئی کے بغیر رہ نہ سکتی تھی۔ چنانچہ ایدو اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتا تھا اور نوئی کا وجود اس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ وہ اس پاگل سفید فام سردارن کو جسے زدلو جیسے زبردست قبیلے نے اپنی دیوی بنا کے رکھا تھا، خود اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ ایدو ریچل کو اپنی آلۂ کار بنانا چاہتا تھا۔ وہ اس پاگل لڑکی کے ذریعہ خود اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتا تھا اور یہ بات اس نے پہلے سے سوچ رکھی تھی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب اس نے ریچل کے متعلق سنا تو وہ فوراً اوفد کے ساتھ ڈنگان کے دربار میں جانے کے لیے تیار ہو گیا کیونکہ اس نے اپنے سحر کے زور مستقبل کی وہ تمام باتیں دیکھ لی تھیں جنھیں خود نوئی دیکھ نہ سکتی تھی اور نوئی اس لیے ناکام رہی تھی وہ دوغلی نسل سے تھی چنانچہ خوابوں کے شکاریوں کا مکمل منصوبہ اسے بنانا تھا۔

اس کے علاوہ مادرِ شجر کی دادی تھی۔ اب نوئی یہ نہ معلوم کرسکی کہ وہ نوئی کے دادا یا دادا کے باپ کی بہن تھی۔ درختوں کی سرزمین میں نوئی کا قیام بہت مختصر رہا تھا چنانچہ وہ اس معاملے کی تحقیق نہ کرسکی تھی البتہ یہ تو یقینی بات تھی کہ مادرِ شجر اس کی دادی تھی۔ یہ بات البتہ نوئی نے معلوم کرلی تھی کہ ایدو، جو کاہنِ اعظم تھا، مادرِ شجر کو، یعنی نوئی کی دادی کو پسند نہ کرتا تھا۔

مادرِ شجر کا نام نایا تھا اور ایدو چاہتا تھا کہ جب نایا کا درخت گر جائے تو وہ یعنی ایدو اس عورت کو مادرِ شجر بنا دے جو خود اس کے ہاتھ میں موم کی ناک بنی رہے اور ویسا ہی کرے جیسا ایدو چاہے۔ کیونکہ حالیہ مادرِ شجر نایا ایدو کی ایک نہ چلنے دیتی تھی۔ نوئی نے سوچا کہ غالباً اس لیے ایدو ریچل کو اپنے ساتھ لے آیا تھا کہ وہ نایا کی جگہ ریچل کو ہی

مادر شجر بنادے اور چونکہ ریچل پاگل تھی اس لیے ظاہر ہے کہ ایدو اس سے ہر بات منوا سکتا تھا۔
تاہم نوئی کچھ بھی کہنے اور سوچنے میں بڑی محتاط تھی کیونکہ ایدو اور اس کے دونوں ساتھی پونی اور ہانا لوگوں کے دلوں میں جہاں تک سکتے اور ان کے خیالات معلوم کر سکتے تھے اس کے علاوہ ریچل کو بھی جہاں تک ممکن تھا ایدو سے بچانے کی کوشش کرتی تھی اور اسے ایک لمحہ کے لیے بھی تنہا نہ چھوڑتی تھی کہ کہیں ایدو اس پر ریچل پر حاوی نہ ہوجائے البتہ جب اس پر پاگل پن کے دورے پڑتے تو پھر نوئی مجبور ہوجاتی اور ایدو سے کہتی کہ وہ اپنی انگلیوں کے لمس سے اور اس کی آنکھوں میں جہاں تک کر ریچل کی دیوانگی دور کردے کیونکہ وہ خود ایسا نہ کر سکتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ دوسرے دو کاہنوں کو ریچل کے قریب آنے نہ دیتی تھی کیونکہ وہ دونوں ایدو کے "جی حضوری" تھے اور اس کے اختیار میں تھے۔
شمال کی طرف ——— شمال کی طرف ہی وہ چلتے رہے۔ سفر کے ابتدائی حصہ میں وہ زولوؤں اور ان کی ماتحت قبائل کی بستیوں میں گزرے جو خوابوں کے شکاریوں کے متعلق جانتے تھے اور انکوسازانہ سے بھی واقف تھے یہ لوگ انکوسازانہ کے اس سراپ کے شکار تھے جو ان کے سروں پر سایہ فگن تھا اور یہ مصائب ان کے نزدیک محض اس لیے تھے کہ ان کے اور انکوسازانہ کے درمیان خون حائل تھا ٹڈی دل نے ہری بھری کھیتیاں اجاڑ دی تھیں اور مویشیوں میں وبا پھوٹ نکلی تھی۔ چنانچہ یہ لوگ انکوسازانہ سے اور ان بھورے لوگوں سے خائف تھے جن کے ساتھ وہ سفر کر رہی تھی کیونکہ یہ بونے وہ ساحر تھے جنھوں نے اپنے جادو کے زور سے بادشاہ کو بڑی خوفناک تصویریں دکھائی تھیں اور اسے خوفزدہ بہ چھوڑ کر اب اپنے ملک کی طرف جارہے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کی آمد کا حال سن کر بھاگ جاتے اور بستیوں میں صرف چند بوڑھے باقی رہ جاتے جو اس انکوسازانہ کا استقبال کرکے جو اپنی بھٹکی ہوئی روح کی تلاش میں چلی تھی اور اس کے ساتھ خوابوں کے شکاریوں کا بھی استقبال کرتے جو کسی بھیانک جنگل میں روحوں کے ساتھ رہتے تھے اور

یہ بوڑھے انگوسازانہ سے درخواست کرتے کہ وہ ان کی سرزمین پر سے مصیبت کا بادل ہٹادے تاکہ وہ لوگ اس طرح پھلنے اور پھولنے لگ جائیں جس طرح کہ سراب سے پہلے تھے۔

آخر کار زندہ لوگوں کی بستیاں پیچھے چھوٹ گئیں اور وہ لوگ دوسرے قبائل کے علاقے میں داخل ہوئے۔ بالکل ہی وحشی اور بھٹکتے ہوئے قبائل کے علاقے میں۔ لیکن یہ لوگ بھی خوابوں کے شکاریوں سے واقف تھے چنانچہ ان لوگوں نے بھی ان مسافروں کو پریشان کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ ان لوگوں کے ویچ ڈاکٹر خوابوں کے شکاریوں کے پاس استخارا دکھانے یا خوابوں کی تعبیر معلوم کرنے اور اپنے دشمنوں کو برباد کرنے کا منتر اور زود اثر زہر بنانے کی ترکیب معلوم کرنے آتے رہے اور ان کی خدمت میں تحائف پیش کرتے رہے۔ ایدو اور اس کے ساتھی ان ویچ ڈاکٹروں کی باتیں سنتے اور دیو قامت غلام شبنم سے بھرے ہوئے پیالے لا کے تینوں بونوں کے سامنے رکھ دیتے اور پھر اس میں جو کچھ نظر آتا وہ بیان کر دیتے لیکن چونکہ شبنم کا ذخیرہ اب ان کے پاس زیادہ نہ رہ گیا تھا اس لیے یہ عمل کبھی کبھار ہی کیا جاتا اور چونکہ یہ شبنم جسے وہ اپنے ملک سے لے کر آئے تھے صرف ایک دفعہ ہی استعمال کی جاسکتی تھی اس لئے وہ لوگ اسے خود اپنے لیے بچا رکھنا چاہتے تھے کہ کیا پتہ انہیں کب کچھ دیکھنے اور کچھ معلوم کرنے کی ضرورت پڑ جائے۔

اور پھر وہ اس علاقے میں تھے جہاں وسیع و عریض دلدلیں تھیں اور جہاں بہت کم انسان اور بہت زیادہ درندے بستے تھے۔ یہ علاقہ بخار زدہ تھا اور اس میں پانی کے گڑھے تھے اور ان گڑھوں اور دلدلوں میں بہت سے مگرمچھ اور زہریلے سانپ تھے لیکن ان جانوروں نے اور ان درندوں نے اور بخار نے خوابوں کے شکاریوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا وہ محفوظ رہے کیونکہ ان کے پاس وہ صندلی تھیں جو بیماری کو قریب آنے نہ دیتی تھیں اور وہ جادو تھا جو خطرات کو دور رکھتا تھا اور اپنے پیالوں میں وہ دیکھتے اور راستہ معلوم کرتے اور دیکھتے کہ کون سا راستہ محفوظ ہے چنانچہ وہ لوگ دلدلوں کے علاقے

سے بھی محفوظ نکل آئے البتہ یہاں وہ دیو قامت غلام مرگیا جسے ڈنگان کے گراؤ میں ایدو نے بددعا دی تھی۔ اسی دن سے، جس دن ایدو نے اسے بددعا دی تھی، یہ غلام گھلنے اور سوکھنے لگا تھا یہاں تک کہ وہ صرف ہڈیوں کی مالا رہ گیا چنانچہ دلدلیں عبور کرتے وقت اسے بخار چڑھ آیا اور وہ مرگیا۔

"نہیں کہا تھا میں نے کہ ایسا ہی ہوگا؟ کہ دیکھو ایسا ہی ہوا" ایدو نے لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوسرے غلاموں سے کہا جو بید کی طرح کانپ رہے "یہ تو تم خود دیکھو اور عبرت حاصل کرو اور یہ سمجھو کہ انسان کی قوت اس کے جسم میں ہے اور اس کے بھالے میں ہے"

اور ایدو نے لاش کو ٹھوکر مار کر دوسرے غلاموں سے کہا کہ وہ یہ لاش پانی میں پھینک دیں کہ بھوکے مگرمچھوں کا پیٹ بھر جائے۔

دلدلوں سے گزرنے اور بہت سی ندیوں کو عبور کرنے کے بعد آخر کار اس پراسرار اور عجیب قافلے نے اپنا رخ بدلا اور اب وہ مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا اور یہ لوگ کئی دنوں تک گھاس کے ہرے بھرے میدانوں میں سفر کرتے رہے اور ان میدانوں میں ان قبائل کے مویشی چرتے نظر آرہے تھے جو اس طرف آباد تھے یہ میدان قسم قسم کے شکار اور شیروں سے بھرے ہوئے تھے اور ان شیروں کے کچھار ان پہاڑوں میں تھے جو میدانوں میں یہاں وہاں کھڑے ہوئے اور گنجان جھاڑیوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ شیر رات کے وقت ان کے پڑاؤ کے قریب آکر دھاڑتے اور اس کے اردگرد چکر لگاتے لیکن ایدو اور اس کے ساتھی بے خوف رہتے اور اگر یہ شیر ذرا جرات کا مظاہرہ کرتے تو پھر اس شکار میں، جو ارد گرد کے خانہ بدوش قبائل تحفتہً دے جاتے تھے، ایدو کسی قسم کا زہر بھر دیتا شیر آکر شکار کھالیتے اور پھر فوراً ہی مرجاتے۔ اس کے علاوہ یہ زہر ایدو اور اس کے ساتھی بڑی بھاری قیمت لے کر ان قبائل کے ہاتھ فروخت کردیتے اور قیمت یہ ہوتی کہ وہ اتنی اتنی گائیں

اس جگہ پہنچا دیں جہاں کا مفصل پتہ ایدوا ان لوگوں کو بتا دیتا اور یہ گائیڈ وہاں پہنچا دیتا ہیں کیونکہ کوئی بھی مادرِ شجر اور اس کے کاہنوں کو دھوکا دینے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

ان چراگاہوں سے گزر کے وہ لوگ ایک زرخیز نشیبی علاقے میں داخل ہوئے جو میلوں بتدریج بلند ہوتا چلا گیا تھا۔ اور نوئی نے ریچل کو بتایا کہ یہ خوابوں کے شکاریوں کی سرزمین کی بیرونی سرحد تھی اور اسی جگہ وہ دیوقامت لوگ آباد تھے جو خوابوں کے شکاریوں کے غلام تھے اور جو "ادم کوسی" کہلاتے تھے اور ریچل کا بدرقہ انہی لوگوں پر مشتمل تھا۔ یہ ادم کوسی ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں تھے اور کاشت کار تھے اور حالانکہ یہ لوگ دیوقامت اور بڑے طاقتور تھے لیکن اس وقت تک جنگ نہ کرتے تھے جب تک کہ ان پر حملہ نہ کیا جائے۔ اس قبیلے کے سردار پہاڑوں پر ان کے غاروں میں رہتے تھے اور بوقت ضرورت یہی پہاڑ ناقابل تسخیر قلعہ کا کام دیتے تھے لیکن ان کی اصل حکمراں مادرِ شجر تھی اور ادم کوسی کا کام یہ تھا کہ وہ درختوں کی سرزمین کی حفاظت کرتے رہیں اور وہاں بسنے والوں کے کھانے پینے کا انتظام کرتے رہیں کیونکہ وہاں بسنے والے تو خوابوں کے شکاری تھے اور کوئی کام نہ کرتے تھے یا اگر کرتے تھے تو نہ ہونے کے برابر۔

جب وہ لوگ اس علاقے سے گزر رہے تھے تو ادم کوسی کے تمام سردار ان کے ساتھ چل رہے تھے اور ہر صبح ایک دربار سا لگتا جس میں یہ سردار اپنے معاملات ایدوا اور اس کے ساتھیوں کے سامنے پیش کرتے۔ تینوں بونے سنتے، غور کرتے اور جیسا مناسب سمجھتے فیصلہ کرتے اور کسی کو چوں چرا کرنے کی جرأت نہ ہوتی بلکہ اگر ایدوا اور اس کے ساتھی کسی سردار کو معزول کر کے اس کی جگہ کسی دوسرے کو سردار بنا دیتے تو معزول شدہ سردار بجائے اس کے کہ احتجاج کرتا ایدوا اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہو کر ان کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتا۔ انہی دربار میں ان مجرموں کو بھی پیش کیا جاتا جنھوں نے کسی کا خون کیا ہوتا یا کسی کی بیوی چرائی ہوتی۔ تینوں بونے یہ مقدمے بھی فیصل کرتے لیکن وہ مجرموں کو فوراً ہی

قتل کر دینے کا حکم نہ دیتے۔ بعض دفعہ تو یوں ہوتا کہ ایدوا ان مجرموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیتا اور پھر اپنی سسکی نما آواز میں انھیں بددعائیں دینے لگتا اور کہتا کہ وہ گھلنے اور خشک ہونے لگ جائیں گے اور ایک برس یا دو برس یا تین برس میں، جیسا کہ ان کا جرم ہوتا، مرجائیں گے۔ اور اگر کسی کا جرم بہت سنگین ہوتا تو ایدوا اسے یہ سزا سناتا کہ اسے صحرا میں بھٹکا دیا جائے۔ مطلب یہ کہ وہ صحرا میں اس سرے سے اس سرے تک چلتا رہے اور اسے کھانا پینا نہ دیا جائے اور صحرا میں بھوکا اور پیاسا ٹہلتا رہے یہاں تک کہ وہ مرجائے۔ وقتاً فوقتاً بڑے ہی مصیبت زدہ آئے ہوئے اوم گوسی ان کے پڑاؤ میں آتے۔ یہ لوگ ہڈیوں کے ڈھانچے ہوتے اور سر پیٹتے ہوئے آتے اور تینوں بونوں کے سامنے گڑگڑاتے کہ اب ان پر سے سراپ اٹھا لیا جائے۔ ان لوگوں کے گالوں میں گہرے گہرے کھڈ ہوتے اور آنکھیں پھیل کر جیسے حلقوں میں سے نکلی پڑتیں اور یہ چلتی پھرتی لاشوں کی طرح ہوتے۔ ان کے گڑگڑانے پر ایدوا اور اس کے ساتھی پونی اور ہانا ہنستے اور ان سے پوچھتے کہ وہ بادر شنجر کے غصے سے لطف اندوز ہو رہے ہیں یا نہیں اور یہ کہ انھیں دیکھ کر دوسرے عبرت حاصل کر رہے ہیں یا نہیں اور جب یہ لوگ درخواست کرتے کہ انھیں فوراً ہی بھالا مار کر قتل کر دیا جائے کیونکہ وہ لوگ یوں گھل گھل کے مرنا نہیں چاہتے تو تینوں بونے ایک دم سے سمٹ جاتے اور ان بے چاروں سے کہتے کہ شاید وہ پاگل ہو گئے ہیں کہ کاہنوں کو خون بہانے کا مشورہ دے رہے ہیں اور مقدس درختوں کو نجس کرنا چاہتے ہیں۔

ایک صبح اسی قسم کے سحر زدہ لوگ، جن میں مرد، عورتیں اور بچے بھی تھے، روتے پیٹتے ان کے پاس آئے اور حسب معمول تینوں بونے ان پر ہنسنے لگے اور ان کے محافظ، جو ان آنے والوں کے عزیز و اقربا بھی تھے، سونٹے مار مار کر انھیں وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگے تو وہ بچارے زمین پر لوٹ گئے۔ ریچل کی جھونپڑی، جو چھاتے کی طرح کھولی اور بند کر کے اٹھائی جا سکتی تھی، قریب ہی تھی اور اس وقت وہ اپنی جھونپڑی میں بیٹھی ہوئی

تھی۔ اس نے ددنے پٹینے کی آوازیں سنیں تو وہ نوئی کے ساتھ جھونپڑی میں سے نکل آئی۔ چند لمحوں تک وہ خاموش کھڑی ان سحر زدہ لوگوں کو زمین پر لوٹتے اور روتے پیٹتے دیکھتی رہی اور پھر اس نے نوئی سے پوچھا کہ یہ لوگ ایسے کیوں ہو گئے ہیں جیسے بھوکے ہوں اور یہ کہ وہ رو کیوں رہے ہیں۔

نوئی نے بتایا کہ جب وہ ڈنگان کی طرف سے مادرِ شجر کے پاس وفد کے ساتھ جا رہی تھی تو اس قبیلے کے سردار نے اسے روک لیا اور اپنی بیوی بنا لینے کی کوشش کی تھی حالانکہ وہ جانتا تھا کہ نوئی مادرِ شجر کے پاس جا رہی ہے۔ نوئی بہر حال اس سے بچ کر نکل جانے میں کامیاب ہو گئی لیکن اس کے سردار پر — اور نوئی نے ایک ادھیڑ عمر کے شخص کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس کے لوگوں پر لعنت پڑی اور اس وجہ سے وہ سب کے سب ایسے بن گئے ہیں۔

ریچل آگے بڑھی اور لعنت زدہ لوگوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے اس طرف چلی جہاں تینوں بونے کاہن اپنے اپنے چھاتے کی چھاؤں میں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔

"جاگ جاؤ آہنو۔ جاگ جاؤ" ریچل نے چیخ کر کہا

فوراً ہی تینوں کاہن بیدار ہو گئے اور حیرت سے آنکھیں پٹپٹا کر ریچل کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا بات ہے سفید نام؟" انھوں نے پوچھا

"یہ لوگ بہت کچھ بھگت چکے" ریچل نے کہا" چنانچہ اب میں حکم دیتی ہوں کہ اپنا سراپ ان لوگوں پر سے اٹھا لو"

"تم ہمیں حکم دے رہی ہو حسینہ!" ایدو نے حیرت سے کہا" خوب! اور اگر ہم تمھارا حکم نہ مانیں تو؟"

"تو پھر" ریچل نے جواب دیا" میں خود ان کے سروں پر سے سراپ اٹھا کر تمھارے سروں پر ڈال دوں گی تاکہ خود تم ان لوگوں کی طرح گھل گھل کر مر جاؤ۔ تم لوگ مجھے دیوانی

سمجھ رہے ہو۔ ہاں تم کہ تم خون سے نفرت کرتے ہو لیکن لوگوں کو بڑے ظالمانہ طریقے سے مارتے ہو۔ تم زدلوؤں سے بھی زیادہ ظالم ہو۔ بیشک میں پاگل ہوں کیونکہ میری روح بھٹک گئی ہے تاہم سن لو ایک نئی قوت میرے جسم میں پیدا ہو رہی ہے اور بڑی سرعت سے بڑھ رہی ہے حالانکہ میں نہیں جانتی کہ یہ قوت کہاں سے آ رہی ہے البتہ اتنا ضرور جانتی ہوں کہ میں جو کہتی ہوں وہ کر بھی سکتی ہوں۔"

تینوں کاہن ریچل کی صورت تکنے اور پھر آپس میں کانا پھوسیاں کرنے لگے اور اس کے بعد انھوں نے پیالے طلب کیے اور اس میں جھانکنے لگے۔ ان پیالوں میں انھیں کیا نظر آیا یہ ہم نہیں جانتے تاہم جو کچھ انھوں نے دیکھا اس سے انھیں خوشی حاصل نہ ہوئی کیونکہ ایدنہ نے سحر زدہ لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:۔

"مادر شجر تمھیں معاف کرتی ہے۔ جو گرہ اس نے لگائی تھی وہ کھولتی ہے۔ جو درخت اس نے بوئے تھے ان کی جڑیں وہ کھود رہی ہے۔ جاؤ۔ تمھیں معاف کیا گیا۔ اے ہڈیو! طاقت حاصل کر لو۔ اے منہ نیو! کھانا قبول کر لو۔ اے آنکھو! اپنا اندھاپن بھول جاؤ۔ اے ٹانگو! آوارہ گردی چھوڑ دو۔ موٹے بن جاؤ اور ہنسو بولو۔ شادیاں کرو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ وہ بددعا، جو ہم نے تمھیں دی تھی، اب دعا بن گئی ہے۔ پھلو پھولو اور خوش رہو کہ یہی ہے مادر شجر کی مرضی۔"

"نہیں۔ نہیں۔" ایدنہ کے الفاظ ریچل کی سمجھ میں آئے تو اس نے چیخ کر کہا "اے لوگو! اس نے جو کچھ کہا ہے اس پر یقین نہ کرو کیونکہ یہ کسی اور کی نہیں بلکہ اکوسا زانہ زولا کی مرضی ہے۔ ہاں۔ اس کی مرضی ہے جس کی روح بھٹک گئی ہے اور کسی دوسرے کی روح بھی بھٹک گئی ہے اور میں ان دونوں روحوں کی تلاش میں سفر کر رہی ہوں۔"

اور پھر فوراً ہی اس پر دیوانگی کا دورہ پڑا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر وہی بھیانک قہقہہ لگایا جسے سن کر زولو خوف سے سمٹ جاتے تھے۔ لیکن

ان لوگوں نے، جن کے سر سے سراب اور مصیبت ٹل گئی تھی، اس کے اس تبصرے کی پروا نہ کی اور وہ اس کی طرف دوڑ پڑے اور چونکہ وہ ریچل کو بلکہ اس کے چغے کے دامن کو بھی چھونے کی جرأت نہ کر سکتے تھے اس لیے وہ اوندھے منہ لیٹ کر اس زمین کو چومنے لگے جہاں ریچل کھڑی ہوئی تھی اور وہ اس کا شکریہ ادا کرنے لگے اور اس وقت سے ان لوگوں میں تبدیلی ہونے لگی۔ وہ صحت یاب ہونے لگے۔ ان لوگوں کو بڑی سرعت سے صحتیاب ہوتے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ یہ لوگ ریچل کے ساتھ صحرا کے کنارے تک آئے تھے اس کے علاوہ ریچل کی اور اس کی رحم دلی کی شہرت اوم کلوس قبائل میں اس سرے سے اس سرے تک پہنچ گئی اور اوم کلوس والے خوش ہوئے کیونکہ خوابوں کے شکاریوں کی ظالمانہ حکومت سے وہ تنگ آ چکے تھے اور ان کی غلامی کا جوا ان کی گردنوں پر بھاری ہو رہا تھا اور اس دن سے وہ ریچل کا، خواہ وہ پاگل ہو یا نہ ہو، نزلوڈوں سے بھی زیادہ احترام کرنے لگے اور انھوں نے بھی اسے وہی یقین کر لیا جو نزلو یقین کرتے تھے یعنی عظیم روح کیونکہ ان کے خیال میں کسی انسان میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ خوابوں کے شکاریوں کے سراب سے انھیں نجات دلا دیتا۔

اور اس دن سے ایدو، یونی اور ہانا بھی ریچل سے چھپ کر اس قسم کے مجرموں کی قسمت کا فیصلہ کرتے اور اس کے بعد انھوں نے کبھی "سحر زدہ" لوگوں سے ڈرانے میں ملاقات نہ کی۔ اس کے علاوہ چند ایسے لوگ پکڑے گئے، جنھوں نے خوابوں کے شکاریوں کے خلاف بغاوت کی سازش کی تھی اور اب لوگوں کو ایدو کسی مقصد کے تحت اپنے وطن کی طرف لیے جا رہا تھا۔ لیکن وہ یہ بھی نہ چاہتا تھا کہ ریچل ان سازشیوں کے انجام سے واقف ہو جائے اور یہ جان لے کہ ایدو درا صل انھیں موت کی طرف لیے جا رہا ہے۔

چنانچہ ایدو، یونی اور ہانا نے ان سازشیوں کو مجبور کر کے ریچل کے ذدلی برداروں میں شامل کر لیا کہ اس طرح ریچل ایدو اور اس کے

ساتھیوں کے ارادے اور ان سازشوں کے مقصد سے واقف نہ ہوگی۔ چنانچہ اب غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ڈنگان کی طرح ایڈوارڈ اور اس کے ساتھی بھی انکو سازانہ سے ڈرنے لگے تھے۔

چنانچہ وہ لوگ اس زرخیز اور بتدریج بلند ہوتے ہوئے علاقے کو عبور کرتے رہے یہاں تک کہ اودم کلوس قبیلے کے کرال بھی پیچھے چھوٹ گئے اور ایک صبح یہ پراسرار قافلہ ایک لق و دق صحرا کے کنارے پڑاؤ ڈال چکا تھا۔ بڑا ہی مہیب تھا یہ صحرا جو کسی خشک سمندر کی تہہ کی طرح معلوم ہوتا تھا اور اس صحرا میں کچھ نہ تھا سوائے ننگی اور جھلسی ہوئی چٹانوں کے۔ کوئی جاندار نہ تھا سوائے ریگ ماہی اور ان زہریلے سانپوں کے جو دن بھر تو صحرا کی ریت میں اس طرح دفن رہتے کہ صرف ان کے سر سطح ریگ پر ابھرے نظر آتے اور بس لیکن یہ سانپ راتوں کو نکل آتے اودم کلوس قبیلے کے لوگوں کے بعد یہ صحرا خوابوں کے شکاریوں کا سب سے بڑا اور قدرتی محافظ تھا کیونکہ کوئی بھی شخص راہبر اور پانی کا کافی ذخیرہ اپنے ساتھ لیے بغیر اسے عبور نہ کر سکتا تھا اور صحرا درختوں کی سرزمین کے، جہاں خوابوں کے شکاری بسے ہوئے تھے، چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ جب لونی زولولینڈ سے یہاں آئی تھی تو اسے بھی مجبوراً کئی دنوں تک صحرا کے کنارے پر رکنا پڑا تھا یہاں تک کہ اس کی آمد کے متعلق مادرِ شجر نے اپنے طور پر معلوم کر لیا اور پھر کاہنوں اور محافظوں کو اس کی طرف بھیجا کہ وہ لونی کو درختوں کی سرزمین تک لے آئیں لیکن مادرِ شجر کے بھیجے ہوئے ان آدمیوں نے ان زولوؤں کو، جو لونی کے ساتھ آئے تھے، اپنے ساتھ نہ لیا سوائے ایک زولو کے کہ وہ مادرِ شجر اور لونی کے درمیان جو گفتگو ہوا اس کا گواہ رہے۔ چنانچہ بقیہ زولوؤں کو اودم کلوس لوگوں کے پاس ہی چھوڑ دیا گیا تھا اور اس پر زولوؤں نے ذرا بھی اعتراض نہ کیا کیونکہ انھوں نے خوابوں کے شکاریوں کے جادو کے بڑے عجیب و غریب قصے سن رکھے تھے اور ان کے ملک میں جاتے ڈرتے تھے۔

لیکن یہ بھی سچ ہے کہ زونیو اوم کلوس لوگوں سے بھی ڈرتے تھے کیونکہ وہ قد میں دیو تھے اور بڑے ہی وحشی اور غضب ناک قسم کے لوگ معلوم ہوتے تھے چنانچہ زونیوؤں نے انھیں انسان نہیں بلکہ بھوت سمجھا اور پھر وہ سوچنے لگے کہ اگر یہ بھوت ایسے ہی پر قوت تھے جیسے کہ نظر آتے تھے تو پھر وہ ان بھورے بونوں کی حکمرانی کیوں برداشت کئے ہوئے تھے جو ان کے علاقے سے بہت دور اور صحرا کے اس پار رہتے تھے۔ بہر حال اوم کلوس نے زونیوؤں کے ساتھ کوئی زیادتی نہ کی اور جب نوٹی لوٹ کے آئی تو یہ لوگ محفوظ اور خوش تھے۔

اس دن شام کے وقت ریچل اور اس کے ساتھ والے صحرا میں اتر پڑے اور اس طرف قدم زنی کرنے لگے جس طرف سورج کا سرخ گھومتا ہوا گولا گویا ریت کے سمندر میں ڈوب رہا تھا۔ اور اب ریچل کو مجبور کیا گیا کہ وہ ڈولی میں سوار ہو جائے۔ ابدو نے کہا کہ اب اسے پیدل چلنے کی اجازت نہ دی جا سکتی تھی کیونکہ اسے خوف تھا کہ کہیں کوئی سانپ اسے ڈس نہ لے۔ چنانچہ ریچل نوٹی کی ڈولی میں سوار ہو گئی۔ دیو قامت کہاروں نے ڈولی اٹھائی اور پھر صحرا میں بھاگ پڑے اور جب وہ تھک جاتے تو دوسرے کہار ڈولی اٹھا لیتے۔
صرف یہی نہیں بلکہ دوسرے کہار بھی اس قافلے میں شامل ہو گئے لیکن یہ کہار ڈولیاں نہیں بلکہ اپنے کندھوں پر پانی سے بھری ہوئی مشکیں اٹھائے ہوئے تھے۔ پانی کے اتنے بہت سے ذخیرے کی ضرورت کیا تھی ؟ اس کا جواب ریچل کو فوراً مل گیا۔ صحرا کی ریت میں نمک کا عنصر زیادہ تھا اور صحرا کی فضا بھی نمکین تھی چنانچہ اس صحرا میں سفر کرنے والوں کو بار بار پیاس معلوم ہوتی تھی اور اگر یہ پیاس فوراً ہی بجھائی نہ جاتی تو مسافر مر جاتے۔
یہ ایک عجیب سفر تھا اور حالانکہ ریچل اس کی طرف کچھ زیادہ دھیان نہ دے رہی تھی

تاہم گرد و پیش کی ویرانی اور سفر کی تفصیلات خود بخود اس کے ذہن پر نقش ہوتی جا رہی تھیں۔ صحرا کی مکمل ترین اور غیر ارضی سی خاموشی نمک آلود ریت پر لوٹتی ہوئی چاندنی

یہاں وہاں نامکمل مجسموں یا مستطیل میناروں کی طرح کھڑی ہوئی چٹانیں، کہاروں اور باربرداروں کے پیروں تلے سے اٹھتے ہوئے ریت کے بادل، راہبروں کی چیخیں، سخت گرمی اور گھٹن، بار بار چند منٹوں کا قیام کہ خشک حلق پانی سے تر کر لیے جائیں، کبھی کبھار خوف کی چیخیں اور کھنگھڑ جب کوئی باربردار تھک کر گر جاتا یا موت کی چیخیں جب کسی آدم کو کوئی سانپ ڈس لیتا۔ یہ اور دوسری عجیب باتیں ریچل کے پاگل اور خالی ذہن پر نقش ہوتی جا رہی تھیں۔

ایک دفعہ ریچل نے نوئی سے پوچھا کہ ان لوگوں کا کیا بنا جو تھک کر راستے میں ہی گر گئے تھے یا جنھیں سانپوں نے ڈس لیا تھا۔ نوئی نے سر ہلا کر اپنی لاعلمی ظاہر کی کیونکہ وہ ریچل کو یہ بتانا نہ چاہتی تھی کہ ان لوگوں کو وہیں چھوڑ دیا جاتا تھا کہ اگر وہ اپنی بستی میں واپس پہنچ سکتے ہوں تو پہنچ جائیں ورنہ صحرا میں ہی پڑے رہیں اور بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کے مر جائیں۔

رات بھر اور دن کے ابتدائی حصوں میں ان کا سفر جاری رہا اور آخر کار انھوں نے پہاڑیوں کے ایک مجموعے کے درمیان، جو ایک زبردست قلعہ کی طرح تھیں، کھانے اور آرام کرنے کے لیے قیام کر دیا۔ سورج آگ برساتا اور صحرا کو گلخن زار بناتا رہا یہاں تک کہ وہ غروب ہو گیا اور یہ قافلے والے دن بھر سوتے رہنے کے بعد پہاڑیوں کے قلعہ میں سے نکلے اور اپنے سفر پر روانہ ہو گئے لیکن چند باربرداروں کو اسی جگہ چھوڑ دیا گیا کیونکہ اب قافلے والوں کے پاس پانی زیادہ نہ رہ گیا تھا اور وہ آدم کلوس ٹھنڈی ریت پر گویا راضی بہ رضا بیٹھے خوابوں کے شکاریوں کے قافلے کو جاتے دیکھتے رہے اور وہ جانتے تھے کہ اب چونکہ ان کے پاس پانی نہ تھا اس لیے ان میں سے ایک دو آدم کلوس ہی زندہ اپنے گھر پہنچ پائیں تو پہنچ پائیں ورنہ وہ سب کے سب اس بے رحم صحرا میں پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جائیں گے۔ لیکن خوابوں کے شکاریوں کا خوف ان کے دلوں پر ایسا بیٹھا ہوا تھا کہ ان غریبوں میں سے ایک نے بھی احتجاج نہ کیا اور نہ

کسی کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ ایدنا اور اس کے ساتھیوں سے درخواست کرتا کہ انھیں بھی تھوڑا سا پانی دے دیا جائے کہ گھر پہنچنے کی کچھ تو اُمید بندھے ہنیں۔ وہ تو بار بردار جانور تھے جن سے خوابوں کے شکاری اس وقت تک کام لیتے تھے جب تک کہ وہ مر نہیں جاتے تھے۔

دوسری رات کا سفر پہلی رات سے مختلف نہ تھا۔ رات بھر سفر کرنے کے بعد انھوں نے پھر چٹانوں کے درمیان قیام کر دیا۔ ریت نے رگڑ رگڑ کر ان چٹانوں کو بڑی خوف ناک شکلیں دے دی تھیں اور کئی ایک چٹانوں سے نمک کی ٹھوس برفانی قلمیں لٹک رہی تھیں۔ ایک بار بردار کو، جس نے اس سفر میں سستی و کاہلی کا مظاہرہ کیا تھا، بطور سزا پینے کو پانی نہ دیا گیا تھا اور وہ پیاس سے بے تاب ہو رہا تھا۔ چنانچہ وہاں پہونچتے ہی اس نے ان نمکین قلموں کو چوسنا شروع کر دیا۔ یکا یک وہ پاگل ہو گیا اور ننگا چاقو بلند کر کے ایدنا، یونی اور ہاناکی طرف لپکا جو اپنے چھاتوں تلے۔ اور ان چھاتوں پر ٹھنڈک کے لیے پانی چھڑکا گیا تھا ـــــ بیٹھے ہوئے تھے یہ بار بردار اپنے آپ میں نہ تھا اور تینوں بونوں کو قتل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

اور اب جو تینوں بونوں نے عین اپنے سر پر چاقو کا پھل چمکتے دیکھا تو ان کا تمام "روحانی سکون" درہم برہم ہو گیا اور وہ خوف سے اپنی باریک آواز میں چوہوں کی طرح "چوں۔ چوں" کرنے لگے اور وہ زمین پر لیٹ گئے اور چیخ چیخ کر محافظوں سے کہنے لگے کہ انھیں "مرگِ موت" سے بچایا جائے۔ حملہ آور کو پکڑ کر اوندھے منھ بچھاڑ دیا اور اس کا چہرہ ریت میں دبا کر اس کا دم گھونٹ دیا گیا۔ لیکن مرنے سے پہلے وہ ایک دفعہ اپنا سر اٹھا کر ایدنا کی طرف چاقو پھینکنے میں کامیاب ہو گیا۔ چاقو ایدنا کے ایک بازو پر خراش لگا گیا اور اس خراش سے زرد مائل خون بہہ نکلا۔ خون دیکھتے ہی اس کے دونوں ساتھی رونے پیٹنے لگے اور ان کا ماتم بہت دیر تک جاری رہا۔

"یہ لوگ اتنے بزدل کیوں ہیں؟" ریچل نے نوئی سے پوچھا۔ اس نے یہ نہ دیکھا تھا کہ ادم کلوس کا سر ریت میں دبا کر مار ڈالا گیا تھا۔ اس نے تو صرف یہی سمجھا تھا کہ ایدہ کے بازو پر کسی طرح خراش آگئی ہے اور بس.... اس لیے زولا کا خون دیکھتے ہی انھیں خوف آتا ہے" نوئی نے جواب دیا" اور خون ان کے نزدیک بہت ہی برا شگون ہے۔ یہ لوگ موت سے نہیں ڈرتے کیونکہ یہ بذاتِ خود تقریباً بھوت یا روحیں ہیں لیکن سرخ موت سے ڈرتے ہیں کہ اس طرح پھر کبھی، ان کے اعتقاد کے مطابق، روح اور جسم کا ملاپ نہیں ہوتا کیونکہ سرخ موت کے ذریعہ روح کو جبراً جسم سے جدا کر دیا جاتا ہے۔"

اسی دن دوپہر کے وقت آسمان پر عجیب بادل چھا گئے اور آگ اگلتا ہوا سورج روپوش ہو گیا، ہوا بند ہو گئی، گرمی بڑھ گئی اور صحرا پر ایک بھیانک خاموشی مسلط ہو گئی۔ ادم کلوس باربردار پریشان ہو گئے اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ کر آپس میں کانا پھوسیاں کرنے لگے۔ ایدہ اور اس کے دونوں ساتھی بھی سو نہ سکے حالانکہ روزانہ دوپہر کو سو جانا ان کا معمول تھا۔ اب یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کی نیند کیوں اڑ گئی تھی؟ اس لیے کہ صبح کے واقعہ کا خوف اب تک ان کے دلوں سے دور نہ ہوا تھا یا اس لیے کہ ادم کلوس باربرداروں کی طرح وہ بھی گھبرائے ہوئے تھے؟ سورج چونکہ پوری طرح بادلوں میں چھپ گیا تھا اور دھوپ غائب ہو چکی تھی اس لیے ایدڈ، نوئی اور ہانا اپنے اپنے چھاتوں تلے سے رینگ آئے اور کبھی صحرا کی وسعتوں کی طرف، جس کی ریت اس نیم تاریکی میں برف کی طرح چمک رہی تھی، اور کبھی گہرے ہوتے ہوئے بادلوں کی طرف دیکھنے لگے۔ آخرکار انھوں نے اپنے پیالے منگوائے کہ جو کچھ ہونے والا تھا اسے دیکھ لیں لیکن شبنم ختم ہو چکی تھی اس لیے کچھ بھی دیکھنا ممکن نہ رہا تھا۔

چنانچہ تینوں ساحروں نے باربرداروں کے افسر کو طلب کیا اور ان افسروں نے وہ بات بتا دی جو کسی بھی جادو کے بغیر معلوم کی جا سکتی تھی یعنی یہ کہ ایک زبردست طوفان آنے والا تھا اور یہ کہ اگر اس طوفان نے ان لوگوں کو صحرا میں ہی آ لیا تو پھر وہ سب کے سب

صحرا کے اڑتے ہوئے تودوں میں دفن ہو کر رہ جائیں گے۔ "یہ سفید بوت" تاہم تینوں بونے اپنے لبیک کہنے کے لیے تیار نہ تھے۔ چنانچہ انھوں نے خلاف معمول فوراً ہی روانگی کا حکم دیدیا۔ اگر وہ لوگ حسب معمول سورج غروب ہونے کے بعد روانہ ہوئے ہوتے تو صبح کی پہلی کرن کے ساتھ درختوں کی سرزمین میں پہنچ جاتے اور اب دوپہر کے وقت روانہ ہونے کی وجہ سے آدھی رات کے وقت وہاں پہنچ جائیں گے بشرطیکہ طوفان نے انھیں آنہ لیا اور کوئی واقعہ نہ ہوا۔ بہرحال ڈولیاں تیار کی گئیں اور وہ لوگ روانہ ہو گئے۔ گرمی اس قدر سخت اور ناقابل برداشت تھی کہ باربرداروں کی زبانیں باہر لٹک آئی تھیں اور ہر دفعہ ایک نہ ایک باربردار تیورا کر ریت پر ڈھے جاتا تھا۔

شام ہو رہی تھی کہ طوفان نے جیسے سانس لینا شروع کیا۔ ہوا کے بھولے بھٹکے جھونکے آنے اور گزرنے لگے۔ بجلی بھی کبھی کبھی چمک جاتی تھی۔ اور پھر گرم ہوا چلنے لگی جس کا زور بتدریج بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ ریت پر ہلکی ہلکی سی لہریں اٹھنے لگیں۔ پھر ریت کروٹیں سی بدلنے لگی اور ریت کے ذرات اچھلنے لگے کیونکہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہوا چاروں سمتوں سے چل رہی ہو اور آخرکار ہواؤں میں جیسے سمجھوتا ہو گیا اور اب ہوا کے تیز اور گرم جھونکے مغرب کی طرف سے آئے اور مسافروں کے چہرے پر تھپیڑے مارتے چلے گئے۔ ہوا کا زور دم بدم بڑھتا چلا جا رہا تھا اور اب ایدو نے اپنی ڈولی میں سے کچھوے کی طرح سر نکال کر باربرداروں سے کہا کہ وہ اور بھی تیز چلیں کیونکہ اب صحرا کا کچھ زیادہ حصہ باقی نہ رہ گیا تھا اور اس کے فوراً بعد ہی گھاس کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا اور وہاں ریت میں دب مرنے کا ظاہر ہے کہ کوئی خدشہ نہ تھا۔ باربرداروں نے ایدو کا حکم سنا اور وہ اور بھی تیزی سے بھاگنے اور ڈولیاں اٹھانے والے بار بار کندھے بدلنے لگے کیونکہ ایک تو ریت میں بھاگنے اور تیزی سے پھنکتی ہوئی مخالف ہوا کی وجہ سے وہ بہت جلد تھک جاتے تھے۔

لیکن طوفان ان سے زیادہ تیز ثابت ہوا۔ ابھی یہ لوگ صحرا میں ہی تھے کہ وہ ابھی

پوری قوت کے ساتھ پھٹ پڑا۔ پھر اندھیرا اتر آیا۔ مکمل ترین اندھیرا۔ اور ریت اور نمک اڑ اڑ کر ان مسافروں پر اولوں کی طرح گرنے لگا۔ اس اندھیرے، اڑتے ہوئے ریت اور طوفان میں بھی ادم کلوس اپنا راستہ چلتے رہے اور نوئی، جو انھیں دیکھ رہی تھی، یہ نہ سمجھ سکی کہ انھیں اس اندھیرے میں راستہ کس طرح نظر آ رہا ہے کیونکہ وہاں نہ تو سنگ میل تھے اور نہ نشان راہ۔ وہ لوگ آگے بڑھتے رہے۔ نمکین ریت ان کی آنکھوں، نتھنوں اور پھیپھڑوں میں بھر کر انھیں اندھا کرنے اور ان کا دم گھونٹتا رہا۔ یکے بعد دیگرے ادم کلوس لڑکھڑا کے گرتے اور مرتے رہے لیکن دوسرے آگے بڑھتے رہے۔

آدھی رات کا وقت ہوگا کہ یہ قافلہ یا یوں کہیے کہ اس کے بچے کھچے لوگ گرتے پڑتے اس صحرا کے کنارے پر پہونچ گئے۔ یہ کنارہ دراصل پتھروں اور ریت کا ایک میدان تھا جس کے انتہائی سرے سے سرسبز بلندیاں شروع ہوگئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے لیے طوفان کا زور ذرا کم ہوگیا۔ یہاں وہاں سے بادل بھی پھٹ گئے اور ان شگافوں میں سے جھانکتے ہوئے تاروں کی روشنی میں نظر آیا کہ وہ لوگ گھاس سے بھری ہوئی ایک ڈھلان اتر رہے تھے جو تقریباً عمودی تھی۔ چند گھنٹوں تک وہ یہ ڈھلان اترتے رہے یہاں تک کہ اس ڈولی کے کہار، جس میں ریچل اور نوئی سوار تھی، تھکن سے چور ہو کر ڈولی سمیت ڈھے گئے۔

نوئی اور ریچل پہلو کے بل گری ہوئی ڈولی میں سے نکل آئیں — انھیں چوٹ نہ آئی تھی — اور اس کے قریب کھڑی رہ گئیں کیونکہ نہ جانتی تھیں کہ کس طرف جایا جائے۔ تھوڑی دیر بعد ہی دوسری دو ڈولیاں بھی آگئیں۔ تیسری ڈولی کہیں راستے میں ہی چھوڑ دی گئی تھی اور اس میں بیٹھنے والا اب ایدو کے ساتھ اس کی ڈولی میں بیٹھا ہوا تھا اور اب ایک عجیب گڑبڑ مچ گئی۔ تینوں بونے بقیہ باربرداروں کو حکم دے رہے تھے کہ وہ ڈولیاں اٹھا کر آگے بڑھ جائیں۔ لیکن ادم کلوس دیو قامت اور طاقتور ہونے کے باوجود اس قدر تھک چکے تھے کہ وہ ڈولیاں نہ اٹھا سکتے تھے۔ وہ زمین پر پڑے ہانپ رہے تھے

اور کہہ رہے تھے کہ اگر ایڈروکا جی چاہے تو انھیں بد دعا دے دے یا ان کا خاتمہ کر دے جس طرح کہ ان کے بھائیوں کا خاتمہ کر دیا گیا تھا لیکن اب وہ ایک قدم بھی آگے بڑھانے کے قابل نہ رہے تھے۔ چنانچہ انھوں نے کہا، وہ اس وقت تک اسی جگہ پڑے رہیں گے جب تک کہ ستا نہیں لیتے اور جب تک انھیں پینے کو پانی نہیں مل جاتا۔ وہ اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہلیں گے جب تک کہ پانی نہیں برسنے لگتا۔ اب تینوں بونوں نے چاہا کہ ریچل ان میں سے کسی ایک کی ڈولی میں سوار ہو جائے اور نوئی پیدل چلتی رہے کیونکہ ان تینوں میں سے ایک بھی پیدل چلنے کے لیے تیار نہ تھا۔ جب ریچل ان کا مطلب سمجھ پائی تو اس نے جواب دیا:

"نہیں۔ میں پیدل چلوں گی۔"

اور ایک گرے ہوئے اوم کلوس کا بھالا اٹھا کر اور اسے چھڑی کی طرح ٹیکتی اور دوسرے ہاتھ سے نوئی کا ہاتھ پکڑے، وہ ڈھلان اترنے لگی۔

تینوں بونوں میں سے ایک نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ریچل کا دامن پکڑ لیا کہ اسے بہر حال ڈولی میں بٹھائے لیکن وہ بھالا بلند کر کے ایک دم سے اس کی طرف گھوم گئی اور بونے اس کا دامن چھوڑ کے ڈولی میں یوں گھس گیا جیسے گھونگا اپنے خول میں۔ چنانچہ نوئی اور ریچل ڈھلان اترنے لگیں اور ان کے پیچھے کاہنوں کی ڈولیاں چلی آ رہی تھیں جنھیں اوم کلوس نے اٹھا رکھا تھا جو اب بھی چلنے کے قابل تھے۔ ڈھلان کے نیچے اور دور سے ایک عجیب شور سا اٹھ رہا تھا جیسے طوفانی سمندر کی موجیں پتھریلے ساحل سے ٹکرا رہی ہوں۔

"یہ کیسی آواز ہے؟" ریچل نے نوئی کے کان کے قریب منھ لے جا کر اور چیخ کر پوچھا کیونکہ ہوا کا زور پھر بڑھنے لگا تھا۔

"یہ ہوا کا شور ہے جو اس جنگل میں پھنک رہی ہے جہاں خوابوں کے شکاری بستے

ہیں۔" نوئی نے جواب دیا۔

اور پھر پو پھٹی۔ بڑی ہی دہشت انگیز اور سرخ صبح تھی وہ۔ جیسے جیسے روشنی بڑھتی گئی انھیں وہ نظر آنے لگا جو اب تک نظر نہ آیا تھا۔

ڈھلانوں کے نیچے ایک اتھلا دریا بہہ رہا تھا اور اس کے کنارے سے ایک عجیب اور پر اسرار نظر آتا ہوا جنگل حد نظر تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ اس عظیم جنگل کے درخت بھی عظیم تھے جو دو سو فٹ تک یا اس سے بھی زیادہ بلند ہوتے چلے گئے تھے۔ پورا جنگل ایک مواج سمندر ہی معلوم ہوتا تھا۔

دریا پر نظر پڑتے ہی نوئی اور ریکیل ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کے اس کی طرف بھاگ پڑیں کیونکہ وہ پیاسی تھیں اور صحرا کی ریت اور نمک نے ان کے حلق میں کانٹے ڈال دیئے تھے۔ وہ بار بردار بھی، جنھوں نے ڈولیاں اٹھا رکھی تھیں اور جن میں تینوں بونے سوار تھے، تینوں کاہنوں کی چیخوں کی پروا نہ کرتے ہوئے تیزی سے دریا کی طرف بھاگے۔ آخر کار وہ وہاں پہونچ گئے اور اوندھے منھ لیٹ کر اور سطح آب سے اپنے ہونٹ چپکا کر اس وقت تک پانی غٹ غٹاتے رہے جب تک کہ ان کی جلتی ہوئی پیاس بجھ نہ گئی۔ حتیٰ کہ تینوں بونے بھی پانی پینے کے لیے ڈولیوں میں سے نکل آئے۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد انھوں نے دریا عبور کیا اور اس راستے پر چل پڑے جو سیدھا جنگل کی طرف جاتا تھا ابھی وہ چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ ایک بار پھر طوفان، جس کا زور پچھلے چند گھنٹوں سے ٹوٹ گیا تھا، پوری تندی سے پھٹ پڑا۔ بجلی چمکنے لگی، بادل گرجنے لگے اور ہوا تو جیسے دیوانی ہو گئی اور اس کا زور اس قدر بڑھا کہ معلوم ہوتا تھا ہوا آج بہہ کر پھر کبھی نہ بہے گی۔ یکایک ہوا نے وہ ڈولیاں۔ جن میں ایدو، پونی اور ہانا بیٹھے ہوئے تھے — دیو قامت کہاروں کے کندھوں پر سے گھسیٹ کر زمین پر دے ماریں۔ ڈولیاں کمزور اور نازک تھیں چنانچہ ٹوٹ کر بونوں پر ڈھیر ہو گئیں بڑی کوششوں کے بعد کہاروں نے ڈولیوں کے "ملبے" تلے سے تینوں کاہنوں کو گھسیٹ کر

باہر نکالا۔ تینوں بونے کانپ رہے تھے اور دیو قامت بار برداروں کے بازوؤں سے یوں لٹکے ہوئے تھے جیسے بچہ سہم کر اپنی ماں کے ہاتھ سے لٹک جاتا ہے۔ ریکل نے انھیں اس حالت میں دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔

"خوابوں اور ساحروں کے بادشاہوں کی حالت تو دیکھو!" اس نے چیخ کر نوئی سے کہا "یہی وہ لوگ ہیں جو بد دعا دے کر لوگوں کو مار ڈالتے ہیں اور جو خوابوں کے شکاریوں اور روحوں پر حکومت کرتے ہیں۔"

اور اس نے ان مریل اور بھورے بونوں کی طرف اشارہ کیا جو دیو قامت بار برداروں کے بازوؤں سے چپکے آگے گھسٹتے چلے آرہے تھے اور یہ وہی بار بردار تھے جنھیں یہ بونے چند گھنٹوں پہلے موت کی دھمکیاں دے چکے تھے۔

"ہاں۔ میں دیکھ رہی ہوں زردلا" نوئی نے اس کے کان میں کہا "جب امن و سکون ہوتا ہے تو ان لوگوں کی روحیں بڑے زوروں پر ہوتی ہیں لیکن مصیبت اور خطرے میں یہ لوگ موت سے سب سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ اگر میں ان بار برداروں میں ہوتی تو ان ساحروں کا خاتمہ کر دیتی کیونکہ ان کے ظلم و ستم سے نجات پانے کا یہ بہترین موقع ہے۔"

لیکن ان دیو قامت بار برداروں نے ایسا نہ کیا بلکہ انھوں نے کیا تو یہ کیا کہ جب تینوں بونے تھک گئے اور طوفان کے خوف سے نیم جان ہو گئے تو ادم کلوس نے انھیں اپنی گود میں اٹھا لیا جس طرح عورت اپنے بچے کو اٹھا لیتی ہے۔

اب وہ لوگ اس میدان کو عبور کر رہے تھے جو لب دریا سے عظیم جنگل تک پھیلا ہوا تھا۔ اس میدان میں مویشیوں کے ریوڑ کے ریوڑ طوفان سے خوف زدہ ہو کر بھاگتے پھر رہے تھے اور ان کے رکھوالے، جو ادم کلوس کی طرح دیو قامت ہی تھے، انھیں کسی ایسی جگہ ہنکا لے جانے کی کوشش کر رہے تھے جہاں انھیں طوفان سے پناہ مل سکے۔ اسی میدان میں چند کھیت بھی تھے اور انھیں کھیتوں سے خوابوں کے شکاریوں کی خوراک کا مسئلہ حل ہوتا تھا۔

آخر کار وہ لوگ جنگل میں داخل ہوئے اور ریچل کی حیرت زدہ نظر نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ ہر درخت کے تنے کے قریب خیمہ نما ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی اور ہر جھونپڑی کے دروازے کے سامنے ایک بونا زمین پر پھسکڑا مارے بیٹھا ہوا تھا اور ہر بونے کے سامنے کاٹھ کا ایک پیالہ دھرا ہوا تھا اور بونا اس میں دیکھ رہا تھا اور اپنا سینہ کوٹ رہا تھا۔

"یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟" ریچل نے نوئی سے پوچھا۔

"زدلا! اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس لیے رو رہے اور سینہ کوٹ رہے ہیں کہ ہوا پیالوں میں کی شبنم کو ہلکورے دے رہی ہے چنانچہ ان لوگوں کو اس میں کچھ نظر نہیں آ رہا ہے اور وہ یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ ان کا درخت کھڑا رہے گا یا گر جائے گا۔ میرے ساتھ آؤ زدلا۔ میرے ساتھ آؤ۔ یہاں ہم محفوظ نہیں ہیں۔ راستہ میں جانتی ہوں۔"

طوفان اپنے عروج پر تھا۔ جنگل کے بلند و بالا درخت جھوم رہے تھے اور لچکدار نرسلوں کی طرح جھکے پڑ رہے تھے۔ بڑے بڑے ٹہنے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ ایک ٹہنا ایک بونے پر گرا اور وہ چپٹی ہو گیا۔ ارد گرد کے بونوں نے اس کا یوں حلوا سا بنتے دیکھا تو وہ چیخ پڑے۔ دیو قامت بار برداروں کی گود میں چڑھے ہوئے ایدو، نوئی اور ہانانے بھی یہ نظارہ دیکھا اور وہ چیخنے لگے کیونکہ خون دیکھتے ہی ان لوگوں کو لرزہ چڑھ آیا تھا۔

جنگل طوفان کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ وہ جیسے چیخ رہا تھا اور کراہ رہا تھا اور بار بار چمکتی ہوئی بجلی اس کے تاریک قلب میں روشنی کی لکیریں سی دوڑا رہی تھی۔ طوفان کی تیزی اور خوفناکی اور جنگل کا عجیب منظر ریچل کے اعصاب پر اثر انداز ہوا۔ چنانچہ وہ اپنا بھالا ہلانے اور چیخنے لگی اور پھر بھیانک قہقہے لگانے لگی۔ اس کے یہ عجیب

تھمتے اتنے عجیب اور دلچسپ تھے کہ اس پاس کے درختوں تلے بیٹھے ہوئے بونے پیالوں میں دیکھنا اور رسینہ کوٹنا بھول کر سہمی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

ہر ہر قدم پر موت کو سامنے دیکھتیں لیکن ہر دفعہ اس سے بچتی ہوئی ریچل اور نوئی آگے بڑھتی رہیں یہاں تک کہ وہ جنگل میں چھٹے ہوئے ایک وسیع میدان میں پہنچ گئے۔ اس میدان کے بیچ میں ایک تنہا درخت کھڑا ہوا تھا جو جنگل کے دوسرے تمام درختوں سے زیادہ عظیم تھا۔ ایسا درخت کبھی کسی نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ اس کا تنا جو سو فٹ اوپر تھا ننگا تھا یعنی اس پر ایک بھی ٹہنی اور ایک بھی شاخ نہ تھی، ڈنگان کے محل کی جھونپڑی سے زیادہ چوڑا تھا اور اس کی چوٹی تیزی سے بھاگتے ہوئے بادلوں میں گم تھی اس درخت کے سامنے بہت سے لوگ جمع تھے۔ عورتیں، مرد اور بچے اور یہ سب کے سب بونے تھے یہ لوگ گھٹنوں کے بل بیٹھے دعا میں مصروف تھے۔ درخت کے تنے کے قریب اور خیمہ نما جھونپڑی کے دروازے کے سامنے ایک ننھی منی عورت کھڑی ہوئی تھی جس کے لانبے اور بھورے بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔

"مادر شجر" نوئی نے اس عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چیخ کر ریچل سے کہا "چلو اس کے پاس۔ وہ ہمیں پناہ دے گی"

اور وہ ریچل کا ہاتھ پکڑ کر اس طرف چلی۔

لیکن ابھی انھوں نے پہلا ہی قدم اٹھایا کہ یکایک بڑے زور سے بجلی چمکی اور ساتھ ہی ہوا کا خوف ناک جھکڑ آیا۔ شاید بجلی اس درخت پر گری یا پھر ہوا کے جھکڑ نے اس کی جڑیں توڑ دیں۔ وجہ کچھ بھی ہو عظیم درخت کا تنا بیچ میں سے پھٹ گیا اور وہ کڑکڑا کر گرا۔ اس کے ٹوٹنے کی آواز گھڑی بھر کے لئے طوفان کی آواز پر غالب آگئی۔ دونوں بڑے ٹکڑے نوئی اور ریچل کے دائیں بائیں گرے لیکن وہ دونوں بہر حال محفوظ رہیں۔ ایک ٹہنا سر اوم کلوس کی، جو ایڈ کو گود میں لیے ہوئے تھا، گردن سے ٹکرایا۔ اس کا سر صاف اڑ گیا لیکن ایڈو

محفوظ رہا۔ اور ٹہنا اس بار بردار کے عین سر پر گرا جو بونی کو اٹھائے ہوئے تھے اور وہ دونوں زندہ ہی دفن ہو گئے اور پھر کبھی نہ دیکھے گئے۔ اکثر بونے گرتے ہوئے درخت کی حدود سے باہر تھے لیکن تیز ہوا نے چند ٹہنیاں جو ٹوٹ گئی تھیں، اٹھا کر ان لوگوں کے سروں پر لا پھینکیں چنانچہ اکثر بونے دب مرے اور چند بری طرح سے زخمی ہو گئے۔

دس سکنڈ ـــ صرف دس سکنڈ میں یہ آفت آئی اور گزر گئی۔ وہ عظیم درخت جو ہزاروں سال سے اس جنگل کا حکمران تھا زمین پر دراز ہو چکا تھا۔ اس کی ٹہنیاں ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں اور تنا لمبا لمبا لیٹا ہوا تھا۔ درخت کے گرنے کا دھکا ایسا زبردست تھا کہ نونی اور ریچل بھی زمین پر گر پڑی تھیں۔ ریچل سنبھل کر اٹھی اور اس نے نونی کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی کھڑا کر دیا اور پھر جیسے کسی جذبے سے بے تاب ہو کر آگے بڑھی اور پھر گرے ہوئے درخت کے تنے پر چڑھ کر دوڑتی ہوئی اس کی جڑوں تک پہنچ گئی۔ جو اپنے ساتھ مٹی کا ایک بڑا سا تھال لیے زمین سے اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔ حالیہ طوفان کے بعد یکایک سکون ہو گیا تھا جیسے طوفان اپنا تمام زور آزمانے کے بعد اب ستا رہا ہے ریچل نے اپنا دم درست کر کے چاروں طرف دیکھا۔

چاروں طرف بلند و بالا درخت قطار اندر قطار کھڑے ہوئے تھے اور ان قطاروں کے درمیان سے گزرتی ہوئی چوڑی چوڑی پگڈنڈیاں اس میدان سے آملتی تھیں جس میں تھوڑی دیر پہلے ہی درختوں کا بادشاہ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور اس کے دماغ کے اندھیرے میں روشنی کی لکیر سی چمک گئی۔ ریچل کو کچھ یاد آنے لگا ـــ کیا؟ ـــ کیا؟ ـــ ٹھیک ہے۔ اسے یاد آگیا۔ وہ خواب جو اس نے کئی برسوں پہلے اس جزیرے پر دیکھا تھا جہاں رچرڈ اس کے ساتھ تھا۔ اس نے اپنے اس خواب میں ایسے ہی درخت دیکھے تھے جیسے اس جنگل میں تھے ایسے ہی لوگ دیکھے تھے جیسے کہ یہ خوابوں کے شکاری تھے اور اس نے یہ بھی تو دیکھا تھا کہ اسی جنگل کے

ایک درخت سے رچرڈ بندھا ہوا تھا۔۔۔ یہ کیا ہوگیا تھا اسے؟ مانوتی میں رچرڈ کی لاش دیکھنے کے بعد سے لے کر اب تک کے واقعات اسے یاد نہ تھے۔ اس کا دماغ گم ہوگیا تھا اسے کچھ یاد نہ تھا۔

لیکن یہ مانوتی نہ تھا اور نہ ہی نوئی، جو اس وقت اس کے پاس کھڑی ہوئی تھی، وہاں اس کے ساتھ تھی، وہ تو بادشاہ ڈنگان کی درخواست پر اپنے لوگوں میں گئی تھی؟ ٹھیک ہے۔ یہی نوئی کا قبیلہ تھا اور یہی وہ بونے تھے، جو اس وقت بندروں کی طرح چیختے ہوئے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے، جن کا ذکر نوئی نے اس سے کیا تھا۔ اس نے شاید کوئی بھیانک خواب دیکھا تھا۔ وہ شاید اب بھی خواب دیکھ رہی تھی۔ بہر حال اب سنسنی نہ تھی جسے وہ پچھلے کئی دنوں سے، خدا جانے کب سے، محسوس کر رہی تھی سنسنی اور خوف دور ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اب حیرت نے لے لی تھی۔ بہر حال اب وہ دیکھے گی کہ کیا ہوتا ہے۔ اور کچھ ہو رہا تھا ایک ننھا سا ہاتھ گرے ہوئے درخت کے تنے کے پہلو کی طرف سے نمودار ہوا اور اس نے تنے کو پکڑنے کی کوشش کی۔

ریچل نے جھک کر دیکھا۔ سفید بالوں والی ایک بونی عورت نیچے ہوئے تنے کی دراڑ میں اپنے پیر ٹکائے اس سے بندریا کی طرح لٹک رہی تھی۔ جڑوں نے تنے کو زمین سے تیس فٹ اوپر اٹھا رکھا تھا چنانچہ وہ بونی عورت زمین سے کوئی تیس فٹ اوپر لٹک رہی تھی۔ ریچل سوچ رہی تھی کہ اگر اس عورت کی گرفت چھوٹ گئی تو وہ تیس فٹ نیچے جا پڑے گی اور اس کی ہڈیاں بھرتہ ہو جائیں گی۔ وہ سوچنے لگی کہ وہ عورت وہاں کیسے آگئی؟ جب درخت گرا ہے تو وہ اس سے چمٹ گئی تھی یا کسی ٹہنی نے اسے اوپر اٹھا لیا تھا اور پھر یکایک اسے خیال آیا کہ اس بونی عورت کو بچایا جا سکتا ہے۔

"میری ٹانگیں پکڑ لو۔" اس نے نوئی سے کہا جو قریب ہی کھڑی ہوئی تھی اور یہ الفاظ ریچل نے اپنی اصلی اور قدرتی آواز میں کہے تھے اس کا لہجہ پاگلوں کا سا نہ تھا اور نوئی نے اپنی

آنکھوں میں خوشی کی چمک لیے ریچل کی طرف دیکھا۔

"نوئی! میری ٹانگیں پکڑ لو" ریچل نے پھر کہا "میرا خیال ہے کہ میں اس عورت کو بچا لوں گی۔"

اور جواب کا انتظار کئے بغیر وہ تنے پر پیٹ کے بل اسی طرح لیٹ گئی کہ اس کا پورا دھڑ تنے سے نیچے لٹک رہا تھا۔

نوئی نے تنے پر بیٹھ کر، اپنے پیر مضبوطی سے جما کر ریچل کی دونوں ٹانگیں ٹخنوں کے قریب سے مضبوطی سے پکڑ لیں۔ ریچل نے اپنے ایک ہاتھ پر اپنے نازک جسم کا تھوڑا سا بوجھ ڈال کر دوسرا ہاتھ نیچے لٹکا دیا اور عین اس وقت جب بونی کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی تھی اور وہ گرنے والی تھی کہ ریچل نے اس کی کلائی پکڑ لی۔ بونی ریچل کے ہاتھ میں لٹکنے لگی۔ وہ بالکل ہی ہلکی پھلکی تھی۔ پانچ سالہ بچی کی طرح اور ریچل خاصی مضبوط تھی چنانچہ اس نے بونی کو آسانی سے اوپر گھسیٹ لیا اور اب وہ ننھی عورت ریچل کے قریب درخت کے تنے پر بیٹھی ہوئی تھی اب ریچل اٹھی اور ہنسنے لگی۔ لیکن یہ پاگل عورت کی وہ ہنسی نہ تھی جس نے اشمیل اور زدلوڈں کو خوفزدہ کر دیا تھا بلکہ یہ ایک تندرست اور مہذب عورت کی شائستہ ہنسی تھی۔

ننھی عورت نے، جو بندریا کی طرح ریچل کے قدموں میں ہاتھوں اور ٹانگوں کے بل بیٹھی ہوئی تھی، اپنا سر اٹھایا اور اپنی چیل سی آنکھوں سے ٹکر ٹکر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس وقت سورج بھی نکل آیا اور اس کی شعاعیں اس جگہ اتر آئیں جہاں وہ صدیوں سے نہ اتر پائی تھیں۔

"اے حسینہ! کون ہو تم؟" بونی نے سسکی نما آواز میں پوچھا "ہاں ہاں میں جانتی ہوں۔ تم زدلوڈں کی دیوی انکو سازانہ ہو۔ وہی جس کے متعلق ہم نے بہت سے خواب دیکھے تھے۔ وہی جسے میں نے بلا بھیجا ہے۔ حسینہ! تم یقیناً پاگل نہیں ہو۔"

"نوئی! یہ بڑی بی کیا کہہ رہی ہیں؟" ریچل نے پوچھا "میں تو صرف چند الفاظ ہی سمجھ پائی ہوں۔"

بونی نے جو کچھ کہا تھا اس کا لفظی ترجمہ نوئی نے ریچل کو سنا دیا۔ مو خرالذکر نے اپنے ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لئے اور پھر چند ثانیوں بعد اپنی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹا کر کہا:۔

"یہ غلط نہیں کہہ رہی ہے۔ میری روح بھٹک گئی تھی۔ وہ ایک دوسری روح کے ساتھ رخصت ہو گئی تھی لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اب وہ واپس آ گئی ہے۔ ان سے کہہ دو کہ میں اپنی روح کی تلاش میں بڑا طویل سفر کر کے آئی ہوں اور اب مجھے اپنی روح مل گئی ہے۔"

نوئی نے، جو ریچل کے چہرے پر سے اپنی نظریں ہٹا نہ سکتی تھی، اس حکم کی تعمیل کی لیکن بونی شاید اس کی باتیں سن نہ رہی تھی کیونکہ اس وقت وہ اپنا سینہ کوٹ کر آگے پیچھے ڈول رہی تھی اور رو رو کر یوں کہہ رہی تھی:۔

"ہائے! ہائے! میرا درخت گر گیا۔ ہاں۔ وہ زمین پر لیٹا ہوا ہے جو ابتدائے آفرینش سے بڑی شان سے کھڑا ہوا تھا۔ میری دنیا لٹ گئی لیکن ایدو کا درخت اب تک کھڑا ہوا ہے" اور اس نے ایک دوسرے عظیم درخت کی طرف اشارہ کیا جسے طوفان گرا نہ سکا تھا "نایا کا درخت گر گیا لیکن ایدو کا درخت کھڑا ہوا ہے۔ اس کا سحر میرے سحر پر غالب آ گیا۔"

ابھی یہ الفاظ نایا کی زبان پر ہی تھے کہ ایک بونا رینگتا ہوا درخت کے تنے پر چڑھ آیا۔ یہ بونا کوئی اور نہیں بلکہ ایدو تھا۔ اس کی گول گول آنکھوں میں عجیب طرح کی چمک اور اس کے پیلے بشرے پر فتحمندی کی دمک تھی کیونکہ اب طوفان گزر چکا تھا۔

"نایا!" ایدو نے نایا کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "تمہارا بھوت تمہیں چھوڑ گیا۔ اے بڑھیا! تیرا درخت نیچے آرہا۔ دیکھ میں تھوکتا ہوں اس پر" اور اس نے درخت کے تنے پر تھوک دیا "تمہارا دور ختم ہوا۔ اب تم مادرِ شجر نہیں بلکہ ایک معمولی بڑھیا ہو۔ بوڑھی نایا۔ بھورے لوگوں پر، خوابوں کے شکاریوں پر اب ایک نئی ملکہ حکومت کرے گی اور میں اس کا وزیر ہوں گا کیونکہ اس کی روح پر میری حکومت ہے۔ اور دیکھو یہ ہے نئی ملکہ۔"

اور اس نے ریچل کی طرف اشارہ کیا جو اپنے ایک ہاتھ میں بھالا لئے خاموش کھڑی تھی۔

"اے نئی مادرِ شجر!" ایدو نے کہا "حکم مانو میرا اور اس بڑھیا کو موت کے حوالے کر دو۔ سرخ موت کے حوالے تاکہ اس کی روح خون میں مل جائے اور پھر کبھی اس جسم میں نہ آسکے۔ میں اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیتا ہوں اپنا بھالا اٹھاؤ اور اس بڑھیا کا خاتمہ کر دو اور اس کی جگہ میرے وسیلے سے خوابوں کے شکاریوں پر حکومت کرو کیونکہ میں تمہیں مادرِ شجر بناتا ہوں۔"

اور ایدو سر جھکا کر منتظر کھڑا رہا۔

"نہیں۔ نہیں۔ سرخ موت نہیں" نایا نے روتے ہوئے کہا "اے حسینہ! مجھے سفید موت دے کر میری روح کو بچا لو اور اس کے عوض میں تمہیں وہ چیز دوں گی جس کی تم آرزو کرتی ہو۔ ہر چند کہ میرا درخت گر گیا ہے لیکن میں ان تمام لوگوں سے زیادہ دانا ہوں۔"

نوئی نے ریچل کے کان میں کچھ کہا۔ اس عرصے میں جنگل کے تمام بونے وہاں جمع ہو گئے تھے اور منتظر تھے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے اور جو کچھ ہوا وہ ان

کی توقع کے خلاف تھا۔ ریچل نے جھک کر کانپتی ہوئی نایا کو ایک بچے کی طرح اپنے سینے سے لگا لیا۔

"ماں!" اس نے کہا "میں نہ تو تمہیں سرخ موت کے حوالے کر رہی ہوں اور نہ سفید۔ بلکہ میں تمہیں اپنی محبت دے رہی ہوں۔ بے شک تمہارا درخت گر چکا لیکن اب تم میرے سائے میں بیٹھو گی اور محفوظ رہو گی۔ سرخ موت اسی پر نازل ہو گی" اور اس نے ایدو کی طرف دیکھا "جو تمہیں نقصان پہنچائے گا۔"

بیسواں باب

مادرِ شجر

ایدو جب ریچل کے یہ الفاظ سمجھ سکا تو چکرا گیا اور اپنا سر اٹھا کے حیرت سے ریچل کی صورت تکنے لگا۔

"یہ سب کچھ تیرا کیا دھرا ہے حرامزادی" اس نے بڑے غصے کے عالم میں فوئی سے کہا جس نے ریچل کی بات کا ترجمہ کر دیا تھا "ایک عرصے سے میں تیری قوتوں سے ٹکراتے محسوس کر رہا تھا اور یہ تو ہی ہے جس نے انگوسازانہ کو میرے خلاف اکسایا ہے۔ تو نے ہی اس بڑھیا کو' جو تیری دادی یا چچی یا کچھ بھی ہے' اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ اس سفید خام ساحرہ کو یہاں لایا جائے اور چونکہ اس وقت اس منحوس بڑھیا کا درخت کھڑا ہوا تھا اور میں حکم عدولی کی جرأت نہ کر سکتا تھا اس لئے میں نے یہ طویل اور تکلیف دہ سفر کیا اور جب میں نے ڈنگان کے کرال میں اسے دیکھا تو پہلی ہی نظر میں معلوم کر لیا کہ یہ سفید خام ساحرہ عظیم ہے اور حسین ہے اور یہ کہ اس کی روح بھٹک گئی ہے چنانچہ میں اسے اپنا آلۂ کار بنا سکتا ہوں اور اپنے الفاظ اس کی زبان سے ادا کر سکتا ہوں اور اس کی آنکھیں وہ چیزیں دیکھ سکتی ہیں جو مجھے نظر نہیں آتیں حتیٰ کہ وہ مستقبل میں بھی جھانک سکتی ہے اور وہاں ڈنگان کے کرال میں اس نے مستقبل معلوم کر لیا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اب اس کی روح واپس آگئی ہے چنانچہ اس کے دل میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں رہ

گئی ہے اور وہ خود اپنے الفاظ کہہ رہی ہے "میرے نہیں" اور یہ سب تو نے کیا ہے حرامزادی۔"

"شاید" نوئی نے بڑی بے پروائی سے جواب دیا۔

"تو سمجھتی ہے" ایدو نے غصے کے عالم میں درخت کے تنے پر، جس پر وہ بیٹھا ہوا تھا، گھونسے مارتے ہوئے کہا۔

"تو سمجھتی ہے اس بڑھیا کو، اس خرانٹ کو بچا لے گی کیونکہ تیری رگوں میں اسی کا خون گردش کر رہا ہے؟ لیکن بیوقوف تیرا یہ خیال غلط ہے کیونکہ نایا کا درخت اب لیٹ گیا ہے اور جیسے جیسے اس کے پتے مرجھاتے جائیں گے یہ بڑھیا بھی مرجھاتی جائے گی۔ اور جیسے جیسے اس کا رس خشک ہوتا جائے گا اس بڑھیا کا خون بھی خشک ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے گی۔ ہاں۔ وہ مر جائے گی جو اپنے خیالوں کی برسوں تک جینے والی تھی۔"

"اس سے کیا فرق پڑ جائے گا ایدو؟" نوئی نے کہا "خصوصاً اس لئے کہ نایا مر کر روحوں میں چلی جائے گی اور پھر تجھے اس وقت تک آسیب بن کر ستاتی رہے گی جب تک کہ تو خود مر کر اپنے کرتوتوں کی سزا پانے کے لئے روحوں میں نہیں چلا جاتا۔"

"تو سمجھتی ہے" غصے سے پاگل ہوتے ہوئے ایدو نے نوئی کی دھمکی سنی ان سنی کر کے کہا "تو سمجھتی ہے کہ جب نایا اس دنیا سے چلی جائے گی تو خود تو مادرِ شجر بن جائے گی یا اس سفید خام کی وساطت سے ایک عظیم کاہنہ کی طرح بھولے لوگوں پر حکومت کرے گی"۔

"اگر ایسا ہوا ایدو تو پھر وہ دن تمہارے لئے بہت برا ہوگا۔"

نوئی نے کہا۔

"لیکن ایسا نہ ہوگا۔ دوغلی نسل کی عورت کبھی مادر ِ شجر نہیں بن سکتی۔ ہمارا قبیلہ، ہم خوابوں کے شکاری کسی دوغلی نسل کی ملکہ کے سامنے سر نہ جھکائیں گے۔ یہ نہ بھولو کہ زہر بنانے میں میں اپنی مثال آپ ہوں۔ یہ نہ بھولو کہ میں ساحر ہوں اور سحر کر سکتا ہوں اور یہ بھی یاد رکھو کہ میرے پاس وہ غلام ہیں جو تیر مار سکتے ہیں۔"

"تو پھر انہیں استعمال کر لو اگر کر سکتے ہو۔"

"بے شک۔ میں ان سے کام لوں گا اور اپنی تمام قوت آزما لوں گا اور تنہا تجھ پر نہیں بلکہ اس سفید فام ساحرہ پر بھی جس پر تو جان چھڑکتی یاد رکھ کہ یہ سفید فام اس سرزمین سے زندہ نہ جا سکے گی۔ اس لئے اب دو ہی راستے رہ گئے ہیں یا تو وہ میرے ذریعہ یہاں حکومت کرے یا پھر مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ چند دنوں کے لئے نایا اسے اپنے علم سے بچا لے لیکن اس کے بعد کوئی اسے بچانے والا نہ ہوگا اور نایا کی زندگی کے اب بہت تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں کیونکہ میں اس کے درخت تلے آگ جلا دوں گا کہ وہ جلد ہی خشک ہو جائے اور اس کے بعد دیکھوں گا کہ یہ سفید فام ساحرہ کیا پسند کرتی ہے۔ میری حکومت یا موت۔"

اب نوئی کے صبر کا پیمانہ چھلکا۔

"کتے!" وہ بپھر کر بولی "غلیظ سور! تیری یہ ہمت کہ انکوسازانہ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے؟ اب اگر ایک لفظ بھی کہا تو میں تیرا دل نکال کر اس سورج کے سامنے پھینک دوں گی جس سے تجھے نفرت ہے۔"

اور وہ ریچل کے ہاتھ سے بھالا گھسیٹ کر اور اسے بلند کر کے ایدو

کی طرف لپکی۔

ایدو نے اسے بھالا بلند کئے اپنی طرف لپکتے دیکھا تو خوف کی ایک چیخ کے ساتھ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور گرے ہوئے درخت کے تنے پر اپنی ننھی ننھی ٹانگوں سے بھاگ پڑا اور ٹہنیوں اور پتوں میں گھس کر غائب ہو گیا۔ لوئی ہنستی ہوئی واپس آئی۔ مادرِ شجر نایا ریچل کی گود سے اتر آئی تھی اور اب اس کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔ لوئی نے ریچل کو بھالا واپس دیتے ہوئے بونوں کی بولی میں مادرِ شجر سے کہا:۔

"ایدو باتیں تو بہت بڑی بڑی کرتا ہے لیکن ہے نرا بزدل"

"بے شک وہ اول درجے کا بزدل ہے" نایا نے کہا "کیونکہ ہمارے قبیلے کے ہر فرد کی طرح وہ بھی سرخ موت سے ڈرتا ہے لیکن بیٹی! وہ ہے بڑا خطرناک۔ وہ مجھ سے محض اس لئے نفرت کرتا ہے کہ میں کالے نہیں بلکہ سفید علم سے حکومت کرتی تھی۔ لیکن جب تک میرا درخت کھڑا تھا اسے مجبوراً میرے ہر حکم کی تعمیل کرنا پڑتی تھی اور میں محفوظ تھی۔ لیکن اب میرا درخت زمین پر لیٹ گیا ہے چنانچہ اب اگر ایدو کا بس چلا تو وہ مجھے قتل کر دے گا کیونکہ یہی یہاں کا قانون ہے اور پھر اس لڑکی کو مادرِ شجر بنا دے گا جس کے قدموں میں میرا درخت جھک گیا ہے اور آسمان کے حکم سے گر پڑا ہے۔ اور لوگ اس لڑکی کو ملکہ تسلیم کریں گے اور اسی کے ذریعہ ایدو خوابوں کے شکاریوں پر حکومت کرے گا اور تمام اختیارات حاصل کر لے گا کیونکہ رسم و رواج کے مطابق ان پر ایک عورت ہی حکومت کر سکتی ہے۔ چلو بیٹی۔ اور سفید فام تم بھی چلو۔ میں وہ جگہ جانتی ہوں جہاں ہم چھپ سکتے ہیں۔ خاتون! وہ قوت جو میری تھی

اب تمہاری ہے چنانچہ جب تک میں زندہ رہوں تم میری حفاظت کرنا اور اس کے عوض میں تمہیں وہ دوں گی جس کی آرزو تمہارا دل کرے گا۔"

"ماں! مجھے کچھ نہیں چاہئے اور میں کوئی معاوضہ طلب نہیں کر رہی۔" نوئی نے نایا کی تقریر کا ترجمہ سنایا تو ریچل نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔ "بلکہ میں تو سمجھتی ہوں کہ فی الحال مجھے حفاظت کی ضرورت ہے کہ کسی طرح اس بدنے شیطان سے بچ سکوں۔"

اور پھر نایا کی راہبری میں، جس نے ریچل کی انگلی پکڑ رکھی تھی، نوئی اور ریچل تنے پر چلتے ہوئے اس کے سرے تک پہنچ گئے اور پھر اس کے ایک موٹے ٹہنے پر چل پڑے یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے وہ نیچے اتر سکتے تھے۔ ٹہنیوں کے الجھیڑے میں سے نکلنے سے پہلے نایا نے، جس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، جھک کر ایک ٹہنی کو بوسہ دیا اور روتے ہوئے کہا:۔

"الوداع! اے درختوں کے بادشاہ! الوداع۔ تیرے سائے میں بیٹھ کر میں نے اور مجھ سے پہلے والی ملکاؤں نے خواب دیکھے ہیں۔ اب تو نہیں رہا۔ تیرا عروج عظیم تھا اور تیرا زوال بھی عظیم ہے اور تیرے ساتھ مجھے بھی زوال آ گیا۔ اے عظیم درخت کی روح! میں سرخ موت سے پناہ مانگتی ہوں۔ مجھے سرخ موت سے بچائیو تاکہ میں روحوں کی سرزمین میں ایک بار پھر تیرے سائے میں بیٹھ کر خواب دیکھ سکوں۔"

اور پھر اس نے ایک ٹہنی توڑ لی جس کے پتے چکنے اور چمکدار تھے اور ریچل سے کہا:۔

"میں اسے اگا دوں گی۔ شاید یہ ٹہنی ان ملکاؤں کا گھر بن جائے

جواب تک پیدا نہیں ہوئی ہیں۔ چلو۔ اب چلو۔"

اور وہ جنگل کی طرف گھوم گئی۔

طوفان گزر چکا تھا اور وقتاً فوقتاً سورج بادلوں میں سے نکل کر تیزی سے چمکنے لگتا تھا۔ اس قدر تیزی سے کہ وہ بونے، جو گرے ہوئے درخت کے قریب جمع ہو گئے تھے، بھاگ کر آس پاس کے درختوں کے سائے میں چلے گئے تھے اور اب وہ درختوں کے سائے میں بیٹھے ان تینوں کو جاتے دیکھ رہے تھے، عورتیں، مرد اور بچے ۔۔۔ سب کے سب انھیں دیکھ رہے تھے اور انہوں نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر ریچل کو سلام کیا لیکن اس کو سلام نہ کیا جو خدا جانے کتنے برسوں سے ان کی "ماں" رہی تھی۔ البتہ ایک بدصورت بونا بھاگتا ہوا نایا کے سامنے آیا اور پکار کر کہا:۔

"نایا ایک دفعہ تم نے مجھے سزا دی تھی اب کیوں نہ میں تمہیں قتل کر دوں کیونکہ اب تمہارا درخت نہیں رہا۔"

نایا نے اداس نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں مجھے یاد ہے۔ تمہارا گناہ بڑا تھا اور اس کی سزا موت ہی ہو سکتی تھی۔ لیکن میں نے تم سے درگزر کی اور تمہیں معمولی سی سزا دی تم مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ بے شک میرا درخت لیٹ گیا ہے لیکن وہ ابھی مرا نہیں ہے۔"

اور اس نے وہ ہری ٹہنی، جو اس کے ہاتھ میں تھی، بونے کی طرف بڑھا دی اور سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

"دیکھو! اب تک میرا علم میرے سینے میں موجود ہے اور سنو

جو میں کہتی ہوں اور یوں کہتی ہوں میں کہ مجھ سے پہلے تمہیں موت آئے گی اور تمہاری موت ایسی نہ ہوگی جیسی تم چاہتے ہو۔ اے خوابوں کے شکاریو! میرے یہ الفاظ یاد رکھنا۔"

اور وہ اس بونے کو دم بخود چھوڑ کر نوئی اور ریکل کے ساتھ آگے بڑھ گئی اور بونا ان تینوں کو جاتے دیکھتا رہا اور اس کے بشرے سے بہ یک وقت نفرت اور خوف کے جذبات عیاں تھے۔

"تو بکتی ہے" بونا سنبھل کر چیخا "تیرے درخت کے ساتھ تیری قوتیں بھی ختم ہوگئیں۔"

ابھی یہ الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ ایک چٹاخے کی آواز سنائی دی۔ آواز کہیں اوپر سے آئی تھی۔ سب نے سر اٹھا اٹھا کر اوپر دیکھا۔ ایک ٹہنی، جو طوفان کی وجہ سے ٹوٹ کر لٹک گئی تھی، اب پوری طرح سے ٹوٹ کر نیچے گر رہی تھی۔ وہ سیدھی اس بونے کے سر پر آ پڑی اور بونے کا صحیح معنوں میں کچومر نکل گیا۔

"نایا ٹھیک ہی کہتی ہے" دوسرے بونوں نے بدنصیب بونے کی لاش کی طرف اشارہ کرکے اور پھر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اس کا علم ابھی اس کے سینے میں موجود ہے۔ جب تک اس کا درخت مر نہیں جاتا تب تک کوئی اسے قتل نہیں کر سکتا۔"

جو کچھ ہوا تھا اس کی طرف ذرا بھی متوجہ ہوئے بغیر نایا جنگل میں داخل ہوگئی۔ ہر درخت کی چھاؤں میں چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں تھیں چنانچہ معلوم ہوا کہ بونوں کا قبیلہ خاصا بڑا تھا لیکن جیسے جیسے نوئی، نایا اور ریکل آگے بڑھتی جا رہی تھیں جھونپڑیاں کم ہوتی جا رہی تھیں۔

اب کسی درخت کی چھاؤں میں اکا دکا جھونپڑی نظر آ رہی تھی اور پھر یہ جھونپڑیاں بھی پیچھے چھوٹ گئیں اور اب وہ لوگ بستی سے باہر نکل آئے تھے اور یہ دنیا کی عجیب ترین بستی تھی۔

اور اب چاروں طرف درخت ہی درخت —— سینکڑوں، ہزاروں درخت جو کئی سو فٹ تک بلند ہوتے چلے گئے تھے اور ان کی بڑی، بہت اونچی اور پر ٹہنیوں نے آپس میں مل کر سبز رنگ کا شامیانہ سا تان دیا تھا چنانچہ نیچے جنگل میں پر اسرار اندھیرا تھا اور خاموشی، گہری خاموشی طاری تھی کیونکہ اس جنگل میں اگر پرندے اور درندے تھے بھی تو طوفان سے خوفزدہ ہو کر وہ کہیں جا چھپے تھے۔ کبھی کبھی کوئی درخت، جس کی جڑیں طوفان نے ڈھیلی کر دی تھیں، نہایت آواز کے ساتھ گرتا اور ہر ایسی آواز کے ساتھ نایا کہتی:۔

”ایک اور زندگی ختم ہو گئی۔ کس کی زندگی ختم ہوئی ہو گی؟ میں دیکھوں گی ہاں میں اپنے پیالے میں دیکھوں گی۔“

ریچل کو بعد میں معلوم ہوا کہ خوابوں کے شکاریوں کا یہ اعتقاد تھا کہ ہر شخص کی زندگی اس جنگل کے ایک نہ ایک درخت سے وابستہ ہے خواہ وہ شخص کہیں دور اور کسی دوسرے ملک میں ہی کیوں نہ ہو اور یہ کہ جب اس کی زندگی کا درخت گرتا ہے تو وہ شخص مر جاتا ہے۔ کبھی اچانک اور کبھی فوراً اور کبھی آہستہ آہستہ اور گھل گھل کر۔ اور پھر اس شخص کی روح اور اس کی زندگی کا درخت ایک ساتھ روحوں اور بھوتوں کی دنیا میں چلے جاتے ہیں

اس اندھیرے، پراسرار اور خاموش جنگل میں وہ تینوں چلتے رہے۔ میلوں تک چلتے رہے۔ حالانکہ زمین خشک و تازہ پتوں سے ڈھکی ہوئی

تھی اور کوئی راستہ نظر نہ آرہا تھا تاہم نایا ریچل اور نوئی کو کسی جانے بوجھے راستے پر ہی لئے جا رہی تھی کیونکہ ان کے راستے میں نہ تو گرے ہوئے درخت تھے، نہ جھاڑیاں اور نہ بیلیں حالانکہ ان کے دائیں بائیں کثرت سے جھاڑیاں اور بیلیں نظر آرہی تھیں۔ اور آخر کار وہ لوگ یکایک ایک میدان میں پہنچ گئے۔ یہ میدان قدرتی معلوم ہوتا تھا یا کم سے کم بہت قدیم تھا کیونکہ اس میں نہ تو درختوں کے ٹھنٹھ تھے، نہ جھاڑیاں اور نہ بیلیں البتہ پورے میدان میں گھاس اُگ رہی تھی۔ اس میدان کے عین وسط میں ایک چہار دیواری تھی جو پچاس فٹ بلند تھی اور جس نے میدان کے ایک چوتھائی حصے کو گھیر رکھا تھا۔ یہ دیوار بھی قدیم تھی کیونکہ اس پر فرن[1] اُگ رہے تھے۔ یہ دیوار پتھر کے بڑے بڑے چوکور ٹکڑوں کی بنی ہوئی تھی۔ یہ ٹکڑے اتنے بڑے اور وزنی تھے کہ کسی طرح یقین نہیں آتا تھا کہ یہ دیوار انسانوں نے بنائی ہوگی اس دیوار پر نظر پڑتے ہی ریچل اور نوئی کے قدم مارے حیرت کے رک گئے۔

"ماں! یہ دیوار کس نے بنائی ہے؟" نوئی نے پوچھا۔

"ان دیوزادوں نے جو دنیا کے ابتدائی دور میں یہاں بسے ہوئے تھے" نایا نے جواب دیا "ہم لوگ اتنے بڑے اور ایسے وزنی پتھر کبھی اٹھا سکتے ہیں بھلا؟۔"

اور نایا نے وہ ٹہنی، جو اس کے ہاتھ میں تھی، زمین میں گھونپ دی۔

"چلو بیٹی چلو۔ یہاں خطرہ ہے" اس نے کہا۔

نایا نے یہ الفاظ کہے ہی تھے کہ کوئی چیز "سوں" سے اس کے سر پر

---

[1] ایک قسم کا پودا۔ منظر الحق علوی

سے گزرتی ہوئی ایک پودے میں پیوست ہو گئی۔ نوئی دوڑ کر وہ چیز گھسیٹ لائی۔ یہ ایک سیدھا اور چھوٹا نرسل تھا جس کے ایک سرے پر گھاس بندھی ہوئی تھی اور دوسرے سرے پر ہاتھی دانت کا تیز اور نوکیلا پھل تھا۔ پھل نیلے رنگ کی کسی چیز میں لتھڑا ہوا تھا۔

"نہ چھوؤ۔ اسے نہ چھوؤ" نایا نے چیخ کر کہا "۔ یہ زہر ہے۔ قاتل زہر ۔۔ یہ ۔۔ یہ ۔۔ ایدو کا کام ہے۔ لیکن ابھی میرا وقت نہیں آیا ہے اس سے پہلے کہ دوسرا تیر چلایا جائے کھلے میدان میں پہنچ جاؤ۔"

اور یہ دیکھے بغیر کہ تیر چلانے والا کون تھا تینوں عورتیں چہار دیواری کی طرف بھاگ پڑیں اس قدیم اور عظیم دیوار کے قریب پہنچ کر ریچل نے دیکھا کہ یہ دیوار ایک ٹیلے کے گرداگرد بنائی گئی تھی اور اس ٹیلے پر شاہ بلوط کی قسم کا ایک عظیم الشان درخت اگ رہا تھا جس کی ٹہنیاں یوں پھیلی ہوئی تھیں کہ انہوں نے تقریباً نصف احاطے پر سایہ کر رکھا تھا۔ اس دیوار میں کہیں کوئی دروازہ نظر نہ آ رہا تھا۔ ریچل اور نوئی سوچ ہی رہی تھیں کہ وہ احاطے میں کہاں سے داخل ہوں گی کہ نایا انہیں دیوار میں بنے ہوئے ایک شگاف کے سامنے لے آئی۔ شگاف کے کناروں پر لانبی لانبی گھاس کی جھالر سی لٹک رہی تھی نایا گھاس کو ہٹاتی اور توڑتی ہوئی شگاف میں جا گھسی۔ نوئی اور ریچل اس کے پیچھے تھیں۔ یکایک انہوں نے سرسراہٹ کی آوازیں سنیں اور گردنیں اٹھا کر دیکھا تو نظر آیا کہ شگاف کے پتھروں پر بہت سے سفید پوش بونے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر بونے کے ہاتھ میں کمان تھی، کمان میں تیر چڑھا ہوا تھا اور تمام تیروں کا رخ ان تینوں عورتوں کے سینوں کی طرف تھا۔ نایا چلتے چلتے رک گئی اور اس نے بونوں کی طرف دیکھ کر کچھ اشارہ کیا۔ سفید پوش بونوں نے اسی

اشارے سے نایا کو پہچان لیا۔ چنانچہ انھوں نے تیر کمان میں سے نکال کر چھوٹے چھوٹے ترکشوں میں، جو ان کے کندھوں سے لٹک رہے تھے، رکھے اور اٹھ کر خدا جانے کہاں چلے گئے۔

"یہ لوگ مندر کے محافظ تھے" نایا نے کہا، "جو نہ سن سکتے تھے اور نہ بول سکتے ہیں۔ شگاف کے دہانے پر اگی ہوئی گھاس اور وہاں بندھے ہوئے دھاگوں کے ٹوٹنے کی وجہ سے یہ لوگ یہاں آگئے تھے۔"

اور اتنا کہہ کر نایا پھر چل پڑی۔ وہ کبھی دائیں طرف مڑ جاتی اور کبھی بائیں طرف۔ یہ پر پیچ راستہ دیوار کے اندر ہی اندر چلا گیا تھا۔ اور اس راستے میں اندھیرا تھا اور ہر راستے میں ایک طاق نما شگاف تھا اور ہر شگاف میں اس راستے اور اس مقدس مقام کے محافظ، یعنی سفید پوش تیر انداز بیٹھے ہوئے تھے۔

اور آخر کار یہ پر پیچ راستہ دفعتہً ختم ہو گیا اور اب ان کے سامنے ٹھوس دیوار تھی۔ ریچل اور نوئی اس دیوار کی طرف دیکھ اور سوچ رہی تھیں کہ اب کس طرف جائیں گے وہ لوگ کہ یکایک دیوار میں کا ایک بڑا سا پتھر گھوم کر اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور ایک تنگ دروازہ نمودار ہو گیا تینوں عورتیں اس دروازے میں سے گزر کر دوسری طرف پہنچ گئیں تو پتھر پھر اپنے آپ گھوم کر بند ہو گیا۔ ریچل اور نوئی یہ نہ معلوم کر سکیں کہ یہ دروازہ کس طرح کھولا اور بند کیا جاتا تھا۔

اور اب وہ تینوں عورتیں احاطے میں تھیں۔ سامنے وہ ٹیلہ یا مٹی کا وہ بلند تودہ تھا جو انھیں چہار دیواری کے باہر سے بھی نظر آیا تھا۔ یہ ٹیلہ ننگا تھا۔ یعنی اس پر جھاڑیاں وغیرہ نہ اگ رہی تھیں کیونکہ اگر کبھی اس پر کوئی

جھاڑی یا خودرو پوداگتا بھی تو اسے فوراً اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا اس ٹیلے کی چوٹی پر شاہ بلوط کی قسم کا وہ عظیم الشان درخت کھڑا تھا جو "قبیلے کا درخت" کہلاتا تھا اس ٹیلے کے قدموں میں ایک میدان تھا جو چہار دیواری تک چلا گیا تھا۔ یہ میدان ہموار اور صاف ستھرا تھا اور اس میدان میں مٹی کی سیکڑوں چھوٹی چھوٹی ڈھیریاں تھیں جو دمکوڑوں سے مشابہ تھیں:

"خاتون! یہ ہے خوابوں کے شکاریوں کا قبرستان" نایا نے اس میدان اور اس کی ڈھیریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ریچل سے کہا" وہ وقت دور نہیں جب میری ہڈیاں بھی یہاں دفن کردی جائیں گی"۔

اس عجیب وغریب قبرستان کو عبور کرکے وہ تینوں اس ٹیلے کے قدموں میں پہنچ گئیں جس پر وہ عظیم الشان شاہ بلوط خدا جانے کب سے کھڑا ہوا تھا اور اس کی ٹہنیوں سے کائی کی لانبی لانبی چٹائیں سی لٹک رہی تھیں جو ہوا کے جھونکوں سے جھول رہی تھیں جب وہ وہاں پہنچیں تو دائیں اور بائیں طرف سے وہ بونے نکل آئے جنھیں اندرون دیوار کے راستے کے موڑوں پر بیٹھے دیکھ چکی تھی یا یہ اگر وہی بونے نہ تھے تو ان کے جیسے ہی تھے۔ ان آنے والوں میں چند مرد تھے اور چند عورتیں۔ ان لوگوں کی آنکھوں سے اداسی جھانک رہی تھی۔ ان لوگوں نے نایا کو سجدہ کیا اور پھر حیرت وخوف سے ریچل کی طرف دیکھنے لگے۔ یہ تمام کے تمام بونے بہرے اور گونگے تھے کیونکہ وہ نایا سے اشاروں میں کچھ پوچھ رہے تھے اور نایا اشاروں سے ہی جواب دے رہی تھی۔ موخرالذکر کے اشاروں نے بونوں کو بے حد غمزدہ کردیا۔

"یہ لوگ اپنے سپالوں میں میرے درخت کو گرتے دیکھ چکے ہیں۔" نایا نے نوئی سے کہا" اور پوچھ رہے ہیں کہ انھوں نے اپنے سپالوں میں

جو کچھ دیکھا ہے وہ صحیح ہے یا غلط۔ میں نے ان سے کہا کہ میں یہاں مرنے کے لئے آئی ہوں اور اسی جواب نے انہیں غمزدہ کر دیا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں خوابوں کے شکاری آ کر مرتے ہیں۔ یہ خوابوں کے شکاریوں کا مقام موت ہے اور اسی جگہ سے ان کی روح بھوتوں کی دنیا میں چلی جاتی ہے۔ یہ مقام مقدس ہے اور یہاں خون بہانا گناہ ہے۔ ہاں۔ سب سے بڑا گنہگار یہاں آ کر محفوظ ہو جاتا ہے۔ اگر کاہنوں میں کا کوئی کاہن اپنی زندگی میں یہاں پہنچ جاتا ہے تو پھر سفید موت حاصل کرنے کا فخر اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ آؤ میرے ساتھ اور دیکھو۔"

چنانچہ ریچل اور نوئی نایا کے پیچھے چلتے ہوئے ٹیلے کی ڈھلان چڑھے اور ایک شگاف میں، جو غار کے دہانے سے مشابہ تھا، گھس کر دوسری طرف اور نرسلوں کی ایک باڑھ کے سامنے نکل آئے نرسلوں کی اس باڑھ کا دروازہ کھلا تھا۔

خاتون! دروازہ کھلا ہے لیکن اس میں داخل نہ ہونا" نایا نے سرگوشی میں کہا "کیونکہ جو بھی اس احاطے میں داخل ہو جاتا ہے وہ زیادہ دنوں تک زندہ نہیں رہتا۔ دیکھو خاتون دیکھو۔"

اور ریچل نے دروازے میں سے جھانک کر اندر دیکھا لیکن وہ مقام مقدس اس قدر تاریک تھا کہ پہلے تو ریچل کو کچھ نظر نہ آیا سوائے شاہ بلوط کے زبردست تنے اور اس کی ٹہنیوں سے لٹکتی ہوئی کائی کی جٹاؤں کے۔ رفتہ رفتہ اس کی آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئیں اور اس نے دیکھا کہ شاہ بلوط کے زبردست تنے سے کچھ فاصلے پر بہت سے سفید پوش بونے زمین پر پھسکڑا مارے بیٹھے کاٹھ کے ان پیالوں میں دیکھ رہے تھے جو ان

کے سامنے دھرے ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی اور ایک بچہ بھی تھا۔ ریچل اور نوئی اس حیرت انگیز منظر کو ابھی دیکھ ہی رہی تھیں کہ وہ بونا، جو دروازے سے زیادہ دور نہ تھا، اپنے پیالے پر اوندھے منھ گرا اور بے حس و حرکت پڑا رہا۔ فوراً ہی اس کے قریب بیٹھے ہوئے بونوں نے شور ماتم بلند کیا لیکن ان کے اس ماتم میں بھی خوشی کی جھلک تھی۔ گونگے بونے، جو ریچل، نوئی اور نایا کے ساتھ تھے، ایک دم سے اندر دوڑ گئے۔ کیونکہ اس مقدس مگر اداس مقام میں صرف وہی داخل ہو سکتے تھے۔ انہوں نے جھک کر اس بونے کو دیکھا جو اپنے پیالے پر اوندھے منھ گرا تھا اور پھر اسے اٹھا کر باہر لے آئے اور جب وہ ریچل کے قریب سے گزر رہے تھے تو اس نے دیکھا کہ مرنے والی ایک جوان لڑکی تھی جس کے چہرے پر اب بھی تازگی تھی۔

"بیمار تھی یہ؟" ریچل نے غمزدہ آواز میں پوچھا۔

"شاید" مادرِ شجر نے اپنا سفید بالوں والا سر ہلا کر جواب دیا "یا شاید سکھی نہ تھی چنانچہ زندگی سے تنگ آکر مرنے کے لئے یہاں آگئی تھی۔ بہرحال اب وہ خوش ہے اور سکھی ہے"۔

"نوئی! ان سے پوچھو کہ کیا وہ سب لوگ مر جائیں گے جو اس درخت تلے بیٹھے ہوئے ہیں؟" ریچل نے کہا۔

"ہاں۔ سب مر جائیں گے" نایا نے جواب دیا "سوائے ان گونگوں اور بہروں کے جو نسلاً بعد نسلاً درخت کے تحت چلے آرہے ہیں۔ جو بھی اس تنے کو چھوئے گا جلد یا بدیر مر جائے گا۔ یہ موت و حیات کا درخت ہے اور اسی درخت میں پوری قوم کی روح ہے۔"

"اگر ایسا ہی ہے ماں، تو پھر اس وقت کیا ہو گا جب یہ درخت گر جائے گا تمہارے درخت کی طرح؟" ریچل نے پوچھا۔

"تو پھر خوابوں کے شکاری بھی نہ رہیں گے" نایا نے جواب دیا "کیونکہ پھر ان کی روح بے گھر ہو کر بھوتوں کی دنیا میں چلی جائے گی اور پھر خوابوں کے شکاریوں کے لئے لازمی ہو جائے گا کہ وہ بھی وہاں چلے جائیں۔ اپنے دن پورے کر کے اگر یہ درخت مر گیا، بشرطیکہ ایسا ہونا ممکن ہوا، تو پھر خوابوں کے شکاری بھی نہ رہیں گے"۔

"اور اگر کوئی اسے کاٹ کر گرا دے تو پھر؟"

جب نوئی نے اس سوال کا ترجمہ مادر شجر کو سنایا تو اس کے بشرے سے انتہائی خوف کے آثار ہویدا ہو گئے اور وہ کانپنے لگی۔ نوئی کے بشرے سے بھی خوف عیاں تھا۔

"ایسی بری بات نہ کہو خاتون مبادا ہم پر سراپ نازل ہو جائے۔" نایا نے کہا "جو اس درخت کو کاٹ دے گا وہ خوابوں کے شکاریوں کی پوری قوم کو برباد کر دے گا۔ اگر ایسا ہوا تو خوابوں کے شکاری بھاگ جائیں گے جنگل کے قلب میں، دور ۔۔ بہت دور بھاگ جائیں گے اور پھر کبھی کوئی انہیں نہ دیکھ سکے گا۔ ہاں۔ کوئی انسان انہیں کبھی نہ دیکھے گا۔ اس کے علاوہ جو بھی یہ برا کام کرے گا وہ مر جائے گا اور اپنے کئے کی سزا پانے کے لئے بھوتوں کی دنیا میں چلا جائے گا اور ایسی سزا ہے یہ جس کے خیال سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خاتون! یہ خیال اپنے دماغ سے جھٹک دو اور کبھی بھولے سے بھی اس کا اظہار نہ کرنا۔"

"تم ان باتوں میں یقین رکھتی ہو نوئی؟" ریچل نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں زولا" نوئی نے کانپ کر جواب دیا "کیونکہ یہ سچ ہے اور یہ تمام باتیں میرے والد نے مجھ سے کہی تھیں اور یہ بھی بتایا تھا کہ اس پاگل شخص کے ساتھ کیا واقعہ ہوا جو مقام مقدس میں گھس پڑا تھا اور شجر حیات کی طرف تیر چلائے تھے۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ داستان میں تمہیں نہ سناؤں گی کیونکہ بہت ہی خوفناک داستان ہے یہ۔"

"تم کچھ بھی کہو نوئی تاہم میرے خیال میں تو یہ نرا وہم ہے کیونکہ تم جانو ایک درخت کا اختیار انسانوں کی زندگی پر کیسے ہو سکتا ہے؟"

"یہ تو میں نہیں جانتی لیکن اختیار ہے اور ضرور ہے۔ اگر میں اس درخت کی طرف ایک پتھر بھی پھینک دوں تو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر مر جاؤں گی۔ حتیٰ کہ تم بھی ۔ ہاں تم بھی ۔۔ کوئی قوت تمہیں نہ بچا سکے گی۔ زولا! میری نہیں!" نوئی نے بے چینی سے کہا "قسم کھاؤ میرے سامنے کہ تم اس درخت کو چھوؤ گی بھی نہیں۔ قسم کھاؤ بہن"۔

چنانچہ نوئی کو خوش کرنے کے لئے ریچل نے قسم کھائی کیونکہ اب وہ اس درخت اور اس کی سمجھ میں نہ آنے والی قوتوں کے ذکر سے اکتا چکی تھی۔

اور وہ تینوں پھر ٹیلے کی ڈھلان اترنے لگیں۔ آہستہ آہستہ اترنے لگیں یہاں تک کہ غار کے دہانے کے سامنے پہنچ گئیں۔

"اس غار میں داخل ہو جاؤ خاتون" نایا نے کہا "اب یہی تمہارا گھر ہے اور تمہیں اس وقت تک اسی میں قیام کرنا ہے جب تک کہ تم مادر شجر نہیں بن جاتیں یا زندگی سے اکتا کر مرنے کے لئے شجر حیات کے سائے میں نہیں چلی جاتیں۔ اور ان دونوں میں سے ایک بات اس وقت ہو گی

جب میں نہ رہوں گی"۔

اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا اس لئے وہ غار میں داخل ہو گئیں غار خاصا وسیع و عریض تھا اور صرف اس روشنی سے روشن تھا جو باہر سے آ رہی تھی۔ البتہ اس کے انتہائی سرے پر چراغ بھی جل رہے تھے۔ ریچل نے غار کا معائنہ کیا تو نظر آیا کہ اس کی چھت سفید رنگ ستونوں پر ٹکی ہوئی تھی۔ یہ ستون قدرتی تھے اور اس تہ نشین مادے سے بن گئے تھے جو اس قسم کے غاروں میں چھت سے ٹپکا کرتا ہے۔ صدیوں سے پانی کے رسنے اور چونے کے ٹپکنے سے یہ ستون اپنے آپ بن گئے تھے۔ غار کے انتہائی سرے پر چراغ جل رہے تھے اور ایک چشمہ فوارے کی شکل میں غار کے فرش سے نکل رہا تھا اور اسی جگہ چونے کا ایک کافی بڑا ستون کھڑا ہوا تھا جس کی شکل درخت کے تنے جیسی تھی اور اس کی شاخیں، جو ہو بہو درختوں کی ٹہنیوں کی طرح تھیں، غار کی چھت پر پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ درخت نما ستون بھی قدرتی تھا اور چھت میں سے پانی اور چونے کے رسنے کی وجہ سے بن گیا تھا۔ ریچل نے اس عجیب و غریب ستون کو دیکھا اور سمجھ گئی کہ اسی کی وجہ سے خوابوں کے شکاریوں یا ان کے پہلے لینے والی کسی قدیم قوم نے اس غار کو اپنی عبادت گاہ یا مندر بنا لیا تھا۔

"دیکھو خاتون۔ یہ ہے ہماری قوم کا بھوت درخت۔ یہی ہے شجر روح" نایا نے کہا "یہ کبھی نہیں گرتا بلکہ بڑھتا رہتا ہے۔ جب میری ماں چھوٹی سی تھی تو یہ شجر روح چھوٹا سا تھا۔ لیکن اب یہ بڑھ گیا ہے"۔

وہ لوگ اس عجیب و غریب، روحانی اور بھوت کے سے ستون کے قریب پہنچے تو ریچل نے دیکھا کہ اس کے چاروں طرف بہت سی قیمتی چیزوں کے انبار تھے۔ سونے کے چمکدار برادے کا ڈھیر، کچے سونے کے ڈھیلوں کا انبار اور سرخ سبز چمکدار پتھروں کا انبار اور یہ پتھر لعل اور جواہرات تھے اور ہاتھی دانت بھی رکھے ہوئے تھے جن میں نقش و نگار کندہ تھے اور ایک طرف کمبلوں اور کپڑوں کا ڈھیر تھا اور یہ کمبل اور کپڑے سڑ گل گئے تھے اور پتھروں اور لکڑی سے تراشے ہوئے دیوتاؤں کے چھوٹے چھوٹے بت تھے۔ یہ تمام چیزیں اس عجیب و غریب اور چونے کے درخت کے چاروں طرف رکھی ہوئی تھیں۔

"یہ چڑھاوے ہیں،" نایا نے کہا "جو ان قوموں نے چڑھائے ہیں جو اندھیرے میں رہتی ہیں اور جن کے پاس علم کی روشنی نہیں ہے۔ یہ بڑی قیمتی چیزیں ہیں لیکن ہمارے نزدیک ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک تو صرف دانائی اور اختیارات ہی کی اہمیت ہے۔ ہاں۔ ہاں۔ قیمتی چیزیں ہیں یہ اور ان جاہلوں نے چڑھائی ہیں جو کچھ نہیں جانتے چنانچہ جب بھی وہ کوئی بات معلوم کرنے شجر روح اور اس کے ہنتوں کے پاس آتے ہیں تو یہ چیزیں رکھ جاتے ہیں۔ دیکھو! وہ چڑھاوا ڈنگان نے بھیجا ہے جو اس نے اپنی موت کا استخارا معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا اور بیٹی نوئی! یہ چڑھاوا تم لے کر آئی تھیں۔"

"ہاں میں ہی لے کر آئی تھی،" نوئی نے کہا" اور وہ استخارا انکوسازانہ نے نہ دیکھا تھا۔ ایدو نے انکوسازانہ کو پیالہ دیا تھا اور اس نے اس میں تصویریں دیکھی اور ڈنگان کو دکھائی تھیں۔"

"نہیں نہیں۔" نایا نے کہا "وہ میں تھی جس نے وہ تصویریں دیکھی تھیں اور میں نے ہی ایدو اور اس سفید فام حسینہ کو دکھائی تھیں۔ یہ باتیں تم نہیں سمجھ سکتیں لیکن یہ سچ ہے۔ یہ سچ ہے۔ ایدو کی قوتیں محدود ہیں لیکن میری لا محدود ہیں۔ کوئی میری طرح دانا اور پرقوت نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایدو اور دوسرے بھی میرے درخت کی موجودگی برداشت کرتے رہے ہیں کیونکہ میرے علم اور میری دانائی کا ہالہ ان کے سروں پر چمکتا رہا اور میرا علم ان کی زبان سے بولتا رہا اور جب میں چلی جاؤں گی تو وہ اس علم اور اس دانائی کو تلاش کریں گے لیکن پا نہ سکیں گے۔ خاتون! تم نے اس علم کو اپنے سینے میں داخل کر لیا ہوتا کیونکہ تمہارا دل خالی تھا۔ لیکن اب وہ بھرپور ہو گیا ہے چنانچہ اب اس میں ہمارا علم کہاں جگہ پا سکتا ہے؟ یہ خوابوں کے شکاریوں کا علم ہے نہ کہ موت و حیات اور دل کی دھڑکنوں کا۔"

نوئی نے ان الفاظ کا ترجمہ کیا تو ریچل نے ان کی طرف کچھ زیادہ دھیان نہ دیا۔

"ڈنگان!" ریچل نے پوچھا "کیا ڈنگان مر گیا؟ جب رچرڈ زولولینڈ میں آیا تھا تب وہ تندرست تھا۔ لیکن اس کے بعد سے میں نے ڈنگان کو نہیں دیکھا۔ کیسے مرا وہ؟"

"وہ نہیں مرا زولا" نوئی نے جواب دیا "لیکن بہت جلد مر جائے گا کیونکہ خود تم اس کی موت کی پیشین گوئی کر چکی ہو۔ البتہ خود تم عارضی طور پر گویا مر گئی تھیں لیکن یہ کہانی میں تمہیں بعد میں سناؤں گی۔ اس وقت تو تمہیں آرام کرنا چاہئے کیونکہ تم بہت زیادہ تھکی ہوئی ہو۔"

"ہاں۔ ریچل نے ایک ہچکی لے کر کہا "رچرڈ مر گیا تھا تو شاید میں بھی

مر گئی تھی لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ مجھے نئی زندگی مل گئی ہے اور یہ بہت برا ہوا ہے۔ نوئی! نوئی! تم نے مجھے اپنے حال پر ہی کیوں نہ چھوڑ دیا کہ مجھے اس خوفناک جنگل میں لے آئیں اور مجھے سب کچھ یاد آگیا۔ اب زندگی ایک عذاب ہوگی میرے لئے۔"

"اس لئے زولا کہ یہ تمہارے لئے مقدر ہو چکا تھا" نوئی نے جواب دیا۔ "نہیں زولا! بہ یک وقت ہنسنے اور رونے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ تمہارے لئے کچھ اور ہی مقدر ہو چکا ہے۔"

اور پھر اس نے جھک کر نایا کے کان میں کچھ کہا۔

بوڑھی بونی نے اپنا سفید بالوں والا سر ہلایا اور ریچل کا ہاتھ پکڑ کر اسے اس جگہ لے گئی جہاں چند نرم اور روئیں دار کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔

"لیٹ جاؤ" نایا نے کہا "اور آرام کرو اے سفید فام حسینہ۔ اور پھر بیدار ہو کر کھانا کھاؤ اور پُر قوت بن جاؤ۔"

اور اس نے ریچل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں بالکل اسی طرح جس طرح ایدہ اس وقت اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیتا تھا جب اس پر دیوانگی کا دورہ پڑتا تھا۔ نایا بونوں کی بولی میں کوئی لوری بھی گا رہی تھی۔

وہ دیوانگی اور وحشت جو ریچل کی آنکھوں سے جھانکنے لگی تھی آہستہ آہستہ بجھنے لگی، اس کے پپوٹے خود بخود جیسے بوجھل ہو کر جھک گئے اور تھوڑی دیر بعد ہی وہ گہری نیند سو رہی تھی۔

کئی گھنٹوں بعد وہ بیدار ہوئی، اٹھ کر بیٹھ گئی اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگی اور پھر چراغوں کی مردہ روشنی میں دیکھا کہ اس کے قریب نوئی بیٹھی ہوئی تھی اور چند قدم کے فاصلے پر وہ بڑھیا بیٹھی اس کی طرف دیکھ رہی تھی جو مادر سنجر کہلاتی تھی۔

اور ریچل کو سب کچھ یاد آگیا۔

"خاتون! بڑے دل خوش کن خواب دیکھے ہیں تم نے اور اب تم تندرست ہو پوری طرح ہے نا؟" نایا نے پوچھا۔

"ہاں ماں۔ بہت حسین خواب دیکھے ہیں میں نے۔ بہت خوشگوار خواب تھے، اسی لئے تو بیدار ہونے کے بعد میں اداسی محسوس کر رہی ہوں اور بے شک میں تندرست بھی ہوں حالانکہ میں مرنا چاہتی ہوں۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو پھر کھلے ہوئے دروازے میں سے گزر کر شجر حیات کے سائے میں جا بیٹھو اور تمہاری یہ آرزو بہت جلد پوری ہو جائیگی" نایا نے جواب دیا لیکن پھر بدلی ہوئی آواز میں یوں اضافہ کیا "لیکن تمہیں وہاں نہ جانا کیونکہ تم حسین ہو اور جوان ہو اور تمہاری رگوں میں سرخ گرم خون گردش کر رہا ہے۔ اور تم کھلی ہوا اور روشنی کی بیٹی ہو، تمہاری اندھیری دنیاؤں اور عالم ارواح سے کیا تعلق؟ موت بوڑھوں کے لئے ہے، موت خوابوں کے شکاریوں کے لئے ہے، موت ان کے لئے ہے جو موت سے محبت کرتے ہیں لیکن تمہارے لئے تو زندگی ہے۔ زندگی۔"

"ان سے کہو نوئی کہ میری والدہ، جو غیب میں تھیں اکثر کہا

کرتی تھیں کہ اپنی طویل عمر پوری کر کے مروں گی اور مجھے خوف ہے کہ مجھے یہ طویل عمر، زندگی کا طویل راستہ اکیلے ہی طے کرنا ہوگا۔"

"ہاں۔ ہاں۔ تمہاری ماں نے غلط نہیں کہا" نایا نے کہا"۔ رہی دوسری بات کہ زندگی کا راستہ تم اکیلی ہی طے کرو گی تو یہ تم نے کیسے کہہ دیا؟ ——— لیکن خیر۔ تمہیں بھوک معلوم ہو رہی ہوگی۔ کچھ کھا لو۔ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔"

اور اس نے تپائی کی طرف اشارہ کیا جس پر کھانا چُنا ہوا تھا۔

ریچل نے چکھا تو لذیذ تھا۔ کسی قسم کا دلیہ تھا جو پتہ نہیں کا ہے کا بنا ہوا تھا اور جنگل کے پھل تھے لیکن گوشت نہ تھا۔ ریچل نے بڑی رغبت سے کھایا، نوئی نے اس کا ساتھ دیا لیکن نایا نے تھوڑا سا کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔

"کیا ضرورت ہے کھانے کی" اس نے کہا "کیونکہ میری موت قریب آ رہی ہے۔"

جب وہ کھانے سے فارغ ہوئیں تو گونگے اور بہرے بونے آئے اور بچا کھچا کھانا اٹھا کر چلے گئے۔ ان کے جا چکنے کے بعد تینوں عورتوں نے اس چشمے میں غسل کیا جو فوارے کی شکل میں غار کے فرش میں سے نکل آیا تھا۔ پھر نوئی نے ریچل کے سنہرے ریشمی بالوں میں کنگھی کی اور اسے وہ چغہ پہنا دیا جو دھو لیا گیا تھا اور پھر اس پر برف جیسا سفید لبادہ ڈال دیا۔ یہ ایسا لبادہ تھا جیسا کہ بونے پہنا کرتے تھے جب ریچل سو رہی تھی تو نوئی اور نایا نے کسی قسم کے ریشوں سے یہ لبادہ بُن لیا تھا۔

نوئی اسے یوں سنوار کر پیچھے ہٹی۔ وہ اس کے حسن کو دیکھ رہی تھی اور محظوظ ہو رہی تھی۔ چند ثانیوں بعد ہی مندر کے دو بہرے اور گونگے محافظ غار میں رینگ آئے اور نایا کے سامنے بیٹھ کر کچھ اشارے کرنے لگے

"کیا بات ہے؟" ریچل نے بے چینی سے پوچھا۔

"ایدو آیا ہے اور ہم سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔" مادرِ شجر نے جواب دیا۔

"ایدو سے مجھے خوف آتا ہے چنانچہ باہر نہ آؤں گی" ریچل نے کہا۔

"نہیں خاتون۔ ڈرنے اور خوفزدہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ یہاں وہ تمہیں اور کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ مقام مقدس ہے۔ آؤ۔ اس کاہن سے ملاقات کریں۔ ہو سکتا ہے کہ ہم چند اہم باتیں معلوم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔"

اکیسواں باب

مُردوں کا شہر

نایا اور اس کے پیچھے ریچل اور نونی غار کے دہانے کی طرف چلیں - ادھر وہاں غار کے دہانے میں کہ سورج کی شعاعوں سے بچ سکے، ایلدو بیٹھا ہوا تھا اور اکیلا نہ تھا بلکہ ہانا اور چند دوسرے کاہن اس کے ساتھ تھے - جب ریچل آگے بڑھی تو ان سب نے اٹھ کر اسے سلام کیا البتہ نایا اور نونی کی طرف کوئی متوجہ نہ ہوا۔

"بڑھیا! تمہیں تو وہاں اس احاطے میں ہونا چاہئے" ایلدو نے نایا سے کہا اور اس مقام موت کی طرف اشارہ کیا جو شاہ بلوط کے سائے میں تھا "رات بھر ہم تمہارے گرے ہوئے درخت کی ٹہنیاں کاٹتے رہے ہیں کہ وہ جلد از جلد خشک ہو جائے - تمہاری موت کا وقت آگیا ہے۔"

"میں اس وقت مروں گی جب میرا درخت مر جائے گا - نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد" نایا نے جواب دیا "مرنے سے پہلے مجھے بہت سے کام کرنے ہیں اس کے علاوہ عمدہ مٹی میں میں نے ایک نیا درخت لگا دیا ہے جو اگ آئے گا۔"

"ہاں - تمہارا یہ نیا درخت میں دیکھ چکا ہوں - وہ چہار دیواری کے باہر ہے لیکن کئی نسلوں بعد ہی کوئی مادر شجر اس کے سائے میں بیٹھ سکے گی - بہرحال جب تک تمہارا جی چاہے زندہ رہو کیونکہ اس سے کوئی فرق نہ

پڑ جائے گا۔ اب تم ہماری ماں تو رہی نہیں ۔ اور یہ بھی سن لو کہ ہر ایک نے تمہیں چھوڑ دیا ہے البتہ چند بیوقوف اب بھی تمہارا دم بھر رہے ہیں لیکن وہ لوگ بھی اب موت کے ٹیلے پر چلے گئے ہیں کہ عالم ارواح میں تمہارا استقبال اور تمہاری خدمت کر سکیں ۔"

"میں ان کی مشکور ہوں" نایا نے کہا "اور روحوں کی دنیا میں ہم سب ساتھ مل کر حکومت کر سکیں گے"۔

"رہے بقیہ لوگ" ایدو نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "تو وہ تمہارے خلاف ہیں کیونکہ دیکھ چکے ہیں کہ تم نے ہمارے ایک ساتھی پر سرخ موت نازل کر دی تھی ۔ میری مراد ہمارے اس ساتھی سے ہے جس پر تم نے اپنے جادو کے زور سے ایک ٹہنی گرا دی تھی"۔

"اے کاہن! کون تھا وہ جس نے موت نازل کرنے کی کوشش کی تھی؟ اس مقام مقدس سے باہر کس نے مجھ پر تیر چلایا تھا؟"۔

"میں نہیں جانتا" ایدو نے جواب دیا "لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیر انداز اناڑی تھا کہ تم اب تک زندہ ہو ۔ بہر حال ہم بہت برسوں تک تمہاری واہیات حکومت برداشت کرتے رہے کیونکہ گزشتہ مادرِ شجر کا درخت تمہارے قدموں پر گرا تھا جس طرح کہ تمہارا درخت اس سفید فام حسینہ کے قدموں پر گرا ہے ۔ کئی برسوں سے میرے اور تمہارے درمیان اقتدار حاصل کرنے کے لئے خاموش جنگ ہوتی رہی تھی لیکن اب تم مر چکیں اور فتح میری ہوئی چنانچہ اب خاموش رہو اور چونکہ اس اناڑی تیر انداز کا نشانہ خطا کر گیا اس لئے اب مر جاؤ سکون سے ۔ اب کسی کو تمہاری ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب تم بوڑھی ہو چکی ہو نہ تم میں جوانی ہے، نہ نزاکت ہے۔

اور نہ ہی قوت ہے"۔

"بلے شک میں تو سکون سے مروں گی" نایا نے غصّے ہو کر کہا"۔ لیکن اے غدار کاہن! آج کے بعد تم کبھی سکون نہ پاسکو گے اور نہ وہ لوگ پائیں گے جو تمہارا ساتھ دیں گے۔ جب جوانی اور نزاکت ماند پڑ جاتی ہے تو دانائی چمک اٹھتی ہے اور ایدو دانائی حقیقی قوت ہے۔ گذشتہ رات میں نے پیالے میں دیکھا تھا اور وہ باتیں نظر آئی تھیں مجھے ایدو جو تمہارے متعلق اور ہماری پوری قوم کے متعلق ہیں۔ یہ باتیں تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہیں اور بڑی لرزہ خیز باتیں ہیں یہ۔ وہ واقعات جو اس وقت سے اب تک یہاں وقوع پذیر نہیں ہوئے جب سے یہاں شجر حیات کا بیج پڑا تھا اور ہماری قوم کی روح اس میں چلی گئی تھی"۔

"تو پھر بتاؤ کیا دیکھا تم نے؟ بتاؤ کون سے ہیں وہ خوفناک واقعات جو ہونے والے ہیں؟" ایدو نے اس خوف کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا جو اس کی گول گول آنکھوں سے ظاہر ہونے لگا تھا۔

"نہیں کاہن۔ میں نہ بتاؤں گی۔ تم زندہ رہو گے اپنی آنکھوں سے ان واقعات کو دیکھ لو گے۔ ہاں۔ تم اور تمہارے غدار ساتھی ان واقعات کو دیکھ لیں گے۔ بہرحال برسوں تک میں نے تم سب کی خدمت کی ہے میں نے تمہیں امن و سکون اور رحم و کرم دیا ہے اور سفید علم سے حکومت کی ہے۔ جسے میں بچا سکی ہوں۔ اسے میں نے بچایا ہے، جہاں تک میرے اختیار میں تھا میں نے لوگوں سے موت اور مصیبت دور رکھی۔ میرے سائے میں ہمارے غلام بھی امن اور سکون سے رہے ہیں اور آرام و اطمینان سے رہے ہیں۔ یہ سب میں نے کیا ہے کیونکہ جانتی تھی کہ تم میرے خلاف

سازش کر رہے ہو، جانتی تھی کہ تم اپنے سحر کے زور سے میرے درخت کو گرا دینا چاہتے تھے اور یہ بھی جانتی تھی کہ میرا وقت ہے اور وہ وقت آگیا جیسا کہ اسے آنا ہی چاہئے تھا اور مجھے اس کا غم نہیں ہے۔ بیوقوف! میں جانتی تھی کہ یہ وقت آئے گا اور یہ بھی جانتی تھی کس طرح آئے گا۔ اس کنواری حسینہ کو، جسے تم ملکہ بنانا چاہتے ہو' میں نے بلایا ہے کیونکہ جانتی تھی کہ میرا درخت اسی کے قدموں پر سجدہ ریز ہوگا۔ سیاپی کی روح نے ـــــ اس سیاپی کی روح نے جسے تم نے بلاوجہ ہی جلاوطن کر دیا تھا ـــــ اس سفید فام اور اپنی بیٹی نوئی کے متعلق مجھے سب کچھ بتا دیا تھا اور انجام بھی بتا دیا تھا۔ چنانچہ ایدو تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ اس سفید فام کو تم لائے ہو۔ نہیں۔ اسے تو میں لائی ہوں اور اس کے قدموں پر میرا درخت سجدہ ریز ہوگیا جیسا کہ مقدر ہو چکا تھا اور اس حسینہ نے سرخ موت سے مجھے بچا لیا جیسا کہ مقدر ہو چکا تھا اور اس نے مجھے نفرت نہیں محبت دی اور میں بھی اسے نفرت نہیں محبت دے رہی ہوں۔ رہی دوسری باتیں سو وہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ ہاں۔ تم سب دیکھ لوگے۔ میں ختم ہوگئی۔ میں مر گئی لیکن میں کسی اور جگہ زندہ ہوں اور رہوں گی اور تم دیکھ لوگے۔"

ایدو نے کچھ کہا ہوتا لیکن ہانا نے، جس کو نایا کے الفاظ نے بیحد خوفزدہ کر دیا تھا، اس کی آستین کھینچ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور اس کے کان میں کچھ کہا۔ چنانچہ وہ خاموش ہو رہا لیکن چند ثانیوں بعد ہی اس نے پھر زبان کھولی اور اس دفعہ ریچل کو مخاطب کیا اور نوئی سے کہا کہ وہ اس کی باتوں کا ترجمہ ریچل کو سناتی جائے ـــ

"سفید فام" وہ بولا "اس بڑھیا کی باتوں پر دھیان نہ دو کیونکہ یہ تو سٹھیا گئی ہے۔ جب تمہاری روح بھٹک رہی تھی تو اس وقت بھی مجھے تمہاری ذات میں عظمت کا تخم نظر آگیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے وحشی ڈنگان سے تمہیں مانگ لیا اس کے علاوہ میں نے اور لونی نے، جو مر چکا، اور ہانا نے اپنے علم کے زور سے معلوم کر لیا تھا کہ نایا کا درخت تمہارے ہی قدموں پہ سجدہ ریز ہوگا اور یہ کہ اس کے بعد تم ہی ہم لوگوں پر حکومت کرو گی۔ چنانچہ اب پوری قوم نے تمہیں مادرِ شجر نامزد کر دیا ہے اور تمہارے لئے ایک درخت بھی منتخب کر لیا گیا ہے جو جوان اور مضبوط ہے چنانچہ صدیوں تک گرنے نہ پائے گا۔ چنانچہ آؤ، اس درخت کے سائے میں بیٹھ جاؤ اور ہماری ملکہ بن جاؤ۔"

"میں کیوں آنے لگی؟" ریچل نے کہا "اور وہ بھی یہ جانتے ہوئے کہ تم اپنی ملکہ کو برے حالوں اور عبرت انگیز مقام تک پہنچا دینے والے ہو؟ تم کسی اور کو اپنی ملکہ بنا لو۔"

"انکو سازانہ! اگر ہم چاہیں بھی تو ایسا نہیں کر سکتے" ایدو نے جواب دیا "کیونکہ یہ معاملات ہمارے نہیں بلکہ روحوں کے اختیار میں ہیں۔ سنو! ہم بہت عمدہ سلوک کریں گے تمہارے ساتھ۔ تمہیں عظیم بنا دیں گے اور تمہاری عظمتوں کے طفیل ہم بھی عظیم بن جائیں گے۔ کیونکہ تمہارے پاس وہ علم ہے جو کسی اور کے پاس نہیں ہے حالانکہ تم خود اپنی اس خصوصیت سے واقف نہیں ہو۔ ہم معمولی اور چھوٹی باتوں سے اب اکتا گئے ہیں چنانچہ اب ہم دنیا پر حکومت کریں گے۔ تمام قومیں، دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک، تمہارے سامنے سر جھکائیں گی

اور تم سے استخارا معلوم کرنے کے وفود آئیں گے۔ تم ان سے دولت حاصل کرو گی اور انھیں اِدھر اُدھر دوڑاؤ گی جس طرح کہ ہوا بادلوں کو دوڑاتی پھرتی ہے۔ تم جنگ برپا کرو گی اور تم امن قائم کرو گی۔ تمہارے ایک اشارے پر قومیں اٹھ کھڑی ہوں گی اور دوسرے اشارے پر موت کی آغوش میں جا سوئیں گی۔ ان کے بادشاہ تمہارے باج گذار ہوں گے اور شہزادے تمہاری خدمت میں تحائف لے کر حاضر ہوں گے۔ تم ایک دیوی کی طرح حکومت کرو گی"۔

"اور اس وقت تک حکومت کرو گی جب تک خود ایدو چاہے گا" نایا نے آہستہ سے کہا "اور پھر تمہارا بھی وہی انجام ہوگا جو میرا ہوا ہے۔ اس کی باتوں میں نہ آنا خاتون۔ دیوی نہیں عورت بنی رہو کیونکہ اسی طرح تم زندگی کی تمام مسرتیں حاصل کر لو گی۔"

"تمہارا مطلب یہ ہے ایدو"۔ ریچل نے کہا "کہ میں صرف نام کی ملکہ ہوں گی اور حکومت دراصل تم کرو گے اور یہ کہ تم جو کہو گے وہی مجھے کرنا ہوگا۔ نوئی! کہہ دو اس سے کہ اس کی یہ آرزو کبھی پوری نہ ہوگی۔ جب میں یہاں آئی ہوں تو ایک صدمے سے پاگل ہو رہی تھی اور کچھ نہ جانتی تھی لیکن اب میں اپنے آپ میں آ گئی ہوں اور جلد ہی یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

اس جواب نے ایدو کو آگ بگولا کر دیا۔

"ایک بات کا میں وعدہ کرتا ہوں زولا" وہ بولا "خوابوں کے شکاریوں کی پوری قوم کی طرف سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہاں سے تم زندہ نہ جا سکو گی بے شک یہاں تم شجرِ موت، جو شجرِ حیات بھی ہے، کے سائے میں بیٹھی ہو چنانچہ محفوظ ہو لیکن جلد یا بدیر تمہیں یہاں سے نکال لانے کا راستہ

تلاش کر لیا جائے گا اور پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ کون زیادہ طاقتور ہے ۔ تم یا ایدو ۔ جیسا کہ اس بڑھیا کو، جو تمہارے پیچھے کھڑی ہوئی ہے معلوم ہو ہی چکا ہے چنانچہ فی الحال الوداع ۔ میں لوگوں سے کہہ دوں گا ۔ چونکہ تم تھکی ہوئی ہو اس لئے آرام کر رہی ہو اور یہ کہ تمہاری جگہ فی الحال میں حکومت کروں گا ۔ اس وقت تک الوداع انکوسازانہ جب تک کہ ہماری ملاقات اس مقام مقدس کی چہار دیواری سے باہر نہیں ہو جاتی ۔

اور وہ اٹھا اور رہانا اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ باہر چلا گیا ۔

چند قدم چلنے کے بعد وہ پلٹا اور ٹیلے کی چوٹی کی طرف اشارہ کر کے اور چیخ کر نایا سے کہا :۔

" بڑھیا ! جاکر دیکھو وہاں ۔ شجر حیات کے سائے میں تمہیں اپنے وفادار بیٹھے اور موت کا انتظار کرتے نظر آئیں گے تم بزدل ہو کہ اب تک اس احاطے سے باہر بیٹھی ہوئی ہو ۔ "

" نہیں ایدو " نایا نے جواب دیا " بزدل تو تم ہو کہ تم نے ان لوگوں کو مقام موت میں بھیج دیا ہے کیونکہ وہ لوگ اچھے ہیں اور تم برے ہو جب میرا وقت آئے گا تو میں بھی ان کے پاس چلی جاؤں گی لیکن اس سے پہلے نہیں ۔ اور یہ بھی سن لو کہ میرے بعد تم بھی جلد ہی روحوں کی دنیا میں پہنچ جاؤ گے ۔ ایدو ! تمہاری فتح اور کامرانی کا عرصہ بہت مختصر ہے اور پھر تمہارے لئے بھی رات آجائے گی ۔ اندھیری اور نہ ختم ہونے والی رات ۔ "

ایدو نے یہ الفاظ سنے اور اس کے زرد چہرے کا رنگ غصے یا شاید

خوف سے سفید ہو گیا۔ وہ زمین پر پیر پٹخنے لگا، وہ اپنے ننھے ننھے گھونسے ہلانے اور نایا کو کوسنے لگا لیکن نایا اس کی کچھ بھی پروا کئے بغیر پلٹ کر غار میں آئی اور وہاں بچھی ہوئی کھال پر بیٹھ گئی۔

"ماں! یہ شخص ایدو تم سے اس قدر نفرت کیوں کرتا ہے؟" ریچل نے پوچھا۔

"اس لئے خاتون کہ ہر برے شخص کو اچھے شخص سے نفرت ہوتی ہی ہے۔ کئی برسوں سے ایدو کوشش کر رہا تھا کہ وہ میرے ذریعہ خوابوں کے شکاریوں پر حکومت کرے اور اپنے کالے علم سے برے کام کرے لیکن میں نے اس کی ان کوششوں کو کامیاب ہونے نہ دیا۔ وہ زولوؤں کے بادشاہ ڈنگان کی طرح بادشاہ بننا، ہمارے قدیم رازوں کو افشا کرنا اور قدیم رسم کو توڑنا چاہتا تھا۔ وہ غلام قبیلے اوم کلوس کی فوج تیار کر کے انہیں جنگ پر بھیجنا اور ممالک فتح کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے لئے ایک بڑا گھر بنوانا اور اپنے لئے بہت سی بیویاں رکھنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس کی رسی مضبوطی سے اور کھینچ کر پکڑ رکھی تھی چنانچہ اس کی یہ آرزوئیں پوری نہ ہوئیں۔ چنانچہ وہ میرے خلاف سازش کرنے لگا لیکن میرا سحر اس کے سحر سے عظیم اور زوردار تھا اور جب تک میرا درخت ایستادہ تھا ایدو کچھ نہ کر سکتا تھا لیکن آخرکار وہ تمہارے قدموں پر آ گرا جیسا کہ پہلے سے مقدر ہو چکا تھا اور یہ ایدو بھی جانتا تھا اور اس نے مجھے فوراً سرخ موت کے حوالے کر دیا ہوتا لیکن تم نے مجھے بچا لیا اور اس کے لئے میں تمہیں ہمیشہ دعائیں دیتی رہوں گی۔"

"اور وہ تمہاری جگہ مجھے مادرِ شجر کیوں بنانا چاہتا ہے؟"

"اس لئے کہ میرا درخت تمہارے قدموں پر گرا تھا چنانچہ اب خوابوں کے شکاری یہی چاہتے ہیں تمہیں مادرِ شجر بنایا جائے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر ایک دفعہ تم کاہنہ کے بندھن میں بندھ گئیں، اگر اس کا خون تمہاری رگوں میں آگیا تو پھر تمہاری پاک روح اسے اس کے گناہوں سے محفوظ رکھے گی اور تمہارا علم اور تمہاری دانائی، جو ایدو کو تمہاری ذات میں نظر آگئی ہے، اسے اس قدر عظیم بنادے گی کہ پہلے کبھی کوئی اس قدر عظیم نہ رہا ہوگا۔ لیکن خاتون کسی قسم کے لالچ میں نہ آنا کیونکہ اگر ایک دفعہ بھی تم نے ایدو کے حکم سے سرتابی کی تو وہ تمہارے درخت کو گرانے اور تمہاری زندگی کے چراغ کو بجھا دینے کا ایک نہ ایک طریقہ سوچ لے گا اور پھر تمہاری جگہ کسی اور کو مادرِ شجر بنالے گا۔ خاتون! اس کی باتوں میں نہ آنا کیونکہ جان لو کہ یہاں تم محفوظ ہو۔"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو جیسا تم نے کہا۔ لیکن ماں میں کب تک یہاں اس اداس مقام میں رہوں گی؟ غموں سے اور صدمات سے میرا دل بوجھل ہو رہا ہے اور میں بھی بہت جلد ابدی سکون حاصل کرنے کے لئے شجرِ حیات کے سائے میں چلی جاؤں گی۔"

"بتاؤ مجھے کہ کیا غم ہیں تمہیں؟" نایا نے بڑی شفقت سے پوچھا "غالباً میں تمہارے تمام غموں سے واقف نہیں ہوں۔ بتاؤ شاید میں تمہاری کوئی مدد کرسکوں"۔

چنانچہ ریچل نایا کے سامنے بیٹھ گئی، نوئی ترجمان کی خدمات انجام دینے لگی اور ریچل نے اپنی سرگذشت ابتدا سے اس مقام تک سنا

دی جب اس نے مافوق ڈالوں کو ریچل کی لاش لے جاتے دیکھا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کے بعد کے واقعات اسے یاد نہیں یہاں تک کہ اس نے اپنے آپ کو نایا کے گرے ہوئے درخت کے سامنے کھڑے پایا۔ بڑی طویل داستان تھی یہ چنانچہ جب اس نے اپنی داستان ختم کی تو رات کا اندھیرا اتر چکا تھا لیکن اس طویل داستان کو نایا غور اور خاموشی سے سنتی رہی اور ریچل کی طرف ہمدردی سے دیکھتی رہی۔

آخر کار ریچل خاموش ہو گئی اور نایا نے کہا:۔

" بڑی غمناک داستان ہے اور واقعی درختوں کی سرزمین کے اس پار کی دنیا بہت بری دنیا ہے کہ وہاں بے دریغ خون بہایا جاتا ہے۔ بتاؤ خاتون اب تم کیا چاہتی ہو؟۔"

" صرف یہ کہ میں جلد از جلد اس کے پاس پہنچ جاؤں جسے میں چاہتی ہوں اور جسے اتھمیل نے زہر دے دیا تھا۔ "

" ریچل نے جواب دیا " اور اپنے والدین کے پاس پہنچ جاؤں جنہیں اتھمیل کے حکم سے زولوؤں نے قتل کر دیا تھا۔ "

" اگر وہ لوگ مر چکے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے الاّ یہ کہ خود تم بھی مر جاؤ؟ چنانچہ ادھر چلی جاؤ، درخت کے سائے میں بیٹھ جاؤ، شجر حیات کا زہر تم پر ٹپکے گا اور پھر تم اس دنیا سے رخصت ہو کر ان لوگوں کے پاس پہنچ جاؤ گی جنہیں تم تلاش کر رہی ہو"۔

" نہیں ماں! یہ تو خودکشی ہے اور ہمارے مذہب میں خودکشی بہت بڑا گناہ ہے۔"

" تو پھر تمہیں انتظار کرنا ہو گا یہاں تک کہ موت تمہیں تلاش

کرتی ہوئی آجائے اور تم جانو انتظار کا یہ زمانہ بڑا طویل ہوگا۔"

"اب تک بھی بہت طویل رہا ہے ماں اور میں نہیں جانتی کہ موت کے آنے تک میری زندگی کیسے بسر ہوگی کیونکہ اب اس دنیا میں میرا کوئی نہیں رہ گیا ہے سوائے نوئی کے۔"

اور ریچل رو پڑی۔

"نہیں بیٹی۔ نوئی کے علاوہ میں بھی تو تمہاری ہوں" نایا نے کہا اور ریچل کے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا "حالانکہ یہ بھی سچ ہے کہ میں بہت دنوں تک تمہارے ساتھ نہ رہوں گی۔"

اس کے بعد وہ لوگ خاموش ہو رہے۔ خاموشی کے اس طویل وقفے کے بعد نایا نے سر اٹھا کر ریچل کی طرف دیکھا اور دفعتہً پوچھا۔

"سفید خاتم! تم بہادر ہو؟۔"

"زولو اور دوسرے لوگ تو ایسا سمجھتے ہیں"۔ ریچل نے جواب دیا۔

"لیکن بہادری اب مجھے کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے؟۔"

"جسم کی بہادری اور روح کی جرأت خاتون۔ اگر تم اپنے محبوب کو دیکھ لو اور بڑے یقین سے جان لو کہ وہ زندہ ہے —— ہاں اسی دنیا میں اور آسمان تلے زندہ ہے —— اور تمہارا انتظار کر رہا ہے تو کیا پھر تمہیں سکون میسر آئے گا؟۔"

"سکون! اس سے بڑا سکون اور اس سے بڑی مسرت میرے لئے اور کیا ہو سکتی ہے؟" ریچل نے کہا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا تھا اس کا سینہ سانس کے زیر و بم سے اٹھ اور گر رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں انبساط کی چمک تھی۔

"لیکن ـــ لیکن ـــ" ریچل نے رک رک کر کہنا شروع کیا "یہ کیسے ممکن ہے؟ ہاں۔ کیسے ممکن ہے؟ موت اسے لے گئی ــــ موت نے ہم دونوں کو جدا کر دیا ــــــ اور اب ہم دونوں کے درمیان وہ خلیج حائل ہے جسے مر کر عبور کیا جا سکتا ہے۔"

"یہ تو تم کہہ رہی ہو" نایا نے کہا "لیکن میں بڑی قوتوں والی ہوں اور تمہاری روح پاک اور صاف ہے۔ شاید میں تمہاری روح کو اس خلیج کے اس پار بھیج سکتی ہوں اور واپس اس دنیا میں بلا سکتی ہوں۔ لیکن اس راہ میں خطرات ہیں۔ میرے لئے بھی اور تمہارے لئے بھی۔ آجتک میں نے یہ خطرہ مول نہیں لیا ہے اور تمہارے لئے تو یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری روح کو واپس بلانے میں ناکام رہوں اور پھر تمہاری روح اسی دنیا میں، دوسری دنیا میں ہی رہ جائے۔"

"اگر میری روح دوسری دنیا میں رہ بھی گئی تو اس کی مجھے پروا نہ ہو گی بشرطیکہ وہ میرے محبوب کے ساتھ رہے۔ ہاں! مجھے اس سفر پر بھیج دو اور اگر میں زندہ رہی تو اور اگر مر گئی تو بھی تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گی۔"

چند ثانیوں تک نایا کچھ سوچتی رہی۔ پھر بولی:۔

"تمہارے لئے میں وہ کروں گی جو میں نے آجتک کسی کے لئے نہیں کیا کیونکہ تم نے مجھے ایدو سے اور سرخ موت سے بچایا ہے۔ بے شک میں تمہارے لئے یہ بھی کروں گی۔ لیکن پہلے تم کھانا کھا لو اور پھر آرام کرو۔ جیسا میں کہتی ہوں ویسا ہی کرو ورنہ میں کچھ نہ کروں گی۔"

چنانچہ ریچل نے کھانا کھایا اور چونکہ وہ غنودگی محسوس کر رہی

تھی اس لئے تھوڑی دیر کے لئے سو بھی گئی اس لئے سفر کی تکان اب تک دور نہ ہوئی تھی یا شاید اس کا دماغ، جو حال ہی میں ٹھکانے پر آیا تھا، آرام اور سکون چاہتا تھا یا پھر یہ بات تھی کہ کھانے میں کوئی خواب آور دوا ملا دی گئی تھی۔ بہر حال وہ سو گئی اور جب بیدار ہوئی تو نایا اسے غار کے دہانے پر لے آئی۔ چند لمحوں تک وہ وہاں کھڑی آسمان میں آنکھیں جھپکتے ہوئے تاروں کو دیکھتی رہی۔ ہوا بند تھی اور گہری خاموشی طاری تھی البتہ وقتاً فوقتاً جنگل میں گرتے ہوئے درختوں کی آواز ان کے کانوں تک پہنچ رہی تھی کبھی یہ آواز بے حد ہلکی ہوتی جیسے کسی نے روئی کا گٹھر زمین پر گرا دیا ہو اور یہ اس درخت کی آواز ہوتی جو میلوں دور گرا ہوتا اور کبھی یہ آواز بادل کی گرج سے مشابہ ہوتی اور یہ اس درخت کی آواز ہوتی جو کہیں قریب ہی گرا ہوتا۔

اس جگہ کا پُر اسرار منظر اور خاموشی ریچل کے دل میں اترنے لگی۔ آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے، پراسرار اندھیرا اور میلوں تک پھیلا ہوا جنگل جس میں درخت اپنی عمریں پوری کرکے صدیوں کے بعد گر رہے تھے، ٹیلے پر کھڑا ہوا عظیم الشان شاہ بلوط جس کی شاخوں سے کائی کی جٹائیں لٹک رہی تھیں اور جس کے سائے میں بیٹھے ہوئے بونے یکے بعد دیگرے اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے، وہ بونی اور بڑھی عورت جو اس کے قریب کھڑی ہوئی تھی اور جسے اپنی موت کا یقین تھا اور جس کے ماتھے پر موت کی مہر لگ چکی تھی اور نوئی جس نے ریچل کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے رکھا

تھا۔۔۔۔۔ قبول صورت"، وفادار نوئی جو تاروں کی اندھی روشنی میں تقریباً غیر ارضی معلوم ہو رہی تھی اور وہ بہرے اور گونگے بونے جو چٹائیوں پر بیٹھے زمین کی طرف دیکھ رہے تھے اور کبھی کبھی اٹھ کر مقدس احاطے میں چلے جاتے اور باہر آتے تو کسی کی لاش اٹھائے ہوئے ہوتے۔ ہاں۔ یہ سب کچھ پر اسرار تھا، یہ سب کچھ عجیب تھا۔

ریچل یہ سب کچھ دیکھ اور سن رہی تھی اور ایک نئی قوت اس کے رگ و ریشے میں سرایت کر رہی تھی۔ ابتدا میں وہ خوف زدہ تھی۔ لیکن اب اس کے دل میں جرأت ہمت کے سوتے پھوٹ نکلے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہ قوت اس ننھی عورت میں سے اس کے دل میں منتقل ہو رہی تھی جو اس کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔ وہی مادرِ شجر، وہی اسرار کی ملکہ اور وہی ساحروں کی ماں جس کے سینے میں صدیوں سے ایک نیم انسان قوم کا علم اور دانائی سرایت کر گئی تھی۔

"تاروں کی طرف دیکھو خاتون اور رات کو دیکھو" نایا ایک عجیب آواز میں کہہ رہی تھی "کیونکہ جلد ہی تم اس کے اس پار ہوگی اور شاید پھر کبھی تم انھیں دیکھ نہ سکو گی۔ تم خوف زدہ تو نہیں ہو؟ اگر ہو تو کہہ دو کہ ہم یہ سفر پھر نہ کریں اور اسے تلاش کرنے نہ جائیں جسے شاید تم پا نہ سکو۔"

"نہیں۔ میں خوف زدہ نہیں ہوں" ریچل نے جواب دیا۔ "لیکن ماں! ہم جائیں گے کہاں؟"۔

"موت کی سرزمین میں اور مردوں کے شہر میں۔ چلو۔ اس سفر

پر روانہ ہونے کا وقت آگیا ہے۔ آدھی رات رہتی ہے۔ دیکھو وہ ستارہ شجرِ مقدس پر آگیا ہے" اور اس نے ایک بے حد روشن ستارے کی طرف اشارہ کیا جو عظیم الشان شاہ بلوط کی عین چوٹی پر روشن تھا "یہی وہ ستارا ہے جو تمہارے سفر کا نشانِ راہ ہے اب وقت آگیا ہے۔"

"ماں!" نوئی نے پوچھا "میں بھی آسکتی ہوں اپنی بہن کے ساتھ کیونکہ مجھے بھی اپنے مرحومین سے ملنا ہے؟ اور جہاں میری بہن جائے گی میں بھی جاؤں گی۔"

"اے سیاپی کی بیٹی! چاہو تو تم بھی چل سکتی ہو کیونکہ یہ راستہ کافی چوڑا ہے۔ اور اگر میں واپس نہ آسکی اور اوپر ہی رہ گئی تو شاید تم سفید فام کو زمین پر لے آؤ گی کیونکہ تمہاری رگوں میں ہمارا ہی تو خون ہے۔"

اور پھر نایا غار میں داخل ہو کر چراغوں کے دائرے میں اور سونے کے اس ستون کی طرف پشت کر کے بیٹھ گئی جس کی شکل درخت جیسی تھی اور اس نے ریچل اور نوئی کو اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ فوراً ہی دو گونگی اور بہری بوڑھی عورتیں نمودار ہوئیں اور نایا کو دائیں بائیں بیٹھ کر ان پیالوں میں دیکھنے لگیں جن میں شفاف شبنم بھری ہوئی تھی۔ نایا نے اشارہ کیا اور دونوں گونگی بہری عورتوں نے بدستور پیالوں میں دیکھتے ہوئے ان چھوٹے نقاروں کو آہستہ آہستہ پیٹنا شروع کیا جنہیں وہ اپنے ساتھ لائی تھیں۔ نقاروں کی آواز عجیب اور لڑکھڑاتی ہوئی سی تھی۔ نایا نقاروں کی آواز کی تال پر نیچی آواز میں

کوئی گیت گا رہی تھی۔ ایک پُراسرار اور وحشت انگیز گیت۔ اپنے دبلے پتلے ہاتھوں سے اس نے ریچل اور لوئی کا دایاں ہاتھ پکڑ لیا اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

اور ریچل نے دیکھا یا محسوس کیا کہ چیزیں بدل رہی تھیں۔

دائیں بائیں بیٹھی ہوئی بونی عورتیں غائب ہوگئیں لیکن ان نقاروں کی آواز اس قدر بڑھ گئی کہ اس سے فضا پُر ہوگئی اور اس آواز کی تال پر ستارے رقص کرنے لگے۔ نایا کی آواز کا حجم بھی بڑھنے لگا بڑھتا ہی چلا گیا یہاں تک کہ اس نے بھی زمین و آسمان کے درمیانی خلا کو پُر کر دیا۔ یہ آواز، یہ پُراسرار آواز کیا تھی؟ یہ جیسے دنیا کے تمام دریاؤں کا شور تھا، دنیا کی تمام فوجوں کے نعرے تھے، جنگل میں بھٹکتی ہوئی تیز ہواؤں کی سنسناہٹ تھی اور دنیا کی تمام عورتوں کے رونے کی آواز تھی۔ آواز مدھم ہوگئی۔ ریچل جیسے اس آواز سے دور ہونے لگی، آواز دور ہوگئی، بہت دور ——— وہ کہیں نیچے بہت نیچے سے آ رہی تھی ——— لاکھوں اور کروڑوں میل نیچے سے اور پھر وہ فاصلوں میں اور وسعتوں میں ڈوب گئی۔ یہ آواز خاموش ہوگئی۔ وہ ارضی گیت ڈوب گیا۔ لیکن اب ایک نیا گیت شروع ہوا اور یہ گھومتی اور جھلستی ہوئی دنیاؤں کا گیت تھا، دور، بہت دور سے آتی ہوئی ان آوازوں کو وہ سن رہی تھی۔ گھومتے اور گردش کرتے ہوئے سیاروں کی آوازیں، نئی اور انجانی دنیاؤں کی آوازیں جو خلا میں گردش کر رہی تھیں۔ آواز قریب آنے لگی۔ بجتی ہوئی، عظیم اور مسحور کن آواز ——— شور ——— زبردست شور ——— اس کے باوجود

ایسی آواز جو سمجھی جا سکے۔ آواز جو گا رہی تھی اور دوسری آوازیں جو اسے جواب دے رہی تھیں۔ اور ان آوازوں سے بازگشت پیدا ہو رہی تھی، مشرق سے اور مغرب سے، شمال سے اور جنوب سے۔

اور اب دنیائیں اس کے قریب سے گزر رہی تھیں۔ سورج، چاند اور سیارے اور ستاروں کی جیسی جھڑی لگ گئی تھی۔ سب اس کے دائیں بائیں سے گزر رہے تھے۔ سنسناتے ہوئے گزر رہے تھے ——— اور وہ گزر گئے۔ وہ کہیں پیچھے، کہیں نیچے چھوٹ گئے اور ان کے ساتھ ان کی آوازیں بھی پیچھے چھوٹ گئیں۔ اور اب وہ دور آ گئی تھی ——— بہت دور ——— گھومتے ہوئے سورج، گردش کرتے ہوئے سیاروں اور چاند اور ستاروں کی دنیا سے دور۔ چاند اور سورج اور ستاروں کی روشنی سے باہر اور دنیا کے حدود کے اس پار اس اندھیرے اور اتھاہ خلا میں وہ روشنی ایک تنہا داغ کی طرح آگے بڑھ رہی تھی اور اس خلا کی تنہائی اور خاموشی اور اندھیرا اس کی روح کو لرزا رہا تھا۔ وہ برداشت نہ کر سکی ——— وہ برداشت نہ کر سکی ——— اور اس اتھاہ خلا کے کسی ایسے کنارے کو تلاش کرنے لگی جس پر وہ اپنے فانی قدم ٹکا سکے۔

اور دیکھو ——— دور پر ایک کنارہ نظر آیا۔ خلا کا ساحل جس کی چٹانوں سے خلا کے اندھیرے کی موجیں سر ٹکرا رہی تھیں اور ٹکرا ٹکرا کر واپس لوٹ رہی تھیں اور وہاں روشنی تھی اور ایسی عجیب روشنی ریچل نے آج پہلی دفعہ دیکھی تھی۔ یہ چاند، سورج اور تاروں کی روشنی نہ تھی لیکن ایسی روشنی جو مسلسل بدل رہی تھی۔ جو کہیں نیچے سے

ہزار ہا رنگوں کے ساتھ اوپر اٹھ رہی تھی۔ جیسے وہ کسی دودھیا شیشے کی کان سے یا کنوئیں سے اٹھ رہی ہو۔ مسلسل گھومتی اور بدلتی ہوئی روشنی۔ اس چکا چوند کر دینے والی اور عجیب رنگین روشنی میں ریجل کو عجیب و غریب مقامات نظر آرہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ وہاں اہرام تھے، سمندر تھے، سفید اور دودھیا پہاڑ تھے اور عجیب عجیب رنگوں کے پھول تھے اور میدان تھے اور خلیجیں تھیں اور چٹانیں تھیں اور تالاب تھے جن میں لرزتے ہوئے شعلے رقص کناں تھے۔ یہ سب کچھ تھا وہ جو کسی کے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ یہ سب کچھ بہت حسین تھا اور بہت زیادہ خوفناک بھی۔

ایک زبردست گلاب کی طرح وہ دنیا کھلی ہوئی تھی اور تبدیل ہو رہی تھی۔ اس کی آب و تاب کونپل بہ کونپل، پنکھڑی بہ پنکھڑی، ریزہ بہ ریزہ ٹوٹ کر گر رہی تھی اور اندھیرا خلا انھیں نگل رہا تھا۔ لیکن اس عجیب و غریب گلاب کے قلب میں سے، اس لافانی گلاب کی تہوں میں سے نئی آب و تاب مسلسل پیدا ہو رہی تھی اور نئی شکلیں پیدا ہو رہی تھیں اور نئے رنگ نمودار ہو رہے تھے اور ایک نیا نگر، ایک نئی دنیا پیدا ہو جاتی تھی۔ اپنے نئے پہاڑوں، نئے برجوں اور نئے جھنڈوں اور دروازوں کے ساتھ ایک نیا عالم جنم لے لیتا ہے اور یہ نیا عالم ایک لمحہ ——— یا شاید ایک لاکھ صدیوں تک جو وہاں ایک لمحہ تھا ——— قائم رہتا اور پھر اندھیرے خلا میں غرق ہو جاتا اور پھر نیا عالم وجود میں آتا جو پہلے عالم سے قطعی مختلف لیکن ہزار گنا شاندار ہوتا۔ اس لافانی گلاب کے قلب سے یہ عالم وجود میں آتے اور

اور چہرے خلا میں گم ہو جاتے اور پھر دوسرے نمودار ہوتے۔ اور ان عالموں کے ساتھ خلیج بھی تبدیل ہوتے۔ کبھی وہاں باغ نمودار ہو جاتے، کبھی پہاڑ اور کبھی آتشی تالاب اور اس طرح ہر چیز بدلتی کہ جہاں پہاڑ ہوتے وہاں جنگل پیدا ہو جاتے جن میں سنہری اور گلابی دھند سرکتی نظر آتی اور بوٹیوں کی شبنم ٹپکتی۔

اور پھر کسی نے ریچل کا ایک ہاتھ پکڑ لیا اور وہ ہاتھ اسے نیچے لانے لگا۔ لاکھوں، کروڑوں روشنی کی لکیروں نے لپک کر اس کا استقبال اور روشنی کی ہر لکیر کے سرے پر ایک چہرہ تھا اور یہ بے شمار چہرے اپنی سنہری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہ چہرے ریچل کے متعلق ایک دوسرے سے سرگوشی کر رہے تھے اور ان سرگوشیوں کی آواز ایسی تھی جیسے پرسکون سمندر کی آواز ہو اور یہ چہرے اس عجیب اور لافانی گلاب کے قلب تک آئے اور وہ اسے ایک بھورے رنگ کے کمرے میں لے آئے جس کی چھت لٹکتی ہوئی چٹانوں کی تھی اور یہ چہرے اسے وہاں بٹھا کر اور اکیلی چھوڑ کر چلے گئے۔

خوف اس کے دل پر مسلط ہو گیا۔ تنہائی اس کا دم گھونٹنے لگی۔ تنہائی کسی جاندار چیز کی طرح اس کا گلا دبا رہی تھی۔ وہ اس تنہائی کی وجہ سے مرنے کے قریب پہنچ گئی تھی کہ یکایک اسے احساس ہوا کہ کوئی اس کے پاس آ گیا ہے۔ اب وہ اکیلی نہ تھی۔ شبیہیں اس کے چاروں طرف کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ ان شبیہوں کو دیکھ نہ سکتی تھی البتہ ان کی آنکھیں صرف آنکھیں اسے نظر آ رہی تھیں۔ جو اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

بڑی بڑی اور خوفناک آنکھیں لیکن وہ اسے خوفزدہ نہ کر رہی تھیں کیونکہ ان میں ہمدردی تھی اور پھر انھوں نے اس کی بھیانک تنہائی کو بھی تو دور کر دیا تھا۔

ایک شبیہہ اس پر جھک گئی کیونکہ اس کی آنکھیں بہت قریب آگئیں اور ایک آواز نے اس کے دل میں پوچھا کہ کس غرض سے وہ اتنا طویل اور ایسا خطرناک سفر طے کر کے اپنے وقت سے پہلے وہاں آگئی ہے۔ اور ریچل نے اپنے دل سے ——— ہونٹوں سے نہیں ——— جواب دیا کہ اسے اپنے محبوب کی تلاش ہے کیونکہ وہ دنیا میں اکیلی رہ گئی ہے۔ اور ایک بار پھر اس نے وہی آواز اپنے دل میں سنی جو حکم دے رہی تھی۔

"ریچل کے تمام مرحومین کو اس کے سامنے لے آؤ۔"

فوراً ہی اس کمرے کے تمام دروازے چوپٹ کھل گئے اور ایک شبیہہ اترتی ہوئی آئی جس نے اپنے ہاتھوں پر ایک بچہ اٹھا رکھا تھا۔ یہ شبیہہ ریچل کے قریب آئی اور اس نے بچے کو ریچل کی طرف بڑھا دیا اور ریچل نے اس بچے کو پہچان لیا۔ یہ اس کا وہ ننھا بھائی تھا جسے ساحل افریقہ پر دفن کیا گیا تھا۔ بچہ بیدار ہو گیا، اس نے آنکھیں کھول دیں، وہ مسکرایا، اس نے اپنے دونوں ہاتھ ریچل کی طرف بڑھا دئے اور پھر وہ غائب ہو گیا۔

اور پھر دوسری شبیہیں آئیں۔ ریچل کی بچپن کی سہیلیاں، اس کے اسکول کے ساتھی، وہ شخص جس نے ریچل سے شادی کی درخواست کی تھی لیکن پھر ایک دریا میں اتفاقاً غرق ہو گیا تھا اور وہ زولو

تھا ہی جیسے ریچل نے نوئی کو بچانے کے لئے گولی مار دی تھی۔ اس زولو کو دیکھ کر ریچل سمٹ گئی کیونکہ اس کے خون سے ریچل نے اپنے ہاتھ رنگے تھے لیکن دوسروں کی طرح زولو بھی مسکرا رہا تھا۔ وہ چلا گیا اور اب وہ ساحرہ آئی جسے زولوؤں نے ریچل کے خاطر قتل کر دیا تھا۔ یہ ساحرہ نہ مسکرائی اور نہ ہی اس نے غصے کا اظہار کیا۔

اور اب جو شبیہہ کمرے میں داخل ہوئی اس کے ہاتھوں پر ریچل کی ماں تھی جس کی آنکھوں میں مسرت کی چمک تھی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا رکھے تھے۔ جیسے وہ ریچل کو دعا دے رہی ہو۔ وہ ریچل سے گفتگو کرنے کے لئے بے تاب تھی لیکن نہیں ــــ اس کی اجازت نہ تھی۔ اسے لے جایا گیا اور اب ریچل کے سامنے اس کا باپ تھا اور اپنے باپ کو دیکھتے ہی ریچل پر مسرت انگیز سکون اتر آیا۔ وہ بھی چلا گیا اور فوراً ہی ایک کالی اور بھیانک شبیہہ نے کوئی چیز ریچل کے قدموں میں ڈال دی۔ یہ اشمیل تھا جو گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا، اس کے بشرے سے سخت اذیت کے آثار عیاں تھے اور اس کی آنکھیں ریچل سے معافی طلب کر رہی تھیں۔

ریچل کے دل میں ایک ہلچل مچ گئی۔ کیا وہ اس بدنصیب گنہگار کو معاف کر سکتی تھی؟ کیا وہ اسے معاف کر سکتی تھی جس نے ان سب کو قتل کر دیا تھا؟ اور یکایک پورا کمرہ روشنی کی لکیروں سے بھر گیا اور یہ روحیں تھیں اور اس کی طرف دیکھ رہی تھیں اور اس کے فیصلے کی منتظر تھیں۔ صف در صف۔ وہ شبیہیں بھی اس کے چاروں طرف کھڑی تھیں جو روحوں کو لا رہی تھیں اور پھر ریچل کے دل میں رحم کا سمندر

موجزن ہو گیا اور اس نے عذاب میں پھنسی ہوئی روحوں پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور پہلی دفعہ اسے قوتِ گویائی عطا ہوئی اور اس نے کہا:۔

"میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔ میں نے تمہیں معاف کیا۔"

آوازوں اور بگلوں نے اس کے یہ الفاظ اٹھا لئے اور بھورے کمرے میں یہ آوازیں گونج گئیں۔ آوازیں ڈوب گئیں، شبیہیں چلی گئیں اور اب ریچل اس کی تلاش میں چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی جس کی تلاش میں وہ مُردوں کے اس شہر تک آئی تھی۔ لیکن کھلے ہوئے دروازے میں سے وہ نہ آیا جس کی اسے تلاش تھی بلکہ ایک بونا آ کر ریچل کے سامنے بیٹھ گیا۔ یہ پونی تھا۔ ایڈو کا بھائی پونی جو ایک درخت تلے دب کر مر گیا تھا۔ کوئی شبیہہ اسے اٹھائے ہوئے نہ تھی کیونکہ دنیا میں بھی یہ آدھا انسان اور آدھی روح تھا چنانچہ مُردوں کے شہر میں اسے اپنی ٹانگوں سے ہی چلنا تھا۔ شرم سے سرخ چہرہ لئے پونی چلا گیا۔

اور بھورے کمرے کے بڑے بڑے دروازے بند ہو گئے اور ایک بار پھر وہی خوفناک تنہائی اس پر مسلط ہو گئی۔ اس کے پیر جیسے گھٹنوں میں سے کٹ گئے اور وہ فرش پر ڈھے گئی اور اس کا جی چاہا کہ کمرے کی چٹانی چھت اس پر ٹوٹ پڑے اس نے اپنے سنہرے بال اپنے چہرے پر ڈال لئے اور رونے لگی۔ اور پھر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ دو بڑی بڑی آنکھیں، صرف آنکھیں اسے دیکھ رہی تھیں اور ایک آواز نے اس کے دل میں پوچھا کہ اس کی آرزو پوری ہو گئی

پھر وہ کیوں رو رہی ہے۔ اور اس نے جواب دیا کہ وہ اسے، رچرڈ دارین کو نہ پا سکی جس کی تلاش میں وہ آئی تھی فوراً ہی آوازوں اور بگلوں نے نام اٹھا لیا۔

"رچرڈ دارین — رچرڈ دارین۔"

لیکن کوئی شبیہ رچرڈ کو اٹھا کر کمرے میں نہ آئی۔

"وہ یہاں نہیں ہے" اسی آواز نے ریچل کے دل میں کہا "جاؤ اسے دوسری دنیا میں تلاش کرو۔"

ریچل کو غصہ آ گیا۔

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو" وہ بولی "وہ مر چکا ہے اور یہ مُردوں کا شہر ہے۔ چنانچہ اسے یہیں ہونا چاہئے۔ تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"نہیں۔ میں مذاق نہیں اڑا رہا"، اسی آواز نے جواب دیا۔ "اے فانی انسان دیکھ۔"

ایک بار پھر کمرے کے دروازے کھل گئے اور ان میں سے مُردوں کے قافلے کے قافلے داخل ہوئے یہاں تک کہ پورا کمرہ ان سے بھر گیا۔ یہاں تک کہ حد نظر تک روحیں ہی روحیں نظر آئیں۔ قبائل اور نسلوں کی مناسبت سے الگ الگ گروہوں میں بٹی ہوئیں۔ بھکاری، بادشاہ حضرت، کاہن، مذہبی راہنما، عورتیں، مرد اور بچے۔ روحوں کا یہ سیلاب کئی گھنٹوں تک جاری رہا، کئی دنوں تک جاری رہا، کئی برسوں تک جاری رہا۔ اور کئی صدیوں تک جاری رہا اور ہر روح اس سے پوچھتی رہی۔

"میری تلاش میں ہو تم؟"

لاکھوں اور کروڑوں روحیں آئیں اور اس کے سامنے سے گزرتی رہیں لیکن ان میں رچرڈ دارین نہ تھا۔

اور اب زولوؤں کی روحیں اس کے سامنے سے گزر رہی تھیں اور شاکا اس کے سامنے کھڑا تھا اور ریچل نے اسے پہچان لیا کیونکہ ڈیل ڈول اور شکل و شباہت میں وہ اپنے بھائی ڈنگان کی طرح تھا۔ شاکا اسے اپنے بھالے سے ڈرا رہا تھا اور پوچھ رہا تھا اور کہ اسے زولوؤں کی دیوتا کے تخت پر بیٹھنے کی جرأت کیونکر ہوئی۔ ریچل اس کے سامنے صفائی پیش ہی کر رہی تھی کہ کمرے کی دیواریں یکایک بیٹھ گئیں اور عظیم قہقہے بلند ہوئے اور ان دیکھے اس کمرے کو پھر تعمیر کرنے لگے لیکن اس غار کی شکل میں جو بونوں کی سرزمین اور اس ٹیلے میں تھا جس پر عظیم الشان شاہ بلوط کھڑا ہوا تھا۔

اور ریچل نے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے نایا بیٹھی نیچی آواز میں گیت گا رہی تھی اور دائیں بائیں گونگی عورتیں بیٹھی چھوٹے چھوٹے نقارے بجا رہی تھیں اور شبنم سے بھرے ہوئے پیالوں میں دیکھ رہی تھیں اور سامنے لوٹی تھی جو جیسے کسی خواب سے بیدار ہو رہی تھی۔ صدیوں پہلے، کئی صدیوں پہلے، جب وہ اس سفر پر روانہ ہوئی تھی، تو دائیں طرف بیٹھی ہوئی گونگی عورت نے اپنے پیالے کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور اس وقت، جب ریچل واپس اس دنیا میں آگئی تھی، اس عورت کے ہاتھ بڑھانے کا عمل جاری ہی تھا۔ ایک پتنگا چراغ کی لو سے جھلس کے گرنے لگا تھا اور ابھی وہ گر ہی رہا تھا اس کے باوجود ریچل صدیوں بعد اس غار میں واپس آئی تھی۔

بائیسواں باب

مقام مقدس میں

نایا خاموش ہو گئی۔ اب وہ گا نہ رہی تھی۔ بوڑھی عورتوں نے بھی اپنے ہاتھ روک لئے۔ اب وہ نقارے نہ بجا رہی تھیں۔

"سفر پر روانہ ہوئی تھیں خاتون؟" نایا نے ریچل کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں ماں" ریچل نے خوابناک آواز میں جواب دیا "بڑا ہی طویل اور بڑا ہی عجیب سفر تھا وہ"۔

"نوئی تم؟"

"میں بھی ایک سفر پر روانہ ہوئی تھی" نوئی نے کانپ کر جواب دیا "لیکن اپنی بہن کے ساتھ نہیں بلکہ اکیلی تھی۔ کئی برسوں کا سفر تھا"۔

"انکو سازانہ! تم کہتی ہو تمہارا سفر بڑا طویل تھا اور نوئی تمہارا سفر کئی برسوں کا تھا لیکن تمہاری آنکھیں صرف اتنی دیر بند رہی ہیں کہ ایک پتنگا جل کر فرش پر بھی گرنے نہیں پایا تھا۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ تم ایک لمحے کے لئے سو گئی تھیں اور اسی جھپکی میں تم نے خواب دیکھے"۔

"شاید" ریچل نے کہا "لیکن اگر ایسا ہی تھا تو پھر میرا خواب حیرت انگیز تھا۔ ایسا خواب نہ تو میں نے پہلے کبھی دیکھا تھا اور خدا سے دعا کر رہی ہوں کہ نہ آئندہ کبھی دیکھوں۔ کیونکہ مجھے ستاروں کے اس پار

عالم ارواح میں لے جایا گیا تھا اور میرے سامنے مرحومین کو لایا گیا تھا اور انھیں لانے والی شبیہوں کی میں صرف آنکھیں ہی دیکھ سکتی تھی۔"

"اور وہ تمھیں مل گیا جس کی تمھیں تلاش تھی؟۔"

"نہیں۔ تنہا وہی مجھے نہیں ملا۔ میں نے اسے بہت تلاش کیا۔ میں نے وہاں کے محافظوں سے درخواست کی کہ وہ میرے محبوب کو میرے سامنے لے آئیں اور انھوں نے تمام مُردوں کو بلایا اور ان میں میں نے اسے تلاش کیا لیکن وہ ان میں بھی نہ تھا چنانچہ کسی غیبی آواز نے میرے دل میں کہا کہ میں اسے دوسری دنیا میں تلاش کروں۔"

"آہا!" نایا نے چونک کر کہا "ایسا کہا اس آواز نے! بہرحال دنیائیں بہت سی ہیں چنانچہ تمھاری یہ تلاش بڑی طویل ہو گی" اور پھر اس نے جیسے موضوع تبدیل کرنے کی غرض سے نوئی سے پوچھا "بیٹی! تم نے کیا دیکھا ہے؟۔"

"میں نے ہاں؟۔ میرا تو یہ ہے کہ میں ستاروں کے اس پار نہ گئی بلکہ میں نیچے بعد دیگرے زینے اتر کر پاتال میں پہنچ گئی۔ میں ان وسیع و عجیب غاروں میں پہنچ گئی جو اندھیرے تھے لیکن یہ اندھیرا چمک رہا تھا اور وہاں بہت سے مردے کہیں سے آ رہے تھے اور کسی طرف جا رہے تھے۔ وہ لوگ بے قوت مگر خوش معلوم ہوتے تھے اور انھوں نے مجھ سے اوپر کی دنیا کی خبریں پوچھیں لیکن میں انھیں کوئی جواب نہ دے سکی کیونکہ جب میں نے انھیں جواب دینا چاہا تو ایک سرد ہاتھ میرے منھ پر آ پڑا۔ میں کئی چاندوں تک ـــــ حالانکہ اس دنیا میں چاند نہیں بلکہ اندھیرے تھے ـــــ بھٹکتی رہی۔ ایک سے دوسرے غار میں

جاتی رہی ۔ آخرکار میں اس غار میں پہنچ گئی جس میں میرا باپ سیاپی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پاس میری ماں اور دوسری سوتیلی مائیں بیٹھی ہوئی تھیں اور میرے بھائی اور میری بہنیں بیٹھی ہوئی تھیں ——— وہی جنھیں زولوؤں نے قتل کر دیا تھا اور یہ کام انھوں نے ابوبوسی کے مشورے سے کیا تھا"

"میں نے دیکھا تھا ابوبوسی کو" ریچل نے جلدی سے کہا "اس نے مجھ سے معافی طلب کی اور میں نے اسے معاف کر دیا۔"

"خیر۔ وہ مجھے تو نظر نہ آیا" نوئی نے غصے سے پھنکار کر کہا۔ "اگر وہ میرے پاس آیا بھی ہوتا تو میں اسے کبھی معاف نہ کرتی اور نہ ہی میرے والدین اسے معاف کرتے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ وہ لوگ موت کے دیوتا کے حضور بلائے جانے کا انتظار کر رہے ہیں کہ ابوبوسی کے خلاف گواہی دے سکیں"

"سیاپی نے کہا تھا تم سے؟" ریچل نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ تو ایک کالے درخت کی چھاؤں میں، جس کی چوٹی نظر نہ آئی، بیٹھا ہوا تھا اور ایک پیالے میں، جس میں کالا پانی بھرا ہوا تھا، دیکھ رہا تھا اور اس پیالے میں میرے باپ نے بہت سی تصویریں دکھائیں ماضی اور مستقبل کی تصویریں۔ لیکن یہ راز ہے جس کے متعلق کچھ کہنا گناہ ہے"

"لیکن اس سب کا انجام کیا ہوا بیٹی؟" نایا نے بڑے اشتیاق سے آگے کی طرف جھک کر پوچھا۔

"انجام یہ ہوا ماں کہ وہ کالا درخت، جو ہمارے شجر حیات سے

عالم ارواح میں لے جایا گیا تھا اور میرے سامنے مرحومین کو لایا گیا تھا اور انھیں لانے والی شبیہوں کی میں صرف آنکھیں ہی دیکھ سکتی تھی۔"

"اور وہ تمہیں مل گیا جس کی تمہیں تلاش تھی؟"

"نہیں۔ تمہاوہی مجھے نہیں ملا۔ میں نے اسے بہت تلاش کیا۔ میں نے وہاں کے محافظوں سے درخواست کی کہ وہ میرے محبوب کو میرے سامنے لے آئیں اور انہوں نے تمام مُردوں کو بلایا اور ان میں میں نے اسے تلاش کیا لیکن وہ ان میں بھی نہ تھا چنانچہ کسی غیبی آواز نے میرے دل میں کہا کہ میں اسے دوسری دنیا میں تلاش کروں۔"

"آہا!" نایا نے چونک کر کہا "ایسا کہا اس آواز نے! بہرحال دنیائیں بہت سی ہیں چنانچہ تمہاری یہ تلاش بڑی طویل ہو گی" اور پھر اس نے جیسے موضوع تبدیل کرنے کی غرض سے نوئی سے پوچھا "بیٹی! تم نے کیا دیکھا ہے؟"

"میں نے ہاں ہ؟۔ میرا تو یہ ہے کہ میں ستاروں کے اس پار نہ گئی بلکہ میں نیچے بعد دیگرے زینے اتر کر پاتال میں پہنچ گئی۔ میں ان وسیع و عجیب غاروں میں پہنچ گئی جو اندھیرے تھے لیکن یہ اندھیرا چمک رہا تھا اور وہاں بہت سے مردے کہیں سے آرہے تھے اور کسی طرف جا رہے تھے۔ وہ لوگ بے قوت مگر خوش معلوم ہوتے تھے اور انہوں نے مجھ سے اوپر کی دنیا کی خبریں پوچھیں لیکن میں انھیں کوئی جواب نہ دے سکی کیونکہ جب میں نے انھیں جواب دینا چاہا تو ایک سرد ہاتھ میرے منہ پر آپڑا۔ میں کئی چاندوں تک ___ حالانکہ اس دنیا میں چاند نہیں بلکہ اندھیرے تھے ___ بھٹکتی رہی۔ ایک سے دوسرے غار میں

جاتی رہی۔ آخر کار میں اس غار میں پہنچ گئی جس میں میرا باپ سیاپی بیٹھا ہوا تھا اور اس کے پاس میری ماں اور دوسری سوتیلی مائیں بیٹھی ہوئی تھیں اور میرے بھائی، اور میری بہنیں بیٹھی ہوئی تھیں ——— وہی جنھیں زولوؤں نے قتل کر دیا تھا اور یہ کام انھوں نے ابوبوسی کے مشورے سے کیا تھا۔"

"میں نے دیکھا تھا ابوبوسی کو" ریچل نے جلدی سے کہا "اس نے مجھ سے معافی طلب کی اور میں نے اسے معاف کر دیا۔"

"خیر۔ وہ مجھے تو نظر نہ آیا" نوئی نے غصے سے پھنکار کر کہا۔ "اگر وہ میرے پاس آیا بھی ہوتا تو میں اسے کبھی معاف نہ کرتی اور نہ ہی میرے والدین اسے معاف کرتے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ وہ لوگ موت کے دیوتا کے حضور بلائے جانے کا انتظار کر رہے ہیں کہ ابوبوسی کے خلاف گواہی دے سکیں۔"

"سیاپی نے کہا تھا تم سے؟" ریچل نے پوچھا۔

"نہیں۔ وہ تو ایک کالے درخت کی چھاؤں میں، جس کی چوٹی نظر نہ آئی، بیٹھا ہوا تھا اور ایک پیالے میں، جس میں کالا پانی بھرا ہوا تھا، دیکھ رہا تھا اور اس پیالے میں میرے باپ نے بہت سی تصویریں دکھائیں ماضی اور مستقبل کی تصویریں۔ لیکن یہ راز ہے جس کے متعلق کچھ کہنا گناہ ہے۔"

"لیکن اس سب کا انجام کیا ہوا بیٹی؟" نایا نے بڑے اشتیاق سے آگے کی طرف جھک کر پوچھا۔

"انجام یہ ہوا ماں کہ وہ کالا درخت، جو ہمارے شجر حیات سے

شاید تھا، ایک دم سے جل اٹھا اور پھر غار کی چھت بیٹھ گئی اور پھر ہمارے لوگ غار میں سے نکل نکل کر خوشیاں مناتے اور گاتے ہوئے روشنی میں نکل آئے البتہ" اس نے اُداس آواز میں اضافہ کیا"۔ میں خود شاید اندر ہی رہ گئی۔ ہاں۔ میں اور اس درخت کا سفید بھوت غار میں اکیلے رہ گئے پھر ایک آواز نے میرے دل میں کہا کہ میں ہمت رکھوں اور جو کچھ گزرے اسے صبر و سکون سے برداشت کر لوں کیونکہ، اس آواز نے کہا، جو لوگ محبت کی خاطر بڑے کام کر گزرتے ہیں بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور پھر میں بیدار ہو گئی لیکن ان الفاظ کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ نہ تو میں نے کسی مرد سے محبت کی ہے اور نہ کبھی کروں گی"۔

اور لوٹی اپنا ایک گھٹنا اٹھا کر اور اس پر اپنی ٹھوڑی ٹکا کر خاموش بیٹھ گئی۔

"ہاں واقعی،" نایا نے کہا "تم کسی مرد سے محبت نہیں کرتیں چنانچہ یہ معمہ بڑا الجھا ہوا ہے۔"

اور اتنا کہہ کر وہ ریچل کی طرف دیکھنے لگی۔

"ہاں،" ریچل نے کہا "میرا سفر تو محض بیکار ہی رہا۔ کیا تم اپنے جادو کے زور سے مجھے دوبارہ مردوں کی دنیا میں نہیں بھیج سکتیں کہ میں اپنے محبوب کو تلاش کر سکوں؟۔"

"نہیں،" نایا نے کہا "اس راستے پر بہت کم لوگوں نے سفر کیا ہے اور جو دوبارہ گیا ہے وہ زندہ واپس نہیں آیا"۔

اور اب ریچل رو پڑی۔

رو نہیں بیٹی۔ رو نہیں۔ ایک در بند تو سو در کھلے۔ ہاں۔ دوسرے بھی بہت سے راستے ہیں اور کل شاید تم ان راستوں پر سفر کرو گی۔ بس اب تم دونوں سو جاؤ ——— سو جاؤ کہ تمہیں خواب نظر نہ آئیں گے"۔

چنانچہ دونوں لڑکیاں لیٹ گئیں اور تھوڑی دیر بعد ہی گہری نیند سو رہی تھیں لیکن بوڑھی مادرِ شجر جاگ رہی تھی اور بیٹھی ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"میں سمجھ گئی ہوں۔ میں سمجھ گئی ہوں" وہ زینل کی طرف دیکھ کر آپ ہی آپ بڑبڑائی "تم پاک ہو، تم معصوم ہو اور تم نے بڑے دکھ برداشت کئے ہیں چنانچہ مردوں کے شہر کے محافظ تمہارے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ میرا خیال ہے کہ میں سب کچھ سمجھ گئی ہوں اور میں کوئی راستہ تلاش کر لوں گی۔ سو رہو حسینہ سو رہو۔ تمہارے لئے امید کا دامن کتنا وہ ہے"۔

اور پھر اس نے نوئی کی طرف دیکھ کر اپنا سر ہلایا۔

"میں نہیں سمجھی" وہ بڑبڑائی "کالا درخت جو ہمارے قبیلے کے درخت کی طرح تھا، اس کے نیچے بیٹھا ہوا سیاپی، پھر درخت میں آگ کا لگنا، نوئی اور درخت کے بھوت کا غار میں اکیلے رہ جانا اور سیاپی اور اس کے ساتھیوں کا خوشیاں مناتے ہوئے روشنی اور آزادی میں نکل آنا۔ کیا مطلب ہو سکتا ہے اس کا؟ وہ ——— وہ ——— اس پیالے کی تصویر؟ ٹھیک ہے۔ اب کچھ کچھ یہ معمہ حل ہو رہا ہے اس آواز نے کہا تھا کہ جو محبت کی خاطر بڑے کام کر گزرتے ہیں......

ٹھیک ہے۔ اُس آواز نے یہ کب کہا تھا کہ مرد کی محبت کی خاطر چنانچہ یہ محبت دو عورتوں کے درمیان بھی تو ہو سکتی ہے اور ہے۔ تو کیا نوئی اس محبت کی خاطر وہ کام کر گزرے گی جو ہمارے قبیلے میں آج تک کسی نے نہیں کیا ہے؟ —— بلکہ کسی نے اس کے متعلق سوچنے کی بھی جرأت نہیں کی ہے —— لیکن زرلو خون بڑا ہی پُرجوش اور گرم ہوتا ہے اور نوئی کی رگوں میں زرلو خون بھی تو ہے۔ شاید۔ شاید —— ایدو —— ایدو! —— بدمعاش! عیار! تو کہاں لے جا رہا ہے ہماری قوم کو —— جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری تجھ پر، تنہا تجھ پر عائد ہوگی۔"

دوسرے دن جب ریچل بیدار ہوئی تو تازہ دم تھی لیکن وہ بہت دیر تک اپنے بستر پر پڑی سوچتی رہی۔ گذشتہ رات کے عجیب و غریب خلائی سفر کی تمام تفصیلات اس کے ذہن میں تازہ تھیں البتہ اب اسے اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ اس نے جو کچھ دیکھا وہ صرف ایک خواب تھا۔ اس کے باوجود کس قدر حیرت انگیز خواب تھا وہ! حیرت تھی اس بات پر کہ خواب میں بھی اس کا دماغ کس قدر عجیب کام کر گیا تھا اور کیسی ناممکن اور ناقابل یقین تصویریں اسے دکھائی تھیں۔ وہ ساحرانہ سفر، ستاروں کے اس پار تک، وہ حیرت انگیز دنیا جس کے اردگرد عظیم الشان اور کالے پہاڑ تھے اور ان پہاڑوں سے ٹکراتی ہوئی خلا کی سیاہ موجیں، وہ دم بدم بدلتی ہوئی دنیا جو ایک بڑے گلاب کی طرح پنکھڑی بہ پنکھڑی کھلتی اور پھر

ہر پنکھڑی ٹوٹ کر خلا میں غرق ہو جاتی، وہ بھورا، وسیع و عریض اور چٹانوں کی چھت والا کمرہ اور فوج در فوج اور گروہ در گروہ مُردے۔

کون سی قوت اس کے جسم میں بیدار ہو گئی تھی کہ اسے یہ تمام چیزیں نظر آئیں؟ اسے تصویریں بے شک نظر آیا کرتی تھیں، اس کی ماں کی طرح لیکن اسے ایسی تصویریں تو کبھی نظر نہ آئی تھی۔ یہ غالباً اس کی دیوانگی کے بعد کا ردِعمل تھا کیونکہ پاگل کے دماغ میں عجیب نظارے اور آوازیں جنم لیتی ہیں اور یہ لوگ جو پُراسرار جنگل میں رہتے تھے، جو درختوں کی پوجا کرتے تھے اور جو خوابوں کے شکاری کہلاتے تھے، ایسے اکھڑے ہوئے دماغ پر اپنے سحر کا اثر ڈال سکتے تھے یا شاید وہ اب بھی پاگل ہی تھی ——— پتہ نہیں کیا تھا یہ سب کچھ! ——— وہ نہ جانتی تھی اور اسے اس کی پروا بھی نہ تھی۔ البتہ وہ یہ ضرور جانتی تھی کہ اسے چین نہ تھا۔ اس کا دل اس شخص کے لئے تڑپ رہا تھا جو مر چکا تھا تاہم وہ اسے مردوں میں بھی نہ پا سکی تھی۔ اب وہ مرنے کی آرزومند تھی لیکن اب وہ اس خوف سے مرنا بھی نہ چاہتی تھی کہ کہیں اس خواب میں، جو گذشتہ رات نظر آیا تھا، حقیقت کا عنصر نہ ہو۔ کہیں اس کا رچرڈ زندہ نہ ہو۔ کاش کہ وہ اسے پا سکتی ـــ اور پھر جہاں رچرڈ ہوگا وہاں وہ خوشی سے چلی جائے گی۔

اور اب نوئی بھی بیدار ہو چکی تھی۔

"نوئی! ہم نے شاید ایسے خواب دیکھے ہیں" ریچل نے کہا "نایا ماب نے ہمارے کھانے میں شاید کوئی دوا ملا دی تھی۔"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتی زولا،" نوئی نے جواب دیا" لیکن اگر وہ

خواب ہی تھا تو میں اس سے پناہ مانگتی ہوں۔ شجر حیات کی روح کرے کہ آئندہ مجھے ایسے خواب نظر نہ آئیں۔ تاہم زدلا! کون بتا سکتا ہے کہ خواب کیا ہے اور حقیقت کیا ہے؟ بہت ممکن ہے کہ دنیا ایک خواب ہو اور جو کچھ ہمیں نظر آیا وہ حقیقت ہو۔"

اور پھر وہ خاموش ہو گئی۔

اس مقدس احاطے میں اس دن کوئی خاص اور غیر معمولی واقعہ نہ ہوا۔ چند کاہنوں کو شجر حیات کے سائے میں لے جایا گیا کہ وہ وہاں بیٹھ کر "سفید موت" کو لبیک کہہ سکیں اور چند لاشوں کو دفنانے کے لئے باہر لایا گیا۔ مرنے کے لئے آنے والوں میں سے چند وہ تھے جو زندگی سے تھک چکے تھے اور چند وہ تھے جو کسی مرض میں مبتلا تھے چنانچہ مریضوں کو اٹھا کر شجر حیات کے سائے میں پہنچا دیا جاتا تھا البتہ سب کا انجام ایک ہی ہوتا تھا۔ یعنی موت ــــــ اب ریچل معلوم نہ کر سکی کہ ان کی موت کاہے سے واقع ہوتی تھی۔ اس زہر سے جو بقول نایا کے شجر حیات سے ٹپکا کرتا تھا یا نفسیاتی طور پر ــــــ یعنی ان کا یہ اعتقاد کہ شجر حیات کے سائے میں بیٹھنے والا مر جاتا ہے، ان پر موت طاری کر دیتا تھا۔

بہرحال یہ حقیقت ہے کہ وہ مر جاتے تھے۔ کوئی فوراً ہی مر جاتا، اور کوئی موت کے اس احاطے میں داخل ہونے کے دو تین دن بعد۔ اور پھر مقام مقدس کے گونگے اور بہرے محافظ آتے اور ان لاشوں کو اٹھا کر قبرستان میں لے جاتے اور دفن کر دیتے۔ یہ محافظ فرصت کے وقت چھوٹی چھوٹی قبریں کھودا کرتے تھے اور کوئی مر جاتا تو اس کی

قبر پہلے ہی سے تیار ہوتی۔ یہ محافظ جانتے تھے یا یوں ظاہر کرتے تھے کہ فلاں فلاں قبر میں لیٹنے والا کون ہوگا۔ کم سے کم اشاروں سے تو انہوں نے یہی بتایا تھا کہ پیالوں کی شبنم میں وہ مرنے والوں کو دیکھ لیتے تھے اور پھر جو لوگ مرنے کے لئے احاطے میں آتے محافظ انہیں قبرستان میں لے آتے اور قبریں دکھاتے اور اشاروں کی زبان میں ان سے کہتے کہ انہوں نے خاص آنے والوں کے لئے یہ قبریں تیار کی ہیں۔ اس خدمت کے لئے وہ قریب المرگ لوگوں سے چٹائیوں، چنوں اور غلے وغیرہ کی صورت میں اجرت بھی وصول کرتے تھے۔ یعنی مرنے کے لئے آنے والے لوگ محافظوں کے لئے، جو گورکن بھی تھے، یہ چیزیں اپنے ساتھ لے کر ہی آتے تھے۔ اکثر دفعہ ان محافظوں کو بطور اجرت سونے یا تانبے کی انگوٹھیاں، کنگن اور کڑے بھی مل جاتے تھے جو غلام قبیلے ادم کوس کے کراول یا دوسرے وحشی قبائل کے بنائے ہوئے ہوتے۔

چند لوگ اپنی موت کو لبیک کہنے کیلئے گویا جبراً آتے اور یہ وہ سیاسی مجرم ہوتے جنہیں ایدو نے یہاں بھیجا ہوتا یا دو صورتیں ان کے سامنے رکھی ہوتیں۔ "سرخ موت" یا "سفید موت"۔ اور خوابوں کے شکاری چونکہ سرخ موت سے ڈرتے تھے اس لئے وہ بادل ناخواستہ مقدس احاطے میں آجاتے۔ ان بچاروں کا صرف یہ گناہ ہوتا کہ وہ بوڑھی مادرِ شجر کے حمایتی ہوتے۔ یہ لوگ اوپر جانے سے پہلے مادرِ شجر سے چند باتیں کرنے کے لئے غار میں آجاتے۔

اور پھر وہ خاموشی سے اوپر چلے جاتے اور ان لوگوں کی طرف سے محافظوں کو کوئی اجرت نہ ملتی یا اگر ملتی تو بہت کم، نتیجہ یہ ہوتا کہ ان

کی لاشوں کو بے ڈھنگی اور بے آرام قبروں میں پھینک دیا جاتا بلکہ اکثر دفعہ تو یوں ہوتا کہ قبرستان کے کسی کونے میں کھودی ہوئی ایک بڑی سی قبر میں دو تین لاشوں کو ایک ساتھ دفن کر دیا جاتا۔

یہ گونگے اور بہرے محافظ بذاتِ خود بھی عجیب لوگ تھے اور موت کے مقام میں رہنے کے باوجود خوش اور بشاش رہتے تھے اور انہیں اپنا یہ کام بہت پسند تھا کیونکہ ریچل نے انہیں اکثر دفعہ ہنستے اور بندروں کی طرح "خوں۔ خوں" کر کے آپس میں باتیں کرتے دیکھا تھا۔ اور بڑی بات تو یہ کہ وہ آپس میں تجارت اور بیوپار بھی کرتے تھے۔ یہ لوگ احاطے کے اس حصے میں رہتے تھے جو ٹیلے کے "شجرِ حیات والے ٹیلے کے عقب میں تھا۔ اس حصے میں کسی کو دفن نہ کیا جاتا تھا چنانچہ وہاں قبروں کے بجائے چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں تھیں اور اس عجیب و غریب گاؤں کے چھوٹے چھوٹے راستے اور چوراہے تھے۔ اس گاؤں اور ان جھونپڑیوں میں یہ محافظ اور ان کے اجداد خدا جانے کب سے، غالباً صدیوں سے، رہتے آئے تھے۔ ہر جھونپڑی کے سامنے چھوٹا سا پائیں باغ بھی تھا جس میں چھوٹے قد کے درخت اُگ رہے تھے یہ گونگے اور بہرے محافظ شادیاں بھی کرتے تھے۔ یعنی گونگی اور بہری عورتوں سے۔ لیکن ان کا کنبہ مختصر ہوتا تھا۔ اگر کسی محافظ کے تین بچے ہو جاتے تو وہ بڑا کنبہ سمجھا جاتا۔ ان محافظوں کی جو اولاد ہوتی وہ بھی گونگی اور بہری ہوتی لیکن ان کی دوسری حسیں غیر معمولی طور پر بیدار ہوتیں۔

ان محافظوں میں خوبیاں بھی تھیں اور برائیاں بھی۔ مثلاً ان

میں سے چند بڑے ہمدرد تھے اور ان لوگوں سے بڑا عمدہ سلوک کرتے تھے جو باہر کے جنگل سے دنیا کو خیر باد کہہ کر آتے تھے اور یہ محافظ ان لوگوں کا بھی بڑا احترام کرتے تھے جو عمر بھر شادی نہ کرتے اور تمام عمر شجرِ حیات کی خدمت میں گزار دیتے۔ اور ان خوبیوں کے ساتھ چند برائیاں بھی تھیں۔ مثلاً چوری کی عادت، دوسرے کی منگیتر کو بھگا لے جانا اور اپنے گھر میں ڈال لینا۔ لیکن سب سے بڑی چیز آپس کا حسد تھا جس کی وجہ سے آئے دن ایک نہ ایک محافظ دوسرے کو دھوکے سے زہر کھلا دیتا۔ یہ لوگ قاتل زہر بنانے میں اپنی مثال آپ تھے۔

جب ایسا کوئی مجرم پکڑا جاتا اور اس کا بھانڈا پھوٹ جاتا تو پھر اس کا مقدمہ ان محافظوں کے سردار کے سامنے جو خود بھی گونگا اور بہرہ ہوتا، پیش ہوتا۔ گواہ بلائے جاتے جو اشاروں میں اپنا بیان دیتے۔ اب اگر مجرم کے خلاف گواہی زوردار ہوتی تو مقدمہ باقاعدہ قائم ہو جاتا اور پھر اسے کسی قسم کے مشروب کا پیالہ پینے کو دیا جاتا۔ اگر وہ یہ مشروب شوق سے پی لیتا تو اسے رہا کر دیا جاتا لیکن اگر وہ پیالہ پینے میں، ہچر مچر کرتا یا بادل ناخواستہ پیتا تو اس کا جرم ثابت ہو جاتا۔ اور اب اس مقدمے کے عجیب ترین اور ناقابل فہم باب کا آغاز ہوتا۔ یہ مجرم ظاہر ہے ٹیلے پر اور شجرِ حیات کی چھاؤں میں آتا جاتا رہا ہوتا اور اسے کوئی نقصان نہ پہنچا ہوتا لیکن جرم ثابت ہو جانے اور چند رسومات ادا کرنے کے بعد مجرم کو شجرِ حیات کے سائے میں پہنچا دیا جاتا اور چند دنوں بعد ہی عام لوگوں کی طرح مر جاتا۔ یہ کیسے ہوتا تھا؟ عمر بھر اس کی آمد و رفت ٹیلے پر جاری رہی تھی لیکن وہ مرا نہ تھا پھر

سزا پانے کے بعد وہ کیسے مرجاتا تھا؟ یہ کوئی نہ جانتا تھا۔ حتٰی کہ نایا بھی نہ جانتی تھی غالباً اسے "آزمائشی پیالے" میں زہر پلا دیا جاتا تھا۔ یا شاید نفسیاتی ردِعمل اس کا خاتمہ کر دیتا تھا یا شاید سحر کے زور سے اس کی جان لی جاتی تھی۔ بہرحال یہ ایک راز تھا جس سے کوئی واقف نہ تھا۔

ہر نئے چاند کی رات کو یہ گونگے اور بہرے محافظ ایک تیوہار مناتے تھے۔ یہ تیوہار اس طرح منایا جاتا کہ محافظ شجر حیات پر چڑھ جاتے، اس کی ٹہنیوں اور شاخوں پر بکھر جاتے اور کئی گھنٹوں تک وہاں بیٹھے لنگوروں کی طرح "ہوں ہاں" اور "خوں خاں" کیا کرتے۔ پھر وہ درخت سے اتر کر اور احاطے کے بلند اور سنگین دیوار پر چڑھ کر اس پر رینگنے لگتے۔ اکثر ان کا یہ عجیب و غریب "دیواری سفر" ایک نہ ایک حادثے پر ختم ہوتا۔ یعنی ایک آدھ محافظ اچانک اوپر سے نیچے پتھروں پر گرتا اور صحیح معنوں میں اس کے چیتھڑے اُڑ جاتے اور اکثر دیکھا گیا تھا کہ یہ گرنے والا ہرچند کہ مجرم نہ ہوتا تاہم ایسا شخص ضرور ہوتا جو ہردلعزیز نہ ہوتا اور کسی نہ کسی وجہ سے دوسرے محافظوں کی، جن میں عورتیں بھی شامل ہوتیں، نفرت یا کم سے کم ناپسندیدگی حاصل کر چکا ہوتا۔

اس "دیواری سفر" کے بعد الاؤ روشن کیا جاتا اور یہ گونگے اور بہرے بونے جشن مناتے، کسی قسم کی شراب پیتے جو ان پر نیند طاری کر دیتی اور اس نیند میں انھیں حیرت انگیز خواب نظر آتے۔ بس تو یہی تھی ان کی تفریح بشرطیکہ ہم اسے تفریح کہہ سکیں کیونکہ اس جشن کی نوعیت سراسر مذہبی تھی رہی دوسری باتیں تو ان کے لئے صرف یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ وہ اس مقام مقدس سے، جو "اندرونِ دیوار" کہلاتا تھا، باہر قدم نہ رکھتے تھے۔

رہے ان کے کام تو وہ صرف ایک کام کرتے تھے۔ یعنی مُردوں کو دفن کرنا۔ اس کے علاوہ کسی کام کو ہاتھ نہ لگاتے تھے کیونکہ ان کا کھانا جنگل کے خاص لوگ، جو "دیوار کے غلام" کہلاتے تھے روزانہ لے آتے تھے۔ ان کی گفتگو صرف اشاروں سے ہوتی تھی اور انھیں کوئی دوسری ترکیب گفتگو معلوم بھی نہ تھی اور نہ ہی انہیں اس کی خواہش تھی کہ کاش وہ بھی اپنی زبان استعمال کر سکتے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ان محافظوں کے کسی کے گھر میں ایسا بچّہ پیدا ہو جاتا جو نہ گونگا ہوتا اور نہ بہرہ تو پھر اسے دیوار کے باہر والے کسی بونے کو دے دیا جاتا بشرطیکہ اس کی خصوصیت کا انکشاف زمانہ طفولیت میں ہی ہو جاتا لیکن اگر سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد پتہ چلتا کہ وہ بول اور سُن سکتا ہے تو پھر خود اس لڑکے یا لڑکی کا باپ اسے ٹیلے پر لے آتا اور اسے شجر حیات کے تنے سے باندھ دیتا اور چلا جاتا اور جب وہ لڑکا یا لڑکی مر جاتی تو اس کا باپ واپس آتا اور اسے اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیتا۔ بھینٹ کی یہ بے دردانہ رسم اس لئے ضروری تھی کہ محافظوں کو یہ خطرہ لاحق ہو جاتا کہ کہیں یہ "بولنے اور سننے والا" یا والی باہر جا کر۔ "شجر حیات" اور "اندرون دیوار" کے رازہائے سربستہ لوگوں سے بیان نہ کر دے۔

تو ایسے تھے وہ لوگ جو عجیب پُراسرار تھے۔ اور ان لوگوں میں، جنھیں نصف انسان ہی کہا جا سکتا ہے ریچل قیام کرنے پر مجبور تھی۔ بلاشبہ زولو لوگ نرے وحشی اور خونخوار تھے لیکن بونے ساحروں کے مقابلے میں اب وہی زولو ریچل کو فرشتوں کی طرح معلوم ہو رہے تھے۔ زولو کم سے کم اس کے دماغ میں نہ جھانکتے تھے لیکن یہ پراسرار بونے تو جیسے اس کے دماغ میں گھس کر اس کے خیالات معلوم کر لیتے تھے۔ وہ اپنے سامنے

پیالے لئے بیٹھے رہتے اور اس میں ریچل کا مقدر دیکھتے۔ اس نے اکثر دفعہ ان لوگوں کو آپس میں خود اس کے متعلق اشارے کرتے دیکھا تھا۔

ایک بار پھر رات کا اندھیرا اتر چکا تھا۔ شجر حیات کی عجیب سی بو احاطے میں پھیلی ہوئی تھی اور جلتے ہوئے چراغوں کی روشنی غار میں پھیلی ہوئی تھی اور نوئی اور ریچل نایا کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں اور چراغ کی لو پر بڑے بڑے اور گھناؤنے پتنگے منڈلا رہے تھے۔

" تو تمہیں وہاں سایوں کی دنیا میں نہ ملا "۔ نایا نے دفعتہً کہا " کہو خاتون اب تم مطمئن ہو گئیں یا اسے اور تلاش کرو گی؟ "

" میں اسے تمام آسمانوں اور تمام دنیاؤں میں تلاش کروں گی۔ ہاں! اس کی دید کے لئے میری روح تڑپ رہی ہے اور اگر وہ مجھے نہ ملا تو میں مر جاؤں گی اور غالباً اس دنیا میں چلی جاؤں گی جہاں وہ نہ ہو گا "۔

" ٹھیک ہے "۔ نایا نے کہا " یہ مشقت مجھے تھکا مارتی ہے کیونکہ اب میں بہت زیادہ بوڑھی ہو چکی ہوں۔ تاہم تمہاری خاطر میں ہر ممکن کوشش کروں گی کیونکہ تم نے مجھے سرخ موت سے بچایا ہے "۔

اور پھر محافظ عورتیں غار میں آکر بیٹھ گئیں اور چھوٹے چھوٹے نقارے پیٹنے لگیں اور بوڑھی مادر شجر پہلے ہی کی طرح کوئی گیت گانے لگی۔ نوئی الگ بیٹھی رہی کیونکہ آج رات کے ناٹک میں وہ کوئی کردار ادا کرنے والی نہ تھی۔ ایک بار پھر اسے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ ستاروں کے اس پار پہنچ گئی ہے اور وہ یکے بعد دیگرے اسے عجیب عالموں میں اسے تلاش کرنے لگی۔

اس نے حیرت انگیز مناظر اور حیرت انگیز چیزیں دیکھیں اور اتنی بہت سی کہ اس کی یادداں میں دفن ہو کر رہ گئی چنانچہ جب وہ بیدار ہوئی ہے تو اسے ایک ایک تفصیل یاد تھی لیکن ریچل نے اس کو کسی عالم میں نہ دیکھا۔ البتہ جب وہ بیدار ہو رہی تھی تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے لمحہ بھر کے لئے رچرڈ اس کے بہت قریب آگیا تھا یا وہ خود اس کے بہت قریب پہنچ گئی تھی وہ اسے دیکھ نہ سکی تھی، وہ اس کی آواز سن نہ سکی تھی اس کے باوجود وہ ریچل کے یقیناً بہت قریب تھا اور پھر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور نایا نے اپنا گیت ختم کر کے پوچھا۔

"کھو رات کے مسافر! کیا خبر لائے ہو؟"

اور ریچل نے تھکی ہوئی آواز میں اپنے حالیہ سفر کی تفصیلات سنا دیں۔

"واہ!" نایا نے اپنے بھورے بالوں والا سر ہلا کر کہا۔ "اس دفعہ وہ تم سے زیادہ دور نہ تھا۔ کل میں تمہاری روح کو زیادہ پرقوت بنا دوں گی اور شاید پھر وہ تمہارے پاس آجائے۔ بس اب آرام کرو۔"

چنانچہ دوسری رات نایا نے پھر ریچل پر سحر پھونکا اور ایک بار پھر اس کی روح رچرڈ کو تلاش کرنے لگی اس دفعہ ریچل نے محسوس کیا کہ وہ دنیا سے رخصت نہ ہوئی تھی بلکہ وہ اس عالم آب و گل میں ہی اسے تلاش کر رہی تھی اور لوگوں کے لامتناہی سیلاب سے لڑکھڑاتی ہوئی تھی ——— اور آخر کار اس نے اپنے محبوب کو پا لیا۔ اس نے رچرڈ کی آواز سنی: اس نے اسے دیکھا نہیں، اسے یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کہاں تھا اس کے باوجود بلا شک و شبہ وہ تھوڑی دیر کے لئے اس کے ساتھ

تھی۔ وہ بیدار ہو گئی۔ وہ بے حد تھکی ہوئی تھی مگر خوش تھی۔

نایا نے اس کی پوری داستان سنی، ایک ایک لفظ غور سے سنا لیکن منھ سے کچھ نہ کہا اور پھر اس نے ان عورتوں سے، جو نقارے بجا رہی تھیں، شبنم سے بھرا ہوا پیالہ لانے کو کہا اور پھر جھک کر اس میں دیکھنے لگی۔ گونگی اور بہری عورتیں بھی اپنے اپنے پیالوں پر جھک گئیں۔ جب وہ جو کچھ معلوم کرنا چاہتی تھیں وہ معلوم کر چکیں تو تینوں عورتوں نے اپنے اپنے پیالے اٹھا کر اوندھا دئے۔

"ماں! دیکھا کچھ؟" ریچل نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"ہاں بیٹی! ہم تینوں نے کچھ دیکھا" نایا نے جواب دیا۔ "اور چونکہ ہمیں ایک ہی تصویر نظر آئی ہے اس لئے وہ سچ ہے۔ لیکن یہ نہ پوچھو کہ ہم نے کیا دیکھا کیونکہ یہ ہم تمہیں نہ بتائیں گے اور اگر ہم نے بتا بھی دیا تو تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ البتہ ہمت رکھو اور امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔"

چنانچہ نایا کے ان الفاظ پر غور کرتے کرتے ریچل سو گئی کیونکہ اس کی بات کا مطلب وہ اور کوئی سمجھ نہ پائی تھی۔ دوسری رات ریچل نے نایا سے درخواست کی کہ وہ پھر اس پر سحر پھونک دے کہ وہ اپنے محبوب کو تلاش کر سکے تو بڑھیا نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔ اب نہیں" نایا نے جواب دیا "تین دفعہ میں نے تمہاری روح کو جسم سے الگ کر کے دور دراز مقامات تک بھیجا تھا۔ اب اگر چوتھی بار میں نے کوشش کی تو تم زندہ نہ رہو گی۔ اس کے علاوہ اپنی مسلسل مشقتوں نے مجھے تھکا مارا ہے اور پھر اب اس کی ضرورت بھی نہیں رہ گئی ہے کیونکہ اب تمہاری روح تمہارے محبوب کے پاس ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو، اور اسے

تسکین دے رہی ہے حالانکہ خود تم اس بات سے واقف نہیں ہو۔"

"یہ سب تو ٹھیک ہے ماں لیکن وہ ہے کہاں؟ مجھے تمہارے پیالے میں اس کی صورت دیکھنے دو کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ تم اس پیالے میں اس کی صورت دیکھ چکی ہو۔"

"بہت اچھا۔ اگر دیکھ سکتی ہو تو دیکھ لو۔"

اور اس نے ایک بوڑھی عورت کو اشارہ کیا کہ وہ پیالہ ریچل کے سامنے رکھ دے۔

چنانچہ ریچل پیالے پر جھک گئی اور بہت دیر تک غور سے دیکھتی رہی لیکن اسے رچرڈ کے متعلق کچھ نظر نہ آیا البتہ چند دوسری حیرت انگیز تصویریں نظر آئیں جو اس کے ماضی کے متعلق تھیں۔ آخر کار تھک کر کے اس نے پیالہ پھینک دیا اور نایا سے پوچھا کہ وہ لوگ اسے کیوں بتا رہے اور پریشان کر رہے ہیں حالانکہ وہ تالاب کے پانی میں رچرڈ کو آتے دیکھ اور ایدو کے دئے ہوئے پیالے میں ڈنگان کی قسمت کا حال پڑھ چکی تھی پھر اب اسے تصویریں کیوں نظر نہیں آ رہیں۔

"تالاب میں تمہیں جو تصویر نظر آئی تھی اس کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتی" نایا نے جواب دیا "کیونکہ وہ خود تمہارے دل یا شاید دماغ کی پیدا کردہ تھی چنانچہ ہمارے جادو سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ رہی وہ تصویریں جو تمہیں ایدو کے پیالے میں نظر آئی تھیں تو ان کے متعلق میں کہہ سکتی ہوں کہ وہ تصویریں ایدو کے روانہ ہونے سے پہلے میں نے دیکھی تھیں اور پھر انہیں پیالے میں محفوظ کر دیا تھا اور وہ تصویریں ایدو نے تمہیں دکھا دیں۔ بے شک تم غیب ہیں اور پاک و صاف ہو تاہم تم ہمارے

سحر سے واقف نہیں ہو بہتنا نچہ ہمارے پیالوں میں تمہیں اس وقت تک تصویریں نظر نہیں آسکتیں جب تک کہ ہمارا خون تمہارے خون سے مل نہیں جاتا"۔

"تم لوگوں کا خون میرے خون سے مل نہیں جاتا! کیا مطلب ہے تمہارا اماں ؟"۔

"مطلب وہی ہے جو میں نے کہا۔ اگر ایدو اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تو میرے بعد خوابوں کی ملکہ تم ہوگی لیکن تمہاری بشریائیں اور ایدو کی شریائیں کھولی جائیں گی ——— یہ ضروری ہے ——— اور تمہارا خون اس کی رگوں میں اور ان کا خون تمہاری رگوں میں ٹپکایا جائے گا اور اس کے بعد تم بھی ہماری طرح پیالوں میں تصویریں دیکھ سکو گی اور ایدو تمہارا آقا ہوگا اور جب تک تم زندہ رہوگی اس کی تابع فرمان رہو گی"۔

"اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہم دونوں میں سے ایک بھی زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہے گا"۔ ریچل نے کہا۔

اس رات ریچل اس قدر تھکی ہوئی تھی کہ اسے نیند نہ آئی۔ ایسا کیوں تھا یہ تو وہ خود بھی نہ جانتی تھی کیونکہ دن بھر اس نے کچھ نہ کیا تھا سوائے اس کے کہ محافظوں کو شجر مقدس کے احاطے میں آتے جاتے اور قبریں کھودتے دیکھتی رہی تھی چنانچہ یہ واقعی عجیب بات تھی کہ وہ یوں محسوس کر رہی تھی جیسے میلوں کا سفر طے کر کے آرہی ہو۔ چنانچہ وہ سو نہ سکی۔ پو پھٹنے سے کوئی ایک گھنٹے پہلے اس نے دیکھا کہ نایا اٹھی اور اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا نقارہ لئے غار کے دہانے کی طرف چلی کسی اندرونی قوت نے ریچل کو مجبور کر دیا کہ وہ نایا کا تعاقب کرے اور

دیکھے کہ وہ کہاں جاتی اور کیا کرتی ہے۔ چنانچہ اس نے نوئی کو، جو قریب ہی لیٹی ہوئی تھی، جھنجھوڑ کر بیدار کیا اور اسے بھی اپنے ساتھ چلنے کو کہا

غار سے باہر پہنچ کر تاروں کی روشنی میں انھوں نے دیکھا کہ نایا ٹیلے پر سے اتر رہی تھی اور نیچے پہنچ کر وہ سامنے والے میدان کی طرف بڑھی۔ دونوں لڑکیاں بھی اس کے پیچھے چلیں۔ ان کا خیال تھا کہ نایا دیوار سے باہر نکل جانا چاہتی ہے لیکن ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ دیوار کے قریب پہنچ کر وہ اس پر چڑھنے لگی۔ حالانکہ وہ بوڑھی اور کمزور تھی تاہم وہ دیوار کے کھردرے اور ابھرے ہوئے پتھروں پر چڑھ رہی تھی لیکن نایا ایک ہوشیار بلی کی طرح اوپر چڑھ رہی تھی۔ آخر کار وہ دیوار کی چوٹی پر، جو ساٹھ فٹ بلند تھی، پہنچ کر وہاں بیٹھ گئی اور اب وہ نقارہ بجا رہی تھی لیکن صرف ایک ہاتھ سے۔ نوئی اور ریچل نقارے کی آواز سن رہی تھیں۔ وہ رک رک کر ایک ہاتھ کی ضربیں، نقارے پر لگا رہی تھی۔ کبھی آہستہ اور کبھی زور سے اور ہر پانچ دس ضربوں کے بعد وہ اپنا ہاتھ ایک ثانیے کے لئے روک لیتی۔

"یہ تو جیسے کوئی پیغام پہنچا رہی ہے کسی کو"۔ ریچل نے سوچا۔

آخر کار نایا نے نقارہ بجانا بند کر دیا۔ چاروں طرف گہری خاموشی تھی جسے کبھی کبھی کسی گرتے ہوئے درخت کی آواز توڑ دیتی تھی اور اس گہری خاموشی میں ریچل نے اور نوئی نے بھی کہیں دور سے آتی ہوئی نقارے کی مدھم آواز سنی۔ یہ نایا کے نقارے کا جواب تھا۔ نایا نے بھی یہ آواز سن لی کیونکہ اس نے فوراً ہی اپنے نقارے پر ایک ضرب لگائی۔ اس کے بعد دور سے آتی ہوئی نقارے کی آواز جاری رہی۔ وہ چند ثانیوں

کے لئے خاموش ہوگئی ۔ جیسے کسی دوسرے اور دور کے نقارے کا جواب سننے کے لئے ۔ اور وہ آواز پھر سنائی دی۔ اب نقارہ غالباً وہ جواب دہرا رہا تھا جو کسی بہت دور کے نقارے نے دیا تھا۔

بہت دیر تک نقاروں کی آوازیں سوال و جواب ہوتے رہے یہاں تک کہ افق مشرق سرخ ہونے لگا اور ساتھ ہی نایا مسلسل کئی منٹ تک اپنے نقارے پر ضربیں لگاتی رہی اور دور کے نقارے پر صرف ایک ضرب لگا کر اس کا جواب دیا گیا۔ اب نایا نے آسمان کی طرف دیکھا اور دیوار پر سے اترنے کی تیاری کرنے لگی۔ ریچل اور لوئی فوراً پلٹ کر غار میں آگئیں اور اپنے اپنے بستر پر لیٹ کر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور یوں ظاہر کرنے لگیں جیسی گہری نیند سو رہی ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ہی نایا غار میں داخل ہوئی۔ وہ ریچل اور لوئی کے قریب آ کھڑی ہوئی اور سر ہلا کر بولی:۔

"میری بچیو! تم مادر شجر کو اتنی آسانی سے دھوکا نہیں دے سکتیں"۔

"تو تم نے ہمیں دیکھ لیا؟" ریچل نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

"نہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے تو تم دونوں کو دیکھا نہ تھا البتہ میں تم کو اپنے پیچھے آتے ضرور محسوس کر رہی تھی اور تم آپس میں جو کچھ سرگوشی کر رہی تھیں اسے بھی میں اپنے دل میں سن رہی تھی۔ کہو انکو سا زانہ! میرا تعاقب کر کے تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے؟"۔

"نہیں ماں۔ لیکن اگر مناسب سمجھو تو ہمیں بھی بتا دو کہ تم کیا کر رہی تھیں؟"۔

"میں سرحد پر کے غلاموں کو چند احکامات دے رہی تھی۔ وہ اب

بھی مجھے مادرِ شجر تسلیم کرتے اور میرے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ شاید تم یقین نہ کرو گی کہ میں اس دیوار پر بیٹھی ان افسروں کے نام جو اوم کوسا قبائل کی انتہائی سرحد پر ہیں چند احکامات بھیج رہی تھی اور اب میرے حکم کے مطابق انہوں نے چند آدمی میرے ایک خاص کام کے لئے دوڑا دئے ہیں۔"

"یہ خاص کام کیا ہے ماں؟" ریچل نے پوچھا۔

"یہ میرا معاملہ ہے تمہارا نہیں۔ ہر چند کہ یہ معاملہ اشد ضروری نہیں ہے لیکن چونکہ میں نہیں جانتی کہ میری جسمانی قوت کب تک برقرار رہے گی اس لئے میں نے اسے جلد ہی نپٹا لینا مناسب سمجھا۔"

اور پھر مزید کچھ کہے بغیر وہ اپنی چٹائی پر گٹھری سی بن کر لیٹ گئی اور شاید سو گئی۔

اس نقارے سے پیغام یا "احکامات" بھیجنے والے واقعات کے بعد ریچل کے دن بلکہ ہفتے بڑے ہی حیرت انگیز گزرے۔ نایا نے پھر اس پر نوم توجہ کا عالم طاری نہ کیا اور بظاہر کچھ بھی نہ ہوا۔ تاہم ریچل خود اپنے اندر بڑی بڑی تبدیلیاں محسوس کر رہی تھی۔ اس کی دیوانگی پوری طرح دور ہو چکی تھی اس کے باوجود وہ ہر عورت سے مختلف تھی۔ اس کا دماغ جیسے بھٹک رہا تھا لیکن وہ یہ نہ جانتی تھی کہ کہاں بھٹک رہا تھا۔ اس کے باوجود کئی گھنٹوں تک اس کا دماغ اور شاید اس کی روح بھی اس کے پاس نہ ہوتی اور یہ عالم بیداری ہی ہوتا یعنی وہ جاگ رہی ہوتی اور پوری طرح اپنے ہوش میں ہوتی اور بعد اسے کچھ یاد نہ رہتا۔ یہ دورے اس پر رات کے وقت بھی پڑتے اور دن کے وقت بھی اور رفتہ رفتہ ان دوروں کا درمیانی وقفہ زیادہ سے زیادہ کم ہوتا

جارہا تھا۔

اسے کچھ یاد نہ رہتا لیکن اس "لاشیئیت" میں ایک احساس مسلسل اور متواتر اُبھر رہا تھا۔ رچرڈ کے قریب کا احساس۔ رچرڈ کے وجود کا احساس جیسے وہ دم بہ دم اس کے دل کے زیادہ سے زیادہ قریب ہوتا جارہا ہو یہ اس کے قرب اور اس کے وجود کا احساس ہی تھا جس نے ان طویل اور اُکتا دینے والے دنوں کو ریچل کے لئے بڑے خوشگوار دن بنا دئیے تھے حالانکہ اکثر دفعہ، جب وہ اپنے آپ میں ہوتی، وہ یہی سوچتی کہ یہ دراصل ایک خواب ہے اور بس۔ تاہم یہ کیا بات تھی کہ اس کا یہ احساس یقین میں بدلتا جارہا تھا؟ اگر یہ خواب تھا تو اسے اس قدر متاثر کیوں کر رہا تھا؟ وہ ایسی تھکن سی کیوں محسوس کرتی تھی؟ اس کے اعضاء درد کیوں کرنے لگتے تھے؟ وہ مضمحل کیوں ہوتی جارہی تھی؟ جیسے وہ رات بھر سفر کرتی رہی ہو؟ وہ یوں کیوں محسوس کر رہی تھی جیسے وقتاً فوقتاً خطرات سے گزر رہی ہو؟ اسے سردی اور گرمی کیوں محسوس ہوتی تھی؟ وہ پانی کی پیاس کیوں محسوس کرتی تھی؟ اسے یوں کیوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ طوفانِ باد باراں کا مقابلہ کرتی کہیں جارہی ہے؟۔

وہ خود ان سوالات کا جواب نہ دے سکتی تھی۔ نوئی بھی نہ دے سکتی تھی اور جب اس نے نایا سے پوچھا تو بوڑھی مادرِ شجر سر ہلا کر خاموش ہو رہی۔ البتہ مقامِ مقدس کے محافظ شاید کچھ جانتے تھے کیونکہ جب وہ ان کے قریب سے گزرتی تو وہ ایک دوسرے کو ٹھوکے مارتے، مسکراتے اور بہت سے محافظ ایک ہی پیالے پر جھک کر اور سر سے سر جوڑ کر اس میں کچھ دیکھنے لگتے۔

لیکن اگر نوئی اور نایا ان عجیب دوروں سے واقف نہ تھیں تو بھی ان

کا اثر رکیل پر دیکھ کر بے چین ہوئی جا رہی تھیں۔ طویل القامت اور پُرقوت رکیل دن بہ دن زیادہ سے زیادہ کمزور ہوتی جا رہی تھی اُس شخص کی طرح جس کا گلا کسی موذی اور جان لیوا مرض نے آدبایا ہو۔

چنانچہ اسی طرح تین ہفتے گزر گئے اور ایک دن علی الصبح نایا نے ایدو کے ذہن پر اپنا اثر ڈالا اور وہ بوڑھی مادرِ شجر سے دو دو باتیں کرنے کے لئے بے تاب ہو اٹھا۔ چنانچہ دوسری صبح ایدو اپنے ساتھی ہانا کے ساتھ مقدس احاطے میں داخل ہوا اور نایا نے غار کے دہانے میں ان دونوں سے تنہا ملاقات کی۔

"بڑھیا! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بہت زیادہ دبلی اور سفید ہو گئی ہو لیکن اب تک زندہ ہو" ایدو نے کہا "جنگل میں بسنے والے ہزاروں لوگوں کا خیال تھا کہ تم کبھی کی شجر حیات کی چھاؤں میں چلی گئی ہو گی۔ کہو تو اب میں یہ خوشخبری انہیں سنا دوں؟"۔

مادرِ شجر نے گھور کر ایدو کی طرف دیکھا۔

"میرا مضحکہ اُڑانے والے عیار ایدو" اس نے کہا "یہ سچ ہے کہ میں کمزور اور سفید ہو گئی ہوں۔ یہ سچ ہے کہ میری رگیں خشک پتے کے ریشوں کی طرح اُبھر آئی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ میری آنکھیں جیسے حلقوں سے نکلی پڑ رہی ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ میں بہت جلد شجر حیات کی چھاؤں میں چلی جاؤں گی اور یہی تم چاہتے بھی ہو تاکہ میرے بعد تم خوابوں کے شکاریوں پر حکومت کر سکو۔ یہ سب سچ ہے ایدو تاہم میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں اور مناسب ہو گا کہ میں جو کچھ کہوں اسے تم غور سے سنو۔"

"کہو جو کچھ کہنا ہے" ایدو نے کہا "اس کا تو مجھے بھی اعتراف ہے کہ

تمہارا علم عظیم ہے۔ شہد کی مکھی کی طرح تم عمر بھر شہد جمع کرتی رہی ہو۔ چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وقت گزرنے سے پہلے میں اس کا کچھ حصّہ حاصل کرلوں۔ کہو۔ کہو۔ میں ہمہ تن گوش ہوں۔"

"ایدو! یہاں میں اکیلی ہی دبلی اور سفید ہو رہی بلکہ کوئی اور بھی ہو رہا ہے وہ دیکھو۔"

اور اس نے ریچل کی طرف اشارہ کیا جو اس وقت ان کے قریب سے گزر رہی تھی۔ وہ کمزور ہو رہی تھی چنانچہ نوئی اسے سہارا دئے ہوئے تھی۔

"ہوں۔ ہوں" ایدو نے کہا "میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ مقام موت، روحوں کا یہ مسکن انگوسازانہ کے جسم سے بھی حیات کھینچ رہا ہے۔ اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے اس کی روح کو بھی طول طویل سفر پر بھیجدیا تھا —— اور اس فن میں تم طاق ہو —— اور ایسے روحانی سفر جسم اور روح کو نچوڑ لیتے ہیں۔"

"شاید۔ اور اب اس سے پہلے کہ وقت گزر جائے، میں اس کے جسم کو بھی سفر پر بھیجدینا چاہتی ہوں۔ لیکن اس وقت تمہیں اقتدار حاصل ہے اور تم اس کا راستہ روکے ہوئے ہو۔"

یہ میں جانتا ہوں" ایدو نے سر ہلاکر کہا "بلکہ ہم سب جانتے ہیں۔ جانتے ہیں نا ہاہا؟ کیونکہ ہم نے نقاروں کی آواز سُنی تھی اور اسی صبح درختوں سے شبنم کے قطروں کو ٹپکتے دیکھا تھا۔ تم اسے ایک مسافر کے پاس بھیجنا چاہتی ہو۔"

"ہاں۔ اور اگر تم بیوقوف نہیں ہو تو انگوسازانہ کو نہ روکو گے بلکہ اسے جانے دو گے۔"

"میں اسے کیوں جانے دوں؟" ایدو نے کہا۔ "اگر وہ چلی گئی تو میں خود کہیں کا نہ رہوں گا۔ میری ساری عظمت خاک میں مل جائے گی میرے سارے کیے دھرے پر پانی پھر جائے گا۔ نہیں۔ یہ نہ ہوگا۔ تمہارے بعد انگوسازانہ مادرِ شجر بنے گی۔ خوابوں کے شکاری یہی چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جب میرا خون اس کی رگوں میں ٹپکایا جائے گا تو پھر اس کے علم اور دانائی کا عروج دیکھنے کے قابل ہوگا خصوصاً اس لئے کہ یہ سفید فام کنواری ہے۔ نہیں۔ میں انسے نہ جانے دوں گا۔ یہاں اس مقدس مقام میں، وہ محفوظ ہے چنانچہ اگر وہ اسی جگہ رہی تو ظاہر ہے کہ مر جائے گی پھر اس کی روح دوسرے مسافر کے پاس چلی جائے گی اور پھر ہم اسے نہ روک سکیں گے۔"

"ایدو! تم پاگل ہو گئے ہو۔ جاہ طلبی نے تمہیں اندھا کر دیا ہے۔ انگوسازانہ کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور کسی اور کو مادرِ شجر بنا لو۔ یہ نوئی ہے۔ اسے بنا لو۔"

"نوئی! ـــــ اس کی رگوں میں تمہارا ہی تو خون ہے۔ وہ بھی تمہاری طرح ہی تو سوچتی ہے۔ اسے بھی وہ پسند ہیں جنہیں تم پسند کرتی ہو اور ان نفرت ہے جن سے تم نفرت کرتی ہو۔ نہیں میں اس لڑکی کو مادرِ شجر بناؤں گا جس کے خون میں ملاوٹ ہے۔ انگوسازانہ ہی ہماری ملکہ ہوگی۔"

"تو پھر ایدو" نایالے آگے کی طرف جھک کر اور ایدو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرگوشی میں کہا "انگوسازانہ خوابوں کے شکاریوں کی آخری ملکہ ہوگی۔ بیوقوف! انگوسازانہ کی حمایتی وہ قوتیں ہیں جن کا مقابلہ تم نہ کرسکو گی، اپنی تمام تر ساحرانہ قوتوں کے باوجود نہ کرسکو گے۔ میں ان قوتوں

سے واقف ہوں اور میں کہتی ہوں ایدو کہ وہ قوتیں تمہارا کفن تیار کر رہی ہیں بہت اچھا ایدو۔ جو تمہاری جی چاہے کرو۔ میں یہ باتیں اس لئے نہیں کہہ رہی کہ مجھے انکو سازانہ سے محبت ہے بلکہ اس لئے کہہ رہی ہوں کہ مجھے اب بھی خوابوں کے شکاریوں سے محبت ہے۔ بیوقوف! تم جو جالا بن رہے ہو اور بنتے رہو آخر میں خود ہی اس میں پھنس جاؤ گے۔ سن لو ایدو کہ تمہاری موت اس قدر سرخ ہو گی کہ آج تک کسی کی نہیں ہوئی اور یہ موت تنہا تم پر نازل نہ ہو گی۔ بس اب جاؤ اور آئندہ کبھی میرے پاس نہ آنا البتہ روحوں کی دنیا میں تمہالو البقیہ میرے پاس آئے گا اور معافی طلب کرے گا لیکن اسے معافی نہ دی جائے گی۔ جاؤ۔ کہہ دو خوابوں کے شکاریوں سے کہ ان کی بوڑھی ماں جس کے خلاف انھوں نے بغاوت کر دی تھی، مر گئی اور کہو ان سے کہ بوڑھی ماں نے کہا ہے کہ وہ اس مصیبت اور اس عذاب کے لئے تیار رہیں جو اب تک بوڑھی مادر شجر نے ان سے دور رکھا تھا!"

اب ایدو نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن اس کے منھ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا کیونکہ نانا یا کی شعلہ بار نگاہوں میں کوئی خاص بات تھی جس نے ایدو کو خوفزدہ کر دیا۔ اس نے ہانا کی طرف اور ہانا نے اس کی طرف دیکھا اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے لڑکھڑاتے قدموں سے دیوار کی طرف چل دئے۔

تیئسواں باب

جذبۂ دل

رچرڈ وارین کو صرف اس قدر یاد تھا کہ اسے مانوتی کرال کی ایک جھونپڑی میں قید رکھا گیا تھا، اسے دودھ کا ایک پیالہ پینے کو دیا گیا تھا جسے پیتے ہی اس کے دل و دماغ میں ناقابلِ برداشت ٹھنڈک سی دوڑ گئی تھی اور اس کے بعد کئی دنوں تک اسے کچھ یاد نہ رہا لیکن رفتہ رفتہ بیہوشی اور غنودگی کے دوروں کے درمیان، اس کے بدن میں قوتِ حیات کی لہریں دوڑنے لگیں۔ رفتہ رفتہ اس کا دماغ اور یادداشت بیدار ہونے لگی۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک بے ڈھنگی جھونپڑی میں، جو درختوں کی ٹہنیوں کو جوڑ کر بنائی گئی تھی، پڑے پایا۔ ادھیڑ عمر کی ایک کافر عورت اسکی تیمارداری کر رہی تھی۔

"کون ہو تم؟" رچرڈ نے پوچھا۔

"مجھے مامی کہتے ہیں" عورت نے جواب دیا۔

"مامی!ـــــ مامی!ـــــ یہ نام میں نے پہلے بھی اکثر سنا ہے اور آواز بھی کان آشنا ہے۔ ارے! تم البوبوسی کی وہی بیوی تو نہیں جو جھونپڑی کی دیوار کے ایک سوراخ میں سے مجھ سے گفتگو کرتی تھی؟"

اس نے ٹہنیوں کے بل اٹھنے کی کوشش کی لیکن اٹھ نہ سکا۔

"ہاں انگوس میں ابوبوسی کی بیویوں میں سے ایک تھی"۔

"ایک تھیں! ——— تو پھر ——— تو پھر ابوبوسی کہاں گیا؟"۔

"مر گیا"۔

"مر گیا!"۔

"ہاں انگوس۔ آگ نے اسے اور اس کے کرال مافوتی کو جلا کر راکھ کر دیا۔

"مافوتی ——— مافوتی جل گیا ——— تو پھر انگوسازانہ کہاں ہے؟ جلد جواب دو مامی" رچرڈ نے کھوکھلی آواز میں بیخ کر پوچھا۔

"افسوس انگوس۔ انگوسازانہ بھی مر گئی کیونکہ جب مافوتی جل رہا تھا تو وہ کرال میں ہی تھی لوگوں نے اسے ایک جھونپڑی کی چھت پر کھڑے دیکھا تھا اور پھر وہ نہ دیکھی گئی۔"

"تو پھر مجھے مر جانے دو کہ میں بھی اس کے پاس چلا جاؤں"۔

اور پھر وہ کراہ کر ڈھے گیا، اس کی آنکھیں بند ہو گئیں، اس کا سینہ اٹھنے اور گرنے لگا۔ وہ بیہوش ہو چکا تھا اور وہ تین دنوں تک بیہوش رہا۔

اس کے باوجود وہ زندہ رہا کیونکہ وہ جوان اور طاقتور تھا اور مامی اس کے حلق میں دودھ ٹپکاتی رہی تھی۔ رفتہ رفتہ اس کی جسمانی قوت کسی حد تک عود کر آئی اور وہ اس قابل ہو سکا کہ سوچ اور بول سکے اور مامی سے اس نے یہ پوری خوفناک داستان معلوم کر لی۔

مامی نے بتایا کہ ڈنگاں کے خوف سے مافوتی کے لوگ فرار ہو گئے اور ساتھ ہی رچرڈ کو بھی، جسے وہ مردہ یقین کر چکے تھے، اپنے ساتھ اٹھا

لائے۔ ہر وہ شخص جو چل پھر سکتا تھا اپنے مویشی لے کر مافوتی سے فرار ہوگیا۔ صرف ابوبوسی، چند بوڑھے، بیمار اور وہ لوگ جو اس وقت اتفاقاً کرال سے باہر گئے ہوئے تھے، مافوتی میں رہ گئے انہی لوگوں میں سے دو، جو مافوتی میں رہ گئے تھے، کرال کی آتش زدگی کے وقت فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے اور انہی لوگوں نے ابوبوسی اور انکوسازانہ کے عبرت انگیز انجام کی تفصیلات سنائی تھیں۔ رہے وہ خود، یعنی مامی اور اس کے ساتھ فرار ہونے والے جو رچرڈ کی اپنے خیالوں لاش اٹھا لائے تھے، تو وہ رات دن چلتے رہے یہاں تک کہ وہ کوہ کوتالامبا میں پہنچ گئے۔ ان پہاڑوں میں وہ لوگ آباد تھے جو شاکا کی فوج کی تباہ کاریوں سے بچ گئے تھے۔ چنانچہ مامی اور اس کے ساتھی ان پہاڑوں میں اس امید کے ساتھ مقیم ہوگئے کہ ڈنگان ان سے کوئی تعرض نہ کرے گا۔ اور اب تک ڈنگان کی فوجیں وہاں تک نہ آئی تھیں۔ خوش قسمتی سے وہ اپنے زیادہ مویشی ساتھ لے آنے میں کامیاب ہوگئے تھے اور پھر یہاں کی زمین بھی زرخیز تھی چنانچہ یہ لوگ اب اسی جگہ مستقل طور پر مقیم ہو جانے کا ارادہ کر چکے تھے۔

تو یہ تھی پوری داستان جو مامی نے اسے سنائی تھی۔

دو تین دن بعد رچرڈ رینگ کر اپنی جھونپڑی کے دروازے تک جانے میں کامیاب ہوگیا اور اس نے دیکھا کہ یہ ایک قدرتی اور ناقابل تسخیر قلعہ سا تھا۔ چاروں طرف بلند و بالا پہاڑ تھے اور باہر جانے کے لئے صرف ایک راستہ تھا۔ کوتالامبا سلسلۂ کوہ میں ایک تنگ درہ تھا۔ وہ لوگ جو کھیتوں میں کام کر رہے تھے، رچرڈ کو دیکھتے ہی

اس کے پاس آ گئے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف یوں دیکھنے لگے جیسے وہ زندہ ہو کر قبر میں سے نکل آیا ہو۔ بہر حال انھوں نے بڑے احترام سے رچرڈ کو سلام کیا۔ اس نے ان لوگوں سے، جن میں دو شخص بھی شامل تھے جنہوں نے مافوتی کو جلتے دیکھا تھا، چند سوالات پوچھے لیکن ان لوگوں نے وہی باتیں کہیں جنہیں وہ مامی سے سن چکا تھا۔ اس سے زیادہ وہ لوگ اسے کچھ نہ بتا سکے۔ البتہ یہ بات انھوں نے بڑے یقین سے کہی کہ ان زد لوڈں کے ساتھ، جو مافوتی میں گھس پڑے تھے، انکوسازانہ جل مری۔ اب تو رچرڈ کو بھی ریچل کے مرنے کا یقین ہو گیا۔ وہ دل شکستہ ہو کر جھونپڑی میں رینگ آیا۔ اب دنیا میں اس کے لئے کچھ نہ رہ گیا تھا۔ وہ سب کچھ گنوا چکا تھا اور اب خود بھی مر جانا چاہتا تھا۔

لیکن وہ نہ مرا بلکہ وہ پوری طرح تندرست ہو گیا اور جب وہ سفر کرنے کے قابل ہو گیا تو وہ اس بستی کے سردار کے پاس پہنچا اور اس سے کہا کہ اب وہ ان سے رخصت ہو کر اپنے لوگوں میں، جو کیپ کالونی میں بسے ہوئے تھے، جانا چاہتا ہے۔

"نہیں نہیں انکوس! تم نہیں جا سکتے" سردار نے کہا "کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ تم اپنے لوگوں کے پاس نہ جاؤ گے بلکہ انکوسازانہ کے متعلق تمام باتیں معلوم کرنے کے لئے ڈنگان کے پاس جاؤ گے۔ انکوس تمہیں ہمارے ساتھ ہی رہنا ہے کہ اگر کبھی ڈنگان کو تمہارے خون کا انتقام لینے کا خیال آ جائے اور اس کی فوجیں یہاں تک آ جائیں تو ہم ان کے سامنے تمہیں پیش کر کے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ الوبوسی کا گناہ خود ہم سے پرے ہٹ گیا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تاموسا اور ڈنگان نے ان لوگوں کو کیسی سزا دینے کی قسم کھائی

تھی جو سفید فام سردار داریکو ذرا بھی نقصان پہنچائیں گے"۔

رچرڈ اس کے ساتھ بحث کرنے لگا لیکن سردار نے اس کی ایک نہ سنی چنانچہ رچرڈ خاموش ہو رہا اور فرار کی تدبیریں سوچنے لگا۔ ایک اندھیری رات میں اس نے فرار کی کوشش بھی کی لیکن درے میں پہرہ دیتے ہوئے لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور بڑی عزت اور احترام سے اسے اس کی جھونپڑی میں پہنچا دیا۔ دوسرے دن سردار نے اسے بلایا اور کہا کہ وہ ان کی لاشوں پر سے ہی گزر کر یہاں سے جا سکتا ہے اور یہ کہ اس پر رات دن نظر رکھی جا رہی ہے اور یہ کہ درے پر ہمیشہ پہرہ رہتا ہے۔ اور پھر سردار نے کہا کہ وہ سفید فام اور ہوشیار ہے چنانچہ وہ ان کا سردار بن جائے، ڈنگان کی فوجوں اور دوسرے دشمنوں سے انہیں بچاتا رہے اور یہ کہ ابوبوسی کی بیویوں کو اپنی بیویاں بنا لے (یہ سن کر رچرڈ کانپ گیا) اور یہ کہ وہ لوگ اس کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے البتہ وہ انہیں چھوڑ کر چلے جانے کا ارادہ ترک کر دے۔

رچرڈ نے ان کی پیش کش ٹھکرا دی لیکن آخر میں وہ اس بستی کا سردار ہی بن گیا۔ اس لئے نہیں کہ وہ جاہ و طلب تھا بلکہ اس لئے کہ وہ بیکار بیٹھے بیٹھے اکتا گیا تھا۔ رہی ابوبوسی کی بیویاں تو رچرڈ ان کی طرف نگاہ بھی نہ کرتا تھا ان کو اپنی بیویاں بنانا تو خیر دور کی بات تھی۔

چنانچہ وہ کئی ہفتوں تک پہاڑوں سے گھرے ہوئے اس مقام پر بیٹھا رہا اور اس کی چھوٹی سی بستی کا سردار بنا رہا۔ دن بھر وہ کھیتوں میں چکر لگاتا اور لوگوں کے جھگڑوں وغیرہ کے فیصلہ کرتا۔ لیکن راتیں اس کے لئے عذاب جان تھیں۔ رات کے اندھیرے کے ساتھ ساتھ غم و اندوہ

اور ریچل کی یاد اس کے دل میں اتر آئی اور اس کی روح تک کو ایک عذاب میں مبتلا کر دیتی۔ ریچل کی یاد کسی طرح اس کا پیچھا نہ چھوڑتی تھی ــــــ اور وہ مر چکی تھی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ مر چکی تھی ــــــ اور وہ خود زندہ تھا۔

ایک رات اس نے ریچل کو خواب میں دیکھا کہ وہ اسے تلاش کر رہی ہے اور اسے پکار رہی ہے۔ بڑا ہی صاف اور واضح خواب تھا یہ۔ اس کی آنکھ کھل گئی اور خواب غائب ہو گیا۔ لیکن دوسرے دن وہ اپنے دماغ میں عجیب ہلچل سی محسوس کرتا رہا اور اس کے قدم خود بخود شمال کی طرف اٹھ جاتے۔

دوسری رات اس نے پھر ریچل کو خواب میں دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"میں نے تمہیں بہت تلاش کیا رچرڈ۔ ہر جگہ تلاش کیا اور آخر کار میں نے تمہیں پا لیا۔ اپنی آنکھیں کھولو رچرڈ اور تم مجھے دیکھ لو گے"۔

اور رچرڈ نے آنکھیں کھول دیں تو ریچل کے چہرے کے نقوش اسے سامنے نظر آئے۔ ایک لمحے تک ــــــ صرف ایک لمحے تک اسے اندھیرے میں اپنی محبوبہ کے چہرے کے خطوط نظر آئے ــــــ اور پھر وہاں کچھ نہ تھا۔ وہ اسے دیکھ نہ سکتا۔ وہ اسے چھو نہ سکتا تھا لیکن وہ اسے اپنے قریب محسوس کر رہا تھا۔ رات کے اندھیرے میں ریچل کا چہرہ اس کی نظر کے سامنے آجاتا۔ وہ اس کی نظر کے سامنے تیرنے لگتا اور خواب میں اس کی آواز کہتی:۔

"آجاؤ رچرڈ ــــــ آجاؤ میرے پیارے ــــــ مجھے تمہاری ضرورت ہے ــــــ آجاؤ۔ میں خود تمہاری راہبر بنوں گی۔"

اور پھر اس کی آنکھ کھل جاتی، اسے یاد آتا کہ ریچل مر چکی ہے اور یہ کہ اس کی روح اب اسے دوسری دنیا میں بلا رہی ہے۔ وہ آواز اسے شمال کی طرف بلاتی رہتی ـــــ ہمیشہ شمال کی طرف بلاتی رہتی یہاں تک کہ حالت یہ ہو گئی کہ اگر رچرڈ چاہتا بھی تو مشرق یا مغرب یا جنوب کی طرف قدم نہ اٹھا سکتا۔ وہ جب بھی ان سمتوں میں بڑھتا تو چند گز کے بعد ہی اس کے قدم خود بخود شمال کی طرف پلٹ جاتے اور اس کا رخ دوسرے کی طرف ہوتا۔

ایک رات وہ دماغی اور جسمانی طور پر بے حد تھکا ہوا اپنی جھونپڑی میں پہنچا اور تھوڑی دیر تک کروٹیں بدلنے کے بعد سو گیا اور آنکھیں بند ہوتے ہی ریچل سامنے کھڑی تھی۔

"رچرڈ! میرے پیارے! تم نہ آؤ گے؟" وہ کہہ رہی تھی۔ "تم میری محبت ہو ـــ تم میری حیات ہو۔ کہاں تک مجھے ستاؤ گے؟ کب تک میں تمہارے سامنے گڑگڑاؤں گی؟ وہ وقت دور نہیں جب میری قوت جواب دے جائے گی۔ پھر میں تمہارے پاس نہ آسکوں گی اور پھر تم مجھے کیسے پا سکو گے۔ میرے پیارے؟ اٹھو ـــ اٹھو ـــ اس سے پہلے کہ وقت گذر جائے ـــــ اٹھو ـــــ آؤ ـــــ میں خود تمہاری راہبری کروں گی۔"

اس کی آنکھ کھل گئی۔ برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ اب وہ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ وہ شاید پاگل ہو گیا تھا اور یہ خواب اس کے اکھڑے ہوئے دماغ کی اختراع تھے جو اسے موت کی طرف بلا رہے تھے۔ شاید ریچل کو کہیں شمال کی طرف دفن کیا گیا تھا۔ اگر ایسا ہی تھا تو پھر وہ بھی

شمال میں دفن ہوگا۔ شاید ریچل کی روح کہیں شمال میں مقیم تھی۔ اگر ایسا تھا تو پھر خود اس کی روح بھی اسی طرف چلی جائے گی۔ درے میں پہرہ دیتے ہوئے کافر اسے قتل کر دیں گے اگر ایسا ہوا تو وہ اپنا چہرہ شمال کی طرف کئے قتل ہوگا کیونکہ ریچل اسے اسی طرف تو بلا رہی تھی۔

وہ اٹھا، اپنے آپ کو بکری کی کھال کے کمبل میں لپیٹا، ایک چرمی تھیلے میں سکھایا ہوا گوشت اور ابال کر نرم کی ہوئی مکئی رکھی اور یہ تھیلا اپنے ایک کندھے سے لٹکا لیا ساتھ میں پانی سے بھری ہوئی ایک تونبی بھی لٹکا لی کیونکہ چند دنوں کے لئے تو اسے بہر حال جینا تھا اور اس کے لئے پانی اور غذا کی ظاہر ہے کہ ضرورت تھی۔ اس کے پاس بندوق نہ تھی چنانچہ اس نے ایک مضبوط لاٹھی، ایک شکاری چاقو اور ایک چوڑے پھل والے بھالے سے اپنے آپ کو مسلح کیا، جھونپڑی سے باہر آیا اور اپنا رخ شمال کی طرف کر کے درے کی طرف قدم اٹھا دئے۔ اس نے پہلا ہی قدم اٹھایا تھا کہ اسکی دماغی بے چینی قدرے کم ہو گئی۔ اب اس کے دماغ میں سکون تھا۔ وہ اس پر اسرار بلاوے کا جیسے تابع فرمان ہو چکا تھا۔ سکون اور یقین اس کے دل میں اترتا چلا گیا۔ وہ اپنی موت کی طرف جا رہا تھا لیکن اس کی اسے پروا نہ تھی۔ خواب اسے بلا رہا تھا۔ آواز اسے بلا رہی تھی اور اسے بہر حال جانا تھا۔ آسمان میں چاند پوری طرح روشن تھا لیکن رچرڈ نے اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش نہ کی۔ وہ اب ہر طرف سے —— اور —— ہر چیز سے بے پروا ہو چکا تھا۔

اب وہ درے میں داخل ہو چکا تھا۔ اب وہ اس مقام کے قریب تھا جہاں پہرے داروں کو متعین کیا گیا تھا لیکن رچرڈ بڑی بے خوفی

سے آگے بڑھتا رہا۔ جیسی کہ رچرڈ کو توقع تھی، پہرے دار جاگ رہے تھے اور چوکنے تھے۔ وہ چٹانوں کے پیچھے سے نکل آئے اور اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

"کہاں جا رہے ہو آقا داریو؟" پہرے داروں کے سردار نے پوچھا "تم یہاں سے نہیں جا سکتے۔"

"میں ایک روح کے پیچھے جا رہا ہوں"۔ رچرڈ نے جواب دیا "زندہ یا مردہ ——— میں اس کے پیچھے جاؤں گا۔ زندہ یا مردہ، میں یہاں سے نکل جاؤں گا۔"

"کہہ رہا ہے کہ روح کے پیچھے جا رہا ہوں" - پہرے داروں کے سردار نے ہنس کر کہا "لیکن ہماری بہتری اسی میں ہے کہ ہم اسے نہ جانے دیں۔"

چنانچہ پہرے دار اس کی طرف بڑھے۔ رچرڈ خاموش اپنی موت کا منتظر کھڑا رہا۔ پہرے دار اس کی طرف لپکے لیکن پھر کچھ ہوا ——— آگے بڑھتے ہوئے کافر دفعتہً پتھروں پر اوندھے منہ لیٹ گئے۔ رچرڈ نہ جانتا تھا کہ ایک دم کیا ہوا؟ اسے پکڑنے کے لئے آگے بڑھتے ہوئے پہرے دار ایک دم سے اوندھے منہ کیوں لیٹ گئے ——— اور سچ تو یہ ہے کہ وہ معلوم کرنا بھی نہ چاہتا تھا۔ البتہ انھیں یوں سجدہ ریز دیکھ کر وہ انھیں پھلانگتا ہوا آگے بڑھا اور درے میں سے نکل کر میدان میں آگیا۔

وہ رات بھر چلتا اور بار بار گردن گھما کر پیچھے دیکھتا رہا کہ کوئی اس کے تعاقب میں تو نہیں آ رہا؟ لیکن کوئی اس کا تعاقب نہ کر رہا تھا

وہ اکیلا تھا ــــــ بالکل اکیلا ــــــ البتہ وہ خواب اس کے ساتھ تھا جو اسے شمال، لبِ شمال کی طرف ہی لئے جا رہا تھا۔ سورج طلوع ہوا تو ہمیں اس تنہا مسافر نے ایک جگہ قیام کر دیا۔ اپنے چرمی تھیلے میں سے خشک گوشت نکال کر کھایا اور پڑ کر سو رہا۔ دوپہر کے وقت بیدار ہو کر وہ پھر چل پڑا۔ وہ راستے سے واقف نہ تھا تاہم وہ بڑے یقین سے جیسے راستے سے واقف ہو، آگے بڑھتا رہا۔ وہ نہ جانتے ہوئے بھی جانتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے۔ اس رات اس نے اپنا کھانا ختم کیا، سو گیا اور پو پھٹے بیدار ہو کر پھر چل پڑا۔ آگے بڑھ کر اسے چند کافر ملے جنہوں نے اس سے چند سوالات پوچھے لیکن اس نے صرف یہ جواب دیا کہ وہ ایک روح کے پیچھے پیچھے جا رہا ہے۔ کافر حیرت سے اس کی صورت تکنے لگے اور پھر دفعتہً خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد واپس آئے اور اس کے سامنے کھانا رکھ گئے۔ رچرڈ نے کھانا کھایا اور آگے بڑھ گیا۔

اور اب وہ مافوتی کرال میں پہنچ چکا تھا اور اس جلے ہوئے اور ویران کرال میں بھٹک رہا تھا۔ راکھ کے ڈھیروں میں سے ہڈیاں جھانک رہی تھیں، وہ اپنی لاٹھی سے ان ہڈیوں کو الٹ پلٹ کر رہا تھا اور سوچ رہا تھا ان میں ریچل کی ہڈیاں کون سی ہوں گی۔ اس رات وہ اسی ویران اور جلے ہوئے کرال میں سو رہا اور سوچا کہ شاید یہی اس کی منزل تھی اور یہ کہ وہ اسی جگہ مر جائے گا کیونکہ ریچل، اس کے خیال میں، اسی جگہ مری تھی۔ لیکن صبح جب وہ بیدار ہوا تو پتہ چلا کہ کوئی قوت اب بھی شمال کی طرف کھینچ رہی تھی اور اس دفعہ یہ پُراسرار کشش پہلے سے زیادہ زوردار تھی۔

چنانچہ وہ جلتے ہوئے کرال میں سے نکل آیا اور اس چٹان کے تعاقب میں چلنے لگا جس کی چوٹی پر سے چلتے ہوئے اشمیل نے چھلانگ لگا دی تھی وہ اس دریا کے کنارے پہنچ گیا جسے ریچل نے تیر کر عبور کیا تھا۔ اس وقت یہ دریا پایاب تھا۔ اس طرف کے کافروں کو شاید اس کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی کیونکہ وہ گروہ در گروہ آتے اور اس کے سامنے کھانا رکھ دیتے لیکن وہ خاموش رہتے لیکن جب وہ خود ان سے بات کرتا اور کہتا کہ وہ ایک روح اور ایک خواب کے پیچھے چلا ہے اور ان سے پوچھتا کہ آیا انہیں بھی روح یا وہ خواب نظر آرہا ہے تو وہ لوگ "تاگیتی۔ تاگیتی" (سحر زدہ) چیختے ہوئے بھاگ جاتے۔

وہ چلتا رہا اور ہر رات اسے اپنے سونے کے لئے ایک جھونپڑی تیار مل جاتی اور اس میں کھانا بھی رکھا ہوا ہوتا ______ اور آخر کار وہ ڈنگان کے کرال میں پہنچ گیا۔ وہ کرال کے راستوں پر سے گزرنے لگا اور سیکڑوں لوگ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے رہے اور پھر ایک زولو افسر نے ایک نئی بنی ہوئی جھونپڑی کی طرف اشارہ کیا۔ رچرڈ اس جھونپڑی میں داخل ہوا۔ حسب معمول کھانا تیار تھا۔ اس نے کھایا اور سو رہا۔

صبح تڑکے وہ بیدار ہوا اور چلنے کی تیاری کرنے لگا۔ اسے یہاں قیام نہ کرنا تھا کیونکہ ریچل کا چہرہ نظر کے سامنے تھا جو اسے شمال کی طرف کھینچ رہا تھا اور اس کی آواز کہہ رہی تھی:۔

"آگے بڑھو ______ آگے بڑھو ______ شمال کی طرف۔ میں خود تمہاری راہبر ہوں۔"

اور وہ چل پڑا اور عین اس کے راستے میں ڈنگان اپنے مشیروں اور چند فوجی افسروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور فوجیوں کا ایک دستہ بھی کھڑا ہوا تھا۔ رچرڈ ان سپاہیوں کے درمیان سے نکلا چلا گیا اور جب وہ بادشاہ کے سامنے پہنچا تو سپاہی اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔

"کون ہو تم اور کیا چاہتے ہو؟" اس بوڑھے مشیر نے پوچھا جس کا ایک ہاتھ خشک تھا اور جس کا نام موبو تھا۔

"میں رچرڈ دارین ہوں اور یہاں مجھے کچھ کام نہیں ہے" اس نے جواب دیا "میں شمال کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے روکنے کی کوشش نہ کرو۔"

"ہاں۔ ہم پہچانتے ہیں تمہیں" موبو نے کہا "تم سفید فام سردار دان لو ہو۔ وہی سردار جو انکوسازانہ کے سائے میں بیٹھا کرتا تھا۔ تم وہی سفید فام سردار ہو جس کو ابولوسی نے اپنے کرال ماخوتی میں قتل کر دیا تھا۔ اب تمہارا بھوت ہمیں یہاں پریشان کرنے کیوں آیا ہے؟"

"میں زندہ ہوں یا مردہ، بھوت ہوں یا انسان، میں شمال کی طرف جا رہا ہوں۔ مجھے نہ روکو۔"

"شمال میں کیا تلاش کرنے جا رہے ہو؟"

"ایک خواب کی تلاش میں جا رہا ہوں اور ایک روح مجھے اس خواب کی طرف کھینچ رہی ہے۔"

"ایک خواب کی تلاش میں جا رہا ہے" زولوؤں نے کہا "ایک روح اسے کھینچ رہی ہے۔"

"کیسا ہے یہ خواب دارلیو؟" موبو نے پوچھا۔

"آؤ میرے پاس کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو۔ تم اسے فضا میں تیرتے

دیکھو گے۔ آؤ کیونکہ تمہاری آنکھیں اسے دیکھ سکتی ہیں۔"

موپو اٹھ کر رچرڈ کے پہلو میں آ کھڑا ہوا، اس نے اوپر نظر کی، اس کے بشرے سے خوف ہویدا ہو گیا اور اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

"بے شک —— سفید فام دارلو —— بے شک میں دیکھ رہا ہوں —— میں اس کے چہرے سے واقف ہوں۔"

"بوڑھے بیوقوف" ڈنگان چیخا "تم اس چہرے سے واقف ہو تو پھر کس کا ہے یہ چہرہ؟۔"

"اے بادشاہ!" موپو نے نظریں جھکا کر جواب دیا "اس کا نام لینا گناہ ہے لیکن یہ چہرہ اس کا ہے جو اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ جہاں یہ سفید فام آوارہ گرد کھڑا ہوا ہے اور جس نے بادشاہ کو پیالے میں چیتار تصویریں دکھائی تھیں۔"

یہ سنتے ہی ڈنگان کانپ گیا کیونکہ اسے وہ تصویریں یاد آ گئیں جو اسے ایدو کے پیالے میں نظر آئی تھیں اور ان تصویروں کی یاد اسے آسیب بن کر دن رات پریشان کیا کرتی تھی اس کے علاوہ اکثر دفعہ اس کا یہ احساس شدت اختیار کر جاتا تھا کہ وہ وقت، جس کے متعلق اس نے تصویریں دیکھی تھیں، اب زیادہ سے زیادہ قریب آتا جا رہا ہے۔

"یہ سفید فام پاگل ہے۔" ڈنگان نے کہا "اور موپو تم بھی پاگل ہو گئے ہو اکثر دفعہ مجھے خیال آیا تھا اور آج پھر سوچتا ہوں کہ تم کسی طویل سفر پر روانہ ہو جاؤ کہ تمہاری صحت بحال ہو جائے۔ یہ شخص دارلو یہیں رہے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ میرے ملک میں بھٹکتا رہے اور اپنے خواب کی داستان سنا کر لوگوں کو پریشان کرتا رہے اور خوفزدہ کرتا رہے۔ پکڑ لو اسے۔ وچ ڈاکٹروں کی مجلس اس کے معاملے کی تحقیق کرے گی۔"

چنانچہ یوں کہا ڈنگان نے اور وہ دل ہی دل میں ڈر رہا تھا کہ کہیں اس سفید فام آوارہ گرد داریو کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ خود ڈنگان نے انکو سازانہ کو، جب وہ پاگل ہو چکی تھی، خوابوں کے شکاریوں کے حوالے کردیا تھا اور وہ بھی محض اپنے آپ اور اپنے ملک کو اس کی بد دعاؤں سے بچانے کے لئے، اس کے علاوہ وہ یہ بھی نہ بھولا تھا کہ ابو بوسی نے جو خون کئے تھے انہی کی وجہ سے انکو سازانہ پاگل ہو گئی تھی اور یہ بات کسی طرح اس کی سمجھ میں نہ آرہی تھی کہ اگر داریو کو ابو بوسی نے زہر دے دیا تھا تو پھر یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا کہ وہی داریو اس وقت اس کے سامنے زندہ کھڑا ہوا تھا۔
چنانچہ اس نے سوچا کہ وہ داریو کو قید کردے گا اور پھر اس پورے معاملے کی تحقیق کرکے حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرے گا کہ یہ شخص داریو واقعی زندہ ہے یا پھر یہ اس کی روح ہے یا بھوت ہے جو انسانی قالب میں بھٹک رہا ہے۔

ڈنگان کا حکم سنتے ہی سپاہی رچرڈ کو گرفتار کرنے کے لئے آگے بڑھے لیکن موپو گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا اور دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لئے۔ سپاہی آگے بڑھے لیکن وہ رچرڈ کو گرفتار نہ کرسکے اس کے برخلاف وہ لڑکھڑا کر دائیں بائیں ہٹ گئے اور چلائے:۔

"شاہ زدلو! تمہارا جی چاہے تو بے شک ہمارے سر اڑا دو لیکن ہم اسے گرفتار نہیں کرسکتے۔"

"اس جادوگر نے میرے سپاہیوں پر سحر پھونک دیا ہے" ڈنگان نے کہا "وچ ڈاکٹرو! تمہارا کام ہی بھوتوں کو پکڑنا ہے چنانچہ آگے بڑھو اور اس سفید فام کی مشکیں کس دو۔"

دس بارہ وِچ ڈاکٹر، جو وہاں موجود تھے، بادل ناخواستہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے لئے اُٹھے اور رچرڈ کی طرف بڑھے۔ وہ گیت گا رہے تھے اور کوئی منتر بڑبڑا رہے تھے لیکن رچرڈ نے قہقہہ لگا کر کہا:۔

"سنبھل جاؤ ۔۔۔ ساحرو ۔۔۔ سنبھل جاؤ ۔۔۔ وہ خواب غصے بھری نظروں سے تمہاری طرف دیکھ رہا ہے۔"

چنانچہ وِچ ڈاکٹر بھی لڑکھڑا کر دائیں بائیں ہٹ گئے اور انھوں نے کہا:۔

"اس سفید فام ساحر پر ہمارا زور نہیں چل سکتا۔"

اب تو ڈنگان مارے غصے کے پاگل ہو گیا اور چیخ چیخ کر حکم دینے لگا کہ رچرڈ کو فوراً گرفتار کر لیا جائے اور اگر وہ آزاد ہونے کی کوشش کرے تو فوراً اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اب سپاہیوں کا پورا دستہ حرکت میں آگیا۔ انھوں نے رچرڈ کو اپنے نرغے میں لے لیا۔ وہ اپنے ڈنڈے ہلا ہلا کر چیخنے اور شور مچانے لگے کیونکہ بادشاہ کے حضور وہ بھالے لے کر نہ آسکتے تھے۔

" ہٹو ۔۔۔ راستہ دو ۔۔۔ مجھے شمال کی طرف جانا ہے۔"

سپاہی جہاں تھے وہیں کھڑے رہے البتہ ایک افسر نے چند قدم آگے بڑھ کر رچرڈ سے کہا کہ وہ اپنا بھالا پھینک کر اپنے آپ کو سپاہیوں کے حوالے کر دے یا پھر مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ لیکن رچرڈ بڑی بے خوفی سے آگے بڑھا۔ افسر نے اشارہ کیا اور سپاہی اس کا بھیجا پاش پاش کر دینے کے لئے اپنے ڈنڈے بلند کر کے رچرڈ کی طرف لپکے۔

یکایک رچرڈ کے سامنے کوئی چیز نمودار ہو گئی۔ ایک دھندلی اور سفید

چیز جو اس کے آگے چل رہی تھی۔ سپاہیوں نے اس چیز کو دیکھا اور ان کے ہاتھوں سے ڈنڈے چھوٹ گئے۔ پیچھے کھڑے ہوئے دستے نے اسے دیکھا اور اس کے سپاہی بھڑکی ہوئی بھیڑوں طرح بھاگ کھڑے ہوئے انھوں نے دروازہ بھی تلاش نہ کیا بلکہ باڑھ توڑ کر بھاگے۔ بادشاہ اور اس کے مشیروں نے بھی دیکھا۔

"انکوسازانہ!" وہ چلائے "یہ انکوسازانہ ہے جو اس کے آگے چل رہی ہے جس سے وہ محبت کرتی ہے۔"

اور مشیر کانپنے لگے، ان کی آنکھیں پھیل گئیں اور دوسرے ہی لمحے وہ سجدے میں پڑے تھے۔ صرف ڈنگان اپنی تپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔

"جاؤ" اس نے پھٹی ہوئی آواز میں رچرڈ سے کہا "چاہے مشرق کی طرف جاؤ چاہے مغرب کی طرف، شمال کی طرف جاؤ چاہے جنوب کی طرف لیکن اس روح کو اپنے ساتھ لیتے جاؤ کیونکہ یہ میرے ملک پر مصیبت لے آئے گی۔"

چنانچہ رچرڈ، جس نے جیسے کچھ دیکھا اور سنا نہ تھا، آگے بڑھا، وہ ڈنگان کے کرال سے نکل آیا اور ایک بار پھر شمال کی طرف چل پڑا ــــــ شمال، جو اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

وہ اسی راستے پر سفر کر رہا تھا جس راستے سے ریچل اور نوئی اید اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ گئی تھیں۔ وہ نہ جانتا تھا کہ اس کے قدم اسے کہاں لے جا رہے تھے تاہم وہ چلتا رہا، مسلسل چلتا ہی رہا۔ یہاں کسی نے اسے نہ روکا۔ کسی نے اس سے کچھ نہ کہا۔ بستیوں اور کرالوں میں پیغامبر اس کی آمد کی اطلاع دیتے جاتے تھے اور یہ کرال والے اس کے لیے کھانا لے آتے

اور اس کی حفاظت کرتے اور جب وہ آبادیوں سے نکل آیا تو کوئی غیبی قوت اس کی حفاظت کر رہی تھی۔ اسے کسی قسم کا خوف نہ تھا۔ رات کے وقت وہ الاؤ روشن کئے بغیر سو جاتا اور شیر اس کے آس پاس دھاڑتے لیکن اس کے قریب نہ آتے۔ وہ بے خوف و خطر دلدل یا دریا میں اتر پڑتا اور بخیر و خوبی اسے عبور کر جاتا۔ اس کے پاس پانی نہ ہوتا تو وہ اسے تلاش کئے بغیر مل جاتے، اس کے پاس کھانا نہ ہوتا اور خود بخود اس کا انتظام ہو جاتا مثلاً ایک دفعہ ایک عقاب کی گرفت سے ایک خرگوش چھوٹ کر عین اس کے قدموں پر آگرا، ایک دفعہ شیر کا تازہ شکار کیا ہوا ہرن اسے مل گیا اور ایک دفعہ وہ بہت بھوکا تھا تو شتر مرغ کے ایک گھونسلے کے قریب ہی سو گیا اور اس گھونسلے میں شتر مرغ کے انڈے تھے۔ یہ غذا وہ کافروں کے طریقے سے آگ جلا کر پکا لیتا۔ یعنی دو خشک ٹہنیاں رگڑ کر آگ جلا لیتا۔ آگ جلانے کا یہ طریقہ بعید قدیم تھا ——— اور اب بھی ہے ——— اور رچرڈ آگ جلانے کے اس طریقے سے واقف تھا۔

دلدلیں پیچھے چھوٹ گئیں اور اب وہ ڈھلوانی میدان طے کر رہا تھا ان ڈھلوانوں کے انتہائی سرے پر ایک رات اس نے قیام کر دیا اور صبح بیدار ہوا تو دیوقامت اوم کوس اسے گھیرے کھڑے تھے اور حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہ اٹھ بیٹھا اور سوچا کہ اس کا آخری وقت آگیا ہے کیونکہ اس کے خیال میں یہ دیو اسے قتل کر دینے والے تھے لیکن اسے قتل کرنے کے بجائے ان دیوقامت لوگوں نے اسے سلام کیا اور گھٹنوں کے بل جھک کر اس کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور اسے نئے چرمی جوتے دئے ——— کیونکہ خود اس کے جوتے پھٹ گئے تھے ——— اور اسے نیا لباس دیا اور

رچرڈ نے شکریے کے ساتھ یہ چیزیں قبول کرلیں کیونکہ اس کا لباس پھٹ گیا تھا اور وہ تقریباً عریاں تھا۔ پھر اوم کلوس اس کے لئے ڈولی لے آئے لیکن اس نے اس میں سوار ہونے سے انکار کر دیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر اور تونبی میں پانی بھر کر وہ پھر شمال کی طرف چل پڑا۔ اگر وہ چاہتا بھی تو وہاں اور کسی جگہ بھی قیام نہ کر سکتا تھا کیونکہ اس کے دماغ پر ایک خیال، صرف ایک خیال مسلط تھا — سفر — بس سفر کرتا رہے یہاں تک کہ وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے پھر یہ منزل موت کی منزل ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس کی نظر کے سامنے صرف ایک چیز تھی۔ ریچل کا چہرہ جو اسے آگے ہی آگے — منزل کی طرف — انجام کی طرف — لئے جا رہا تھا۔ کئی دفعہ گھنٹوں تک یہ چہرہ اس کی نظر کے سامنے رہتا اور کئی دفعہ گھنٹوں تک غائب رہتا۔ جب وہ سامنے ہوتا تو رچرڈ اسے دیکھا کرتا اور جب وہ غائب ہوتا تو وہ اس کے متعلق خواب دیکھتا۔ اس کے لئے اس چہرے کا وجود اور عدم وجود برابر تھا۔ البتہ ایک چیز ہمیشہ اس کے ساتھ تھی۔ وہ انجانی پراسرار کشش، وہ مقناطیس جو اسے برابر شمال کی طرف کھینچ رہا تھا۔

سو کے قریب دیو قامت اوم کلوس اس کے ساتھ ہو لئے لیکن رچرڈ نے ان کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ وہ اسے روکنے کی یا اسے نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کر رہے تھے چنانچہ اگر وہ اس کے ساتھ بھی چل رہے تھے تو اسے کوئی اعتراض نہ تھا۔ بہرحال اوم کلوس کے ساتھ کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا سفر نسبتاً آسان ہو گیا کیونکہ اسے کھانا پکا پکایا اور عمدہ مل جاتا تھا اور ہر رات سونے کے لئے وہ قیام گاہ بھی مل جاتی تھی جو اوم کلوس اس کے لئے تیار کر دیتے تھے۔ رچرڈ کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اس

دیو قامت گروہ کے لوگوں کا افسر اس کافر بولی کے چند الفاظ سمجھ لیتا تھا جسے خوذ رچرڈ بول اور سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے پوچھا کہ وہ لوگ اس پر اس قدر مہربان کیوں تھے۔

"مادرِ شجر کا حکم" افسر نے جواب دیا۔

اب باوجود کوشش کے رچرڈ یہ نہ معلوم کر سکا کہ یہ مادرِ شجر کیا تھی اور کون تھی چنانچہ اس نے افسر سے سوالات پوچھنا ترک کر دیا اور اپنا سفر جاری رکھا۔

زرخیز میدانوں اور کھیتوں سے گزر کر وہ لوگ خوفناک صحرا کے کنارے پہنچ گئے۔ اس بے آب وگیاہ ویرانے نے رچرڈ کو خوفزدہ نہ کیا۔ وہ اس صحرا میں اتر پڑا۔ اگر آگ کا دریا اس کے راستے میں پڑتا تو وہ بے دھڑک اس میں بھی اتر پڑتا۔ وہ اس پرندے کی طرح بن گیا تھا جو اپنی جبلت سے مجبور ہو کر اس دور دراز ملک کی طرف اڑا جا رہا ہو جہاں بہار کی آمد آمد ہو اور اپنی پرواز میں پہاڑوں، سمندروں اور صحراؤں کو خاطر میں نہ لاتا ہو دیو قامت اوم کلوس کا ایک دستہ بھی اس کے ساتھ صحرا میں اتر پڑا اور وہ باربردار بھی ساتھ تھے جو پانی سے بھری ہوئی چرمی مشکیں اٹھائے ہوئے تھے۔ اس جلتے ہوئے صحرا کا سفر بڑا ہی آزمائشی تھا تاہم رچرڈ اسے بھی پار کر گیا اور جب وہ صحرا کے دوسرے کنارے پر پہنچا ہے تو اوم کلوس میں کا صرف ایک شخص اس کے ساتھ رہ گیا تھا لیکن وہاں پہنچ کر وہ بھی ڈھے گیا اور زمین پر پڑے ہی پڑے اس چھوٹے سے نقارے پر ضربیں لگانے لگا جو اس کے پاس تھا۔ لیکن رچرڈ ذرا بھی تھکن محسوس نہ کر رہا تھا بلکہ اب تو اس کے رگ و ریشے میں برقی لہریں سی دوڑ رہی تھیں۔ وہ حیرت سے سوچ رہا

تھا کہ یہ تھکا ہوا شخص، جس میں چلنے تک کی سکت نہیں، خواہ مخواہ نقارہ کیوں بجا رہا ہے! بہر حال اس نے اس سوال پر زیادہ غور نہ کیا اور اکیلا ہی آگے بڑھ گیا۔

اور اب اس کے سامنے اور چند میل کے فاصلے پر عظیم درختوں کا جنگل تھا جو حدِ نظر تک پھیلا ہوا تھا ــ وہ اس جنگل کی طرف اور اس کے ایک خاص درخت کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ نہ جانتا تھا کہ اس کے قدم اس خاص درخت کی طرف کیوں اٹھ رہے ہیں۔ اس وقت غروب ہوتے ہوئے سورج کی شعاعوں نے اس درخت کو سرخ رنگ دے دیا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے اس میں آگ لگ گئی ہو اور اسے درختوں کے سائے میں چند سائے حرکت کرتے نظر آئے اور اب وہ جنگل میں داخل ہو گیا اور درختوں کی ٹہنیوں نے آپس میں مل کر اس کے سر پر اور بہت اوپر ایک سائبان سا تان رکھا تھا اور جنگل میں نیم تاریکی تھی جو رفتہ رفتہ مکمل تاریکی میں تبدیل ہو رہی تھی اور سسکیاں سی بھر رہی تھی اور یہاں وہاں اڑتے ہوئے جگنو چنگاریوں کی طرح معلوم ہو رہے تھے۔ اور اب رچرڈ کو آگے بڑھنے کا راستہ نظر نہ آ رہا تھا، ایک غنودگی اور شدید تھکن اس پر مسلط ہو چکی تھی چنانچہ حسب معمول وہ ایک عظیم الشان درخت کے تنے کے قریب سونے کے لئے لیٹ گیا۔

تھوڑی دیر گذر گئی ــــــــ وہ معلوم نہ کر سکا کہ کتنی دیر ــــــــ دفعتہً اس کی آنکھ کھل گئی۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اس کے جسم کو چھو رہے تھے اور کچھ کر رہے تھے۔ اندھیرا اس قدر گاڑھا تھا کہ وہ کچھ دیکھ نہ سکتا تھا تاہم ہاتھوں کا لمس وہ محسوس کر رہا تھا اور کہہ سکتا

تھا کہ یہ ہاتھ جیسے بچوں کے تھے۔ دو ہاتھوں نے اس کا حلق پکڑ لیا کہ وہ چیخ نہ سکے اور دوسرے ہاتھ اس کے بازوؤں، ٹانگوں اور کمر کے گرد رسیاں کس رہے تھے۔ اور اب وہ ہل جل بھی نہ سکتا تھا۔ اور پھر اسے چند قدم تک گھسیٹا گیا اور اسے اس درخت کے تنے سے باندھ دیا گیا جس کی چھاؤں میں وہ سویا تھا۔ یہ بات اس نے اندازے سے معلوم کرلی تھی۔ ہاتھوں نے اس کا حلق چھوڑ دیا اور اب وہ مدد کے لئے پکار سکتا تھا چنانچہ وہ پکارنے لگا۔ لیکن اس عظیم الشان جنگل کی گہرائیوں میں اس کی آواز جیسے ڈوب ڈوب جاتی تھی اور درختوں کی ٹہنیوں کے سائبان سے ٹکرا کر لوٹ لوٹ آتی تھی۔ البتہ کہیں قریب سے اسے ہلکے اور باریک قہقہے کی آواز سنائی دی۔ چنانچہ وہ خاموش ہوگیا۔ کیونکہ وہاں کون تھا اس کی مدد کرنے والا؟۔

اس نے رسیاں توڑنے اور اپنے آپ کو آزاد کرنے کی کوشش کی کیونکہ وہ پُراسرار قوت جو اسے یہاں تک لے آئی تھی، ایک بار پھر اس کے جسم میں بیدار ہوچکی تھی اور اب وہ پہلے سے زیادہ زوردار تھی۔ وہ اسے پکار رہی تھی، وہ اسے آگے بڑھنے کو کہہ رہی تھی اور اس کے کان میں سرگوشی کر رہی تھی کہ منزل قریب تھی۔ لیکن وہ رسیاں توڑنے کی جتنی زیادہ کوشش کر رہا تھا اتنی ہی زیادہ وہ اس کے گوشت میں پیوست ہوئی جا رہی تھیں۔ اس کے باوجود وہ کوشش کرتا رہا، کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ اس کا سر اس کے سینے پر ڈھلک گیا۔

رچرڈ بیہوش ہوچکا تھا۔

چوبیسواں باب

انجام و آغاز

جس دن ایدو ہانا کے ساتھ نایا سے ملنے آیا تھا اس کے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نایا غار کے دہانے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ شام کا وقت تھا اور اندھیرا اترنے کے قریب تھا۔ ریچل حسب معمول نوئی کا سہارا لئے بے مقصد ٹہل رہی تھی۔ دفعتہً نایا نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا اور کان لگا کر کسی آواز کو سننے لگی۔ یہ آواز ریچل اور نوئی کو نہ سنائی دے رہی تھی۔ پھر نایا نے اشارہ کیا اور نوئی اور ریچل کو اس کے سامنے لے آئی۔

"انکوسازانہ!" جب ریچل اور نوئی اس کے سامنے بیٹھ گئیں تو نایا نے کمزور آواز میں کہا "میرا وقت آگیا ہے اور میں نے الوداع کہنے کے لئے تمہیں بلایا ہے۔ اب ہماری ملاقات اُس دنیا میں ہو گی جس کی سیر تم تھوڑی دیر کے لئے کر چکی ہو۔ رات کا اندھیرا اترنے سے پہلے میں شجرِ حیات کے سائے میں چلی جاؤں گی"۔

یہ سنتے ہی ریچل رونے لگی۔ اس بڑھیا سے اسے بے حد محبت ہو گئی تھی کیونکہ دکھوں میں نایا کا سلوک اس کے ساتھ ایک شفیق ماں کا سا رہا تھا اس کے علاوہ وہ خود اس قدر کمزور ہو رہی تھی کہ اپنے آنسو نہ روک سکتی تھی۔

"ماں!" اس نے کہا "شجر حیات کے سائے میں جانا تمہارے لئے

باعثِ مسرت اور باعثِ فخر ہے چنانچہ میں تمہیں نہ روکوں گی۔ لیکن تم مجھے ان ظالم لوگوں میں اکیلی چھوڑ کر چلی جاؤ گی تو میں کیا کروں گی؟ بتاؤ میں کیا کروں گی؟۔"

"شاید تمہیں ایک دوسرا مددگار مل جائے گا اور شاید تمہیں ایک دوسرا محافظ مل جائے گا جو تمہیں سکون بخشے گا۔ اپنے دل کا کہا کرو اور نایا کے یہ آخری الفاظ یاد رکھو کہ تمہیں کوئی گزند نہ پہنچا سکے گا۔ نہیں۔ میں جانتی ہوں تب بھی تمہیں کچھ اور نہ بتاتی کیونکہ تم ان نقاروں کی آواز نہیں سن سکیں جو مجھے ایک خاص اطلاع دے گئی ہے۔ الوداع انکوسانزا۔ الوداع نوئی۔"

اور اس نے گھوم کر ان محافظوں کو اشارہ کیا جو وہاں جمع ہو گئے تھے غالباً انہیں نایا کے شجر حیات کے سائے میں جانے کے فیصلے کی اطلاع مل چکی تھی اور وہ جیسے حکم کے منتظر تھے۔

"ماں! میرے لئے تمہارے پاس آخری الفاظ نہیں ہیں؟" نوئی نے پوچھا۔

"بیٹی!" نایا نے کہا "تمہارا دل بڑا ہی بہادر ہے اور تمہیں بھی اسی کا کہنا کرنا ہے۔ حالانکہ تمہارا گناہ عظیم ہوگا لیکن میں سمجھتی ہوں تمہاری حد سے بڑھی ہوئی محبت اس کا کفارہ ادا کر دے گی۔ بہرحال تم ایک تیر ہو جسے کمان میں لگا کر چلّا چڑھا دیا گیا ہے چنانچہ جو کچھ ہونا ہے ہو کر رہے گا میں سمجھتی ہوں کہ دوسری دنیا میں ہماری ملاقات بہت جلد ہو گی۔ آؤ۔ میرے قریب آؤ اور جھک جاؤ۔"

نوئی نے اس حکم کی تعمیل کی اور نایا اس کے کان میں کچھ کہتی رہی اور

ریچل نے دیکھا کہ نوئی کی آنکھوں میں عجیب طرح کی چمک تھی۔ خوف اور فخر کی چمک، مایوسی اور امید کی چمک۔

"ماں نے کیا کہا تم سے نوئی؟" ریچل نے پوچھا۔

"یہ میں نہ بتاؤں گی زولا" نوئی نے جواب دیا۔ "چنانچہ مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔"

اور اب مقام مقدس کے محافظ ایک چھوٹی سی ڈولی لے آئے۔ یہ ڈولی نایا کے گرے ہوئے درخت کی ٹہنیوں سے بنائی گئی تھی۔ محافظوں نے نایا کو اٹھا کر۔۔۔ کیونکہ اب وہ چل پھر نہ سکتی تھی۔۔۔ اس ڈولی میں بٹھا دیا اور ڈولی اٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لی۔ نایا نے کہاروں سے ذرا ٹھہرنے کو کہا اور ریچل اور نوئی کو قریب بلا کر ان کے ماتھے پر بوسہ دیا اور انہیں دعائیں دیں۔ اور اب کہار ڈولی لئے آگے بڑھ گئے۔ نوئی اور ریچل ان کے پیچھے چلیں۔ سورج غروب ہو رہا تھا کہ وہ گونگے اور بہرے محافظ مقدس احاطے میں داخل ہو گئے اور نایا کی ڈولی شجر حیات کے تنے کے قریب رکھ کر چلے گئے۔

اندھیرا اتر آیا اور اس اندھیرے میں ریچل اور نوئی نے نایا کی آواز سنی وہ کوئی گیت گا رہی تھی۔ چند منٹوں بعد وہ خاموش ہو گئی تو دونوں لڑکیاں ٹیلے پر سے اتر کر غار میں آ گئیں۔ انھوں نے تھوڑا سا کھانا زہر مار کیا اور خاموش بیٹھی رہیں۔ وہ دونوں عورتیں، جو اس وقت جب نایا نے ریچل کو عالم ارواح کی سیر کرائی تھی تو اس کے دائیں بائیں بیٹھی ہوئی تھیں اس وقت بھی غار میں ہی بیٹھی ہوئی تھیں اور بار بار دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھ کر اپنے پیالے پر جھک جاتی تھیں۔ پیالوں میں یقیناً انھیں کوئی بے حد دلچسپ

تصویر نظر آرہی تھی۔

؛ نوئی نے ریچل سے درخواست کی کہ اب وہ سو جائے اور ریچل نے اس کی کوشش بھی کی لیکن اسے نیند نہ آئی۔ کئی گھنٹوں تک وہ کروٹیں بدلتی رہی اور آخرکار اٹھ بیٹھی۔

" نوئی! میں نے بہت کوشش کی لیکن اب برداشت نہیں کرسکتی۔ نوئی! کوئی کشش مجھے اس مقام سے باہر اور جنگل کی طرف کھینچ رہی ہے۔"

" بہن! کون سی کشش ہے جو تمہیں کھینچ رہی ہے؟" نوئی نے پوچھا " یہ ایدو تو نہیں ؟۔"

" نہیں۔ میں سمجھتی ہوں اس کشش کا تعلق ایدو سے نہیں ہے ۔۔ یہ ۔۔ یہ رچرڈ کی روح ہے ۔ وہ مرچکا ہے لیکن کئی ہفتوں سے میں اس کی روح کو اپنے قریب اور اپنے ساتھ محسوس کر رہی ہوں ۔ اور اب وہ مجھے جنگل کی طرف کھینچ رہی ہے کہ میں وہاں جاکر مرجاؤں اور اس سے جا ملوں۔"

" تو پھر زولا یہ بہت بُرا سفر ہوگا۔"

" نہیں نوئی ۔ یہ بہترین اور بے حد خوشگوار سفر ہوگا۔ اس کے خیال سے ہی میرے دل میں انبساط کی لہریں دوڑ رہی ہیں ۔ نایا نے کیا کہا تھا؟ اپنے دل کا کہا کرو اور میں وہی کر رہی ہوں جو میرا دل کہہ رہا ہے۔ الوداع نوئی میں جا رہی ہوں۔"

" نہیں" نوئی نے کہا" اگر تم گئیں تو میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی کیونکہ مجھ سے بھی یہی کہا گیا ہے کہ میں بھی وہی کروں جو میرا دل کہے اور میرا دل تمہارے دل سے منسلک ہے۔"

چنانچہ ریچل اسے سمجھانے لگی نوئی اپنی بات پر اڑی رہی۔ آخر میں وہ

دونوں اٹھیں، اپنے کندھوں پر لبادے ڈالے، ریچل نے بڑا سا آدم کوس بھالا اٹھالیا۔ یہ وہی بھالا تھا جسے وہ صحرا کے سفر میں عصا کے طور پر استعمال کرتی رہی تھی۔ دونوں بونی عورتیں خاموش بیٹھی انھیں دیکھتی رہیں۔

وہ دونوں غار سے نکل کر دیوار کے شگاف کے سامنے پہنچ گئیں۔ یہی باہر جانے کا راستہ تھا۔

"جب ہم دیوار سے گزر رہی ہوں گی تو یہاں کے محافظ شاید ہمارا خاتمہ کر دیں گے،" نوئی نے کہا۔

"اگر ایسا ہوا تو انجام بخیر ہوگا۔" ریچل نے جواب دیا۔

اور اب وہ اندرونِ دیوار کے پُر پیچ راستے میں سے گزر رہی تھیں۔ اوپر سے محافظوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں لیکن ان لوگوں نے دونوں لڑکیوں کو روکنے کی ذرا بھی کوشش نہ کی۔ ایک دو دفعہ ایسا بھی ہوا کہ انھیں پتہ نہ چلا کہ کس طرف مڑا جائے اور اس وقت ننھے ہاتھوں نے ریچل کے چغے کا دامن پکڑ کر اسے سیدھے راستے تک پہنچا دیا۔ چنانچہ وہ صحیح سلامت جنگل سے نکل آئیں۔ باہر پہنچ کر ریچل ٹھہر گئی، چند ثانیوں تک وہ اِدھر اُدھر دیکھتی رہی اور پھر دفعتہً جنوب کی طرف چل دی۔

جنگل میں گہرا اندھیرا تھا لیکن ریچل بے دھڑک اور بڑے یقین سے چلی جا رہی تھی۔ نوئی کا ہاتھ پکڑے وہ درختوں کے بڑے بڑے تنوں کا چکر کاٹتی آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ نہ تو کسی درخت سے ٹکرائی اور نہ ہی اس نے ٹھوکر کھائی۔ ایک گھنٹے تک دونوں لڑکیاں اسی طرح چلتی رہیں یہاں تک کہ ریچل نے نوئی سے سرگوشی میں کہا:-

"کوئی آواز مجھے اس جگہ ٹھہرنے کو کہہ رہی ہے۔"

اور وہ ایک درخت سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ نوئی بے حد تھک گئی تھی چنانچہ وہ ریچل کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

یہ ایک خشک اور مردہ درخت تھا جس کی پوری چوٹی غالباً پچھلے طوفان میں اڑ گئی تھی چنانچہ اوپر آسمان نظر آرہا تھا۔ تارے ماند پڑنے لگے تھے۔ دونوں لڑکیوں نے سمجھ لیا کہ صبح زیادہ دور نہ تھی۔

سورج طلوع ہوا اور اس کی شعاعیں، جو ٹھیک دوپہر کے وقت بھی اس جنگل میں داخل نہ ہو سکتی تھیں، اس جگہ، جہاں دونوں لڑکیاں تھیں، راہ پا کر سیدھی نیچے اتر آئیں اور ریچل نے یہ جگہ پہچان لی۔ یہ وہی مقام تھا جسے اس نے چڑھتے ہوئے ایک دریا کے جزیرے پر خواب میں دیکھا تھا۔ وہی مقام تھا، وہی جنگل تھا، ایسے ہی عظیم الشان درخت تھے لیکن اس نے اپنے خواب میں رچرڈ کو بھی ایک درخت سے بندھا دیکھا تھا؟ اور وہ جنگل کے اندھیرے میں جھانکنے لگی ـــــ اور اسے وہ نظر آگیا ـــــ اپنے خواب، وہی نیم عریاں اور سنہری داڑھی والا شہزادہ۔ وہ ایک سے جیسے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ یقیناً مر چکا تھا۔ یہ شاید یہ خیالی پیکر تھا، یہ شاید رچرڈ کی روح تھی جو اسے مرنے کے لئے اس جگہ تک کھینچ لائی تھی۔

ریچل اس کی طرف بڑھی ـــــ اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ ریچل کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے علاوہ اس کا سایہ بھی خشک پتوں پر نظر آرہا تھا۔ ریچل نے سوچا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر یہ رچرڈ کی روح تھی تو پھر روح کا سایہ کہاں ہوتا ہے؟ اور پھر روح کو درخت سے باندھنے کی کیا ضرورت تھی؟ رچرڈ نے بھی اسے دیکھ لیا اور اس کی آنکھوں میں عجیب چمک آگئی اور

اس نے کہا:۔

"ریچل! تم مجھے بہت دور سے کھینچ لائی ہو لیکن اس وقت تک میں نے تمہیں مکمل نہ دیکھا تھا، صرف تمہارا چہرہ میری نظر کے سامنے رہا تھا حالانکہ دوسروں کو تم مکمل نظر آئی تھیں۔ اور اب میں بھی تمہیں دیکھ رہا ہوں چنانچہ شاید میرا وقت آ گیا ہے۔ میرے سامنے کھڑی رہو ریچل اور بہت جلد ہم ساتھ ہوں گے۔ میں خوش ہوں کہ آخرکار میں نے تمہیں پالیا ہے۔"

ریچل خاموش رہی۔ وہ کچھ کہہ نہ سکی کیونکہ اس کے حلق میں پھندا سا پڑ گیا تھا۔ خوف و امید کے درمیان اس کا دل لٹک رہا تھا۔ البتہ اس نے اپنے بھالے کی نوک سے خود اپنے سائے کی طرف اشارہ کیا۔ رچرڈ نے دیکھا اور بندھا ہوا ہونے کے باوجود نمایاں طور سے چونک پڑا۔

"اگر تم روح ہو تو تمہارا سایہ کہاں سے آ گیا؟" اس نے کہا "اور اگر روح نہیں ہو تو بھوتوں کے اس جنگل میں کیسے آ گئیں؟"

ریچل اب بھی کوئی جواب نہ دے سکی البتہ اس نے آگے بڑھ کر رچرڈ کے ہونٹ چوم لئے۔ اور آخرکار اس کی سمجھ میں سب کچھ آ گیا —— دونوں کی سمجھ میں آ گیا۔ دونوں زندہ تھے۔ مجسم تھے۔ وہ روح نہ تھے۔

"مجھے کھول دو ریچل" رچرڈ نے کمزور آواز میں کہا کیونکہ اس کا سر گھوم رہا تھا "مجھے سوتے میں باندھ دیا گیا ہے۔ وہ لوگ آیا ہی چاہتے ہیں۔ جلدی کرو۔"

ریچل کی حسیں یکایک بیدار ہو گئیں۔ اپنے بھالے کے پھل سے اس نے رچرڈ کے بندھن کاٹ دیے اور زمین پر پڑا ہوا بھالا اٹھا کر رچرڈ کے

شن ہاتھ میں پکڑا دیا۔ یہ بھالا خود رچرڈ کا تھا۔ بھالا رچرڈ نے پکڑا ہی تھا کہ یکایک درخت کے تنوں کے پیچھے سے بہت سے بونے نکل آئے اور بھاگ کر ان کی طرف آنے لگے۔ سب کے آگے ایدو تھا۔ نوئی بھی ریچل اور رچرڈ کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ ریچل بپھری ہوئی شیرنی کی طرح ایدو کی طرف گھوم گئی۔

"ایدو! کیا مطلب ہے اس کا؟" اس نے پوچھا۔

"مطلب صاف ہے انکوسازانہ" ایدو نے جواب دیا۔ مطلب یہ کہ ہمیں تم نے مقام مقدس میں سے باہر نکال لانے کا راستہ آخر کار تلاش کر ہی لیا۔ اس شخص کو تم نے بہت دور سے کھینچ بلایا ہے اور اس قوت کے ذریعہ کھینچ بلایا ہے جو نایا نے تمہیں بخشی تھی۔ ہم سب کچھ جانتے تھے، ہم سب کچھ دیکھ رہے تھے اور ہم منتظر تھے۔ ہم اپنے پیالوں میں اس شخص کو قریب سے قریب تر آتے دیکھ رہے تھے۔ ہم نایا کے نقارے کا پیغام سنتے رہے تھے جو ادم کلوس کو حکم دے رہی تھی کہ وہ اس شخص کو یہاں تک پہنچا دیں اور ہم نے ادم کلوس کے نقارے کا آخری جواب بھی سنا جو صحرا کے اس طرف کے کنارے سے بھیجا گیا تھا اور جب یہ شخص تمہاری کشش سے کھنچا چلا آ رہا تھا تو ہم نے اسے پکڑ کر باندھ دیا کیونکہ ہم جانتے تھے کہ اگر ہمارے پاس نہ پہنچ سکا تو خود تم اس کے پاس آ جاؤ گی اور دیکھو تم آ گئی ہو۔

"تو یہ بات ہے۔ اب کیا کہتے ہو ایدو؟" ریچل نے پوچھا۔

"سنو انکوسازانہ۔ خوابوں کے شکاریوں نے تمہیں مادرِ شجر نامزد کر دیا ہے۔ چنانچہ اب ہمارے ساتھ چلو کہ ہم تمہیں تمہارا وہ بلند مقام دے دیں جس کی تم بجا طور پر مستحق ہو۔"

"یہ شخص" ریچل نے رچرڈ کی طرف اشارہ کر کے کہا "میرا ہونے والا شوہر ہے۔ اس کے متعلق کیا کہتے ہو؟۔"

ایدو مسکرایا۔ بڑی ہی خوفناک مسکراہٹ تھی اس کی۔

"مادرِ شجر کا کوئی شوہر نہیں ہوتا" اس نے جواب دیا "اور اگر اس کا شوہر ہوتا ہے تو وہ علم ہوتا ہے۔ یہ شخص اپنا کام پورا کر چکا ——— اور اس کا کام تمہیں مقامِ مقدس سے باہر لانا تھا ——— اور اسی مقصد کے لئے ہم نے اس مقدس جنگل میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ چنانچہ اب اس کا زندہ رہنا ضروری نہیں۔ چونکہ تم اس سے محبت کرتی ہو اس لئے ہم اسے سرخ موت نہ ماریں گے۔ اسے دوبارہ درخت سے باندھ دو۔"

دوسرے ہی لمحے ریچل کے بھالے کی نوک ایدو کے حلق پر تھی۔

"خوابوں کے شکاریو" ریچل نے چیخ کر کہا "یہ میرا مرد ہے اور میں نہ مادرِ شجر ہوں اور نہ روح بلکہ میں زندہ ہوں اور عورت ہوں۔ اگر تمہارے ان بندروں نے میرے مرد کو انگلی بھی لگائی تو ایدو تم مارے جاؤ گے اور سرخ ترین موت ہوگی تمہاری ——— اگر ہمت ہو تو ایک قدم بھی آگے بڑھاؤ اور بھالے کی نوک ایدو تمہارے سینے میں اتر جائے گی اور تمہاری روح خون میں لتھڑ جائے گی۔"

بونا کاہن کانپ کر اپنے گھٹنوں پر گر گیا اور چاروں طرف دیکھ دیکھ کر فرار کی راہ تلاش کرنے لگا۔

"اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو تم بھی زندہ نہ رہو گی" ایدو نے کہا۔

"میں موت سے نہیں ڈرتی" ریچل نے جواب دیا "اگر میرا مرد مر گیا تو میں زندہ رہ کر کیا کروں گی؟۔"

اور پھر اس نے انگریزی میں رچرڈ سے کہا:۔

"رچرڈ! تم اس بونے کا ایک ہاتھ اور نوئی تم دوسرا ہاتھ پکڑ لو۔ اگر یہ فرار ہونے کی کوشش کرے تو بلا تکلف قتل کر دینا۔ اور اگر تمہیں خوف آتا ہو تو یہ کام میں کر لوں گی۔"

چنانچہ رچرڈ اور نوئی نے ایدو کو پکڑ لیا۔

"چلو اب مقام مقدس میں چلتے ہیں کیونکہ وہاں یہ لوگ ہمیں کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے کی جرأت نہ کریں گے" ریچل نے کہا" پانی کے انتظام کے بغیر ہم صحرا عبور نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ یہ لوگ تعاقب کر کے اپنے زہریلے تیروں سے ہمارا خاتمہ کر دیں گے۔ نوئی! ان لوگوں سے کہو کہ اگر انھوں نے ہمیں پریشان نہ کیا تو ہم ایدو کو آزاد کر دیں گے۔ میرا مطلب ہے مقام مقدس میں پہنچنے کے بعد لیکن اگر انہوں نے ہماری طرف انگلی بھی اٹھائی تو یہ کاہن سرخ موت مرے گا۔"

"ان لوگوں کو چھونا بھی نہیں" ایدو نے باریک آواز میں کہا "مبادا یہ لوگ میری روح کو خون آلودہ کر دیں۔ انھیں نہ چھونا۔ یہ میرا حکم ہے"۔

بونے آپس میں طوطوں کی طرح "ٹیں۔ٹیں" کرنے لگے اور پھر وہ لوگ اس طرح مقام مقدس کی طرف چلے کہ آگے آگے رچرڈ اور نوئی تھے جو اپنے درمیان ایدو کو گھسیٹے لئے جا رہے تھے، ان کے پیچھے ریچل تھی جس نے بھالا بلند کر رکھا تھا اور جنگل کے بونے ان کے دائیں بائیں اور درختوں کے پیچھے چھپتے چھپاتے چل رہے تھے اور وہ لوگ آخر کار مقام مقدس کی چہار دیواری کے قریب اور اس کے شگاف کے سامنے پہنچ گئے اور نوئی نے پوچھا:۔

"اب ہم کیا کریں؟ اس کاہن کا خاتمہ کر دیں، بطور یرغمال اسے اپنے ساتھ لے چلیں یا آزاد کر دیں؟۔"

"میں تو کہتی ہوں کہ اسے آزاد کرنا ہی مناسب ہوگا" ریچل نے کہا۔ "کیونکہ اگر یہ مرگیا تو خواہ مخواہ ہم پر مصیبت آجائے گی، اس کے علاوہ اس کا خون بھی ہماری گردن پر ہوگا۔ اسے اندر لے جاکر آزاد کر دو۔"

چنانچہ ایک بار پھر وہ دیواری راستے میں سے گزرنے لگے اور مقام مقدس کے محافظ انہیں جاتے دیکھتے رہے وہ دوسری طرف میدان میں نکل آئے اور وہاں پہنچ کر انھوں نے ایدو کو چھوڑ دیا۔ ایدو اچھل کر ہاتھوں کی زد سے باہر ہو گیا اور غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں بولا:۔

"بیوقوفو! میں تمہارے اختیار میں تھا اس وقت تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے قتل کر دیتے کیونکہ اب تم جال میں پھنس گئے ہو۔ بے شک تم طاقتور بھی ہو اور عظیم بھی ہو لیکن غذا کے بغیر تم بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ بے شک ہم یہاں پہنچ کر تمہارے جسم کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے لیکن اب تمہیں بھوکوں مرنا ہے۔ ہاں اس وقت تک بھوکے رہو گے جب تک کہ باہر آکر اور میرے قدموں پر گر کر رحم طلب نہیں کرتے۔"

اور پھر ان بونوں کی طرف، جو دیوار پہ چڑھے ہوئے تھے، کچھ اشارے کرکے وہ شگاف میں گھس گیا۔

"نزدلا! تم نے اسے قتل کر دیا ہوتا تو اچھا ہوتا" نوئی نے کہا "کیونکہ اب وہ ہمارا خاتمہ کر دے گا۔"

"ایسی کوئی بات نہ ہوگی" ریچل نے کہا "نایا نے کہا تھا کہ میں ویسا ہی کروں جیسا میرا دل کہے اور میرے دل نے ایدو کو آزاد کرنے کو کہا۔ اور یہی میں نے

کیا۔ بہرحال ہمارے ہاتھ اس کے خون سے رنگین نہیں ہیں اور اگر ہم قتل کر دیتے تو پتہ نہیں کیا ہوتا کیونکہ خون تم جانو بڑی چیز ہے۔"

اور پھر ایدو کو بھول کر وہ ریچرڈ کی طرف گھوم گئی اور اس پر سوالات کی بوچھار کر دی۔

لیکن خود رچرڈ کچھ چکرایا ہوا تھا چنانچہ وہ ریچل کے چند سوالات کے ہی جواب دے سکا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی کوئی ساتھی قوت جو اسے سنبھالے ہوئے تھی، اس کا ساتھ چھوڑ گئی تھی اور اب پچھلے سفر کی تمام تر تھکن اس پر حاوی ہونے لگی تھی۔ وہ بمشکل کھڑا رہ سکتا تھا چنانچہ کسی شرابی کی طرح جھوم رہا تھا۔ اور ریچل دونوں اسے سہارا دئیے ہوئے تھیں اور وہ قبرستان سے گزر رہے تھے اور غار کی طرف بڑھ رہے تھے، اور جب وہ شجر حیات کے ٹیلے کے قریب پہنچے تو ایک جلوس جنازہ ٹیلے پر سے اتر رہا تھا۔ آٹھ بونے محافظ ڈولی اٹھائے ہوئے تھے اور اس میں نایا لیٹی ہوئی تھی۔ وہ مر چکی تھی اور اس کے سفید بال ڈولی سے باہر دائیں بائیں لٹک رہے تھے۔ تینوں ایک طرف اٹھ کر اور سر جھکا کر کھڑے ہو گئے اور محافظ جنازے کو دیوار کے قریب اس جگہ لے گئے جہاں پچھلے ہزاروں برس سے ماورائی شجر دفن ہوتی آئی تھیں۔

اور پھر وہ تینوں آگے بڑھے اور غار میں داخل ہو گئے جہاں سفید اور قدرتی درخت کے قریب چراغ جل رہے تھے اور چاروں طرف چڑھاوے کی چیزوں کے انبار تھے اور اس غار میں وہی دو گونگی اور بہری عورتیں بیٹھی بدستور اپنے پیالے میں دیکھ رہی تھیں۔ نایا کی موت نے انھیں متاثر نہ کیا تھا اور ایک سفید فام مرد کی آمد انھیں متاثر نہ کر سکی تھی

بلکہ شاید وہ اس کی آمد سے واقف تھیں کیونکہ کھانا تیار تھا اور رچرڈ کے لئے بستر بھی لگا دیا گیا تھا۔

رچرڈ لیٹ گیا اور پورے چوبیس گھنٹوں تک اس طرح سوتا رہا کہ اس نے کروٹ تک نہ بدلی۔ ریچل قریب بیٹھی اس کی طرف دیکھتی رہی یہاں تک کہ تکان اس پر بھی غالب آگئی اور وہ بھی سو گئی اور جب وہ بیدار ہوئی ہے تو غار میں صرف وہی روشنی تھی جو دہانے سے رینگ کر اندر آگئی تھی۔ وہ چراغ، جو ہمیشہ جلا کرتے تھے، بجھ گئے تھے۔ نوئی قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ریچل کو آنکھیں کھولتے دیکھا تو کہا:۔

"زدلا! اگر تم اپنی نیند پوری کر چکی ہو تو مناسب ہو گا کہ ہم سفید سردار کو یہاں سے نکال لے جائیں کیونکہ وہ دونوں محافظ عورتیں جا چکی ہیں، چراغ بجھ گئے ہیں اور ان میں ڈالنے کے لئے مجھے کہیں تیل نہیں مل رہا۔"

چنانچہ وہ دونوں ٹٹولتی ہوئیں رچرڈ کی طرف بڑھیں کہ دونوں مل کر اسے اٹھا کر باہر لے آئیں۔ لیکن ریچل کے ہاتھ کا لمس محسوس کر کے وہ بیدار ہو گیا اور دونوں لڑکیوں کا سہارا لے کر غار سے باہر آگیا۔ باہر آئے تو ایک حیرت انگیز منظر نظر آیا بہرے اور گونگے محافظوں کا ایک سیلاب سا سامنے والے میدان میں سے گزر رہا تھا۔ وہ لوگ اپنے بوڑھوں، بیماروں اور بچوں کو لئے اور ڈولیوں میں اپنا تمام سامان لادے جا رہے تھے۔ وہ لوگ مقام مقدس کو خالی کر کے جا رہے تھے۔

"یہ لوگ کیوں جا رہے ہیں؟" ریچل نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی زدلا" نوئی نے جواب دیا "شاید اس لئے کہ حسب معمول باہر سے ان کے لئے کھانا نہیں بھیجا جائے گا تم بھولی نہ ہو گی کہ ایدو نے

کہا تھا کہ ہم بھوکوں مریں گے۔ یہ لوگ نسلاً بعد نسلاً یہاں رہتے آئے ہیں۔ چنانچہ بھوک سے ایڑیاں رگڑ رگڑ مرنے کا خیال ہی انہیں اس مقام مقدس سے باہر نکال رہا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد ہی وہ لوگ جا چکے تھے۔ مقام مقدس خالی ہو چکا تھا۔ وہاں کوئی نہ تھا سوائے ان تینوں کے اور اب باہر سے بونے بھی شجر حیات کی چھاؤں میں مرنے کے لئے نہ آتے تھے اور پھر آخر کار رچرڈ کے حواس جیسے بجا ہو گئے اور وہ رچرڈ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچی اور لکنت زدہ آواز میں اس سے سوالات پوچھنے لگا۔ الفاظ اس کی زبان پر فوراً نہ آ رہے تھے کیونکہ ایک عرصے سے اس نے اپنی زبان استعمال نہ کی تھی، انگریزی نہ بولا تھا۔

"بہن!" نوئی نے کہا "آؤ پہلے ہم دیوار کا شگاف بند کرنے کی کوشش کریں اس کے بعد تم اطمینان سے اپنی داستان سنا دینا۔ اگر راستہ کھلا رہا تو ہم اطمینان سے سو نہ سکیں گے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایدوا اور اس کے ساتھی اندر آ کر سوتے میں ہمیں قتل کر دیں۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ وہ اپنے مقام مقدس میں خون بہانے کی جرأت نہ کریں گے"۔ ریچل نے جواب دیا "تاہم احتیاط لازمی ہے۔"

چنانچہ وہ دیوار کے قریب پہنچے۔ دروازہ کھلا تھا اور چونکہ اسے بند کرنا ممکن نہ تھا اس لئے ایک تنگ گزرگاہ میں انھوں نے اس قدیم دیوار کے چند پتھر اکھاڑ کر لڑھکا دئے اور اب ان پتھروں کے دائیں بائیں سے یا ان پہ سے گزرنا ممکن نہ رہا تھا یا کم سے کم مشکل ضرور تھا۔ اس کام میں کئی گھنٹے صرف ہو گئے اور ریچل کے خیال میں ان کی یہ محنت بیکار تھی کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ خوابوں کے شکاری انھیں قتل کرنے کے لئے اندر نہ آنے والے تھے بلکہ انھیں بھوکوں

مارنے والے تھے۔

شام کے وقت تینوں غار میں پہنچے اور جو کچھ غذا مل سکتی تھی تلاش کر کے جمع کی جو اتنی تھی کہ بمشکل دو وقت ان کا پیٹ بھر سکتا تھا۔ ٹیلے کے عقب میں محافظوں کی بستی خالی پڑی ہوئی تھی۔ تلاش کے باوجود انھیں وہاں سے بھی کوئی ایسی چیز نہ ملی جسے کھایا جاسکتا۔ البتہ پانی کی کوئی کمی نہ تھی کیونکہ وہ چشمہ موجود ہی تھا جو گنگناتا ہوا غار میں سے نکل رہا تھا۔

انہوں نے چند لقمے کھائے اور اپنی اپنی چٹائی لے کر سونے کے لئے باہر آ گئے کہ ناگہانی خطرے اور مصیبت کا مقابلہ کرسکیں۔ اور اب انھیں فرصت تھی اور وہ اطمینان سے باتیں کر سکتے تھے اور ریچل اور رچرڈ نے ایک دوسرے کو اپنی حیرت انگیز سرگذشت سنادی۔ لیکن چند باتیں ایسی عجیب تھیں کہ وہ دونوں ہی ان کی تشریح نہ کرسکے اور نہ ہی سمجھ سکے۔ بہرحال ان کے لئے تو یہی کافی تھا کہ وہ اتنے عجیب طریقے سے ایک دوسرے کے پاس آ گئے تھے۔ وہ کون سی قوت تھی جس نے ان دونوں کا ملاپ کرادیا تھا؟ سو وہ یہ نہ جانتے تھے۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو مردہ یقین کر چکے تھے لیکن اب ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے بیٹھے تھے اور یہ بڑی بات تھی اور پھر یہ بھی بات تھی کہ وہ ایک عجیب طرح کی تھکن محسوس کر رہے تھے۔ ایسی تھکن کہ ان کی زبان ہلانے کو بھی جی نہ چاہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سو گئے، تینوں سو گئے اور صبح تک سوتے رہے۔ صبح بیدار ہوئے تو قدرے تازہ دم تھے اور جو کچھ ان کے پاس تھا وہ انھوں نے کھایا۔

دوسرا دن پہلے دن سے مختلف نہ تھا الّا یہ کہ وہ دن کچھ زیادہ ہی گرم اور اُداس تھا۔ نوٹی پہرہ دینے کے لئے دیوار پر چڑھ گئی اور رچرڈ اور ریچل ایک

دوسرے کا ہاتھ پکڑے بونوں کی قبرستان اور محافظوں کی خالی پڑی ہوئی بستی میں ٹہلتے اور آپس میں باتیں کرتے رہے ۔ صورت حال نازک تھی تاہم وہ دونوں خوش تھے ۔ لیکن دن ختم ہونے سے پہلے بھوک اپنا اثر دکھانے لگی ۔ اوپر سے سخت اور ناقابل برداشت گرمی ان کا دم گھونٹ رہی تھی ۔ چنانچہ اب وہ بول بول نہ سکتے تھے اور دیوار کے سائے میں بیٹھے ایک دوسرے کی صورت تک رہے تھے اور بس۔

شام کے وقت نوئی دیوار پر سے اتری ۔ اس نے بتایا کہ بونوں کا ایک کافی بڑا گروہ باہر کھڑا ہوا نظر رکھے ہوئے تھا کہ وہ تینوں فرار ہونے کی کوشش نہ کریں۔

گرم اور خاموش رات گزر گئی اور تیسرا دن طلوع ہوا ۔ کھانے کو کچھ نہ تھا چنانچہ وہ چشمے پر پہنچے اور صرف پانی پی کر بھوک مٹانے کی کوشش کی ۔ وہ پھر سائے میں بیٹھ گئے اور دن کے طویل، گرم اور خوفناک گھنٹے گزرتے رہے شام کے وقت، جب گرمی کم ہو گئی، تینوں اپنی قوت سمیٹ کر اٹھے کہ فرار کی کوئی راہ تلاش کر سکیں ۔ رچرڈ نے کہا کہ فرار چونکہ ممکن نہیں اس لئے مناسب ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو بونوں کے حوالے کر دیں لیکن ریچل نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اس صورت میں ایدو، رچرڈ اور نوئی کو قتل کر دے گا اور خود اسے مادرِ شجر بنا دے گا یہاں تک کہ وہ بوڑھی ہو کر کسی کام کی نہ رہے گی اور اس وقت ایدو اس کا بھی خاتمہ کر دے گا۔

" تو پھر ہمارے لیۓ سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں رہ گیا ہے کہ بیٹھے رہیں اور موت کا انتظار کریں"۔ رچرڈ نے کہا۔

" ہاں ۔ اب موت کے سوائے کوئی راستہ نہیں ہے ۔ لیکن اب ہم

دونوں ساتھ مریں گے اور پیارے ہماری یہ موت آسان ہوگی خصوصاً اس لئے کہ ہم ایک دوسرے کو ایک عرصے سے مردہ یقین کر چکے تھے۔"

"ریچل! اب مرنا آسان نہیں رہا" رچرڈ نے کہا "اتنے دکھ برداشت کر لینے کے بعد اور اتنے عرصے کی جدائی کے بعد ہم ملے ہیں چنانچہ اب مرنے کی آرزو کرنا حماقت ہے۔ کم سے کم ہمیں ابھی نہیں مرنا ہے۔"

ریچل نے نوئی کی طرف دیکھا جو اپنے گھٹنوں پر ٹھوڑی ٹکائے خاموش بیٹھی تھی۔

"نوئی تمہیں کچھ کہنا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں زولا! یہ تھوڑی سی کائی مجھے ایک پتھر پر سے مل گئی تھی"۔ اس نے کائی کی ایک گیند سی کہیں سے برآمد کی" ہم اسے ابال کر کھا لیتے ہیں۔ اس طرح ہم کل تک تو زندہ رہیں گے"۔

"ایک دن جی گئے تو کیا ہوگا نوئی؟" ریچل نے کہا" ہاں اگر اور بھی کائی دستیاب ہو سکتی ہو تو بات دوسری ہے۔"

"کائی بس یہی ہے" نوئی نے جواب دیا " دوسری کوئی چیز یہاں اگ نہیں رہی سوائے شجر حیات کے اور اس کے پتے بڑے زہریلے ہیں۔ بہر حال یہ کھا لو اور زندہ رہو۔ میں ایک پیغام کی منتظر ہوں۔"

"کس کا پیغام؟"

"مردوں کا پیغام۔ جانے سے پہلے نایا نے اس کا وعدہ کیا تھا اور اگر پیغام نہ بھی آیا تو مرنے کے لئے دوسرے دن پڑے ہیں۔"

چنانچہ انھوں نے آگ جلا کر کائی ابال لی جو بڑی ہی بدبو دار لس دار اور چکنی چیز بن گئی اور یہ چیز انھوں نے پانی کے گھونٹ کے ساتھ جیسے تیسے کر کے

حلق سے نیچے اتار لی۔ تاہم یہ ایک طرح کی غذا ہی تھی۔ چنانچہ بھوک کی اینٹھن اور تکلیف سے فی الحال تو انھیں نجات مل گئی البتہ نوئی نے ابالی ہوئی کائی بہت تھوڑی کھائی کہ ریچل اور رچرڈ کے لئے زیادہ مقدار میں باقی رہے۔

رات پچھلی تمام راتوں سے زیادہ گرم تھی اور بعد کا دن تو اس قدر گرم تھا کہ مقام مقدس دوزخ معلوم ہو رہا تھا۔ وہ لوگ غار میں گھس کر پڑے رہے اور باہر سے عجیب طرح کے چٹاخوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہ آوازیں غالباً ان مخلوق کی تھیں جو شدید گرمی کی وجہ سے چیخ رہے تھے۔ دوپہر کے وقت آسمان یکایک کالے کالے بادلوں سے ڈھک گیا، ہوا بند ہو گئی اور ان لوگوں کو یوں معلوم ہوا جیسے وہ تنفس کے ذریعہ کوئی ٹھوس اور گرم چیز اپنے پھیپھڑوں میں پہنچا رہے ہوں۔ وہ لوگ پریشان ہو گئے، برداشت نہ کر سکے اور غار سے باہر نکل آئے اور انھوں نے حیرت سے دیکھا کہ دیوار کی چوٹی پر ایک بونا کھڑا ہوا تھا یہ ایدو تھا جو یہ کہنے آیا تھا کہ وہ تینوں مقام مقدس سے باہر نکل کر اپنے آپ کو خوابوں کے شکاریوں کے حوالے کر دیں۔

"شرائط کیا ہیں؟" نوئی نے پوچھا۔

"یہ کہ تم اور یہ سفید آوارہ گرد سفید موت کو لبیک کہیں اور یہ کہ انکوسازانہ نادرِ شجر بن جائے" ایدو نے جواب دیا۔

"یہ شرائط ہمیں منظور نہیں ہیں" نوئی نے کہا "ہمیں جانے دو اور انیاسے خوردونوش کا دے دو اور ہم تمھیں معاف کر دیں گے۔ اگر یہ منظور نہیں ہے تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تم اور تمہارے ساتھی سرخ موت مریں گے جیسا کہ نایا نے کہا تھا۔

"یہ تو کل کا سورج غروب ہونے سے پہلے ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون مرتا ہے"

ایڈرو نے کہا اور ایک قہقہہ لگا کر دوسری طرف اتر گیا۔

اس کے جاتے ہی گرم دوزخی ہوا کا ایک زبردست جھکڑ آیا جس کے زور سے باہر کا جنگل کانپ کانپ گیا اور درخت جیسے کراہنے لگے۔ نوئی اس طرف رخ کر کے کھڑی ہو گئی جس طرف سے جھکڑ چل رہا تھا۔ یہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کان لگا کر کچھ سن رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" ریچل نے پوچھا۔

"اس جھکڑ میں میں نے ایک آواز سنی ہے زدلا" نوئی نے جواب دیا "جس پیغام کا مجھے انتظار تھا وہ آ گیا ہے۔"

"کیا پیغام ہے یہ؟" رچرڈ نے پوچھا۔

"سردار! یہ میں بتا دوں گی" نوئی نے کہا "لیکن پہلے غار میں چلو۔ اب یہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں کیونکہ ایک زبردست طوفان آ رہا ہے۔"

چنانچہ وہ ایک دوسرے کو سہارا دیتے ہوئے غار میں پہنچے اور وہاں نوئی نے آگ جلا کر وہ تمام چیزیں اس میں جھونک دیں جو جمع تھیں۔ رچرڈ اور ریچل حیرت سے دیکھتے رہے کیونکہ یہ واقعی عجیب بات تھی کہ نوئی ایسی گرمی میں آگ جلا رہی تھی اور وہ بھی اس وقت جب ان کے پاس پکانے کو کچھ نہ تھا۔

اس عرصے میں جھکڑ چلتا رہا اور اس کا زور بڑھتا رہا اور پھر چیخوں کا اور ہوا کا طوفان بہت بڑا لیکن بارش کا ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ تھوڑی دیر بعد ہی ہوا کا زور اس قدر بڑھ چکا تھا کہ ٹیلے پر کھڑا ہوا صدیوں پرانا شجر حیات جھومتے اور چرچرانے لگا اور احاطے کی دیوار کی چوٹی کے ڈھیلے پتھر اڑ اڑ کر اِدھر اُدھر گرنے لگے۔

یکایک نوئی اچھل کر کھڑی ہوئی اور اس نے الاؤ میں سے ایک جلتی ہوئی

لکڑی اٹھالی۔ یہ دراصل کسی چوبی مجسمے کا، جو کسی دیوتا کی شکل پر بنایا گیا تھا کوئی عضو تھا۔ غالباً ٹانگ تھی۔ اس سے پہلے کہ رچرڈ اور ریچل اسے روک سکتے وہ غار سے باہر بھاگ کر گاڑھے ہوتے ہوئے اندھیرے میں غائب ہو چکی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آئی تو اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔

"اب باہر آجاؤ" اس نے کہا " اور وہ نظارہ دیکھو جو تم نے نہ تو کبھی دیکھا ہوگا اور نہ کبھی دیکھ سکو گے"۔ نوئی کی آواز میں کوئی خاص بات تھی چنانچہ اپنی نقاہت اور کمزوری کے باوجود رچرڈ اور ریچل اٹھ کھڑے ہوئے۔

باہر پہنچے تو ہوا کے زور کی وجہ سے کھڑے نہ رہ سکے اور اوندھے منہ زمین پر لیٹ گئے اور یوں لیٹ کر انھوں نے اس طرف دیکھا جس طرف نوئی اشارہ کر رہی تھی۔ اوپر، ٹیلے کی چوٹی پر کھڑا ہوا خوابوں کے شکاریوں کا شجر حیات دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ شعلے اس کے تنے اور ٹہنیوں سے لپٹے ہوئے تھے اور ان سے لٹکتی ہوئی کائی کی جٹائیں بھی جل رہی تھیں اور ہوا کے جھکڑ ان جلتی ہوئی جٹاؤں کو اپنے ساتھ اڑا لے جاتے تھے اور خوابوں کے شکاریوں کے جنگل میں پھینک رہے تھے۔

"یہ تم نے کیا ہے نوئی ؟" ریچل نے چیخ کر پوچھا۔

"ہاں زولا! اور کون کر سکتا ہے۔ یہی وہ پیغام تھا جو میرے پاس بھیجا گیا تھا۔ میرا کام پورا ہو گیا چنانچہ اب تم دونوں زندہ رہو گے حالانکہ میں مر جاؤں گی۔ میرا مرنا ضروری ہے کیونکہ اب میں نے خوابوں کے شکاریوں کا خاتمہ کر دیا ہے اور ان کا خاتمہ کرنے کے لئے ہی مجھے پیدا کیا گیا تھا۔ ہاں جس مقصد کے لئے مجھے دنیا میں بھیجا گیا تھا وہ پورا ہو چکا۔ میں نے خوابوں کے شکاریوں کا خاتمہ کر دیا۔"

"خاتمہ کر دیا!" ریچل نے حیرت سے پوچھا "کیا مطلب ہے؟"

"مطلب یہ کہ جب ان کا درخت مر جائے گا تو وہ بھی مر جائیں گے۔ نایا نے کہا تھا مجھ سے کہ ان کا درخت جل جائے گا اور خوابوں کے شکاریوں کی قوم ختم ہو جائے گی۔ چلو۔ چلو۔ دیوار کی طرف۔ دیکھو اب۔ میرے پیچھے آؤ۔"

اپنی بھوک اور اس سے پیدا شدہ کمزوری بھول کر رچرڈ اور ریچل ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے نوئی کے پیچھے پیچھے بھاگ پڑے۔ وہ میدان میں پہنچ گئے۔ تیز ہوا انہیں پیچھے دھکیل رہی تھی اور وہ گرتے اور گر کر اٹھتے ہوئے اور بھاگتے ہوئے دیوار کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ دیوار کے قریب اس جگہ پہنچ گئے جہاں سے ایک زینہ دیدبان نما برج پر جاتا تھا۔ وہ لوگ زینہ چڑھ کر اوپر پہنچ گئے۔ برج کھلا نہ تھا بلکہ اس کے چاروں طرف دیوار چنی ہوئی تھی اور اس دیوار میں بڑے بڑے سوراخ بنے ہوئے تھے اور ان سوراخوں میں سے جھانک کر انھوں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔ شجرِ حیات کی سلگتی ہوئی کائی جنگل کے چند درختوں کی چوٹیوں پر جا پڑی تھی اور یہ درخت یہاں وہاں سے سلگ اٹھے تھے اور تیز ہوا پنکھا جھل کر اس آگ کو اور بھڑکا رہی تھی اور شعلے لپک لپک کر ایک سے دوسرے درخت پر پہنچ رہے تھے اور یوں آگ بڑی تیزی سے پھیل رہی تھی ہوا کا زور اور بڑھا اور تھوڑی دیر بعد وہ عظیم الشان جنگل جل رہا تھا۔ مشرق اور مغرب، شمال اور جنوب کی طرف شعلے ہی شعلے نظر آ رہے تھے۔ میلوں تک جنگل جل رہا تھا۔

زمین و آسمان ان عظیم الشان جلتے ہوئے درختوں کی وجہ سے سرخ ہو گئے آگ درختوں کی چوٹیوں پر سے نیچے اتر رہی تھی اور برج میں بیٹھنے والوں نے

دیکھا کہ سیکڑوں اور ہزاروں بونے چیختے اور چلاتے اور اپنے ہاتھ ہلاتے نہایت ہی بدحواسی کے عالم میں اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ وہ شمال کی طرف بھاگتے اور اس طرف بھی شعلے ہوتے وہ جنوب کی طرف بھاگتے اور اس طرف بھی شعلے ان کا استقبال کرتے وہ جس طرف بھی جاتے آگ کا سامنا ہوتا یہاں تک کہ جلتی ہوئی ٹہنیاں اور تنے ان پر گرنے اور یہ بھاگتے ہوئے بونے آتشی انبار میں دفن ہو کر رہ گئے۔ بونوں کا ایک گروہ مقامِ مقدس کی طرف بھاگتا ہوا آیا۔ برج میں بیٹھنے والے انھیں بھاگ کر آتے دیکھ رہے تھے اور یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ جلتی ہوئی ٹہنیاں ان پر گر رہی تھیں چنانچہ ان کی تعداد کم سے کم تر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ بھاگ رہے تھے، وہ اچھل کر ادھر ادھر ہٹ رہے تھے، وہ چیخ رہے تھے لیکن اوپر گرتی ہوئی ٹہنیاں ہر ہر قدم پر ان میں سے اکثر بونوں کا خاتمہ کر رہی تھیں۔ وہ سب کے سب جل مرے البتہ صرف ایک بونا جنگل سے نکل کر اس میدان تک آنے میں کامیاب ہو گیا جو دیوار اور جنگل کے درمیان چھٹا ہوا تھا۔ اس کے سفید بالوں اور لباس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔ یہ شخص اس ٹہنی کے قریب پہنچ گیا جو نایا نے مقامِ مقدس میں آتے وقت وہاں اگنے کے لئے لگا دی تھی یہ نایا کے درخت کی ٹہنی تھی۔ بونے نے وہ ٹہنی گھسیٹ لی اور اپنے بدن پر یوں مارنے لگا جیسے آگ بجھا رہا ہو۔ دوسرے لمحے وہ ٹہنی بھی جل اٹھی اور بونا اسے پھینک کر دیوار کی طرف بھاگا اور جب وہ قریب آیا تو برج میں بیٹھنے والوں نے اسے پہچان لیا۔

یہ ایلدو تھا۔

عین اسی وقت نوئی کی قوت جواب دے گئی۔ وہ جھوم کر چت گری۔ رچرڈ اس کی طرف دوڑا اور اسے اٹھانے کے لئے جھکا تو نوئی نے اسے روکتے ہوئے

مُردہ آواز میں کہا:۔

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میرا آخری وقت آگیا ہے۔ میں خنجرِ حیات کو آگ لگانے احاطے میں گئی تھی چنانچہ اس کا زہر میرے رگ و ریشے میں سرایت کر گیا ہے اس کے علاوہ میری قوم کا سراپ اور بد دعائیں بھی اپنا اثر دکھا رہی ہیں بہر حال میری بہن —— میں نے تمہیں اور تمہارے محبوب کو بچا لیا ہے۔ خوابوں کے شکاری نہیں رہے۔ میری قوم کے بھورے لوگ بھوری راکھ میں تبدیل ہو گئے۔ محبت کی خاطر میں نے یہ گناہ عظیم کیا ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ میری یہ محبت ہی میرے گناہ کا کفارہ ادا کر دے گی۔ زولا! اب تمہاری ایک نئی اور خوشگوار زندگی کا آغاز ہو رہا ہے چنانچہ اپنی خوشیوں اور مسرتوں میں مجھے بھول نہ جانا اور جب تم اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ تو عالم ارواح میں اپنی نوئی کو تلاش کرنا۔ شاید وہ تمہیں وہاں مل جائے"۔

عین اسی وقت انھوں نے پتھروں پر کسی چیز کے گھسٹنے کی آواز سنی۔ انھوں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ برج کے چار دروازوں میں کے ایک دروازے میں ایک بونا نمودار ہوا۔ اس کا چہرہ جھلس کر بگڑ گیا تھا اور اس کا لباس چیتھڑا ہو رہا تھا۔ یہ ایدو تھا جو دیوار پر چڑھنے اور ان تینوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وہ دروازے میں بیٹھا شعلہ بار نظروں سے ان کی طرف بلکہ یوں کہئے کہ زمین پر پڑی ہوئی نوئی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"سیاپی کی بیٹی!" ایدو نے سانپ کی پھنکار سی آواز میں کہا "یہاں آؤ اور دیکھو کہ کیا کیا ہے تم نے۔ دیکھو تم نے خوابوں کے شکاریوں کی قدیم قوم کو نیست و نابود کر دیا۔ یہاں آؤ اور بتاؤ کہ تم نے یہ گناہ عظیم کیوں کیا تاکہ مرنے سے پہلے میں حقیقت سے واقف ہو جاؤں اور دوسری دنیا میں اپنے اجداد کی

زوحلی کے سامنے تمہارے گناہوں کی گواہی دینے لگوں"۔

نوئی نے سنا اور ایدو کی طرف پیٹ کے بل رینگنے لگی۔ رچرڈ اور ریچل کو ایسا معلوم ہوا کہ نوئی ایدو کے حکم سے سرتابی نہ کرسکتی تھی۔

اور اب وہ دونوں برج کے باہر اور دیوار کی چوٹی پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور نوئی کے لانبے اور کالے بال ہوا میں اُڑ رہے تھے۔

"ایدو!" نوئی نے کہا "یہ گناہ میں نے اسے بچانے کے لئے کیا ہے جس سے میں محبت کرتی ہوں اور اسے بچانے کے لئے جس سے وہ خود محبت کرتی ہے اور اس طرح میں نے تم سے اور خوابوں کے شکاریوں سے نایا کی موت کا انتقام لیا ہے کیونکہ نایا نے مجھ سے ایسا ہی کرنے کو کہا تھا۔ یہ کام میں نے اس لئے کیا ہے ایدو کہ تمہارے مظالم کا پیالہ لبریز ہو چکا تھا اور اس لئے کہ تم پر موت نازل کرنے کے لئے مجھے منتخب کیا گیا تھا۔ چنانچہ دیکھو ایدو یہ ہے تمہارے اس عروج اور اس عظمت کا انجام جسے حاصل کرنے کے لئے تم برسوں سے سازش کر رہے تھے"۔

"بے شک یہی ہے میرا زوال" ایدو نے کہا "کیونکہ اس سفید فام ساحرہ کا سحر میری قوتوں پر اور میرے سحر پر غالب آ گیا۔ نوئی! میرے ساتھ خوابوں کے شکاریوں کی حکومت بھی ختم ہو رہی ہے اور وہ عظیم الشان جنگل بھی ختم ہو رہا ہے جس میں وہ بسے ہوئے تھے اور غدار لڑکی ابھی تیرا بھی خاتمہ ہے کیونکہ تو نے خوابوں کے شکاریوں کا خاتمہ کر دیا ہے اور ان کی روح کو خون سے آلودہ کر دیا ہے"۔

اور یہ کہتے ہی ایدو نوئی پر جھپٹ پڑا۔ اور اس نے نوئی کی کمر پکڑ لی۔ رچرڈ اور ریچل اسے بچانے کے لئے لپکے لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچ سکتے ایدو اسے گھسیٹ کر دیوار کے کنارے تک پہنچ چکا تھا۔ وہاں چند ثانیوں تک ایدو اور نوئی دست و گریباں رہے۔ اور پھر ایدو چیخا۔ اس کی یہ چیخ

بڑی تیز اور بڑی بھیانک تھی) اور پھر وہ نوئی سمیت لساٹھ فٹ بلند دیوار پر سے، نیچے، چٹانوں اور پتھروں پر کود پڑا اور پتھروں پر نوئی اور ایڈوکی مسخ شدہ لاش پڑی رہی۔

تو یہ تھا انجام اس لڑکی کا جو سیاپی کی بیٹی تھی، جس کا نام نوئی تھا، جس نے ریچل سے محبت کی تھی اور جس نے اپنی جان دے کر ریچل اور اس کے محبوب کی جان بچالی تھی جس طرح کہ کبھی ریچل نے اس کی جان بچائی تھی۔

صبح کا وقت تھا۔ طوفان گزر چکا تھا، آسمان صاف اور شفاف تھا اور ہوائیں خوشگوار خنکی تھی کیونکہ طوفان کے بعد موسلا دھار بارش برس گئی تھی لیکن دور، بہت دور، دھوئیں کے بادل اس بات کا پتہ دیتے تھے کہ جنگل کے قلب میں اب بھی آگ جل رہی تھی۔ ریچل اور رچرڈ دیوار پر کے برج میں ہاتھ میں ہاتھ دیئے بیٹھے تھے۔

"اب ہم کیا کریں ریچل ؟" رچرڈ نے کہا: "اب ہماری موت زیادہ دور نہیں رہ گئی ہے۔"

ریچل چند ثانیوں تک کچھ سوچتی رہی اور پھر اس نے جواب دیا۔

"خوابوں کے شکاری نہیں رہے چنانچہ اب ان کی طرف سے تو، ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہ گیا ہے۔ اس پار، جہاں آگ نہیں پہنچی ہے، ان کے غلام رہتے ہیں جن کی بستیوں میں اشیائے خوردونوش موجود ہیں اور ان کی بستیوں کے بعد اوم لکوں کی بستیاں ہیں۔ یہ لوگ مجھے جانتے ہیں چنانچہ ہمارے دوست بن جائیں گے۔ آؤ ہم غذا کی تلاش میں چلیں کیونکہ اگر ممکن ہو تو اب ہمیں زندہ رہنا ہے۔"

چنانچہ وہ نیچے اتر آئے اور چونکہ وہ کمزور ہو رہے تھے اس لئے بدقت تمام

وہ ان پتھروں پر سے رینگ کر دوسری طرف پہنچے جو انھوں نے بونوں کو روکنے کے لئے راستے میں لڑھکا دیے تھے۔ اور اس طرح وہ دیوار میں گزر کر باہر میدان میں نکل آئے اور ایک عجیب منظر دیکھا۔ اس سرزمین میں، جو تمام کی تمام عظیم الشان درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی، اب جگہ جگہ راکھ کے انبار تھے یا درختوں کے جلے ہوئے اور جھلسے ہوئے لنڈ منڈ تنے کھڑے تھے یہ سفر بڑا ہی خوفناک تھا لیکن وہ جنگل کے کنارے چلتے رہے اور بخیر و خوبی غلاموں کے گاؤں میں پہنچ گئے آگ یہاں تک نہ پہنچی تھی چنانچہ زرخیز زمین میں سبزہ اور کھیت لہلہا رہے تھے اور ان کھیتوں کے بعد بے آب و گیاہ صحرا تھا۔

اس گاؤں میں ایک بھی شخص نظر نہ آ رہا تھا۔ وہ سب کے سب بھاگ گئے تھے اور گاؤں خالی پڑا ہوا تھا البتہ کھونٹوں سے مویشی اور بھیڑیں بندھی کھڑی تھیں۔ آگ لگنے سے پہلے ہی انھیں باندھ دیا گیا تھا اور گاؤں والوں نے افراتفری میں انھیں اپنے ساتھ لے جانا مناسب نہ سمجھا تھا اور جھونپڑیوں میں کھانا اور دودھ بھی تھا۔ چنانچہ انھوں نے کھانا کھایا اور دودھ پیا اور پھر آرام کیا اور پھر اٹھ کر دودھ پیا یہاں تک کہ ان کی قوت عود کر آئی۔

شام کے وقت وہ اس گاؤں سے باہر آئے اور ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر اپنے عقب میں جلے ہوئے جنگل اور سامنے پھیلے ہوئے ہرے بھرے کھیتوں کی طرف دیکھنے لگے۔

وہ دونوں اس وقت جیسے پوری دنیا میں اکیلے تھے۔ پوری دنیا میں کوئی نہ تھا سوائے ان کے اور ان کے دل تشکر اور محبت سے دھڑک رہے تھے اور ان کے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں خاموش اور غیر آباد بستیاں تھیں۔

"دیکھو رچیل!" رچرڈ نے جلے ہوئے اور جھلسے ہوئے جنگل کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہا "وہ ہے ہمارا ماضی اور یہ سامنے ہمارا مستقبل ہے جس میں خوبصورت رنگ برنگی پھول کھل رہے ہیں۔"

"ہاں رچرڈ" ریچل نے کہا "لیکن ٹونی اور وہ تمام لوگ جن سے مجھے محبت تھی، اس ماضی میں دفن ہیں اور ان کی روحیں مجھ سے کہہ رہی ہیں کہ ہمارے مصائب اور ہمارے دکھ ماضی کی راکھ میں دفن ہو چکے اور اب ہمارے لئے، میرے اور تمہارے لئے، زندگی کی مسرتوں نے آغوش وا کر دی ہے۔"

اور وہاں اس ٹیلے پر ریچل اس شخص سے لپٹ گئی جس کے ساتھ زندگی گزارنا اس کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔

اور ان دونوں کے ہونٹ آپس میں پیوست ہو گئے اور ان کے پیچھے جلی ہوئی اور ہولناک ویرانیاں تھیں اور سامنے سبزہ زار پھیلتا چلا گیا تھا۔ اور اس سبزہ زار میں ہر طرف پھول کھلے ہوئے تھے۔ رنگ برنگی قسموں کے سے پھول اور ریچل آخر کار اس شخص کی آغوش میں تھی جس کی تلاش میں اس نے دو جہاں چھان مارے تھے۔

منظر الحق علوی

خـتـم شـد

نسیم بکڈپو لکھنؤ

کے شائع کردہ

شہر خموشاں ۔ بھیڑیا ۔ بھونرا
5/- 7/- 7/-

پُراسرار جزیرہ ۔ تارِ عنکبوت ۔ جوشِ محبت
3/37 10/- 6/-

سونا سمندر ۔ آدم خور ۔ خونریز ۔ تخت شب
9/- 4/- 6/- 9/-

عالمِ گم گشتہ ۔ طلسمی آئینہ ۔ رات کا کالا کفن
9/- 3/- 4/50

فرنکسٹائن ۔ غلاموں کے سوداگر ۔ عالمِ اسفل
5/- 10/- 5/-

موجِ بلا ۔ گردشِ ایام ۔ گرداب ۔ گنجِ سلیمان
3/50 10/- 5/- 6/-

نیل کی ساحرہ ۔ ندائے روح ۔ گھر کا بھیدی
2/50 9/- 6/50

تیغ زن اوّل 9/- دوم 10/-

★ افسانے ★ [illegible] ★ [illegible] ★ [illegible] اور [illegible] ناول

اور ملو رجیلی ناولٹ
اطلس ہما ایک عجیب و غریب ناول
قیمت: بڑے سائز پر پندرہ روپے